تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ چہار دہم (۱۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ چہاردہم (۱۴)
صفحات: ۵۶۰
مولف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع: اول
سال طباعت: ۲۰۱۱ء

فہرست مضامین

عرض مؤلف

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ وہ معجز رقم ہیں، نثر اور نظم میں خواہ اردو میں ہو یا فارسی اور عربی میں، کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ انہوں نے جہاں اہل ہند کو مقابلے کے لئے چیلنج دیئے اسی طرح اہل عرب کو بھی للکارتے رہے۔ زیر نظر جلد کا آغاز علامہ رشید رضا مصری اور مصطفیٰ صادق الرافعی کے ذکر خیر سے کیا جا رہا ہے۔ علامہ رشید رضا نے مرزا قادیانی کی ایک کتاب پر تبصرہ لکھا تھا جس کا مصنف نے برا منایا اور الہدی کے نام سے عربی (مع اردو ترجمہ) ایک کتاب لکھ ماری، جس میں علامہ کو نشانہ تنقید بنایا۔ مجلّہ المنار سے علامہ رشید رضا نگارشات اور مرزا صاحب کی تنقیدی تحریر سے چند اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ علامہ مرحوم سے مرزا قادیانی کو کس بنا پر کیا کیا شکایتیں تھیں۔

اس کے بعد شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی کی ایک عربی نظم نقل کی جا رہی ہے جو انہوں نے مرزا صاحب کے عربی زبان و بیان اور ان دعاوی پر تبصرہ کرتے ہوئے ۱۳۲۱ھ میں لکھی تھی۔ اس نظم کی وجہ سے یہ بزرگ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے کارکنوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حکیم مظہر حسن کی تصنیف، چودھویں صدی کا مسیح، مرزا صاحب کی پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اس سے قبل نہ قادیانیوں نے اپنے مرشد کی کوئی سوانح لکھی تھی (سوائے مولوی عبدالکریم کے لکھے ہوئے ان چند صفحات کے جو ایک رسالے کی صورت میں شائع ہوئے تھے، یا ان نوٹس کے جو مرزا صاحب نے خود اپنی کتاب البریہ میں بطور حاشیہ لکھے ہیں) اور نہ ہی مسلمانوں کی طرف سے۔ چودھویں صدی کے مسیح، پر قادیانیوں کی طرف سے کوئی مخالفانہ یا موافقانہ تبصرہ فی الحال ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ شائد انہوں نے یہ سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیا ہے کہ ان کے مسیح کو ناول کے پلاٹ میں کیوں پیش کیا گیا ہے، لیکن اس کتاب میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کر لینا بہر حال عجیب معلوم ہوتا ہے۔

ہمیں اس کتاب کی ایک کاپی جامعہ سلفیہ بنارس سے حاصل ہوئی جسے نذر قارئین کرنے کے لئے از سر نو مرتب کیا گیا ہے۔ بعض عبارات ترک کر دی ہیں اور چند ابواب بھی خارج کر دیئے ہیں، اور متعدد اشعار حذف کر دیئے ہیں۔ اور قارئین کی تفہیم کیلئے بعض واقعات دیگر

روایات سے باریک خط نقل کر دیئے ہیں۔ اور یوں تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں لکھی جانیوالی مرزا صاحب کی اولین سوانح عمری کا تقریباً دو تہائی حصہ لباس جدید میں نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا اخبار اہل حدیث ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا، اور اس میں انہوں نے قادیانیت کا شدومد سے تعاقب کیا۔ قادیانیوں کے اس دور کے رسائل و اخبارات مثل الحکم، بدر، ریویو آف ریلی جنز، مرزا کے نظریات کی اشاعت کر رہے تھے، اہلحدیث میں ان کا جواب دیا جاتا تھا۔ کئی برسوں سے ہم اخبار اہلحدیث میں ردقادیانیت پر شائع ہونے والے مقالات اکٹھے کر رہے ہیں اور زیر نظر جلد میں ابتدائی دور کے جو شمارے ہمیں مل سکے ہیں ان میں سے ردقادیانیت کے چند مضامین نذر قارئین کیے جا رہے ہیں۔

ادھر قادیانی دریچہ بھی کھلا ہوا ہے، اور الحکم و بدر وغیرہ سے ہم نے آخری فیصلہ والے اشتہار اور اسکے متعلقات، اور مرزا صاحب کی موت سے متعلق چند خبریں اور مضامین نقل کئے ہیں، ان میں مسلمانوں کی اخباروں میں شائع ہونے والے دو مضامین بھی شامل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں بھی بعض حلقوں میں مرزا صاحب کیلئے کسی حد تک نرم گوشہ موجود تھا۔

تعاونوا علی البرّ کے تحت جن احباب سے معاونت مل رہی ہے ان میں مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند، جناب حمایت اللہ امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث اڑیسہ، حافظ ابوبکر ظفر رفیق دعوۃ السّلفیہ لاہور، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، جناب عبدالحنان جانباز سیالکوٹ، مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، مولانا محفوظ الرحمٰن بنارس، مولانا اشرف جاوید فیصل آباد، عزیزان محمد عمیر و محمد سہیل شامل ہیں۔

مواد کی فراہمی، تنقیح وترتیب، تخریج وتصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے یہ بندہ عاجز قارئین سے معذرت کا خواستگار ہے۔

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بهاء الدين** ۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء

علامہ رشید رضا مصری

سوال: ما هو الفرق بين مذ هب الوها بية و مذ هب ابن تيميه و صاحب المنار و غير هماسلفاً و خلفاً فى الوا سطة؟ و هل قام صاحب نحلة او مذ هب جد يد من الخوار ج او الوهابية او البابية لا يتخذ ا لكتا ب و السنة عمد ته فى الاحتجا ج ستراً لمباد ء ه التى يدعيها ؟ و ما قول حضرته فى كتا ب اعجاز المسيح فى التفسير الصحيح الذى ظهر اليوم لمن يدّعى المهد وية با لهند فى تفسير فاتحة الكتا ب ، و جعله الد ليل على صحة دعوا ه عجز الانس و الجن عن عمل تفسير كتفسيره فى مدى قصير كا لمدى الذى عمل فيه هذا التفسير هل مصيب ؟ ام مخطىء فيما يدّعيه ..

جواب: مذ هب السلف و الخلف فى الاسلام الانبياء عليهم الصلوة و السلام هم الوا سطة بين الله تعا لى و بين عباده فى تبليغ دينه لقوله تعالى و ما نرسل المر سلين الّا مبشرين و منذر ين ۔ الا نعا م ۔ ۴۸ ۔ و قو له عز و جل : ان عليک الا البلاغ ۔ الشورى : ۴۸ ۔ وغير ذا لک من الآيا ت الكثيرة الواردة بصيغة النفى و الاثبات ككلمة التوحيد ، و انه لا واسطة بين الله تعالى و عباده فى غير تبليغ دينه من نحو قضاء حاجة سلبية كالشفاء من مرض، او وقوعية كسعة الرزق او هدا ية ، و الدليل على هذا الآيات الواردة بصيغة الحصر و هى كثيرة جدّاً ۔ كما قلنا ۔ والبرا هين العقلية القا طعة بان اللّه تعا لى غنى عن المسا عدة و الوزير و المعين ؛ لانه على كل شىء قد ير لا يحتا ج الى من يعطفه على عباده لا نه ارحم الرا حمين، فرحمته و رأفته لا تقبل الزيادة لانها فى نهاية الكمال ، و قد سبق علمه بكل

شیء فلا یمکن ان یغیره او یزید فیه ا حد ، ولا نطیل فی سرد ا لأدلة ؛ لاننا کتبنا فیها مراراً و اوردنا الآیات و الاحا دیث الصحیحة فیها و اول سوال ورد علینا فیها نشر فی العدد الرابع من المجلد الاول ، و اوضح ما کتبناه فیها هو الدرس الثامن من الامالی الد ینیة فلیراجع فی الصفحة ٦٣٠ من المجلد الثا نی

اما الشیخ الاسلام ابن تیمیه فکان من انصار السنة و اکابر حفاظهاو الدا عی الیها، و الآمر ین بما عرّفته و الناهین عما انکرته فی زمن ترك المسلمون فیه الدعوة الی دینهم با لمرة ، و الامر بالمعروف و النهی عن المنکر فی الغا لب، و قد الف فی البدع و الضلا لات التی رآها فاشیة رسائل نفیسة یؤید فیها السنة و مذهب السلف ، و یدحض شبه اهل البدع ، و منها رسالة مخصوصة فی الواسطة طبعت من عهد قریب فی مطبعة المؤید ، فعلی السا ل ان یطالعها ، و اما الوها بیة ، فا لذی علمناه عنهم انهم یعتقدون فی هذه المسألة اعتقا د السلف ایضاً،..

و من عجیب القول قول هذا السا ئل : و هل قام صا حب نحلة ... الخ ـ فاننا لا نجد له وجهاً صحیحاً فهل یقول صاحبه ان المبتدعة هم الذین اتخذوا الکتاب و السنة عمد تهم دون اهل الحق ، فیجب ان نخالفهم بترك الاعتماد علی الکتا ب و السنة ؟ هذا هو ظا هر العبارة و هو امر بترك الاسلام و اتباع ا لاوهام لا یرضا ه السائل و لا یریده و لعل مراده اننا لا ینبغی لنا ان ناخذ بقو ل کل من ید عی الاعتماد علی الکتا ب و السنة ؛ لا ن المبتد عة یشارکون اهل الحق فی هذه الدعوی.

و یرد علیه ههنا سوال و هو : ان المذا هب فی الاصو ل و الفرو ع کثیرة، و کل اهل مذ هب ید عون الاعتماد علی الکتا ب و السنة ، فبم نعرف المحق من المبطل ؟ و کیف نمیز بین الحق و الباطل ؟

ان قال نعرف ذلک بتمحیص ا لادلة و التمییز بین الحجة و الشبهة ، فهذا هو الا جتهاد الذی یفر منه و ینکر علی من یقول به ، و ان قا ل نقلد من کان اکثر تابعاً، نقول (اولاً) ان کثرة المتبعین لا تدل علی ان الحق فی جانب من اتبعوه لا سیما اذا کا نوا مقلد ین یاخذون بقول صا حب المذ هب من غیر معرفة دلیله ، و کیف یقوی الحق بمن لا یعرف الحق ؟ هذا و ان اکثر الناس کا فرو ن (و ان تطع اکثر من فی ا لارض یضلوك عن سبیل الله ۔ انعا م : ۱۱۶) و ان کا نوا من المو منین با لله لقو له تعا لی (و ما یو من اکثر هم با لله ا لّا و هم مشرکو ن۔ یو سف : ۱۰۶) و (ثا نیاً) ان الائمة الذین یذکرهم فی السوال الآ تی لم یکن لهم فی عصر هم ا لا القلیل من المتبعین فاذا کا ن الحق یعرف بکثرتهم فکیف عرِف یو مئذ فان کان عند السائل جواب علی هذا فلیکتب به الینا ، و الّا فلیرجع الی مقالات المصلح و المقلد ففیها البیان الکا فی لقو م یعقلو ن

و لیعلم ان البا بیة لیسوا ا صحاب مذ هب جد ید فی الاسلام کما یتوهم ، بل هم اصحا ب دین جد ید و شریعة جد یدة ، و یحتجون علی المسلمین بتا ویل بعض الآیات و الاحادیث علی طریق تاویل الصوفیة کما یحتجون علی الیهود و النصاری من کتبهم ، و دینهم اقرب الی دین النصرانیة منه الی غیره ؛ فانهم یعتقدو ن ان البهاء المد فون فی عکا هو الله الذی لا اله ا لّا هو الملک القدوس السلام .. (سبحان ربّک ربّ العزّة عمّا یصفو ن ۔ الصا فا ت : ۱۸۰)

و اما کتا ب اعجاز المسیح فقد تصفحته بعد الابتداء بکتا بة هذا الجوا ب ، فا ذا هو قد سلک فیه مسلک البا طنیة و المتصوفة فی التا ویل ، و لیس فیه و هو ۲۲۰ صفحة ورقة واحدة فی حقیقة التفسیر ، و لیس خلطه و هذ یا نه فیه با کبر من الخلط و الهذ یان فی التفسیر المنسوب الی الشیخ محی الدین بن عر بی ا حد آ ئمة

الصوفية ، و لو لم يدّع هذا الرجل انه هو المسيح ، و يحرف كلما ت الفا تحة ، فيجعلها دليلاً على دعواه و يجعل تفسيره معجزة يتحدى بها ۔ لتلقّى هذا التفسير بالقبول اكثر المسلمين و منهم السا ئل المحترم ؛ و لأقا موا النكير على مثلى اذا هو انتقد عليه ، كما ينكرون علىّ الانتقاد على من دونه فى العلم و التاليف ، و قد كا ن هذا الرجل شيخ طريق يفوق اكثر المشا ئخ بالعلم و الفصا حة و الصلا ح فغرّه كثرة اتبا عه ، و تفننه فى اسجا عه ، على ما فى الفا ظها من الغلط، و فى معا نيها من الشطط ، و قا م عنده ان اعتقاد المسلين بالمهدى و المسيح ، قد انتشر على وجه غير صحيح ، و انه يجب ان يصلحه بذا ته ، و يؤيد دعواه بما يعتقد متبعو ه من آ يا ته و اما تحد يه بالكتا ب فهو . اذا لم يعا رض ۔ شبهة على المعجزة بالمعنى ۔ المعروف عند المتكلمين لا بالمعنى الذى حققناه فى الجزء العاشر من المنار

، وقال انه كتبه فى سبعين يوماً ، و نقول : ان كثيراً من اهل العلم ليستطيعو ن ان يكتبوا خيراً منه فى سبعة ايام ۔ و لو على طر يق الشقا شق و الاوهام ، و لكن اين الحكم الذى يرضا ه تلامذ ته و المغترون به ؟ اننا نفند كثيراً من البدع الشائعة بين المنتسبين الى الطريق و لكن اكثرهم لا يقرء ون و من قر أ لا ينتفع اذا كان يخضع لشيخه و يقلده تقليداً اعمى ؛ لانک اذا قلت له قال اللّه كذا ، يقول ان شيخى اعلم بقول اللّه منک ، و هكذا اذا احتججت بالسنة ، وحجتنا الكبرى فى مسألة الواسطة و فروعها على هؤلاء المقلدين سيرة الصحا بة الكرا م فى العمل ، فاذا قال ا حدهم ان الشيخ فلان قال كذا او فعل كذا نقول له كيف عرف شيخک ما لم يعرفه اصحاب رسو ل اللّه ﷺ ؟ و هل كان اهدى منهم ؟ كما قال ا حد اكابر التا بعين لقوم اجتمعوا على ذكر بصفة لم تعهد فقال لهم : اما

ان تکو نوا اهد ی و افضل من اصحا ب رسول اللہ ﷺ ، و اما ان تکونوا قد ابتدعتم فی الدین و زدتم فیہ ما لیس منہ ، او کما روی ھذا و لیس د خول مسیح الھند فی ھذہ الدعوی من با ب التصوف الوا سع با عجب من د خول الشیخ محمد ابی الخلیل المقیم فی الزقازیق منہ الی دعوی تفسیر القرآن ؛ فان ذ لک عالم مطلع و ھذا جا ھل و ھو یزعم ان من بات عندہ یصبح حا فظاً للقرآن، و قادراً علی تفسیرہ ، و انہ یملی کتباً فی تفسیر آ یۃ وا حدۃ ، او کلمۃ من آ یۃ ، و قد اغتر بہ کثیرون ، و من انکر علیہ یقو ل السفھاء فیہ انہ ینکر الکرا مات و یبغض الاولیا ء ، ھذا سلاحھم الذین یحاربوننا بہ ؛ و انما یحاربون الحق (و اللّٰہ غا لب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمو ن ۔ یوسف: ۲۱) (المنار ۔ص ۴۲۰ ۔ جلد ۴)

علامہ محمد رشید رضا فرماتے ہیں:

اعجاز ا حمدی او سخا فۃ جد یدۃ لمسیح الھند

کل یوم تبتدی صرو ف ا للیا لی خلقاً من ابی سعید غر یباً

و ابو سعید ھذا الز مان ھو غلام احمد القا دیا نی المفتون بنفسہ ، المغلوب علی عقلہ و حسہ۔ فھو کل یوم یأ تینا بخلق غریب ۔ و خلق من افکہ عجیب ۔ ففی الشھر الما ضی ارسل الینا قصیدۃ من المخزیات ، و لکنہ نظمھا فی سلک ما یدّعیہ من المعجزات ، وجعل لھا مقد مۃ ھذ یانیۃ۔ و لکنھا باللغۃ ا لاوردیۃ ، و ارسل لنا معھا منشوراً با للغۃ الانکلیز یۃ ۔ یقول فیہ انہ أوتی من البلاغۃ فی العر بیۃ ما لم یؤتہ ا حد من العا لمین ، و انہ یتحدی بقصید تہ ھذہ جمیع المطلعین ۔ و من یعارضھا فی الھند من شعرا ء العربیۃ یعطی عشرۃ آ لا ف روبیۃ ۔ و لم یذ کر لنا الحا کم النا قد ، الذی تعرض علیہ القصا ئد لیمیز بین سحر البیان ، و بین ا للغو و الھذ یا ن۔ و قد

أخرنا الكتا بة فى هذه السخا فة الجد يدة لأننا كنا عا زمين على قراء تها كلها و ا ظهار ما فيها من ا لاغلا ط اللغوية و النحوية و الصرفية و العروضية و التنبيه على ما فيها من السر قات الشعرية ، التى سلخها من كلا م فحول الرجال ، و مسخها و لا غرو ان يظهر المسخ على يد المسيح الد جا ل ۔ ثم بدا لنا ان هذه الانتقادا ت ليست بضرورية ، عند العا رفين با للغة العر بية ، فانّ عر ض القصيدة عليهم يكفى لمعر فة دركها فى السخا فة

و اما المخدوعو ن به من ا لاعجمين فى الهند فلا يفهمو ن انتقاد نا اذا هو و صل اليهم لذلک نذ كر هنا ابياتاً من القصيدة و نترك للقراء الضحک منها و من غرور المستد ل بها على دعوى المسيحية ، قا ل:

ايا ارض مدّ قد دفا ك مد مر ۔ و ا ر دا ك ضلّيل و اغرا ك مو غر

دعوتِ كذو باً مفسداً صيدى الذى .. كحوت غدير ا خذه لا يعزّر

وجائک صحبى ناصحين كاخوة يقولون لاتبغواهوىً و تصبّروا

فظل أسارى كم اسارى تعصب تريدون من يعوى كذئب و يختر

فجا ء وا بذ ئب بعد جهد اذا بهم ۔ و نعنى ثنا ء الله منه و نظهر

فلما اتا هم سر هم من تصلف ۔ و قا ل افر حوا انى كمىّ مظفر

وقال استروا ا مرى و انى اردهم ا خا ف عليهم ان يفروا و يد بروا

وارضى اللئام اذا دنامن ارضهم على النار مشاهم وقد كان يبطر

و منها فى هجو منكر عليه

فلما اعتدى و ا حس قومى انه يصرّ على تكذ يبه لا يقصر

دعوه ليبتهلن لموت مزوّر مضل فلم يسكت و لم يتحسر

و كذ ب اعجاز المسيح و آ يه و غلطه كذ باً و كا ن يزور

ثم قال هذه الابيا ت التى كتب بازا ئها فى الها مش انها وحى من الله تعا لى :

فقد سر نی فی هذه الصور صورة   لید فع ربی کلما کان یحشر
فا لفت هذا النظم اعنی قصید تی لیخزی ربی کل من کان یهذر
و هذا علی ا صرا ره فی سؤا له فکیف بهذا السّئل أغضی و انهر
و لیس علینا فی الجواب جریمة فنهدی له کالاکل ما کان یبذر
فا ن اك کذا باً فیا تی بمثلها   و ان اك من ر بی فیغشی و یثبر
و هذا قضا ء الله بینی و بینهم   لیظهر آ یته و کا ن یخبر
قطعنا بهذا دا بر القوم کلهم   و غا درهم ر بی کغصن نجذر
اری ارض مدّ قد ار ید تبارها   و غادرهم ربی کغصن تجذر
ایا محسنی بالحمق والجهل والرّغا رویدك لاتبطل صنیعک واحذر
اتشتم بعد العون و المن و الندی اتنسی ندی مدّ و ما کنت تنصر
تری کیف اغبرت السماء بآ یها اذا القو م آ ذونی و عا بوا و غبّروا
فلا تتخیر سبل غیّ و شقوة   و لا تبخلن بعد النوال و فکر

سخافة ا خری لمسیح الهند الد جا ل

قلنا انه ارسل الینا فی الشهر الما ضی قصیدته الاعجاز یة ، و نقول ایضاً : انه ارسل الینا فی هذا الشهر رسالة باللغة الانکلیز یة ، و کتبها با سم ملک ا لانکلیز لا با سم اللّٰه ۔ و جعلها خد مة للدولة الانکلیز یة ۔ فی زعمه ووهمه ۔ و لکن لم یکتب فی الحقیقة ما هو اضرّ منها علی السیا سة الا نکلیزیة ۔ و هذا شا ن الصد یق الا حمق یر ید ان ینفع فیضر۔

من سیا سة هذا المسیح الد جال انه نسخ حکم الجهاد فی الاسلام لکیلا تعا ر ضه الدولة ا لانکلیز یة فی دعوته ظناً منها انه یؤلف عصبیة دینیة للخرو ج علیها فی الهند کما یفعل امثاله الد جالون الذین یدّعی کل خا ر ج منهم انه المهدی المنتظر، و قد کتب فی هذا المعنی کثیراً ، و انما کا نت کتابته فی هذه الرسا لة و امثالها

ضارة و مناقضة للسياسة الا نكليزية ؛ لا نه يقو ل فيها : ان جميع علماء المسلمين يقولون بوجوب الجهاد الد ينی، وانهم جهلاء مخطؤن فی هذه الدعوی ۔ فاذا انتشرت هذه الرسا لة ، و قرأ ها الناس فربما تتحرك نفو سهم الی الا مر الذی تصر ح الرسا لة بان العلماء مجمِعون علیه و لا تلتفت الی تخطئة خا رجی مثل غلام احمد القا دیا نی لهم ۔ و اما الر أی ا لأفین الذی اشار به علی الحکومة الا نکلیزیة و هو جمع مؤتمر من العلما ء للنظر فی مسألة الجها د و استقرا ء اد لتها فی الکتاب و السنة لیظهر لهم انه غیر واجب فیقرروه ۔ فهو رأی لا ترضی به سیاسة حکمیة کالسیاسة الانکلیز یة و لا هی محتا جة الیه ۔ اما عدم ر ضا ها به فلانه اذا قرر العلماء خلاف ما یقو ل غلام ا حمد الد جال فیخشی من وقوع فتنةعظیمة ، و اما عد م حا جتها الیه فلأن اهل الهند را ضون من حکومتهم و لا یخطر فی بالهم الخرو ج علیها و حسبها هذا منهم ۔ و لو کان هذا الد جال یتجنب هذه ا لأوحا ل، لکا ن اسلم له علی کل حال ۔ (المنار ۔جلد۵ ۔ ص۷۸۵ ۔ ۷۸۹)


ایک قا دیا نی نے لکھا ہے:

مرزا غلام احمد قا دیا نی نے علماء ہند کے تعصب اور انکار حق پر اصرار کو دیکھ کر شام اور مصر وغیرہ کے علماء کی طرف توجہ فرمائی ...مصر کے بعض علماء اور مدیران جرائد ومجلّات کو اعجاز المسیح کے چند نسخے ارسال کئے وہاں ایک نسخہ تقریظ کیلئے الشیخ محمد رشید رضا مدیر المنار کو بھی بھجوایا ۔ مناظر اور الہلا ل کے مدیران نے تو اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت تعریف کی مگر الشیخ محمد رشید رضا نے نحویوں اور ادیبوں کے استشہاد پیش کئے بغیر لکھ دیا کہ کتاب سہو وخطا سے بھرپور ہے اور اس کے سجع میں بناوٹ سے کام لیا گیا ہے ۔ اور لطیف کلام نہیں ۔ اور عرب کے محاورات کے خلاف ہے ۔ اور ستر دن کی مدت جو آپ نے مثل لانے کے لئے مقرر کی تھی اس کا ذکر کر کے اس نے یہ لاف زنی کی ان کثیراً

من اهل العلم یستطیعو ن ان یکتبوا خیراً منه فی سبعة ایا م (المنار جلد۴ ص ۴۶۶) یعنی بہت سے اہل علم اس سے بہتر سات دن میں لکھ سکتے ہیں۔ جب اس کا یہ ریو یو ہندوستان میں شائع ہوا تو علمائے ہند نے اس کی آ ڑ لے کر مرزا کے خلاف از سرِ نو مخالفت کا ایک طوفان بر پا کر دیا۔ تب آ پ نے احقاق حق اور ابطال باطل اور اتمام حجت کیلئے اللہ تعالی سے رہنمائی چاہی تو آ پ کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ آپ اس مقصد کیلئے ایک کتاب تالیف فر مائیں اور پھر مدیر المنار اور ہر اس شخص سے جو ان شہروں سے مخالفت کیلئے اٹھے اس کی مثل طلب کریں..

ووفقت لتا لیف ذ لک الکتا ب ۔ فسأرسله الیه بعد الطبع و تکمیل ا لا بوا ب فا ن اتی با لجوا ب الحسن و ا حسن الرد علیه فاحرق کتبی و اقبل قد میه و اعلق بذ یله و اکیل الناس بکیله و ها انا اقسم بر ب البر یة او کد العهد لهذه الا لیّة (الہدی) اور مجھے اس کتاب کی تالیف کی توفیق بخشی گئی۔ سو میں بعد چھپ جانے اور اسکے بابوں کی تکمیل کے اس کی طرف بھیجوں گا۔ پھر اگر منار نے اس کا جواب خوب دیا اور عمدہ رد کیا تو میں اپنی کتابیں جلا دونگا اور اس کے پاؤں چوم لونگا اور اس کے دامن سے لٹک جاؤنگا اور پھر لوگوں کو اس کے پیمانہ سے ناپوں گا۔ اور لو! میں پروردگار جہاں کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم سے عہد کو پختہ کرتا ہوں۔

مگر ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرمادی:

ام له فی البرا عة ید طو لی سیهز م فلا یری ۔ بنأ من الله الذی یعلم السرّ و ا خفی (الہدی)۔ آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر نظر نہ آئے گا یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں در نہاں کو جاننے والا ہے۔

مدیر المنار اور دوسرے ادباء وعلماء سے متعلق بھی فرمایا

ام یز عمو ن انهم من اهل ا للسان ۔ سیهز مون و یو لو ن الد بر عن المیدا ن کیا وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اہل زبان ہیں، عنقریب شکست کھائیں اور میدان سے دم دبا کر بھاگیں گے

جب کتاب شائع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید رضا صاحب کو بھی ہدیۃً بھجوایا

گیا..لیکن انہیں یہ توفیق نہ ملی کہ اس کے جواب میں ایسی فصیح و بلیغ کتاب لکھ کر آپ کی پیش گوئی کو باطل ثابت کرتے ...شیخ رشید رضا نے اپنے رسالہ المنار میں یہ ذکر کیا کہ مرزا نے سیھز م فلا یری ، میں اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی جو غلط نکلی ۔ اس پر میں (جلال دین) نے اس کو تفصیلی جواب دیا تھا کہ اس میں کوئی موت کی پیش گوئی نہ تھی بلکہ یہ پیشگوئی تھی کہ اڈیٹر المنار، الہدی جیسی فصیح و بلیغ کتاب لکھنے کی توفیق نہیں پائے گا ...اور باوجودیکہ اڈیٹر المنار ، الہدی کی اشاعت کے بعد تیس سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہا لیکن اسے یہ توفیق نہ ملی کہ اس کتاب کے جواب میں بالمقابل کوئی کتاب لکھتا ، اور اللہ تعالی کی پیش گوئی کمال آب و تاب سے پوری ہے ۔

اس کتاب کی تالیف ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲ جون ۱۹۰۲ء کو چھپ کر شائع ہوئی (تعارف ۔از جلال دین شمس ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸)

❁ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں :

جب صاحب منار کو میری کتاب پہنچی اور اس کے ساتھ اسے کچھ خط استفسار کیلئے ملے اس نے اس کلام کے پھلوں میں سے ایک پھل بھی نہ لیا اور اسکے عظیم الشان معارف میں سے کسی معرفت سے بھی نفع حاصل نہ کیا اور جیسے کہ اکثر باز حاسدوں کی عادت ہوا کرتی ہے قلم سے زخمی کرنے اور ایذاء دینے کی طرف جھک پڑا اور تحقیر کرنے لگا ، اور ایذاء دینے لگا ۔ اور اس تحقیر اور جوش دکھلانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی ۔ اور جیسے کہ بزرگوں کی عادت ہے کرم و اکرام کی طرف رخ نہ کیا ، اور قصد کیا کہ عوام کی نگاہ میں مجھے رنج پہنچائے اور بدنام کرے ۔ پس وہ بلند منار سے گرا اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالا ۔ اور مجھے سنگریزوں کی طرح پاؤں کے نیچے روندا ۔ اور فتنوں کی آگ کو بجھ جانے کے بعد پھر بھڑکایا اور کہا جو کہا اور دانشمندوں کی طرح غور نہیں کی ، اور زمین کی طرف جھک پڑا اور متقیوں کی طرح اوپر کو نہ چڑھا ، اور اونچا ہونے کے بعد گرا ۔ اور گرنا تو خود بڑی خوفناک بات ہے ، پھر اس شخص کا کیا حال جو منار سے گرا ، اور گمراہی کو خریدا اور ہدایت نہ پائی ۔ آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر نظر نہ آئے گا ۔ یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں در نہاں کو

جاننے والا (اور اللہ تعالی نے علامہ رشید رضا کو ہند بھیج دیا، تاکہ جن کو وہ مصر میں نظر نہیں آتا تھا یہاں نظر آجائے۔ بہاء) یہ پیش گوئی ہے خدا کی طرف سے جونہاں درنہاں کو جاننے والا ہے۔ وہ متقیوں اور نیکوکاروں کا ساتھ دیتا ہے، وہ میدانوں میں ان کی مدد کرتا ہے پھران ہی کی بات غالب رہتی ہے ...کیا تم اپنی بولی پر فریفتہ ہو، حال آنکہ اس پر تو بڑی بڑی آندھیاں چل چکی ہیں اور آج تم عجمیوں سے بڑھ کر نہیں سو گذشتہ پر فخر نہ کرو۔اور تمہاری بولیاں تو بالکل بدل گئیں اب تم اتنی دور سے کہاں ایک چیز کو پکڑ سکتے ہو۔ کیا تمہیں اپنی بول چال یاد نہیں یا احمقوں کو دھوکہ دیتے ہو۔اور رسول اللہ ﷺ نے تمہارے ملک کو عرب میں شامل نہیں فرمایا، پھر خدا اور رسول پر افتراء نہ کرو۔اور مفتری ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔سوائے شیخی باز مجھے تجھ سے کیا کام چل اپنی راہ لے۔ مجھے تو تجھ سے نصرت کی امید تھی تو الٹا میرے ہی خوار کرنے کو اٹھ کھڑا ہوا۔اور مجھے تیری طرف سے تکبیر اور تقدیس سننے کی توقع تھی تو نے مجھے ناقوسوں کی آوازیں سنادیں اور میں نے تیری زمین کو پناہ کے لئے بہت عمدہ جگہ سمجھا تھا مگر تو نے مجھے مشت زن یا لکدزن کی طرح زخمی کر دیا اور تو نے اس درندہ طبعی سے فرعونی خصلتوں کا زمانہ مجھے یاد دلا دیا۔اور میں اس بات میں پشیمان نہیں اس لئے کہ فضلیت پہل کرنے والے کو ہے۔اور مجھے توقع تھی کہ تمہاری دوستی سے میرا غم دور ہو جائیگا اور تمہارے لشکر کی مدد سے میری اندوہ و غم کا لشکر شکست کھا جائے گا مگر افسوس کہ فراست نے خطا کی اور دانش درست نہ اتری اور تمہارا سارا معاملہ بالکل الٹا نظر آیا۔ یہ تو آپ کی فضیلتوں کا تھوڑا سا نمونہ ہے۔اس سے مجھے پتہ مل گیا کہ مصر کی سرزمین سے آتش اشتعال کبھی الگ نہیں ہوئی۔اور اب تک اس سے کبر اور تعلیٰ کی آگ جوش زن ہے۔خدا موسیٰ پر رحم کرے کیوں اس نے اسے چھوڑ دیا اور اس کا نام ونشان نہ مٹا دیا۔غرض تمہارا دعوی ہے کہ میری کتاب سہو و خطا سے بھری ہوئی ہے اور نحویوں اور ادیبوں سے کوئی دلیل تم اس پر نہیں لائے۔ اب میں تمہارے جور اور افتراء سے خدا کے پاس فریاد کرتا ہوں اس لئے کہ تم بے سبب اور بے کسی پہلے بغض و عداوت کی وجہ کے یہ ظلم زیادتی کی۔کیا تم اپنی اس بولی کو صحت کا معیار ٹھہراتے ہو جس سے تم اپنی بیٹیوں اور جوروؤں سے کلام کرتے ہو۔اور تم نے میری کتاب کو اچھی طرح نہیں پڑھا اور نہ ہی اسکے مفردات اور ترکیبوں اور انداز کلام

کو غلط ثابت کر کے دکھایا اور تم نے اپنے خدا کو ناراض کیا اور اسکی سزا سے نہیں ڈرے اور جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالا۔ اور شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اور کہہ دیا کہ اعجاز المسیح سخت غلطیوں سے بھری ہوئی ہے اور اس کے سجع میں بناوٹ ہے اور کلام لطیف نہیں ہے اور اس کا کلام عرب کے محاورہ کے خلاف ہے۔ آہ میں نے تو تجھے ایسا دوست سمجھا تھا جو مجھے نسیم سحر کی طرح راحت پہنچاتا مگر تو صلاح پوش دشمن نظر آیا۔ اور مجھے خیال تھا کہ تو کبوتر کی طرح پیاری مژدہ رساں آواز میں بولے گا مگر تو نے موت کا سا بھیانک چہرہ دکھایا۔ مجھے تمہاری اس بے تحقیق تیز زبانی پر تعجب آیا اس لئے میری وہ حالت ہوئی جو اکیلے سرگرداں مسافر کی رستہ بھول کر ہوا کرتی ہے لیکن میں نے پھر بھی اس بات کو دل میں رکھا اور سمجھا کہ شاید تحریر میں کوئی تبدیلی واقع ہوگئی ہو اور توہین اور تحقیر کا کوئی ارادہ نہ ہو، اور اس شخص نے کیونکر شر کا قصد کیا جس کا سیاہ داغ کسی عذر و بہانہ سے مٹ نہیں سکتا اور کیونکر ممکن کہ ایسا عالم لائق آدمی کھلی کھلی بری باتیں منہ سے نکالے اور جب خوب ثابت ہوا کہ یہ سب تمہاری کرتوت ہے تو میں نے بھی جنگ کیلئے ساز وسامان درست کرلیا اور کہا کہ اپنی جگہ پر کھڑا رہ اے سفلہ دشمن کہ میرے مقابل آنا تلواروں سے کٹ جانا اور کانٹوں میں پھنس جانا ہے اور مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ باتیں تم نے حسد سے کی تھیں واقعات کے اظہار کے لئے نہیں کہیں اس لئے میں تمہاری طرف متوجہ ہوا کہ کہیں تمہاری شرارتوں سے لوگ دھوکہ نہ کھا جائیں، اس لئے کہ ہمارے ملک کے علماء تو میری تحقیر کے لئے بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں سو جو کچھ تو نے میری تحقیر میں کہا ہے اس سے ان کی جرأت اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور اگر فساد کا خوف نہ ہوتا تو میں اس معاملہ میں بالکل خاموش رہتا لیکن اب لوگوں کے بگڑ جانے اور شیطان کی وسوسہ اندازی کا ڈر ہے اور یہ پختہ بات ہے کہ بعض شہادتیں ضرب میں تلوار سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ اب مجھے خوف ہے کہ منار کی باتوں سے اشتعال بڑھ جائے اور اس کا میم گر کر نری نار کی شکل رہ رہ جائے۔ اور ہم تو مدت سے دشمنوں کو بھگا کر لڑائی جھگڑے سے فارغ ہو بیٹھے تھے اور ہمیں ہر ایک جنگ میں غلبہ میسر آیا (پھر کون سے غم و ہم تھے جن میں مدد کیلئے آپ نے رشید رضا اور اس کے لشکروں کی مدد چاہی۔ بہا) اور ہر ایک جنگ کرنیوالا اپنی پوری طاقت ہمارے مقابلہ میں خرچ کر چکا تھا (ابھی الہامات مرزا کا جواب نہیں ہوا تھا،

ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا، اور عبدالحکیم پٹیالوی تو ابھی سامنے ہی نہیں آیا تھا بلکہ مریدوں میں شامل تھا، اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ سب دشمن ختم ہو چکے تھے ہم مقابلہ کر چکے فتح یاب ہو چکے؟ بہاء) یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ترکش خالی ہو گئے تھے اور بالکل آرام چین ہو گیا تھا۔ سب جھگڑے ٹھنڈے پڑ گئے اور جھگڑنیوالے ہٹ ہٹا گئے اور سب جھگڑنے والوں کو خدا نے بھگا دیا اور مار ڈالا تھا، (کیا محمد حسین بٹالوی، عبدالحق غزنوی، عبدالمجید دہلوی، مفتی عبداللہ ٹونکی، محمد یونس رئیس دتاؤلی، مہر علی شاہ، ثناء اللہ امرتسری اور بریلوی علماء بھی موجود نہیں تھے؟ بہاء) اب وہ سفلے موت کے بعد پھر جلائے گئے اور منار نے اپنی نکمی باتوں سے انہیں دلیر اور پکا کر دیا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ پھر لاف گزاف مارنے لگے اور لڑائی کو تازہ کرنا چاہتے ہیں اور اب لڑائی چاہتے ہیں اور جاہلوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ پھر اپنے شر کی طرف لوٹ چلے ہیں اور منار کی اس ناپاک بات اور کج روی کی وجہ سے ضد میں بڑھ چلے ہیں۔ چنانچہ کچھ اندھوں کو منار کی باتیں بھلی لگی ہیں پہلوں کی طرح کلام کے پرکھنے والے اور جاننے والے کہاں بلکہ یہ لوگ تو جو کچھ حاسدوں مفسدوں سے سن پاتے ہیں اسی کے پیچھے ہو جاتے ہیں ان میں اعلی درجہ عبارتوں کے سمجھنے کا ذوق کہاں۔ اور عمدہ اور سرسبز مرغزاروں تک ان کی رسائی کہاں۔ یہ لوگ نمکین سجعوں کا لطف اور آراستہ کلموں کی لطافت کو کیا جانیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ ہم علماء ہیں مگر علم اور زیرکی ان کے نزدیک نہیں آئی۔ ... مجھے صاحب منار کی نسبت نیک گمان تھا اور میرا خیال تھا کہ اس نے کسی مصلحت سے ایسا کہا نہ ضرر دینے کے ارادہ سے۔ لیکن پیچھے پتا لگا کہ اس نے زبان کو نہیں روکا جیسے کہ بزرگوں کی عادت اور سعید طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے بلکہ اس نے اپنے اخبار میں تحقیر پر اصرار کیا۔ پس حاسدوں نے اس کے منہ کے اگلے ہوئے زہر کو لذیذ کھانے کی طرح کھایا اور اس کی بات کو قبول کیا اور ختم ہو جانے کے بعد نئے سرے جھگڑا شروع کر دیا جیسے کہ کودن اجڈ طبیعتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور انہوں نے منار کی باتوں کو تیز ہتھیار سمجھا اور ہندوستان کے اخباروں میں انہیں شائع کیا۔ ایسی باتیں لکھنا پاک اور بری (بریت) ہمتوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور میرے دل کو دکھایا جیسے کہ عادت کمینوں اور نادانوں کی اور سیرت سفلہ دشمنوں کی ہوتی ہے ... (الہدی۔ ص۔ ۱۸۸)۔

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: اس (رشید رضا) کے اقوال اور اخبار سے فتنے پھیل گئے ہیں سو ضرور ہوا کہ عوض لینے کو آستینیں چڑھا لوں ، اور اب مجھے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کے راز کی مہر توڑ دوں اور خدا جانتا ہے اس کی نیت کی حقیقت کو اور اس کی نیکی اور بریت کی کیفیت کو۔ پس اگر اپنی باتوں میں اس (رشید رضا) نے نیکی کی نیت کی ہوگی تو ضرور عذر خواہی کرے گا اور جنگ و مقابلہ نہ چاہے گا ، اور اگر توہین و تحقیر کا ارادہ کیا ہے تو خدا اس میں اور مجھ میں جلد فیصلہ کر دے اور ظالم ہلاک ہوگا۔

فانّ الفتن قد انتشرت من اقوا له و ا خباره ، فوجب ان اشمر عن ذراعی لثاره ۔ و لم یکن لی بدّ من ان افض ختم سرّه ۔ و اللّٰه یعلم حقیقة نیّته و کیفیّة بر یّته و برّه ۔ فان کا ن نوی ا لخیر فیما قا ل ، فسیعتذر و لا یبتغی النّضال ، و ان کان قصد التّوهین و الاحتقا ر ۔ فسیقضی اللّٰه بینی و بینه ، و من ظلم فقد با ر (الـهدی ۔ ص ۲۲)۔

یہ تو مباہلہ ہو گیا ، یعنی مرزا صاحب نے کہا اگر علامہ رشید رضا نے معذرت کر لی تو ٹھیک ، بصورت دیگر وہ ہلاک ہوگا ۔ اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں چل بسے ، جب کہ علامہ رشید رضا کی وفات ۲۲ ۔ اگست ۱۹۳۵ء ۔ ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ کو ہوئی ۔

شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۷ء)

قال فی مسیح الهند غلام احمد القادیا نی

عثرت فی مدار ها الایام ۔ ام هو الدهر هکذا و الانام

(عثر ت فی مسیر ها الایام ام هو الد هر هکذا و الانام)

أهله بین ذی هد ی و ضلال و لیا لیه ذو سنا و ظلام

و أرانا بمد ة العمر نشقی و عدو المسوّمات اللجام

لیس کل الذین تبصر ناساً ان بعضاً من الطیور الحمام

و لکل الوری روؤس فان لم ۔ یکن العقل کانت الاوهام

ایه (یا هند) عن مسیحک ما ِز لتِ۔ و زالت ببیتک ا لاصنام

کان فی جسمک الو با ء فقد د بّ الی العقل بعد ذاك السقام

ضلة للفتی ومن تبعوه اشرق الصبح و القبور نیام

مسحته الجِنّان ام مسخته و تولاه جلجل ام عزام

و اتته الاقوام تتری و لا غر و علی الجر ح للذ باب ازدحام

و اذا کان فی الرؤوس ضلا ل و قفت عند قصد ها الاقدام

نسخ السیف ذلة و ریاءً و جد یر بنا سخیه الحسام

أیهذا المسیح ان اللیالی فی بنیها من الزمان سهام

و أری الد هر کالوغی و قد یماً کان بین الأنا م هذا الخصام

فارفع الارض فوق کفیک وأمر یملأ الارض بعد ذاك السلام

(فارفع الارض فوق قرنیک وأمریملأ الارض بعدذاك السلام)

أو فعد للسماء ان الشیاطین علیهم باب السماء حرام

و تحدّ الوری بسخفک و سجعک ان الکری له احلام

لو سألت الحمار حین تراه فی نهیق لقال ذی أحکام

(جلجل و عزا م: اسما ن من اسماء الشیا طین و النکتة ظا هرة)

(دیوا ن الرا فعی جزء الثا نی؛ المنار جلد ۲)

چودھویں صدی کا مسیح

ہر ایک زمانے میں دستور عام ہے کہ ملک کے مشہور لوگوں کے حالات مختلف پیرائیوں میں لکھے جایا کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ ان کی شہرت کسی دینی پیشوائی یا ملکی خیر خواہی کی وجہ سے ہو۔ مورخ کو اس سے مطلب نہیں وہ تو واقعات حقہ کے اظہار کا پابند ہوتا ہے۔ ملک پنجاب میں مرزا صاحب قادیانی کو جو شہرت ہے وہ اس بات کی مقتضی تھی کہ ان کے حالات سوانح عمری کے لکھے جاتے مگر افسوس کہ ان کے مریدوں میں سے کسی نے اس کام (جو بحثیت ارادت ان کا فرض منصبی تھا اور مرزا صاحب کی زندگی میں آسان بھی تھا) نہیں کیا، اس لئے مصنف رسالہ مذکور کو واقعات کی تلاش میں جو دقت اور محنت برداشت کرنی پڑی وہ کسی قدر حق سے زائد ہے غالباً ان سے بعد کے جو لوگ اس کام کو کریں گے یہ کتاب ان کو اس کام میں رہنمائی کا کام دے گی۔

چونکہ زمانہ رواں میں انگریزی تعلیم کے اثر سے لوگوں میں ناول کا طرز پسندیدہ سمجھا گیا ہے اس لئے مصنف نے بھی یہی طریق اختیار کیا۔ اصل واقعات بالکل صحیح اور سچے ہیں۔ (منیجر مطبع اہل حدیث امرتسر۔۱۳۲۲ھ)

حکیم مظہر حسن صدیقی نے قادیانیت سے متعلق کے بارے میں اور اس کے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چودھویں صدی کا مسیح کے نام سے ایک ناول کی صورت میں مرتب کیا جس کے ہیرو مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، جو ۱۸۴۰ء یا ۱۸۴۱ء میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں حکیم غلام مرتضی کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ محاربہ ۱۸۵۷ء کے وقت مرزا غلام احمد کی عمر سولہ یا سترہ برس تھی اور بقول خود، ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ لڑکپن ہی میں آپ کی شادی ہوگئی اور فضل احمد و سلطان احمد نامی آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ عائلی بندھنوں کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا اور گھر پر پڑھانے کے لئے والد نے یکے بعد

دیگر ے کئی اساتذہ کو متعین کیئے رکھا۔ان اساتذہ میں مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ بھی شامل ہیں۔ ثانی الذکر سے کسب فیض کے دوران آپ نے پادری فنڈر کی میزان الحق کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد تردید عیسائیت کا خیال دل میں جما لیا۔۱۸۶۴ء میں اپنے والد کی سالانہ پنشن سرکاری خزانے سے وصول کرنے کیلیئے اپنے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کے ہمراہ (گورداسپور) گئے۔اور رقم وصول کر کے گھر واپس آنے کی بجائے چچازاد کے ساتھ سیر و سیاحت کو نکل گئے۔ جب پنشن کا روپیہ ختم ہو گیا تو سیالکوٹ جا کر ضلع کچہری میں بطور اہلمد ۱۵ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے جہاں فارغ اوقات میں مقامی انگریز پادری سے تبادلہ خیالات کرتے، اور کچہری کے منشیوں کے سکول میں داخل ہو کر انگریزی زبان بھی سیکھتے رہے۔ چار سال کی ملازمت کے بعد بھی ترقی کا کوئی امکان نظر نہ آیا تو قانون پڑھ کر مختاری کا امتحان پاس کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ۱۵ روپیہ ماہوار والی معمولی ملازمت کی بجائے عدالتوں میں بطور مختار لوگوں کے مقدمات کی پیروی کر کے اپنے معاشی حالات میں بہتری لا سکیں۔

زیر نظر ناول کا آغاز، ہیرو کی زندگی کے اس مقام سے ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی ملازمت سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں اور اپنے مالی حالات کی بہتری کے لئے مختلف تجاویز پر غور وغوض کرتے ہوئے اپنے دوست احباب کے ساتھ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے، حکیم مظہر حسن صدیقی رقم طراز ہیں:

مرزا قادیانی کے سیالکوٹی احباب

ہمارے ناول کا سلسلہ ۱۸۶۷ء کے اخیر سے شروع ہوتا ہے جب ملک پنجاب میں چیف کورٹ کا انتظام نیا ہی نیا تھا اور وکالت کے امتحان کے واسطے قانون پاس ہو چکا تھا کہ اب کوئی شخص بغیر لائسنس وکالت حاصل کرنے کے کسی مقدمہ میں پیروکار یا مختار ہونے کا مجاز نہیں ہو گا۔

شام کا وقت ہے، آفتاب مغرب کی طرف جا کر منہ چھپانے لگا ہے، اسکی زرد شعائیں درختوں کے پتوں پر سنہری جھلک ڈال رہی ہیں۔ کچہری ضلع کے احاطہ سے اہل مقدمہ اٹھ اٹھ کر شہر کی طرف رخ کیئے جا رہے ہیں۔عرائض نویس بھی اپنا اپنا بوریا بندھنا لپیٹ، بغل میں قلمدان، ہاتھ میں حقہ اٹھا کر چل دیئے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر صاحب کے کمرہ کے دروازہ پر گاڑی کھڑی ہے۔اے لو! وہ بھی سوار ہو گئے،

گھوڑا فراٹے بھرتا، ہوا سے باتیں کرتا، دم اٹھائے اڑا جا رہا ہے۔ گاڑی نظر سے غائب۔

اہل کار بھی اپنے اپنے کا غذات سنبھال، بستہ باندھ چپڑاسی کے کندھے پر رکھ، کوئی پیادہ، کوئی سوار چل کھڑے ہوئے۔ شہر سیالکوٹ کے گوشہ غرب و شمال کی جانب کچہری سے جو سڑک شہر کو آتی ہے، اس کے کنارہ کنارہ ایک جوان، خوبرو، خوش قطع، ثقہ صورت، میان قد، گندمی رنگ، بیضاوی چہرہ، مختصر سے کاغذات اور ایک دو رجسٹر رومال میں لپیٹے بغل میں دبائے، آہستہ آہستہ اپنے خیال سے باتیں کرتا، مغموم و متفکر شکل، کسی گہری فکر میں مستغرق جا رہا ہے۔

کچھ کچھ لبوں میں جنبش ہے، کبھی کبھی ابرو پر بل پڑ جاتا ہے اور گردن بھی ہل جاتی ہے۔

چلو پاس چل کر دیکھیں، یہ کون ہے۔ اہل مقدمہ تو معلوم نہیں ہوتا، ضرور کوئی اہلکار ہوگا۔ اس کی حالت بتا رہی ہے کہ بہت چھوٹے عہدہ کا ملازم ہے، مگر عالی حوصلہ اور بلند خیالات کا انسان معلوم ہوتا ہے۔

جو عہدہ دار پاس سے گذرتا ہے اس پر نفرت اور کراہت سے نظر ڈالتا ہے۔ اپنی علو ہمتی کے مقابل کسی کا وجود نہیں سمجھتا، مگر بعض کے لئے باکراہ و جبر سلام کے واسطے ماتھے تک ہاتھ بھی اٹھاتا ہے۔

دور سے ایک فینس آ رہی ہے۔ آٹھ کہار اٹھائے، قدم جمائے، ہونہہ ہونہہ کرتے، آتے ہیں۔ قریب آ کر کہاروں نے کندھا بدلا، فینس روکی،

جوان: (اپنے خیالات کا سلسلہ توڑ کر) آہا! رائے صاحب، تسلیم مزاج شریف۔

رائے صاحب: بندگی۔ آج اس وقت؟ کیا آج کل کام کی کثرت ہے؟ آپ نے تو ملنا بھی چھوڑ دیا۔ عید کا چاند کہیں، یا دسہرہ کا نیل کنٹھ۔ ایک مکان میں رہنا اور یہ دوری۔

جوان: (اپنی رفتار بدل کر تیز قدمی کے ساتھ) جی ہاں ماہواری ہے نا۔ دوسرے آج ڈپٹی کمشنر بھی دیر سے اٹھے۔ آپ بھی اب چلے ہیں، آزادی میں بھی۔ آپ تو کسی کے نوکر نہیں، بس جاتے ہی داخل دفتر ہو جاؤ گے۔ پھر الٹی شکائت۔

رائے صاحب: ہاں ایک دیوانی مقدمہ میں بحث تھی اور ایک فوجداری مقدمہ سیشن کا تھا، ڈپٹی صاحب تو ابھی بیٹھے ہیں۔ رات کو ملیں گے۔

جوان: بہتر ڈپٹی صاحب.. (کچھ آگے کہنے کو تھا کہ فینس نکل گئی۔ یہ جا، وہ جا، اور یہ پھر اسی خیال اور دھن میں لگ گئے۔ شہر میں داخل ہوئے، دروازہ پر دستک دی، دروازہ کھلا، اندر قدم رکھتے ہی نوکر سے) پانی گرم ہے۔

نوکر: جی ہاں لیجئے۔

جوان: (وضو کرتے ہوئے) ۔عرب کہاں گئے (یہ عرب سیالکوٹ میں مسافرانہ وارد ہوئے تھے، لوگوں کی ان کے پاس جو آمدورفت زیادہ ہوئی، تو پولیس نے ان کو امیگریشن ایکٹ بموجب مجسٹریٹ ضلع کے روبرو پیش کیا۔ چونکہ یہ ہندی نہیں بول سکتے ، ڈپٹی کمشنر نے ان سے گفتگو کے واسطے تمام عملہ ضلع میں تلاش کیا کہ ترجمان ملے جو اس کے واسطے سے گفتگو کی جائے ہمارے ناول کے ہیرو کے سوا عربی دان اہلکار ضلع کے عملہ میں نہ ملا ۔ ان کو پیش کیا گیا اور ان کے واسطے سے گفتگو ہوئی اسی روز سے ڈپٹی کمشنر کے دل میں ہمارے جوان ناول کے ہیرو کی لیاقت کی جگہ ہوگئی اور جب سے ہی یہ عرب ان کے پاس رہتے تھے۔ سنا ہے اہل عرب کو علم فقہ میں اچھا ملکہ تھا)

نوکر: مسجد میں نماز کے واسطے گئے ہیں، ابھی آجاتے ہیں ۔

(جوان نے وضو سے فراغت پا کر نماز مغرب ادا کی ، وظیفہ میں تھے کہ دروازہ کھلا ، ایک شخص بزرگ صورت گول عمامہ سر پر ٹخنوں تک نیچا کرتہ ، در بر عربوں کی وضع ، تسبیح ہاتھ میں ، ماتھے پر سجدہ کا گھٹہ پڑا ، داخل ہوئے): السلام علیکم

جوان: وعلیکم السلام (کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا ، ہاتھ اٹھا دعا مانگی ، مصلی اٹھا کر ایک طرف رکھا) ۔

عرب: آج بہت دیر لگائی ، نماز بھی اخیر وقت میں پڑھی ہوگی ۔

جوان: بندگی پابندگی ۔ اسی سبب سے تو میں ملازمت کو پسند نہیں کرتا ۔ نوکوی میں آدمی تقسیم اوقات کا پابند نہیں رہ سکتا ، خصوص ماتحتی طرفہ بلا ہے ۔ چار پانچ برس ہوگئے ہیں ہنوز روز اول ہے اور نہ آئندہ امید ترقی ۔

عرب: ہم آپکو ایک عمل بتلاتے ہیں ، چند روز کے ورد میں خدا نے چاہا تو نوکری کی پرواہ نہ رہیگی ۔

جوان: وردو وظائف کا مجھ کو لڑکپن سے شوق ہے اور ہمیشہ پڑھتا ہوں ۔

عرب: استقلال چاہیے ، بے صبری اور تلون مزاجی میں حسرت و یاس کے سوا کچھ نہیں ملتا ۔ اللہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا ۔ قولہ تعالی: من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدّنیا نؤتہ منھا

جوان: کوئی دست غیب کا عمل بھی یاد ہے؟ مگر مجرب ہو ، یوں تو بہت لکھے ہوئے ہیں ۔

عرب: اس کا بندہ قائل نہیں یہ تو قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ۔

جوان: جفر میں اس کے بہت سے عمل اور ان کے قاعدے لکھے ہیں ۔

عرب: ہاں ہیں ، مگر یہی دست غیب ہے کہ کسی کار میں انسان کی رجوعات اور فتوحات ہو جائے ۔

جوان: تو پھر یہ کیا ہوا؟ تدبیر اور محنت سے ہر ایک روپیہ پیدا کر سکتا ہے ۔

عرب: فقط پیر کے گنڈہ ہی سے کار برداری نہیں ہوتی ، کچھ ہمت بھی بکار ہے ۔ نہ فقط تدبیر اور محنت

سے کام نکلتا ہے اور نہ بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھنے سے، اللہ سے اگر تائید ہو تو تدبیر درست ہو جاتی ہے، غرض کہ کوئی کام یا کارخانہ انسان جاری کرے، اگر اس میں فتوحات اور رجوعات ہو جائے تو وہی دست غیب ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے، اسی کے واسطے دعا اور اوراد ہیں۔ ہاں جفر کے قاعدہ سے اگر ترکیب اور ترتیب کر کے کوئی عمل کیا جائے تو اس کا اثر جلد اور حسب مراد ہوتا ہے۔

جوان: نوکری ہی میں ترقی ہو جانی چاہیے تھی۔

عرب: ہر ایک انسان کی فطرت میں اللہ نے ایک مادہ پیدا کیا ہوتا ہے وہ اپنے فطرتی مادہ کے موافق میلان رکھتا ہے۔ آپکی فطرت میں یہ مادہ نہیں ہے کہ آپ نوکری کے ذریعہ فائدہ اٹھاویں۔ آپ ہمیشہ افسروں کے شاکی رہتے ہیں اور افسر آپ سے ناراض، پھر آپکو نوکری میں فائدہ معلوم۔

جوان: میرا ارادہ ہے کہ قانون یاد کروں اور وکالت کا امتحان دوں۔ وکالت میں معقول آمدنی ہے اور آزادی ہے اور عزت بھی۔ ملازمت میں فرمان برداری اور خوش آمد بری بلا ہے اگر امتحان پاس ہو گیا تو پو بارہ ہیں۔

عرب: اللہ تعالی کامیاب کرے۔ یہ بات ہم کو بھی پسند آئی، نوکری میں ترقی کرنے کا مادہ آپ کی فطرت میں نہیں۔

(انسان کے پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی)۔

جوان: (دروازہ کی طرف دیکھ کر)۔ ہیرا (آنے والے کا نام) لالہ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

ہیرا: نہیں، مجھے تمہارے کنے (طرف) بھیجا ہے کہ کہیں چلے نہ جانا، ہم کھانا کھا کر آتے ہیں۔ ابھی رسوئی میں گئے ہیں۔

آواز: السلام علیکم۔

جوان: وعلیکم السلام میر صاحب! آج تو کئی دن بعد نظر آئے، کہاں تھے۔

میر صاحب: آپ ہی نہیں ملتے۔ کچہری سے آئے اور سیدھے ملک شاہ کے پاس وارد (اشاعۃ السنہ ج ۱۵ ص ۲۹: سیالکوٹ کے ملک شاہ علوم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے تھے)۔ لوگ آتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔ کہو آج پنڈت صاحب (سررشتہ دار ضلع) سے کیا جوڑ ہو رہی تھی۔

جوان: عجب آدمی ہے، بڑا ہی متعصب، مسلمانوں کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اور خصوص مجھ پر تو روکھا ہی نہیں کھاتا، سوم، بدذات کشمیری پنڈت۔ یہ کشمیری پنڈت اپنی قوم کو چاہتے ہیں، اور کوئی نہ ہو

میر صاحب: آخر بات کیا تھی؟ ڈپٹی کمشنر نے تو منہ پھیر لیا تھا، اور مسکرائے تھے۔

جوان: صاحب تو میری لیاقت سے واقف ہیں اس دن جو یہ (عرب) پیش ہوئے تو کوئی ان کی بات نہ سمجھ سکا اور نہ سمجھا سکا، اور پھر بندہ درگاہ ہی ترجمان ہوا۔ جب سے ڈپٹی کمشنر کے خیال میری طرف سے اچھے ہیں۔ یہ شیطان جب مجھ پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو صاحب کے روبرو بلا کر کرتے ہیں تاکہ میں جواب نہ دے سکوں، اور آپ جانتے ہیں۔

میر صاحب: آخر آج کا واقعہ تو سناؤ، کیا ہوا تھا۔

جوان: مجھ سے فرماتے تھے کہ اتنے عرصہ میں تم کو روبکار اور پروانہ کی تمیز نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ افسری ماتحتی شئے دیگر ہے، ضلع میں بھی آپ کسی کو میرے مقابلہ کے واسطے بلا لیجئے۔

میر صاحب: آخر وہ افسر ہیں اور ہم ماتحت۔

جوان: میں نے تو یہ کہنا تھا کہ آپ کو پڑھا سکتا ہوں، مگر صاحب بیٹھے ہوئے تھے کچھ سوچ کر بات کا پہلو بدل گیا۔ میاں کا املاء تک درست نہیں اور ہم پر اعتراض۔

(زینہ سے آہٹ کسی کے اترنے کی محسوس کر کے لالہ بھیم سین صاحب آئے، سب تعظیماً کھڑے ہو کر)

آیئے آیئے! رائے صاحب، تسلیم عرض۔

رائے صاحب: بندگی، کہیے! سب صاحبوں کے مزاج شریف۔ حکیم صاحب (مرزا صاحب حکیم ابن حکیم تھے، اس لئے دوست انہیں حکیم صاحب بھی کہا کرتے تھے۔) آپ کے چہرہ سے کچھ ملال پیدا ہے، راستہ میں جو آپ ملے تھے آپ کی شکل سے پریشانی برستی تھی، آپ جانتے ہیں مجھ کو ان دنوں میں امتحان کی وجہ سے قانون یاد کرنے کیلئے رات ہی کا وقت ملتا ہے، دن تو موکلوں کے ساتھ جھک جھک بک بک میں گذر جاتا ہے۔ میں نے کہا امتحان میں تو ابھی بہت دن ہیں، اپنے دوست قدیم کی پریشانی کا سبب حیرانی کا باعث تو دریافت کروں۔ یہ جھگڑا تو روز چلا ہی جائیگا۔ عدیم الفرصتی ہے، ورنہ ایک مکان میں رہ کر کئی کئی دن صورت آشنا نہ ہوں۔

حکیم صاحب (جوان): یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں اس نوکری سے ابتداء ہی سے بے زار ہوں

رائے صاحب: یہ امر تو محتاج بیان نہیں، میرا آپ کا مکتب کے زمانہ سے اتحاد ہے، جب ہم بٹالہ میں پڑھا کرتے تھے۔ میں تو آج کی پریشانی کا سبب پوچھتا ہوں۔

حکیم صاحب: پانچ چار سال سے یہاں نوکر ہوں، ہنوز روز اول۔ اس قلیل تنخواہ میں بسر اوقات محال، اور آئندہ ترقی کا لاطائل خیال، افسروں کی ناز برداری مستزاد، اس سے ناک میں دم ہے۔

رائے صاحب: آخر اس کی بھی خبر نکلے گی یا یوں ہی جملہ معترضہ چلا جائے گا۔

حکیم صاحب: آپ سے عرض کیا نا۔

رائے صاحب: لاحول ولاقوۃ، مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا، آخر اتنے دن نوکری کرتے ہی تھے۔ آج کیا بلی نے چھینک دیا۔

میر صاحب: اجی آج ان کی پنڈت صاحب سے جوڑ ہوگئی۔

رائے صاحب: خوب! یوں کہو نہ۔ مگر یہ بات بھی کچھ نئی نہیں، اس کو اتنا چکر کیوں دیتے تھے۔ ہمارے حکیم صاحب گورو بننا چاہتے ہیں، چیلہ بننا نہیں چاہتے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ چیلہ بنے بغیر گورو کیونکر بن سکتے ہیں۔ بھائی صاحب! نوکری میں بے افسر کی خوشنودی کے نہ ترقی، نہ عزت، نہ لیاقت، نہ آسائش، نہ مفاد۔ اگر افسر خوش ہیں تو یہ سب باتیں میسر، ملازمت میں افسر کی اطاعت اکسیر اور خود پسندی سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ آخر افسر افسر اور ماتحت ماتحت۔

حکیم صاحب: یہی ہم سے نہیں ہوسکتا۔

رائے صاحب: یہ تو میں جانتا ہوں کہ مادہ آپ کی فطرت میں نہیں۔ یہ بات اگر نہ ہوتی تو آپ گھر سے نکل کر یہ چند روپے کی نوکری کیوں کرتے۔ خدا کا فضل تھا، وہاں کس بات کی کمی تھی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے، بلکہ خام خیالی، بغیر خوش آمد اور اطاعت کے کوئی کام بھی نہیں چلتا۔ جب دس آپ کی خوش آمد کریں، تو ایک دو کی خوش آمد میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اور پھر خدانخواستہ وہ آپ سے، کسی سے بھی، بیجا خوش آمد اور ناجائز اطاعت نہیں چاہتے ایسے نیک افسر تو تقدیر سے ملتے ہیں۔

حکیم صاحب: (بگڑ کر اور غصہ کو خلاف عادت ضبط کر کے) نہیں صاحب یہ رعایت کی بات ہے۔ یہ امر تو ہم سے بعید، بلکہ دشوار، نہیں ناممکن۔

رائے صاحب: یہ تو میں جانتا ہوں کہ ضد آپ کی ارث ہے، یا یوں کہیے کہ آبائی سنت۔ بڑھے حکیم صاحب بھی پیسہ کی جگہ روپیہ خرچ کر دیتے ہیں، مگر ہٹ نہیں چھوڑتے۔ تمام جائداد ضداً مقدمہ بازی میں برباد کردی۔

(مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ تمہارے دادا نے قادیان کی جائداد پر حقوق مالکانہ برقرار رکھوانے کے لئے شروع شروع میں بہت مقدمات کئے اور جتنا کشمیر کی ملازمت میں اور اسکے بعد روپیہ جمع کیا تھا اور وہ قریباً ایک لاکھ تھا، سب ان مقدمات پر صرف کردیا (سیرۃ المہدی جلد اول روایت ۴۵)

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں: میرے والد صاحب اپنے بعض آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے، انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگا دیا، اور ایک زمانہ

دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا، اور اس کے ساتھ والد صاحب موصوف نے زمین داری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا۔ (کتاب البریہ۔ص ۱۵۱ حاشیہ)

مرزا غلام احمد بتاتے ہیں: میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب ایک نہایت عمیق گرداب غم، اور حزن اور اضطراب کی زندگی بسر کرتے تھے ..وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بار ہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شائد آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا..حضرت عزت جل شانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی بار ہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بے ہودہ خرخشوں کیلئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے شان میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان آتا ہے، تو میں اس وقت آپ کی پیشوائی کیلئے دوڑا جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر میں چشم پرآب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی۔ ..میرے والد کا آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی...(کتاب البریہ۔ ۱۵۸ حاشیہ)

مرزا صاحب لکھتے ہیں: میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب انکے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا، جب مجھے خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان میں پہنچا، اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے کیونکہ مرض کی شدت کم ہو گئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کر لو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا و السّماء و الطّارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالی کی طرف سے ہے، اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائے گا.... بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے

وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے ..(ص ۱۶۲۔۱۶۳ کتاب البریہ)

حکیم صاحب: (آشفتہ ہوکر) وہ آدمی ہی کیا ہے جس کی بات میں پچ نہ ہو

ہزار دی مجھے گردش فلک نے میں نہ پھرا　　　یہی تو فرق ہے اشراف اور کمینہ میں

رائے صاحب: شرافت اور کمینہ پن کا آپ نے خوب معیار نکالا ہے۔ گویا ہٹ جزو شرافت ہے۔ کیا شیخ کا قول آپ نے نہیں سنا

نہ ہر جائے مرکب نا تواں تاختن　　　کہ جاہا پہر باید انداختن

بھلا عقل سلیم اس کی متقاضی ہے کہ دریا میں رہنا مگر مچھ سے بیر۔ نوکری کر لی اور ضلع کے سررشتہ دار سے مخالفت، اس کا انجام۔

حکیم صاحب: اسی واسطے تو میں نوکری کرنی نہیں چاہتا۔ وکالت کا امتحان دینے کا ارادہ ہے۔

رائے صاحب: آپ سے یہ بھی نہیں ہوگا۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ اول تو وکالت کا امتحان پاس کرنا کیا خالہ جی کا گھر ہے۔ مرمر کی سنگ فلاخن کا کاٹنا لوہے کی چنے چبانا ہے۔ پھر امتحان (خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان میری سے کیا نکلے) کا نام برا۔ اور اس میں کیا خوش آمد محنت نہیں اطاعت نہیں کیا نہیں۔ حضرت بدون خوش آمد اور محنت کے تو کوئی کام نہیں چلتا، بلکہ وکالت میں تو موکلوں کی ناز برداری اس سے بدرجہا زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ ایک سے ذرا ناک چڑھا کر بولے، چلو دکان چوڑ چپٹ ہوئی۔ یہاں تو فقط ایک افسر کی خوشنودی کی ضرورت اور وہاں دکانداری۔ سب کچھ جائز اور ناجائز کاروائی کرنی پڑتی ہے جب دکان چلتی ہے۔

حکیم صاحب: اجی! اس میں آزادی اور عزت ہے اور آمدنی معقول، جو سب کی جڑ ہے:

اے زر تو خدا نئے ولیکن بخدا　　　ستار عیوب قاضی الحاجاتی

رائے صاحب: ہاں یہ تو درست ہے۔ اگر امتحان پاس ہو جائے اور دکان چل جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب ہم مکتب پڑھا کرتے تھے اور آپ ایک گھڑیا (سبو چہ گلی) کو پانی میں بھر کر دو لڑکوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کے سہارے ایک طرف ایک لڑکے کو، اور دوسری طرف ایک لڑکے کو، پکڑاتے تھے۔ اور کیمیا کے نسخہ کی ادویہ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر لکھ کر گولیاں بناتے تھے۔ اور ایک ایک گولی اس گھڑیا میں ڈالتے جاتے تھے۔ اور کوئی اسم پڑھتے جاتے تھے۔ جس گولی کی نوبت پر وہ گھڑیا چکر میں (گھوم) آجاتی تھی اس کو علیحدہ رکھتے تھے۔ اور پھر اس نسخہ کا تجربہ کرتے تھے۔ اگر ان نسخوں

میں سے کوئی نسخہ آپ کے علم اور عمل کی رو سے کامل آتا، اور کیمیا بن جاتی تو کیا وہ اس نوکری اور وکالت سے اچھا اور اولیٰ نہیں ہے۔ پھر آپ کو کسی اور کام کی ضرورت پڑتی؟ (اس بیان میں لالہ بھیم سین وکیل کی تصدیق ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۱۵ نمبر اص ۳۰ سے ہوتی ہے۔سوال بست و یکم: بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اور ان کے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھے اور آپ کو ان سے صحبت و استفادہ کا تعلق تھا یا نہیں؟

صاحب اشاعۃ السنہ اور لالہ بھیم سین اور ہمارے ناول کے ہیرو مولوی گل علی شاہ کے پاس پڑھتے تھے)

حکیم صاحب: اگر وہ نسخہ ہماری ترکیب یا عمل اور کوشش سے بن جاتا، یا کوئی نسخہ کیمیا کا کامل مل جاتا، تو ہم کو نوکری وکالت یا کسی اور کار کی کیا ضرورت تھی۔ مگر وہ ہماری ترکیب سے بنا نہیں اور نہ اور کوئی کامل اور مجرب نسخہ ملا۔

رائے صاحب: پھر آپ کے مکتب کے زمانہ میں ہی تحفۃ الہند، تحفۃ الہنود، وخلعت الہنود وغیرہ کتابیں، اور سنی شیعہ اور عیسائی اور مسلمانوں کی مناظرہ کی کتابیں دیکھا کرتے تھے۔اور ہمیشہ آپ کا ارادہ تھا کہ کل مذاہب مخالف اسلام کی تردید میں کتابیں لکھ کر شائع کرائیں تو عمدہ معاش اور شہرت ہو جائے گی، اور خوب گذرے گی کیونکہ مناظرہ کی کتابیں خوب فروخت ہوتی ہیں۔ اگر یہ بات بھی آپ کے ارادہ کے مطابق پوری ہو جاتی، اور یہ کارخانہ جاری ہو جاتا تو کیا پھر بھی آپ کو نوکری کی ضرورت ہوتی؟

حکیم صاحب: ہاں پھر بھی ہمیں نوکری کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مذہبی کتابیں خصوص مناظرہ کی خوب فروخت ہوتی ہیں اور خاطر خواہ قیمت وصول ہوتی ہے۔ اگر یہ تدبیر درست آجاتی تو بھی نوکری یا وکالت کی ضرورت کیا تھی، چین سے گذرتی۔ دیکھو سید احمد خان اور کنہالعل الکھ دہاری پنڈت دیانند سرستی نے تصانیف کے ذریعہ سے کیا عروج حاصل کیا، اور کس مرتبہ کو پہنچے۔ یہاں تک کہ ریفارمر قوم، جس کو نبی اور مرسل بھی کہہ سکتے ہیں، بن گئے۔ یہ خیال تو اب بھی اگر کرسی نشین ہو گیا تو دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔ یار زندہ صحبت باقی، ان میں اول روپیہ کی ضرورت ہے کہ زر در کشف در جہان گنج گنج۔ مشہور مقولہ ہے۔

رائے صاحب: فالحمدللہ! یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ انسان کا کوئی ارادہ اس کی مرضی کے موافق نہیں ہوتا جب تک کہ مشیت ایزدی اور تائید ربی نہ ہو اور اس کا وقت نہ آئے۔

حکیم صاحب: یہ تقریر جو آپ نے فرمائی تسلیم کرتا ہوں، اور آپ کی ہمدردی کا مشکور ہوں، مگر میرا ارادہ مصمم ہو گیا ہے کہ وکالت کا امتحان دوں۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو فھو المراد ورنہ

اور تدبیر کریں گے نوکری کو تو استعفا دیتا ہوں ۔

رائے صاحب: بھائی صاحب زمانہ کی رفتار اختیار کرنی چاہیے، زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز ۔ قانون میرے ساتھ یاد کرو جب امتحان پاس ہو جائے، استعفا دینا اختیاری امر ہے، دے دینا، پھر نوکری کی ضرورت ہی کیا ہے۔

حکیم صاحب: امتحان میں کتابیں کیا کیا ہیں۔

رائے صاحب: میں صبح کو فہرست لکھ کر دے دوں گا جو کتاب آپ مصلحت سمجھیں مطبع سے منگا لینا ،باقی میرے پاس بھی کتابیں موجود ہیں کل سے ہم باہم مل کر قانون یاد کیا کریں گے ۔

حکیم صاحب: یہ تو سب کچھ ہو گیا مگر اس روز کی تو تو میں میں کا کیا علاج ہے ۔

رائے صاحب: میں نے اس کی یہ تدبیر بھی سوچ لی ہے ،اس کا بندوبست بھی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں آپ یہاں ۱۵ روپیہ پاتے ہیں اس تدبیر میں آپ کی پندرہ کی ترقی بھی ہو جائے گی اور ان کی (سررشتہ داروں کی) ماتحتی سے نکل جاؤ گے۔(حکیم مظہر حسن بتاتے ہیں: ہمارے ناول کے ہیرو ضلع میں اہلمد متفرقات تھے اور لالہ بھیم سین لوکل بورڈ میں اہلمد تھے جن کی تنخواہ ۳۰ روپیہ تھی۔ ڈپٹی کمشنر کو ان کی خاص رعایت منظور تھی کہ یہ ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کہ رشتہ دار ہیں جو صاحب ممدوح کے ملاقاتی ہیں اور انہوں نے صیغہ مال اور فوجداری میں ایک سرسری امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ جس وقت پنجاب میں چیف کورٹ کا انتظام ہوا تو ڈپٹی کمشنر نے ایک تحریر خاص کے ذریعہ سے ان کو وکالت کی اجازت منگا دی تھی ،تا پاس کرنے امتحان وکالت کی اور شرط تھی اگر امتحان میں ناکام رہیں تو اپنے اصلی عہدہ پر واپس آ جائیں۔ اس واسطے ان کو رخصت پر دکھایا جاتا اور ان کی جگہ جو کام کرتے تھے وہ قائم مقام دکھائے جاتے تھے اور یہ وکالت کا کام کرتے تھے ۔ ہمارے ناول کے ہیرو اور یہ مولوی گل علی شاہ کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لالہ بھیم سین کے مکان پر رہتے تھے)۔ یوں تو ایک طرح سے تمام ملازم ضلع ،سپرنٹنڈنٹ ضلع کے تحت حکومت ہیں مگر کام کا تعلق ان سے بھی براہ راست نہ رہے گا اور وہ یہ کہ آج مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلایا تھا یہ گفتگو ہوئی:

ڈپٹی کمشنر: تمہارے رخصت کے انتظام میں جو لوگ قائم مقام ہیں انہوں نے درخواست کی ہے کہ ہم کو مستقل کیا جائے یا ہماری اصلی جگہ پر واپس کیا جائے اب تم یا تو استعفا دے دو یا اپنی جگہ پر واپس آ ؤ۔

میں (رائے صاحب): اپنی جگہ واپس آ جاؤنگا استعفا نہیں دینا چاہتا۔

ڈپٹی کمشنر۔ اب تم کو کیا آمدنی ہوتی ہے اور تمہاری اصلی عہدہ کی کیا تنخواہ تھی۔

میں (رائے: اب مجھ کو سو روپیہ ماہوار اوسط پڑتی ہے اور عہدہ کی تنخواہ ۳۰ روپیہ ہے۔

ڈپٹی کمشنر۔ تو اس صورت میں تمہارا بڑا نقصان ہے، پھر استعفا کیوں نہیں دیدیتے۔ واپس آنے میں تمہارا کیا فائدہ ہے۔

میں (رائے صاحب): وکالت میں امتحان کی شرط ہے۔ اگر میں امتحان میں (جو اختیاری امر نہیں) ناکام رہا تو اپنے عہدہ پر واپس آسکتا ہوں بصورت استعفا دینے کے نہ ادھر کا رہونگا نہ ادھر کا۔

ڈپٹی کمشنر: (کچھ سوچ کر تامل کے بعد) اچھا کوئی تدبیر سوچو جس میں تمہارا نقصان نہ ہو۔ ہم کو کل جواب دو۔

اس میں میں نے ایک تدبیر سوچی ہے، میری رخصت کے انتظام کے اخیر سلسلہ میں علی حسن ہے اگر میں اپنے عہدہ پر واپس آگیا تو علی حسن برخاست ہو جائے گا (علی حسن ایک امیدوار ہے جو سید عصمت اللہ داروغہ جیل کا داماد ہے اور داروغہ موصوف کا ڈپٹی کمشنر کے مزاج میں بڑا دخل ہے صاحب کو داروغہ کی ازحد خاطر منظور ہے)

حکیم صاحب: بھلا پھر اس میں میری ترقی اور سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی ماتحتی سے کیونکر نجات ہوگی۔

رائے صاحب: میں کل میر عصمت اللہ سے صبح ہی ملونگا اور کہوں گا اگر میں اپنی جگہ واپس آگیا اور ضرور آؤنگا تو آپ کا بھی نقصان ہے کہ آپ کا رشتہ دار برخاست ہو جائے گا اور میرا بھی نقصان ہے۔ یہاں (مجھے وکالت میں) ایک معقول آمد ہو جاتی ہے اور وہاں ۳۰ روپیہ پر جانا پڑے گا۔ تو وہ مجھ سے اس کے انسداد کی تدبیر پوچھیں گے تو آپ کا نام لے کر یہ تدبیر بتاؤنگا کہ ان کو (یعنی آپ کو) میری جگہ مقرر کر دیا جائے اور علی حسن کو آپ کی جگہ مقرر کر دیں اور جو لوگ اب قائم مقام ہیں ان کو اپنے اصلی عہدوں پر واپس بھیج دیا جائے۔ اس تجویز کو وہ خواہ مخواہ منظور کریں گے۔ تو یہ تجویز ڈپٹی کمشنر سے عرض کرونگا، اور داروغہ صاحب (میر عصمت اللہ) اس کی تائید کریں گے تو غالبًا کیا قطعی امید ہے کہ اس تجویز کو منظور کر لیں اور ضرور ہی منظور کریں گے کیونکہ اول تو ان کو میرا نقصان بھی منظور نہیں ہے دوسرے وہ داروغہ صاحب کی بہت خاطر کرتے ہیں اور غیر کے واسطے جس کار کی سفارش کرتے ہیں تو انکار نہیں ہوتا اور یہ تو ان کا ذاتی کام ہے۔

حکیم صاحب: تجویز تو عمدہ ہے، خوب سوچی ہے۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار۔ اگر

درست آجائے، خدا نے چاہا تو ضرور ہی درست آئے گی مگر کام کا کیا انتظام ہوگا، حساب کا کام ہے

رائے صاحب: شام کو آپ سب کا غذات یہاں لے آیا کرنا، میں ۱۵ منٹ میں کر دیا کرونگا۔

(جلسہ برخاست ہوا، لالہ بھیم سین صاحب اوپر بالا خانہ چلے گئے اور میر صاحب اپنے گھر)۔

امرتسر میں قانون کا امتحان

(قانون کا امتحان دینے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی مع ہمراہیوں کے تانگے پر سیالکوٹ سے امرتسر جارہے ہیں جہاں امتحان منعقد ہوگا۔ بہاء)

سیالکوٹ سے جو امرتسر کو سڑک جاتی ہے اس پر تین چار یکہ جارہے ہیں۔ کچی سڑک، ریت میں تین یکہ پھنسے ہوئے ہیں۔ گھوڑے ہیں کہ یکوں کو کھینچ رہے ہیں۔ پہیئے ریت میں دھنسے جاتے ہیں۔ گھوڑے ہانپ رہے ہیں اور پسینے کی جگہوں میں سفید ہو رہے ہیں۔ یکے والا بھی یکے کو دھکیلتا ہے۔ کبھی گھوڑے کو شراپ شراپ مارتا ہے، ٹخ ٹخ، مگر گھوڑا گھٹنے ریت میں ٹیکے ہوئے غوں غوں کر رہا ہے۔ سمر کا چھینٹا، ساون بھادوں کی دھوپ کہ ہرن کالا ہو، سواریاں یکوں سے اتر پڑی ہیں اور پا پیادہ چلی جاتی ہیں، جوتا میں ریت بھر جاتا ہے۔ ایک قدم اٹھاتے ہیں، ریت پیچھے کو کھینچ کرلے جاتا ہے، جوتا کو جھاڑ پھر آگے قدم رکھتے ہیں، پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔ دھوپ کاٹتی ہے۔ کپڑے پسینے میں نچڑ رہے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی ابر کا ٹکڑا سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے تو جان آجاتی ہے۔ ہوا کا جھونکا آیا اور نسیم سحری کا لطف دکھا گیا۔ کبھی پھر دھوپ نکل آئی اور بدن کو جھلس دیا، بایں ہمہ مرگ انبوہ خوشی دارد کے مصداق وہ پیادہ پائی، اور بادیہ پیمائی ناگوار معلوم نہیں ہوتی۔ خوش خوش، ہنستے کودتے، مذاق اڑاتے، راستہ طے ہو رہا ہے:

۱۔ مشفق اگر امتحان پاس ہوگیا تو پو بارہ ہیں، یہ محنت مبدل براحت ہو جائے گی۔

۲۔ لالہ بھیم سین کو امتحان میں بڑی سہولت ہوگی۔ اول تو فوجداری اور مال میں ایک مرتبہ امتحان پاس کر چکے ہیں، دوسرے ایک سال سے وکالت کرتے ہیں۔ سوائے قانون یاد کرنے اور قانون استعمال کرنے کا اور کچھ کام نہیں۔ مشکل تو ہم لوگوں کو ہے کہ نوکری کے فرائض منصبی انجام دیتے رہے اور قانون بھی یاد کرتے رہے۔

۳۔ اس میں تو شک نہیں آخر ہم نے بھی تو محنت کی ہے، ناامید کیوں، حزن فال بد کا درد حال بد کا

۴۔ بھائی مشکل تو ہماری ہے، ہم کو اول تو سرکاری کام آپ جانتے ہیں تحصیلوں کا کام، اس پر تحصیل دار صاحب کی دربارداری سے اٹھے، تو نائب تحصیل دار کے مکان پر جاؤ۔ پھر قانون کا چرچا نہ گفتگو، نہ بحث، نہ تقریر۔ آپ لوگوں کو صدر مقام میں بہت سہولیت قانون یاد کرنے میں یہ میسر ہو سکتی ہے جو کتاب اپنے پاس نہ ہو دوسرے سے لی، جو بات اپنی سمجھ میں نہ آئی دوسرے سے پوچھ لی

۵۔ ہمارا حال بھی بشرح صدر ہے۔ بھائی، صدر میں بحث اور تقریر کا بڑا فائدہ ہے اگر کوئی بات اپنی سمجھ میں غلط آئی تو فوراً تصحیح ہو جائے۔ مفصلات میں تو فرصت ہی نہیں ملتی۔ صبح سے آٹھ بجے رات تک کچہری ہوتی ہے، پھر دربارداری۔ قانون یاد کرنے کو ہم لوگوں کو کونسا وقت ہے۔

لالہ بھیم سین: یارو یہ باتیں ہی باتیں ہیں۔ امتحان کا نام برا ہوتا ہے جن کو اپنی یاد اور لیاقت پر بھروسہ ہے وہ رہ جاتے ہیں، اور ناواقف اور نالائق نکل جاتے ہیں (پاس ہو جاتے ہیں) ہمارے دوست حکیم (مرزا) صاحب جنہوں نے قانون یاد کرنے کے سوا عمل بھی کئے ہیں اور چلے بھی کھینچے ہیں، خدا نے چاہا تو وہ بھی پاس ہوں گے، کیوں پنڈت صاحب۔

پنڈت نند لال: کیا حکیم صاحب نے چلے بھی کھینچے ہیں؟

لالہ بھیم سین: یہ تو انکی لڑکپن سے عادت ہے جب کوئی بات ہوئی اور جھٹ وظیفہ شروع کر دیا۔

پنڈت موہن لعل: تو یار ہمارے واسطے بھی دعا کرنا، ہم نے قسم علم کی جو کچھ بھی یاد کیا ہو، اور یاد کرتے بھی کس وقت، ہم کو فرصت ہی کہاں تھی، مگر حکیم صاحب نے چھ ماہ کی رخصت لے کر ان میں قانون بھی یاد کیا اور تسبیح بھی پھیری۔ انہوں نے تو دعا اور دوا دونوں سے کام لیا۔

لالہ رام کشن: حضرت ہمیں یاد رکھنا بھول نہ جانا۔

خواجہ عبدالصمد:

نہ ہاتھوں میں طاقت نہ پاؤں میں جنبش
جو لیں کھینچ دامن ہم اس دلربا کا
سر راہ بیٹھے ہیں اور یہ صدا ہے
کہ اللہ ہی والی ہے بے دست و پا کا

لالہ گوکل چند: یارو ہم تو خدا سے امید نہیں توڑتے، خدا نے چاہا تو ضرور پاس کریں گے۔

(ہنسی مذاق میں کچی سڑک کا راستہ طے ہوا۔ یکہ والوں نے گھوڑوں کو ملا اور مالش کر کے تپاڑی دی، پانی پلایا، دانہ کھلایا، گھاس ڈال دی۔ ہمارے رنگیلے اور بے فکر مسافر بھی ایک درخت کے نیچے دری بچھا کر آرام

لینے لگے۔ جب دن ڈھلا، سورج نیچے کو ہوا، کچھ کچھ بھرت ہوا، یکہ جوڑے گئے مسافر سوار ہوئے، دو گھنٹہ میں امرتسر داخل، رات سرائے میں کاٹی، صبح کو ضلع کی کچہری کے احاطہ میں حاضر ہوئے۔ ایک کمرہ میں مسٹر وان اسسٹنٹ کمشنر مہتمم امتحان زیب دہ کرسی اجلاس ہوئے، اور کمرہ کے اندر اور باہر برآمدہ میں امیدوار بیٹھ گئے۔ ضلع گورداسپور اور امرتسر اور سیالکوٹ کے امیدوار حاضر تھے۔ سوالات کئے گئے، جواب لکھا گیا۔ لفافہ میں بند اور سربمہر کر کے اسی دن لاہور کو بھیج دیئے۔ اسی طرح دوسرے تیسرے دن امتحان ہوا اور کاغذات لاہور بھیجے گئے)۔

(یعنی مرزا صاحب نے امرتسر میں قانون کے امتحانی پرچے دے دیئے۔ بہاء)

بعدِ امتحان

دوپہر کا وقت ہے، گرمی کا موسم، کچہری کے اہلکار دھوپ میں چلتے چھتری کا سایہ سر پر کئے، درختوں کے نیچے پناہ پکڑتے، رومال سے منہ کا پسینہ پونچھتے ہوئے آرہے ہیں۔ اور شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک مکان کے دروازہ پر تین شخص کھڑے ہوئے چھتریوں کو بند کر کے اندر داخل ہوئے اور صحن مکان پر پہنچ کر کہتے ہیں: اف آج گرمی کا شباب ہے، پھونک دیا، دیکھئے لو کیسی گرم ہے، ان دنوں میں تو تعطیل ہو جایا کرتی۔

۱۔ اس (شمال رویہ مکان کی طرف اشارہ کر کے) میں چھڑکاؤ کرایئے، اور چارپائیاں بچھوائی جائیں۔ میں بھی کپڑے اتار کر اور اشنان (غسل) کر کے کھانا کھا کر آتا ہوں۔

۲۔ لالہ روپ چند یہ اہتمام آپ کے ذمے دے رہا ہوں۔ میں بھی ذرا کپڑے اتار کر بدن پر پانی ڈال لوں۔ (اور ایک دالان میں داخل ہو کر لالہ روپ چند نے جھتور کو آواز دی)

جھتور پانی لایا اور چھڑکاؤ کر کے کہا: اور حکم؟

لالہ روپ چند: تین چارپائی بچھا کر رائے صاحب کا بستر کر دے۔

(جھتور نے تعمیل حکم کی اور چلا گیا اور روپ چند چارپائی پر جا بیٹھے۔ گرمی گرمی بولے، تھوڑی دیر بعد اوپر سے وہی صاحب واپس آئے، لالہ روپ چند! لالہ روپ چند! الٰہی خیر! سانپ سونگھ گیا کیا! لالہ روپ چند! ارے بھائی عجب آدمی ہو۔

اس آواز کو سن کر دوسرے صاحب بھی دالان سے برآمد ہوئے۔ حکیم صاحب! دیکھنا یہ دوسرے لوگوں میں پہونچ گئے۔ ان کے اٹھانے کی فکر کیجئے۔ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے)

حکیم صاحب: آپ کو کچھ شوق بھی ہے شاید۔ (نشے کا شوق؟)

لالہ بھیم سین (وہی صاحب اول): اجی نہیں ابھی تو ہمارے ساتھ کچہری سے چلے آتے ہیں۔

حکیم صاحب: پھراتنی دیر میں سو بھی گئے اور سوئے بھی ایسے کہ مردوں سے شرط باندھ کر۔

لالہ صاحب: یہ تو ایسے ہی سونے والے ہیں، راستہ میں چلتے چلتے سو جاتے ہیں۔

(یہ دونوں صاحب بیٹھ گئے اور گفتگو ہونے لگی)۔

لالہ صاحب: ابھی (قانون کے امتحان) کچھ نتیجہ تو نکلا نہیں۔ معلوم نہیں کیا ہو۔ بڑا ہی فکر ہے۔

حکیم صاحب: آپ کو کیا، سب نے محنت کی ہے، محنت کے سوائے بندہ پروری کے نقصان مایہ و گرشماتت ہمسایہ پاس نہ ہونے میں مفت کی ندامت ہوتی ہے۔ اور ندامت بھی سخت، منہ دکھانے کو دل نہیں چاہتا۔

لالہ صاحب: جناب نوکر ہیں، امتحان پاس نہ ہوا، اپنی نوکری پر قائم ہو۔ مشکل تو ہماری ہے، ہم سے ڈپٹی کمشنر نے استعفا بھی لے لیا۔ اگر امتحان میں ناکام رہے تو بڑا ہی غضب ہے۔

آپ جانتے ہیں ہمارا تو بھائی نوکری کے سوا اور کار نہیں۔ نہ جاگیر نہ کوئی اور وجہ معاش رکھتے ہیں۔ پھر خوش خرچ، یہ بھی نہیں کہ جو آج کی آمدنی میں سے کوئی پیسہ بچا کر کل کی فکر رکھیں۔ جو کھانا وہ کھا لیا، حضرت متوکل جس کا نام وہ ہماری قوم ہے۔

حکیم صاحب: مسٹر وان صاحب بڑا ہی نیک نیت اور شریف مزاج حاکم ہے۔ اس نے تو اس غرض سے کہ ان لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچے، چشم پوشی کی تھی۔ ایسے انسان دنیا میں کم پیدا ہوتے ہیں۔ خیر محض ہے۔ مگر ہماری قوم فائدہ ہی اٹھانا نہیں جانتی جس کا انجام یہ ہوا۔ اس امتحان میں جس قدر سہولت تھی اگر ہم لوگ انسانیت سے اس کا فائدہ اٹھاتے تو کوئی کم بخت ہی محروم و ناکام رہتا۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم کو بھی بدنام کیا، اور وہ دریائے بے تمیزی طغیانی پر آیا کہ غدر مچا دیا۔ نوبت بایں جا رسید چیف کورٹ تک شکایت گئی اور چنے کے پیچھے گھن بھی پس گئی۔ کئی بے قصور مارے گئے۔ اب کیا ہوگا۔ غالباً امتحان کنسل (منسوخ) ہو جائے گا اور سب جوں کے توں کورے رہیں گے۔

لالہ صاحب: ہونا تو ایسا ہی چاہیے اور غالباً ایسا ہی ہوگا مگر ایک بات ہے منشی بیشی رام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہماری ذات برادری کے ہیں اور وہ ممتحنوں میں ایک ممبر ہیں۔ مسٹر گرلمین وغیرہ دوسرے ممتحنوں سے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ بالکل امتحان کو کینسل کرنا تو انصاف کا خون کرنا ہے۔ یہ تو مصلحت نہیں۔ ہر ایک ضلع کے ایک ایک دو دو امیدوار پاس ہونے چاہییں۔ آخر ان میں وہ شخص بھی تو ہیں جو لائق ہیں۔ اس واسطے مسٹر وان سے دریافت کیا گیا ہے کہ تمہاری نظر میں کون کون شخص ہے جن پر تم کو یقین ہے کہ انہوں نے سازش نہیں کی۔ بجواب مسٹر وان نے اس کمرہ کا نقشہ

جس میں امتحان ہوا تھا، کھنچوا کر ہر ایک شخص کو جہاں وہ بیٹھا تھا، اسی جگہ دکھا کر، جو شخص کمرہ کے اندر بیٹھے تھے ان کو لکھ دیا کہ یہ اشخاص میرے زیر نظر تھے مجھ کو یقین ہے کہ انہوں نے سازش نہیں کی۔

حکیم صاحب: تو آپ خوب رہے۔ پہلے تو برآمدہ میں ہمارے پاس ہی بیٹھے تھے پھر اٹھ کر جنگلہ کے اندر صاحب کی کرسی کے پاس جا بیٹھے۔ کیا آپ کو اس واقعہ کا الہام ہو گیا تھا۔

لالہ صاحب: نہیں الہام تو کیا ہونا تھا جب مجھ کو آپ لوگوں نے زیادہ تنگ کیا، کوئی کچھ دریافت کرتا اور کوئی کچھ، تو میں اس خوف سے کہ کوئی حاکم دیکھ کر بے عزت نہ کرے، وہاں سے اٹھ کر صاحب کی کرسی کے پاس جا بیٹھا کہ یہاں تو کوئی نہیں ستائے گا، کیونکہ پہلے ایسا تجربہ کئی مرتبہ ہوا ہے۔ میں اکثر مدارس کے امتحان میں طالب علمی کے زمانہ میں شامل ہوا ہوں اور قانونی امتحان میں بیٹھنے کا بھی مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔

حکیم صاحب: بھائی وقت کی بات ہے جو امر شدنی ہوتا اسکے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

لالہ صاحب: ہاں آپ سب تعطیل کے سبب اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے، مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا کر فرمایا تھا کہ چیفکورٹ سے اس بارہ میں چٹھی آئی ہے، وہاں تم لوگوں نے کیا بے احتیاطی کی ہے

لالہ: حضور میں تو خاص مسٹر وان کی کرسی کے پاس بیٹھا تھا دوسرے حضور پر روشن ہے کہ میں محتاج کسی سے دریافت کرنے کا بھی نہیں تھا البتہ مجھ سے لوگ دریافت کرتے تھے۔

ڈپٹی کمشنر: بے شک یہ تو ہم خوب جانتے ہیں کہ تم ہمارے ضلع کے امیدواروں میں سے قانون میں عمدہ واقفیت اور لیاقت رکھتے ہو۔

لالہ: حضور میں نے صیغہ مال اور فوجداری میں ایک مرتبہ امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ سال ڈیڑھ سال سے وکالت بھی کرتا ہوں۔

ڈپٹی کمشنر: او، ہم کو خوب یاد دلایا، ہم سے دریافت کیا گیا ہے کہ تمہارے ضلع میں کون لائق امیدوار ہے جس کی نسبت تم یقین رکھتے ہو کہ وہ پاس ہونے کے لائق ہے۔ ہم نے تمہارا حال مفصل لکھ کر سفارش کر دیا ہے۔ (چنانچہ صاحب ممدوح نے بہ تفصیل لکھ کر میری سفارش بھی کی ہے)

حکیم صاحب: تو امید واثق ہے کہ آپ تو ضرور ہی کامیاب ہو جاؤ گے۔ مثل مشہور ہے سو یا، سو چوکا۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ ہم سب غیر حاضر تھے اور آپ نے تنہائی میں اپنا کام نکال لیا اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس کو بھی کچھ مل جاتا۔ آنچہ نصیب است بہم میرسد ورنہ ستانی بہ ستم میرسد

لالہ خوب چند: (سوتے ہوئے) پاس ہو گیا۔

دونوں صاحب: (حیرانی میں دیکھ کر کہتے ہیں) لالہ خوب چند! کون پاس ہو گیا؟ ارے بھائی خوب چند! کون پاس ہو گیا؟

خوب چند: پاس ہو گیا۔ بس پاس ہو گیا۔

دونوں صاحب: (کھڑے ہو گئے اور شانہ ہلا کر) تم کو کیا ہو گیا؟ ہوش میں آؤ، کون پاس ہو گیا؟

خوب چند: پاس ہو گیا۔ مالک مکان پاس ہو گیا۔

لالہ صاحب: (ہنس کر) مالک مکان تو فلاں شخص ہے۔

خوب چند: پاس ہو گیا (سب حیران ہیں کہ اس کو آسیب ہے یا سایہ ہو گیا۔ دماغ کو گرمی چڑھ گئی۔ مالک مکان کے شاگرد پیشہ لوگ سب اکٹھے ہو گئے۔ اٹھا کر بٹھا دیا)۔ وہ چلا گیا، چلا گیا۔

لالہ صاحب: ارے بھائی کون چلا گیا؟ آج تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا بک رہے ہو؟

خوب چند: وہ جوگی۔ جی جوگی جی۔

لالہ صاحب: اب تک ہوش نہیں آیا، منہ پر پانی کے چھینٹے دو (اب خوب چند کے حواس خمسہ درست ہو گئے) کیا حال ہے۔ تم کو کیا ہوا تھا؟ بڑی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔

خوب چند: ایک جوگی صاحب ہیں، وہ اکثر مجھ کو دکھائی دیا کرتے ہیں۔ جب وہ آتے ہیں میری یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا حال ہوا ہے۔ آج بھی نظر آیا تھا۔ چلا گیا۔

دونوں صاحب: اور امتحان کس کا پاس ہو گیا؟

خوب چند: مجھ کو کیا خبر میں کیا جانوں۔

دونوں صاحب: ابھی تم کہتے تھے کہ پاس ہو گیا۔

خوب چند: نہیں مجھ کو خبر نہیں۔

(کچھ دیر اس خواب پریشان کا تذکرہ اور ہنسی مذاق رہ کر اپنے اپنے مشاغل میں مشغول ہو گئے۔ جلسہ برخاست ہر وقت نتیجہ امتحان کے ذکر اذکار کے سوا اور خیال نہ تھا۔ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد، خواب بھی اس کی کرتے ہیں۔ پھر ایک دن کی بات ہے)

حکیم صاحب: رائے صاحب (لالہ بھیم سین) رات ہم نے خواب میں دیکھا کہ امتحان کے پرچہ سب کو تقسیم کیئے گئے ہیں۔ وہ سب زرد رنگ کے ہیں اور آپ کو جو پرچہ دیا گیا ہے وہ سرخ رنگ کا ہے۔ جس کی تعبیر ہم نے یہ نکالی کہ تم پاس ہو جاؤ گے اور سب ناکام۔

لالہ صاحب: (مذاقیہ) اب آپ بھی ولی بننا چاہتے ہیں۔ آپکے حکیم اور عامل وغیرہ ہو نیکے تو ہم

پہلے سے معترف ہیں، اگر فرمائیں تو ولایت کی بھی منادیں کرادیں۔ دو آنہ کا خرچ ہے زیادہ نہیں

حکیم صاحب: آپ مذاق سمجھے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں آپ پاس ہوں گے۔

لالہ صاحب: نہیں مذاق کی بات نہیں، جس خیال میں انسان ہوتا ہے خواب دیکھتا ہے اور اکثر خواب سچ بھی ہو جاتے ہیں۔

(کئی دن ہوئے منشی جیشی رام کو خط گیا ہے جواب نہیں آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور چٹھی رساں اندر آیا۔ لالہ یہ آپ کی چٹھی ہے۔ لفافہ لالہ بھیم سین صاحب وکیل سیالکوٹ

کھولا گیا تو ایک زرد رنگ کے کاغذ پر you have been یو ہیو بین لکھا ہوا تھا (تم ہوئے) نہ نام کاتب، نہ مکتوب الیہ، اور نہ آگے جملہ کے کچھ عبارت، جس سے معلوم ہو کہ کیا ہوئے (یعنی پاس یا فیل) مگر یہ یقین کر لیا گیا کہ یہ تحریر منشی جیشی رام صاحب کی ہے)۔

حکیم صاحب: اجی آپ پاس ہو گئے، اس میں کوئی کلام نہیں ہماری خواب کہتی ہے۔

لالہ صاحب: یوں اس دن خوب چند کا بڑبڑانا بھی ایسا ہی واقع ہے جیسا کہ آپ کا خواب۔

(اس کے اگلے دن ان کے ایک دوست کا خط لالہ بھیم سین صاحب کے نام ایک سرخ رنگ کے کاغذ پر لکھا ہوا ایک بڑے لمبے چوڑی مبارک مبارک کے بعد تم پاس ہو گئے اور کل کے گزٹ میں تمہارا نام درج ہو کر شائع ہو گا۔ خط پڑھ کر مبارک سلامت کا شور اٹھا)۔

حکیم صاحب: دیکھو ہماری خواب سچی ہوئی نا۔

لالہ صاحب: یوں تو خوب چند کی خواب آپ سے پہلے ہوئی تھی وہ ایک رند مشرب

(افسوس، دنیا میں کیا ہٹ دھرمی اور ناقدردانی ایسی رویا صادقہ جس کا فوری اثر ظاہر ہو گیا۔ ایک رند مشرب کے اضغاث الاحلام کے برابر کر دی اس دیرینہ موانست اور قدیمی محبت کو بالائے طاق رکھ دیا

من زیاراں چشم یاری داشتم خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

کم سے کم سیالکوٹ کے گلی کوچہ میں تو اس کا اشتہار اور سیالکوٹ کے خاص خاص کی زبان پر ذکر واذکار رہتا۔

ہفتہ کے گورنمنٹ گزٹ میں لالہ بھیم سین صاحب کا نام درج ہو کر شائع ہو گیا اور سب ناکام رہے ہمارے ناول کے ہیرو حکیم یعنی مرزا صاحب بھی۔ علی ہذا القیاس)

مباحثہ بٹالوی رحؒ اور قادیانی ۱۸۶۸ء

دو پہر کا وقت ہے، جیٹھ، اساڑھ کی دھوپ کہ چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ درختوں پر

پرندے منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔لو کے تھپڑے منہ پھیرے دیتے ہیں۔ چار پائے گرمی کے مارے زبان نکالے ہانپ رہے ہیں، درندے گڑھوں میں زبان نکالے کانپ رہے ہیں۔آدمی کیا حیوان بھی دم چراتے ہیں۔کوسوں کیا ،منزلوں انسان یا حیوان کا سایہ نظر نہیں آتا۔بے مارے مرے جاتے ہیں۔گھر میں بیٹھے العطش العطش کا شور ہے۔پنکھا ہاتھ سے نہیں چھٹتا۔ پسینہ ہے کہ اشک عشاق کی طرح جاری ہے۔سانس بند ہوا جاتا ہے۔کلیجہ منہ کو آتا ہے۔الامان الحفیظ کا کلمہ جاری ہے۔زبان پر کانٹے کھڑے ہیں،تقریر سے عاری ہے۔انسان کیا پرندوں کے پر جلتے ہیں۔ پیک خیال قدم نہیں اٹھاتا۔قصد رفتار سے چھالے پڑتے ہیں۔

ہیں! یہ وقت اور سفر! یہ یکہ کیسا آرہا ہے اللّٰھم احفظنا ۔ کچی سڑک اور یہ دھوپ اور ایک مریل ٹٹو مشکی رنگ کا جوتا، یکہ والا پیادہ پا، ہاں ہاں ٹخ ٹخ شڑوپ سانٹا لگا کر ہانکتا ہوا چادر سے منہ چھپائے آرہا ہے۔گھوڑا زبان نکالے کتے کی طرح ہونک رہا ہے۔ پسینے میں خوں خوں کرتا دو قدم چلتا ہے اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتا ہے۔

یکہ والا: اجی میاں جی! دو سواریاں تھوڑی دور کے واسطے اتر ہی لو، ذرا یکہ ہلکا ہو جائے۔ریت نکل جائے تو پھر بیٹھ جانا۔

سواری: ارے میاں! کرایہ کیا کیا، عذاب خرید لیا،مقدمہ کر لیا۔اس سے پیدل چلے آتے،نو دن چلا اور تین کوس۔

۲۔ بھائی یہ مصیبت بھی یاد رہے گی۔

(یکہ ایک ٹیلہ پر چڑھا اور اڈہم ایک طرف سے اور ایک اس طرف سے تیسری سواری نے یکہ کا ڈنڈا پکڑا اور جم گیا)

یکہ والا: میں تو پہلے ہی کہتا تھا، صاحب تھوڑی دیر کے لئے اتر لو۔ بچ گئے، چوٹ تو نہیں لگی۔

۱۔(کپڑے جھاڑ کے) نہیں خیریت ہے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

۲۔(ذرا لنگڑاتے ہوئے اور مٹی جھاڑتے ہوئے) بڑی خیر ہوئی۔یکہ کا پہیہ بھی شیطان کا چرخہ ہوتا ہے (یکہ والے کی طرف جھلا کر) ابے مردک!

یکہ والا: میں نے کیا کیا میاں؟ اور جو میرا یکہ ٹوٹ جاتا یا گھوڑے کے چوٹ آجاتی؟ میں تو پہلے ہی پکار پکار کر کہہ رہا تھا، بھائی دو آدمی اتر پڑو۔ پر آپ تو پاؤں کو مہندی لگا کر بیٹھے تھے۔

۳۔(تیسرے سوار جو یکہ میں بیٹھے تھے) میاں! ہم نے رات خواب میں دیکھا تھا کہ اس سفر میں ہم کو ضرور تکلیف ہو گی،سو ہونی چاہیے تھی۔اس کا (یکہ والا) کیا قصور تھا۔

۲۔ آمنّا و صدقنا آپ کی خواب خلاف تو ہوتی نہیں (پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوکر) شیخ صاحب ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے۔سو بندہ سے ایک خواب بھی غلط نہیں کہتے جوفرماتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

شیخ صاحب: بے شک جناب بالکل صحیح۔مومن کا خواب چالیسواں حصہ نبوت کا ہوتا ہے۔

(دونوں سوار جو یکہ سے گرے تھے،اپنے کپڑے جھاڑ کر ساتھ ساتھ پاپیادہ چلے اور صاحب جوان عمر بزرگ صورت زرد رنگ آنکھوں میں حلقے پڑے رخساروں کی ہڈی نکلی ہوئی چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی رشک پری، جوانی مری کے مصداق یکہ میں سوار ہے اور یکہ اپنی اسی رفتار سے آگے روانہ ہوا)

بزرگوار: (یکہ والہ سے) آج تم نے اور تمہارے گھوڑے نے ہم کو سخت تکلیف دی۔

یکہ والا: حضرت جی!سفر میں آرام تو ہوتا ہی نہیں،تکلیف ہی ہوتی ہے۔چلا ہی جاتا ہے آخر گھوڑا بھی جاندار ہے۔جانور ہے کچھ ریل تو نہیں۔کچی سڑک، دھوپ کی تپش،گرمی کی شدت، ہماری کیا حالت ہورہی ہے،یہ بے چارہ بوجھ کھینچتا ہے۔

بزرگوار: بھائی اب تو بوجھ بھی ہلکا ہوگیا، ہانکے چل۔کیا تمام دن دھوپ میں ہی چلائے گا۔

یکہ والا! دیکھئے ہانک تو رہا ہوں (شڑاپ سانٹا جما کر ٹخ ٹخ)

شیخ صاحب: اب تو منزل طے کر چکے،وہ بٹالہ نظر آتا ہے۔ مرزا صاحب! آج اس تکلیف کا سبب میں ہوا،سخت شرمندہ ہوں۔

مرزا صاحب (بزرگوار):نہیں صاحب یہ تکلیف تو مقرر ہو چکی تھی۔اللہ تعالی اپنے دوستوں کو امتحان کے واسطے ابتلاء میں ڈالا کرتا ہے۔آپ کے اوپر کیا احسان، دین کا کام ہے،اور اس عاجز نے تو اپنی زندگی اور جان اور مال کو اس کار کے واسطے وقف کر دیا ہے۔اور اب میرا ارادہ یہ ہے کہ مخالف مذاہب والوں سے مناظرہ کر کے حقیت اسلام کو ثابت کروں۔

شیخ صاحب: حضرت دنیا میں نام رہ جاتا ہے،کوئی نیکی کے ساتھ چھوڑ جائے کوئی بدی کے ساتھ۔آپ کا ارادہ نہایت مبارک ہے، فی زماننا ذرائع اشاعت کافی ووافی ہیں۔تصنیف وتالیف کے واسطے مطابع اور سفر کے واسطے ریل۔تھوڑے دنوں میں نزدیک ودور ملک ودیار شہروامصار میں مشہور ہوجاتا ہے۔اور شہرت ہی ہر ایک کار کی رونق اور گرم بازاری کا سبب ہے۔ ہماری یاد میں پنجاب میں فقط ایک کوہ نور اخبار تھا اور اب کتنے ہو گئے۔اور روز بروز ترقی ہے۔اب دیکھئے نہ مولوی محمد حسین مولوی بن کر آیا ہے، اپنا مذہب ہی نیا نکال لیا۔کل ابھی بٹالہ میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا، اب دلی لاہور امرتسر پنجاب ہندوستان میں مولوی مولوی کر کے پکارا جاتا ہے۔

مرزا صاحب: مولوی محمد حسین ہمارا ہم مکتب ہے۔ساتھ کھیلے، ساتھ پڑھے۔اب دہلی جا کر مولوی بن گئے۔اب دیکھو گے اسی مسئلہ کی بحث میں ،جسکے واسطے آیا ہوں ، ان کو کیسا نیچا دکھا تا ہوں

شیخ صاحب: دیکھئے صاحب! ہماری تو آپ تک ہی دوڑ تھی ، اور تھا ہی کون جس کو بلاتے۔سب بھائیوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو لاؤ۔فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس تکلیف شاقہ کا باعث ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے ۔حضرت جی! تمام محلّہ کے آدمی تنگ ہیں۔دو چار چیلے چپڑے اور بنا لئے ہیں۔نماز پڑھتے کہ مسجد کو سر پر اٹھا لیتے ہیں۔اب بتایئے مسجد چھوڑ دیں یا دین چھوڑ دیں ۔آخر ایک کو جواب ہے۔

مرزا صاحب: اس تذکرہ کو چھوڑو۔قضیہ زمین برزمین ۔یہ فرماؤ ٹھہریں گے کہاں؟

شیخ صاحب: مکان آپ کے واسطے خالی کیا گیا ہے۔اس میں قیام فرما کر آرام فرمایئے۔صبح کو منادی کرادی جائے گی ۔مناظرہ کے واسطے جگہ اور شرائط فریقین کی مرضی پر۔

مرزا صاحب: میرے خیال میں یہ مصلحت نہیں کہ اول ہی بساط مناظرہ قائم کر کے پیام دیا جائے ۔یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کا ہی مہمان ہو جاؤں کیونکہ میرے لنگوٹئے یار ہیں ۔ہم مکتب، ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں۔اول ان کو دوستانہ طور سے سمجھایا جائے۔اگر مان لیں فھو المراد ، ورنہ پھر مناظرہ کیا جائے۔

شیخ صاحب: بہتر جو آپ کا منشاء ہو۔ہم کو تو اپنے مطلب سے مطلب ہے۔گڑ دینے سے مر جائے تو زہر کیوں دیں؟

مرزا صاحب: بات وہ کیجئے جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔سیخ و کباب دونوں رہ جائیں ۔میری ان کی لڑکپن کی ملاقات اور محبت ہے ۔اول اول ان سے مجادلانہ تقریر اور مخالفانہ مجلس آراستہ کرنا پسند نہیں کرتا۔کیونکہ مناظرہ میں بات کی پچ پڑ جاتی ہے۔سخن پروری حق کو بالکل چھوڑ دیتی ہے۔

یکہ والا: لو صاحب بٹالہ بھی آ گیا۔وہ مکانات بٹالہ کے دکھائی دیتے ہیں۔

فتح خاں (ملازم مرزا صاحب): ہاں کوئی دو میل ہو گا یہاں سے۔

شیخ صاحب: اچھا تو اب میں رخصت ہوتا ہوں دوسرے راستہ سے شہر میں چلا جاؤنگا۔

مرزا صاحب: یہ کیا؟ کیا ناراض ہو گئے؟

شیخ صاحب: نہیں حضرت اگر میں آپ کے ہمراہ گیا تو شہرت ہو جائے گی کہ مرزا صاحب کو

مناظرہ کے واسطے لائے ہیں۔ دوسرے راستہ جا کر جن صاحبوں کے مشورہ سے میں قادیان گیا تھا، آپ کے ارادہ سے ان کو مطلع کردوں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

مرزا صاحب: خوب سوجھی۔ واللہ! کیا سوجھی؟ آخر کو قانون گو ہو نہ، دور کی سوجھتی ہے۔

(شیخ صاحب تو علیحدہ ہو گئے۔ مرزا صاحب نے آواز دی، کہ میاں فتح خان آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ)۔

فتح خان: جی نہیں اب تو منزل قریب آ گئی ہے گھوڑا تھکا ہوا ہے۔ اور حضور کو بھی گرمی کے سبب تکلیف ہوگی۔ میں درختوں کے سایہ میں چلتا ہوں۔

(کچھ راستہ اور طے کیا، پھر داخل شہر ہوئے اور ایک جگہ یکہ ٹھہرا۔ فتح خان نے مرزا صاحب کو جوتی نکال کر دی۔ مرزا صاحب نے جوتا پہنا اور فتح خان کا سہارا لے کر یکہ سے اترے۔ اف پھونک دیا۔ کمر پر ہاتھ رکھ کر السّفر سقر و لو کان میلاً۔ بڑی تکلیف اٹھائی۔ دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ اندر داخل ہو کر)

السّلام علیکم

مولوی محمد حسین (نشست گاہ میں کتاب ملاحظہ کر رہے تھے) و علیکم السّلام (غور و تامل کے بعد) آیئے آیئے (اور مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا)۔

مرزا صاحب: آپ نے مجھ کو پہچانا نہیں۔

مولوی صاحب: (کھڑے ہو کر معانقہ کرتے ہوئے) او ہو: یا اللہ العظیم! میں نے آپ کو آپ کی کلام سے پہلے بالکل نہیں پہچانا۔ میاں یہ جوانی اور مانجھا ڈھیلا، عنفوان شباب میں پیری و صد عیب کے مصداق ہوئے۔ خوب مزاج شریف اور سب خیریت۔

مرزا صاحب: الحمد للہ آپ کا مزاج۔

(مصافحہ اور معانقہ کے بعد مرزا صاحب کو صدر کی جگہ بٹھایا، شربت کا گلاس کیوڑا پڑا ہوا، سامنے آیا۔ مرزا صاحب نے غٹ غٹ پیا۔ چوغہ کوٹ اتار کر فتح خان کے حوالہ کیا تھا)۔

مولوی صاحب: بڑے مرزا صاحب کے مزاج کی کیا کیفیت ہے۔

مرزا صاحب: خدا کا شکر ہے۔ خیر و عافیت ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یاد آیا، آپ تو شیخ چلی ہو گئے ہیں۔ سنا ہے کہ چوبارہ سے نیچے نہیں اترتے۔ اوراد خوانی یا کتاب کی اوراق گردانی۔ بھائی مشغلہ تو اچھا ہے خدا توفیق دے۔ میں آپ کا حال سن کر بہت خوش ہوتا تھا اور خدا کا شکر کرتا تھا کہ ہم میں سے ایک شخص اس مذاق کا بھی ہے۔

مرزا صاحب: بے شک دنیا میں لذت ہیں تو دو ہیں۔ عبادت یا مجامعت۔ کچھ تھوڑی لذت

حکومت کی ہے مگر مشفق! عبادت کی لذت خدا کی نعمت اور عنایت ہے جس کو چاہے وہ توفیق دے۔ زہے طالع اور زہے محنت اس شخص کی جس کے حق میں یہ انعام ہو۔ میں نے جب سیالکوٹ سے سلسلہ ملازمت کو ترک کیا ایک سال تو قانون یاد کرنے میں کھویا اور عمر عزیز کو برباد کیا۔ نتیجہ یاس و حرمان کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ نہیں نہیں قانون تو میں نے ملازمت کے زمانہ ہی میں رخصت لے کر یاد کیا تھا، جب سے ملازمت سے علیحدہ ہوا کچھ دنوں والد صاحب مقدمات کی پیروی کے واسطے بھیجتے رہے پھر میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ نو ماہ تک چوبارہ سے سوائے حوائج ضروری کے قدم باہر نہ نکالا۔ دن صوم اور رات صلوۃ سے گذاری۔ اب ہفتہ عشرہ سے باہر نکلا ہوں۔ آپ کے ملنے کی طبیعت نہایت مشتاق تھی مگر ہر ایک کام کے واسطے وقت مقرر ہے، آج اتفاق ہوا۔

مولوی صاحب: میں آپ کی عنایت کا نہایت مشکور ہوں میری آنکھیں ہی آپ کو ڈھونڈتی تھیں دل ملاقات کا خواستگار تھا۔ کئی مرتبہ ارادہ کیا قادیان جا کر آپ سے ملوں، مگر برابر یہی خبر ملتی رہی کہ آپ عرصہ سے معتکف ہیں کسی سے ملتے نہیں۔ اگر میں جاتا، یا آپ کا ہرج ہوتا، مجھ کو رنج و ندامت کا سامنا کرنا پڑتا۔

مرزا صاحب: اب میرا ارادہ بھی قادیان کو چھوڑنے اور کسی شہر کے قیام کا ہے۔

مولوی صاحب: میری رائے میں بھی یہ امر مصلحت ہے۔ جب آپ کا ارادہ ہو مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر لاہور کا قیام پسند کرتے ہوں تو میں آپ کی بہت امداد کر سکتا اور میرا قیام بھی لاہور ہی ہے، یہاں اتفاقاً آ جاتا ہوں۔ ہاں مرزا صاحب وہ آپ کے یار عرب کہاں ہیں۔ اس کے کمال کی بڑی تعریف سنی گئی ہے۔ ان کی ملاقات کا تو ہمیں بھی شوق رہا۔ سنا ہے جفر اور رمل میں کامل ہے۔

مرزا صاحب: ان کا مجھ کو پتہ نہیں، لاہور ہی مجھ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ پھر پتہ نہیں لگا کہاں گئے۔ زندہ ہیں یا چل بسے۔

مولوی صاحب: چل بسے کون سے گاڑی لدی ہیں۔ دنیا ناپائدار ہے اس کا کیا اعتبار ہے جو آیا دم، نہیں تو آں دم ہے۔

(اب شام ہوگئی۔ رات کا کھانا مرزا صاحب نے مولوی صاحب کے مکان پر کھایا۔ جس مسئلہ کی بحث کو آئے تھے اس میں گفتگو ہوئی مرزا صاحب کو بھی منظور نہ تھی، فیصلہ ہوگیا)۔

مرزا صاحب: میرا مدت سے ارادہ ایک کتاب جملہ مذاہب غیر اسلام کے رد میں لکھنے کا ہے۔

مولوی صاحب: در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ پھر دیر کیا ہے، آپ لکھیں اور ضرور لکھیں۔

مرزا صاحب: روپئہ کی اشد ضرورت ہے۔ بدون روپئہ کے اشاعت دشوار ہے۔

مولوی صاحب: آپ کاروائی شروع کریں اور اخبارات میں شائع کریں میں بھی کوشش کرونگا اور اپنے احباب کو بھی اس بارہ میں کوشش کے واسطے تاکید کرونگا۔ خدا مسبب الاسباب ہے جس قدر کتاب شائع ہوتی جائیگی قیمت آتی جائیگی۔ مگر قادیان کے قیام میں بیشک آپ اس کار کو انجام نہیں دے سکتے۔ لاہور یا امرتسر کے قیام میں انشاء اللہ نہایت آسانی سے اس کا سرانجام ہو جائیگا۔

سید عبداللہ غزنوی کا دربار

ایک بزرگ خضر صورت، فرشتہ خصلت، سرخ وسفید رنگ، لال لال بڑی بڑی ہرن کی سی آنکھیں، نورانی چہرہ، رعب دار سفید ریش، کشیدہ قامت، حبّ دنیا سے دل سرد، یاد الٰہی میں سرگرم، دنیا سے ہاتھ اٹھاتا ہے، خدا سے لو لگائے ایک مسجد میں مصلی بچھائے ممبر سے سہارا لئے بیٹھا ہے۔ اردگرد صوفیاء اور طلبا کا مجمع ہے۔ پیر و امیر وفقیر حلقہ کئے ہوئے، جیسے چاند کے گرد ہالہ میں بیٹھے ہیں۔ کوئی حدیث کا درس لیتا ہے، کوئی قرآن کا ترجمہ پڑھتا ہے۔ کسی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر ایک استفسار حال فرما سائل کا جواب دے رہے ہیں۔ کوئی کسی مسئلہ میں استفتاء کرتا ہے۔ ہر ایک کو جواب باصواب دے کر تشفی فرماتے ہیں۔ موذن نے نماز عصر کی اذان دی۔ اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی سب اپنا اپنا کام چھوڑ کتابوں کو طالب علم غلاف کر نماز کے واسطے آمادہ ہوگئے۔ وضو کی تیاریاں کرنے لگے۔ اقامت کہی گئی جماعت کے ساتھ نماز ادا ہوئی۔ بعد انفراغ نماز و دعا پیر مرد (بزرگ صوفی) نے کچھ کلمات بطور وعظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ کچھ دیر قال اللہ و قال الرسول کا ذکر رہا۔ پھر صحن مسجد میں بطور چہل قدمی ٹہل رہے تھے۔ ایک مسافر، قطع وضع سے جو متوسط درجہ کا انسان معلوم ہوتا ہے، وارد ہوا:

مسافر۔ السلام علیکم

بزرگ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(مسافر نے آفتابہ پانی کا لیا۔ وضو کر کے نماز ادا کی۔ ایک گوشہ مسجد میں بیٹھ گیا)۔

اخون صاحب (وہی بزرگ): (فارسی زبان میں جوان کی مادری زبان تھی) تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔

مسافر: حضرت کا قیاس درست ہے۔

(آہا یہ تو ہمارے ناول کے ہیرو (مرزا صاحب) حکیم صاحب ہیں ۔ یہاں کہاں؟)

مسافر: مجھ کو غلام احمد کہتے ہیں اور گورداسپور کے ضلع میں ایک موضع قادیان ہے وہاں رہتا ہوں۔

اخون صاحب: یہاں کس تقریب سے آنے کا اتفاق ہوا۔

مرزا صاحب (مسافر): حضرت کی توجہ باطنی کی کشش یا تصرف ہے۔ایک مدت سے حضرت کے اوصاف حمیدہ سنتا تھا، قدم بوسی کا مشتاق تھا۔مکروہات زمانہ حارج کار تھیں، آج بفضلہ تعالی امید برآئی مراد پوری ہوئی۔

اخون صاحب: میں کیا اور میرے اوصاف کیا؟ آخر میں بھی اسکا ایک بندہ ہوں، جیسے کہ تم ہو۔ میرے خیال میں کوئی ما بہ الامتیاز نہیں انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم میں تو گناہ گار ہوں، اللہ تعالی مجھ کو اور آپ کو اور سب مسلمان بھائیوں کو تقوی کی توفیق دیوے (حاضرین ،آمین آمین آمین)

مرزا صاحب: میں مدت سے حضرت کی ملازمت کی آرزو رکھتا تھا، آج حسن اتفاق سے میسر آئی

اخون صاحب: جزاکم اللہ! آپ کیا کام کرتے ہیں؟

مرزا صاحب: میرے والد میرزا غلام مرتضی ، رئیس قادیان زمیندار ہیں۔ میں پہلے ضلع سیالکوٹ میں ملازم تھا۔تنخواہ قلیل میں اوقات بسری نہیں ہوتی ہے، استعفا دیا، قانون یاد کیا، وکالت کا امتحان دیا، تقدیر سے اس میں بھی ناکامی رہی۔

اخون صاحب: آپ مرزا (غلام مرتضی)صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ وہ تو ایک رئیس آدمی ہیں۔گھر کا کام ہی بہت ہے، اگر قناعت ہو۔ اللہ تعالی اسی میں برکت دے گا۔اب کیا ارادہ ہے؟

مرزا صاحب: میرا ارادہ نوکری وغیرہ کا تو ہے ہی نہیں ۔توکل پر گذارا کرنا چاہتا ہوں۔ رجوعات اور فتوحات کی دعا کا خواستگار ہوں۔ دعا فرماویں۔

اخون صاحب: اللہ تعالی تم کو تمہارے ارادہ میں ثابت قدم رکھے اور برکت دے۔تم گھر کے رئیس ہو، خدا کا فضل ہے، اگر نیک نیتی سے کام لو، تو خدا اسی میں برکت دے گا۔

میرزا صاحب: میرا قصد ہے کہ میں مخالفین اسلام کے جملہ مذاہب کے رد وابطال میں کتابیں، اثبات حقیت اسلام وکتاب اللہ وسنت خیر الانام لکھ کر شائع کروں۔ بقیۃ العمر اسی شغل اور اشغال میں بسر کروں۔

اخون صاحب: جزاک اللہ !اچھا عزم ہے۔ اللہ نیت خیر کی توفیق دے اور برکت فرمائے۔ آپ کو کیا مشکل ہے؟ عنایت ایزدی سے صاحب اقتدار ہو، اور جب یہ کارخانہ چل پڑے گا تو

چنداں بار بھی تم پر نہ پڑے گا۔ ایسی کتابوں کے خریدار اب اس گئے گذرے زمانہ اسلام بھی قدر کرتے ہیں۔ اپنا خرچ وہ آپ نکال سکتی ہیں۔ در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ اللہ تعالی نے اپنے دین کی حمایت کا قرآن پاک میں وعدہ فرمایا ہے۔

مرزا صاحب: یہ ارشاد تو بجا ہے مگر ابتداء میں اس کار کے واسطے روپیہ کی اشد ضرورت ہے اور روپیہ معلوم، اور اس کا انتظام دشوار، جائداد بالکل رہن ومکفول ہے۔ اگر خدانخواستہ والد صاحب کی اب آنکھیں بند ہو جائیں تو اغلباً تمام جائداد بیع وفروخت کرنے پر بھی بار قرضہ سے سبک دوش ہونا قرین قیاس نہیں۔ والد صاحب کا پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہوا ہے۔

اخون صاحب: بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

اس عرصہ میں شام ہوگئی آفتاب غروب ہوا، موذن نے اذان دی، مغرب کی نماز جماعت سے ادا ہوئی، اخون صاحب اور مریدان باخلاص ورد و وظائف میں مصروف ہوئے، کوئی مراقبہ میں بیٹھا تھا، کوئی ذکر اذکار میں مشغول تھا، طالب علم چراغ کی روشنی میں اپنا اپنا سبق یاد کر رہے ہیں، کھانا آیا۔ سب نے مل کر کھایا، عشا کی نماز کے بعد اخون صاحب اندر زنان خانہ میں چلے گئے، مرزا صاحب کے واسطے بسترہ وغیرہ کا انتظام کیا، رات کو آرام کیا، صبح کے وقت نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوئی، اخون صاحب نے دعا سے فارغ ہو کر وعظ کے طور پر کچھ بیان فرمایا:

فا صبر انّ وعد اللّٰه حقّ و استغفر لذنبک و سبّح بحمد ربّک بالعشیّ والا بکار

اس آیت میں صبر اور استغفار اور تسبیح اور تحمید کے واسطے فرمایا ہے جیسا کہ

یو فّی الصّا برون ا جرھم بغیر حسا ب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ترازو کھڑی کی جائے گی اور ہر ایک عمل کا بدلہ تول کر دیا جائے گا، مگر صبر کرنے والوں کو اجر بے حساب دیا جائے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ پورا دیا جائے گا ثواب بے شمار۔ اور استغفار کے فضائل احادیث میں بہت بیان ہوئے ہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ دن میں سو بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔ بندہ ہر دم قصور وار ہے، اپنے اپنے حالات کے موافق ہر شخص کو استغفار پڑھنی چاہیے۔ استغفار کے معنی طلب بخشش کے ہیں، اور وہ کبھی متضمن توبہ ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ جیسا کہ کہا جاوے توبہ استغفار کرو۔ یا استغفار زبان سے ہوتی ہے، اور توبہ دل سے۔ اور توبہ کے معنی ہیں پھرنا گناہوں سے طرف اطاعت کے، اور غفلت سے طرف ذکر کے، اور غیبت سے طرف حضور کے۔ اور بخشش اللہ کی بندہ

کے لئے یہ ہے کہ دنیا میں اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کر کے رسوا نہ کرے، اور آخرت میں پردہ پوشی گناہوں سے فرما کر اس کے گناہوں پر عذاب نہ کرے۔ پس اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ صبر کر اپنی قوم کے ایذا پر وعدہ اللہ کا یعنی تیرے پروردگار کا سچا ہے یعنی تیری مدد کرنے کا، تیرا بول بالا کرنے کا، اور تیرے دشمنوں کے ہلاک کرنے کا۔ یہ حکم بخشش مانگنے کا فرمایا کہ زیادہ ہو بسبب اس کے درجہ اور قرب حضرت کا اور سنت ہو امت کے واسطے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ بخشش مانگ اپنی امت کے گناہوں کے لئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے دل پر ایک پردہ سا آجاتا ہے۔ پس میں بخشش مانگتا ہوں اللہ تعالی سے دن میں ستر بار۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ استغفار حضرت ﷺ کے واسطے زیادتی قرب حق میں وارد ہے۔ بھائیو! بموجب حکم اللہ تعالی نے توبو الی اللّٰہ جمیعاً کے ہر بندے پر واجب ہے، کیونکہ ہر ایک شخص بحیثیت حال و مرتبہ اپنے مرتبہ کے گناہ اور چوک سے خالی نہیں۔ پس ہر ایک کو لازم ہے کہ تمام گناہوں گذشتہ سے توبہ کرے، اور بخشش چاہے، اور آئندہ کو تمام گناہ ترک کرے، اور صبح شام استغفار کا ورد کرے تو کفارہ ہوتا رہے تمام گناہوں کبیرہ وصغیرہ کا قصداً کئے ہوں یا خطاء یا سہواً، اور بسبب شوخی گناہوں کے توفیق اطاعت سے محروم نہ رہے۔ اور ظلمت اصرار کے گناہ پر دل کو بالکل نہ گھیر لے، اور کفر اور دوزخ کو نہ پہنچائے۔ حدیث شریف میں استغفار کے فائدے بہت آئے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

من لزم الاستغفار جعل اللّٰہ لہ من کلّ ضیق مخرجاً و من کلّ ھمّ فرجاً و رزقہ من حیث لا یحتسب۔ یعنی جو کوئی لازم کرے استغفار کو، بناتا ہے اللہ تعالی اس کے واسطے ہر تنگی سے راہ نکلنے کی، اور ہر غم سے خلاصی اور روزی دیتا ہے اس کو اس جگہ سے کہ گمان نہیں رکھتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا: طوبی لمن و جد فی صحیفتہ استغفار کثیر

یعنی خوش حالی اس کیلئے ہے کہ پائے اپنے اعمال نامہ میں استغفار بہت۔ اور یہ فضیلت اس لئے ہے کہ جو کوئی مداومت کرتا ہے استغفار کی، تو ان کا دلی تعلق اور اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور بخشے جاتے ہیں گناہ اس کے اور حکم متقی اور متوکل میں آجاتا ہے، اور اسکی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و من یّتق اللّٰہ یجعل لّہ مخرجاً وّ یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یّتوکّل علی اللّٰہ فھو حسبہ۔ جو ڈرتا ہے اللہ سے، گردانتا ہے اس کے لئے نکلنے کی

ہر ایک تنگی سے اور رزق دیتا ہے اس کو اس جگہ سے جہاں سے گمان نہ ہو اور جو اعتماد کرتا ہے اللہ پر بس وہ کافی ہے۔

اور غرض ہماری اس بیان سے یہ ہے کہ صبر اور تقوی اور توکل جس کو حاصل ہو جائے اس کے واسطے اللہ کافی ہے اور استغفار کی مداومت سے یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس کا کوئی کام نہیں رہتا جو دنیا چاہیگا اللہ دنیا دیگا اور جو آخرت چاہیگا اس کو آخرت دیگا اور دنیا میں بھی برکت دیگا:

من کان یر ید حرث الآخرة نزد له من حرثه و من کان یرید حرث الدّنیا نؤته منها و ما له فی الآ خرة من نصیب

(مرزا صاحب کی طرف متوجہ ہو کر) اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس کے توکل سے چنگل مارو اس سے بہتر کوئی عمل کوئی وظیفہ فتوحات اور رجوعات کے واسطے نہیں۔

(سورج نکل آیا چار رکعت نماز نفل پڑھ کر زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔ مرزا صاحب رخصت ہوئے)

لاہور کی چینیانوالی مسجد

لاہور کی چینیانوالی مسجد کے صحن میں چند صالح صورت نیک سیرت علماء وفضلاء کا مجمع ہے اور ان کی قیل وقال اور صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب حمایت اسلام اور ترقی دین خیر انام میں ہمہ تن سرگرم ہیں۔ ایک طرف مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی تشریف رکھتے ہیں اور ان کے برابر مرزا غلام احمد قادیانی رونق افروز ہیں۔ اردگرد دائیں بائیں سامنے اور بہت صاحب جمع ہیں، کچھ عالم معلوم ہوتے ہیں کچھ طالب علم۔

مرزا قادیانی: (کچھ اخبار سا دیکھ رہے ہیں۔ ایک اشتہار پر نظر پڑی، کسی دوائی کی تعریف میں کالم کے کالم سیاہ۔ خدائی کا دعوی، مسیحائی معجزہ کا ادعا، بیمار کا اچھا ہونا تو کیا ایک معمولی بات ہے صد سالہ مردہ ایک قطرہ منہ میں ڈالنے سے زندہ ہو جائے۔ اگر زندہ کھالے، موت کے ذائقہ سے کبھی آگاہ ہی نہ ہو۔ مسکرا کر مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے): کمال کیا ہے، کوئی لفظ اور کلمہ تعریف کا باقی نہیں چھوڑا۔

مولانا بٹالوی: آپ نے ایک دفعہ اشتہار دیکھ کر حیرانی ظاہر کی۔ جناب کوئی اخبار اور کتاب آپ نہ دیکھیں گے جس میں کسی نہ کسی شئے کا اشتہار نہ ہو۔ پہلے انگریزی کارخانوں میں یہ دستور تھا، اب

نئ تعلیم کا اثر ہندوستان میں ہو گیا ہے اردو اخباروں کی روز بروز ترقی ہے اور تہذیب کے ساتھ لوگ گرہ کترتے ہیں۔

مرزا قادیانی: یہ لیجئے یہ کتاب کا اشتہار ہے، اب ذرا ملاحظہ فرمایئے، تعریف کے پل باندھ دیئے ہیں، آدم سے تا ایں دم کوئی ایسی کتاب نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ممکن، قلم توڑ دیئے ہیں۔ اب فرمایئے اب اسی کے بعد کوئی کیا لکھ سکتا ہے۔ لوگ جھوٹ بولتے ہوئے خدا سے بھی نہیں شرماتے۔

مولانا بٹالوی: حضرت ابھی کیا ہے، چند روز لاہور میں قیام رہا تو آپ واقف ہو جائیں گے، دنیا کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ تہذیب کا زمانہ ہے، تعلیم کی وجہ سے ہر شخص اپنے فطرتی جوش کی ترقی کر سکتا ہے نیک، نیکی کی اور بد، بدی کی۔

مرزا قادیانی: (ہنس کر) یہ لیجئے یہ ایک نئے مضمون کا اشتہار ہے۔ ہم کو آلو خریدنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص آلو فروخت کرنا چاہے پاؤ سیر آلو نمونہ کے اور نرخ ہمارے پاس بھیج دے۔ جس کے آلو سب سے بڑے ہوں گے، نرخ کے مطابق خریدے جائیں گے۔

مولانا بٹالوی: دیکھا اس اشتہار میں کیا چالاکی کی ہے؟ ہزار ہا آدمی نمونہ بھیج دیں گے، ان کے پاس کئی من آلو جمع ہو جائیں گے۔ ایک سے خرید لئے تو کیا؟

مرزا قادیانی: لوگوں کو خوب دور کی سوجھتی ہے۔

مولانا بٹالوی: آپ نے جو اشتہار براہین احمدیہ کا شائع کرایا ہے، کچھ درخواستیں خریداری کی آپ کے پاس آئیں۔

مرزا قادیانی: ابھی تک کچھ نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں ایک اشتہار شائع کروں کہ یہ کتاب ایسی لاجواب ہوگی اگر کوئی شخص اس کا جواب لکھے گا تو ہم دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

مولانا بٹالوی: اگر آپ کے خیال میں وہ کتاب ایسی ہے تو پھر یہ اشتہار کس دن کے واسطے رکھ چھوڑا ہے۔ کار امروز را بہ فردا مگذر (اور دیگر اصحاب جلسہ کی طرف خطاب کر کے) آپ صاحب بھی اس کار خیر میں سعی فرماویں اور امداد کریں (سب صاحبوں نے وعدہ کیا اور جلسہ برخاست ہوا)۔

اب مرزا صاحب کا لاہور میں قیام ہے اور مولانا ابوسعید محمد حسین کا ربط ضبط بڑھا ہوا ہے۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ اور بابو عبدالحق اور حافظ محمد یوسف ضلعدار وغیرہ معاونین ہیں۔ عمائد شہر کی آمد و رفت شروع ہوگئی ہے۔ مشورے ہوتے ہیں، تدبیریں کی جاتی ہیں۔ کبھی آریوں سے مباحثہ کی چھیڑ چھاڑ ہے، کبھی عیسائیوں کو ھل من مبارز کی صدا سنائی جاتی ہے۔ کبھی سکھوں کو

مقابلہ کے واسطے ڈانٹتے ہیں۔کوئی گھر کوئی جگہ نہیں کہ جس جگہ مرزا صاحب کا ذکر خیر نہیں۔ ہر گلی کوچہ بازار میں مرزا صاحب ہی مرزا صاحب ہیں۔کہیں مناظرہ کا تذکرہ، کہیں حمایت اسلام کا بیان، کہیں زہد وتقوی عبادت وریاضت کا اظہار ہے۔کوئی وقت مرزا صاحب کو دربارداری سے فراغت نہیں۔ یہ گیا وہ آیا، دس بیس کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔مرزا صاحب کسی سے خواب کا بیان فرما رہے ہیں اور کسی کو الہام سنا رہے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب ونبی بخش صاحب وبابو عبدالحق صاحب وغیرہ آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ان کی مدح سرائی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔

ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے آریوں کا سلسلہ نیا ہی نیا ہے۔اور آریہ سماج تیار ہوتے ہیں مسٹر عبداللہ آتھم پنشن لے چکے ہیں۔لیڈر قوم کہلانے کے نام پر مٹے ہوئے ہیں اور سکھوں کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی واعظ شام کو بازار میں آجاتا ہے۔مرزا صاحب ہیں کہ آج نرائن سنگھ سے جاڈٹے ہیں،کل کسی پادری سے جاٹکرائے۔آج کسی آریہ سے منہ بھر ہوگئے،کچھ دن یہ چرچا رہا ۔وکیل اسلام کے نام سے نامزد ہوگئے اور اشتہارات کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔کہیں اندرمن مراد آبادی کو ڈانٹ بتلائے جاتے ہیں،کہیں فلاسفروں کو للکارتے ہیں۔کبھی عیسائیوں کبھی دہریوں کو بولا جاتا ہے،کبھی کسی نیچری کو سمجھایا جاتا ہے کہیں براہین کا اشتہار ہے کہیں سرمہ چشم آریہ کا مژدہ۔

براہین کا اشتہار جاری کیا گیا کہ میں اسلام کا وکیل بن کر کل ادیان باطلہ کی صلاحیت کرونگا۔ہنود یا عیسائی ، یہود آریہ سکھ وغیرہ پر اسلام کی حقیت اور قرآن کے الہام الٰہی ثابت کرنے کے بارہ میں میں نے کتاب تصنیف کی ہے اس کتاب میں تین سو دلائل عقلی جو قرآن سے نکالے گئے ہیں شائع کرنے ہیں اور یہ کتاب سو جز کی ہوگی ،اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

پھر اسکے ساتھ یہ اشتہار بڑے جلی قلم سے لکھ کر لگا دیا کہ مخالفین سے جو شخص اس کتاب کا جواب دے گا اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔

یہ اشتہار کیا تھا؟ گویا جادو کی پڑیا تھی اور براہین احمدیہ کی پہلی جلد مکمل ۔اس اشتہار کے پڑھتے ہی مسلمان نہایت گرویدہ ہوئے:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

کے مصداق، نادیدہ اس کے عاشق زار اور مشتاق دیدار کیا، والہ وشیدا ہوگئے۔

براہین احمدیہ

ایک پختہ اینٹوں کی عمارت دومنزلہ کا مکان ہے جو اس جگہ کی آبادی کے لحاظ سے خیال کیا جاتا ہے کہ مالک اس مکان کا اس گاؤں یا قصبہ کا رئیس ہے۔ زنان خانہ کے قریب ایک مردانہ نشست کا مکان بنا ہوا ہے۔ آگے ایک وسیع دالان ہے، اس کے پیچھے کوٹھا ہے۔ کوٹھے کے دروازہ کے آگے دالان کے وسط میں ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ چارپائی کے قریب ایک لکڑی کا چوکہ جس کے بیچ میں سے ایک تختہ مدور کٹا ہوا ہے اور اس کے نیچے ایک برتن رکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چوکی واسطے رفع حاجت ضروری کے رکھی ہوئی ہے۔ چارپائی پر ایک شخص سفید ریش ضعیف العمر سفید چادر اوڑھے ہوئے پڑا ہے، سرہانے ایک خادم پنکھا ہلا رہا ہے اور چند آدمی دوسری چارپائی پر پاس بیٹھے ہیں ایک شخص اجنبی باہر سے آکر اندر داخل ہوکر: السلام علیکم

تیماردار (جو پاس بیٹھے ہیں): وعلیکم السلام، غلام احمد! تم آگئے۔

(یہ سن کر بیمار نے منہ سے چادر اٹھائی آنے والے کی طرف دیکھ کر)

بیمار: غلام احمد بیٹا تم آگئے، خیر و عافیت! خط پہنچ گیا تھا؟

نو وارد: نہیں خط تو نہیں پہنچا، میں نے آپ کو خواب میں بیمار دیکھا تھا۔

بیمار: ہاں مجھ کو پیچش نے ہلاک کر دیا۔ اب کل سے کچھ افاقہ ہے، افسوس دنیا بہت ناپائدار ہے۔

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند   کہ در یاد کسے صبح کنم و شامی چند

سخت حسرت کا مقام ہے جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے، اگر میں وہ سعی دین کیلئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث ہوتا۔ دنیا کے بے ہودہ خرچوں کیلئے میں نے عمر ناحق ضائع کی۔ اب ہمارا وقت قریب ہے اب جو دم ہے دم واپسیں ہے۔ ضعف بہت ہو گیا ہے۔

نو وارد: (بیمار یعنی اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر اور نبض دیکھ کر) ہاں ضعف تو ہونا چاہیے تھا۔ یہ مرض جوان آدمی کو ضعیف بنا دیتا ہے اور آپ کا تو مقتضا نہیں ہے۔ مگر اب افاقہ ہے انشاء اللہ صحت ہوتے ہی پھر طاقت عود کر آئے گی۔

باپ: (یعنی بیمار) یہ تو اب امید نہیں کہ طاقت عود کرے۔ خیر جو اس کو منظور ہے وہ کرے، مگر اس تکلیف سے تو نجات دے۔

بیٹا: آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے اس کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں ہے

۔وہ قادر مطلق ہے۔

باپ: اچھاتم سفر سے آئے ہو۔گرمی کا موسم ہے،تھوڑی دیر جاکر آرام کرلو۔

(بیٹا بہت بہتر کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک چوبارہ پر چڑھ کر آرام کیا۔آنکھ لگ گئی،شام کو اٹھ کر پھر باپ کی تیمارداری میں مصروف ہوگیا۔اگلے دن باپ نے وفات کی)۔

اب مرزا صاحب کی لاہور کے قیام اور اشاعت اشتہارات سے شہرت ہوگئی ہے۔ رجوعات بھی ہوتی ہے۔ایک ہندو منشی روز نامچہ نویس جو روز کے الہام قلم بند کرے،نوکر رکھا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کا تذکرہ کرے۔

ہمہ وقت صبح و شام الہام کا ذکر ہے۔کوئی دعا کے واسطے آتا ہے کوئی دوا کو۔ لالہ شرم پت رائے اور ملاوامل صاحب بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں (کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاکخانہ میں خط وغیرہ آتا تھا اس کو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور روز بروز ہر ایک بات پر مطلع ہوتے تھے وغیرہ۔اور ایک پنڈت کا بیٹا شام لعل نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روز نامچہ نویس کے نوکر رکھا ہوا تھا اور محض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی میں قبل از وقوع لکھے جاتے اور پھر شیام لال مذکور کے اس پر دستخط کرالئے جاتے تھے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۵۔۴۷۶)۔ مولوی محمد حسین صاحب اور منشی عبدالحق اور بابو الٰہی بخش صاحب فراہمی چندہ براہین میں ساعی اور کوشاں ہیں (کیونکہ اشاعۃ السنہ نے قادیانی دعاوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بہ نشانہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر ۷ وغیرہ جلد ۷ میں اس کو امکانی ولی و ملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا۔اشاعۃ السنہ نمبر ۳ ج ۱۳)

مرزا غلام مرتضیٰ (ان کے والد) ان کے ارادوں کے ہارج تھے،اب وہ روک ٹوک جاتی رہی۔(۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو بعد ادائے نماز مغرب مرزا نے اپنی ایک رؤیا سنائی کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کیلئے ہے۔ میں نے کہا کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے؟ جب میں یہ کہتا ہوں تو ان کی آنکھیں پر آب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں تو میں یہی کہتا ہوں آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا پھر میری آنکھ کھل گئی ۔الحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۶۔ بہاء) اب کوئی اخبار یا کوئی رسالہ نہیں جس کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی ملہم ربانی جلی قلم سے لکھا ہوا نظر نہ آتا ہو۔

براہین احمدیہ کا پہلا حصہ یعنی جلد اول جو اشتہار انعام دس ہزاری بڑی پرکار قلم سے لکھا ہوا صفحہ میں چار سطر اور سطر میں چار لفظ۔ چلو ۸۲ صفحہ کی ایک کتاب خریداران کے پاس پہونچ گئی۔

خریداران ہیں کہ شوق میں دیوانہ وار پھرتے ہیں تقاضا ہو رہا ہے کہ جلد یہ کتاب پوری ہو اور ایک عالم اس کتاب کا مفتون و معتقد ہے۔ چاروں طرف سے منی آرڈر آ رہے ہیں۔ غرض کہ دس ہزار روپیہ براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت کا مرزا صاحب کو وصول ہو چکا ہے اور کتاب ندارد۔

(مرزا صاحب فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ بعض ناواقف یہ الزام میری نسبت لگاتے ہیں کہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور کسی قدر چندہ بھی قریب تین ہزار روپیہ کے جو لوگوں سے وصول ہوا مگر ایک کتاب بتمام و کمال طبع نہیں ہوئی۔ روپیہ جو لوگوں سے وصول ہوا وہ صرف تین ہزار نہیں بلکہ علاوہ اس کے اور روپیہ بھی شائد قریب دس ہزار کے آیا ہوگا، کہ جو نہ کتاب کے لئے چندہ تھا اور نہ کتاب کی قیمت میں دیا گیا بلکہ محض دعا کے خواستگاروں نے بطور نذر کے اور بعض دوستوں نے محض محبت کی راہ سے خدمت کی۔ سو وہ سب اس کارخانہ کے ابدی اور پیش آمدہ کاموں میں وقتاً فوقتاً خرچ ہوتا رہا۔ اور چونکہ رحمت الٰہی نے سلسلہ تالیف کتاب کو تاخیر میں ڈالا ہوا تھا، اس واسطے اس کی دوسری اہم شاخوں سے جو بامر الٰہی قائم تھیں کچھ بچت نہ نکل سکی اور تاخیر طبع کتاب میں حکمت یہی تھی کہ تا اس فترت کی مدت میں بعض دقائق اور حقائق مؤلف پر کامل طور پر کھل جائیں۔ وغیرہ۔ صفحہ ۲۴ فتح الاسلام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر۔

حکیم نورالدین ایک خط میں مرزا صاحب کو لکھتے ہیں: اور اگر خریداران براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی قیمت ادا کردہ اپنے ہی پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ نقل عبارت خط حکیم نورالدین مندرجہ کتاب مذکور:

مرزا صاحب فرماتے ہیں: اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی مِلک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسول نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور انکی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہ بجلی قہر نازل فرماوے، بات ایک ہی ہے۔ وغیرہ۔ آئینہ کمالات اسلام، ص ۶۰۱۔)

جب بہت تقاضا ہوا، تو چار جلد طیار ہوئیں۔ اور ان چاروں میں ان تین سو دلائل میں سے (جن کے درج کر دینے کا اظہار کیا تھا) ایک دلیل بھی پوری بیان نہیں کی۔ صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرائیوں نظم اور نثر میں تکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔

جب خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیہ جلدوں کا خارج اور نفس الامر میں بجز اپنے خیال کے کہیں نام و نشان ہی نہیں، اور تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں لہذا ان بقیہ حصوں

کی کتاب کا چھاپنا ناممکن ہے۔ اور اس روپئہ کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے ہضم ہونا مشکل، تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد میں الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرما دی۔

نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور باقی حصوں کتاب کا اچھی طرح بھلانے کی غرض سے چند رسالے سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق وغیرہ (جن میں متفرق مسئلوں پر بحث کی گئی ہے) شائع کر دیئے، اور ان جلدوں براہین اور اشتہاات میں ہندوؤں کو کوسنا اور ان کی بہو بیٹیوں کو گالیاں دینا (شحنہ حق کے صفحہ ۱۹، میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا ہے کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴۹ میں آریوں کی لڑکیوں کا ذکر مکروہ طور پر کیا ہے) اور اپنے الہامات میں دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا (اشاعۃ السنۃ نمبرا جلد ۱۸)۔ پنڈت لیکھ رام پشاوری اور منشی اندرمن مرادآبادی کو مباحثہ کے واسطے مخاطب بنایا۔ اکثر علماء اسلام نے مقلدین سے مرزا صاحب کے خلاف بساط مخالفت آراستہ کی، مگر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو براہین احمدیہ میں ان کو امکانی ملہم اور ولی قرار دے کر ان کا اعتبار جما دیا اور مسلمانوں کو اکھڑنے نہ دیا۔

(یاد رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتداء میں خود کو مناظر اسلام کے طور پر پیش کر کے عیسائیوں اور ہندوؤں کے ردّ میں براہین احمدیہ تحریر کرنا شروع کی تھی اس لئے علماء اور زعماء اسلام ان دنوں مرزا صاحب کی کاوشوں کی تحسین کر رہے تھے۔ براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں میں انہوں نے عقیدہ حیات مسیح وغیرہ کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں لکھی تھی جو خلاف اسلام ہو، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے وہی عقیدہ ظاہر کیا ہے جو ایک چرخا کاتنے والی بوڑھی مسلمان عورت کا تھا۔ اس کتاب میں نہ انہوں نے مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا، نہ مہدی ہونے کا، بلکہ اس بات کا اقرار شائع کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں اور اپنے وقت پر نزول فرمائیں گے۔ اس لئے اس دور میں مسلمان عام طور پر مرزا صاحب کی حمایت کر رہے تھے، اور اسی پس منظر میں مولانا بٹالویؒ نے براہین احمدیہ پر موافقانہ ریویو لکھ کر اپنے رسالے میں شائع فرمایا تھا جس کی طرف حکیم مظہر حسن نے اشارہ کیا ہے۔ بعد میں جب مرزا صاحب نے حیات مسیح کا انکار کر کے خود مسیح و مہدی ہونے کا دعوی کر دیا تو مولانا بٹالویؒ ان کی حمایت ترک کر کے، ان کے جدید عقائد و نظریات کی تردید فرمانے لگے اور اگرچہ مرزا صاحب الہامی پیش گوئیاں کرتے رہے کہ مولانا، مخالفت ترک کر کے پھر سے ان کے حامی ہو جائیں گے، مولانا تادم آخر (۱۹۲۰ء تک) قادیانیت کی تردید میں سرگرم رہے، اور یوں مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کے تکذیب کر کے آیت من آیات اللّٰہ قرار پائے۔ بہاء)

قادیانی دربار اور دعاؤں کے خواستگار

اب مرزا صاحب قادیانی کے دربار میں لالہ شرم پت رائے اور لالہ ملاوامل ہندو آریہ شہادتِ الہام کے واسطے موجود ہیں۔ اور منشی شام لعل روز نامچہ نویس جو روز مرہ کے الہام تحریر کرتا ہے اور اس پر اس کے دستخط ہوتے ہیں، ملازم ہے۔ مریدوں کا بھی جمگھٹا ہو گیا ہے اور خوش آمدی، مفت خورے، قورما پلاؤ کھانے والے، ہاں میں ہاں ملانے والے، پر کا کوّا بنانے والے، بھی جمع ہو گئے ہیں۔ لنگر جاری ہے کہ آیا گیا بے تکلف مرزا صاحب کے باورچی خانہ سے کھانا کھائے۔ لوگوں کی آمد و رفت ہو گئی ہے۔ کوئی کھانے کا صدائے عام سن کر آتا ہے، کوئی حاجت مند دعا کے واسطے آتا ہے۔ مرزا صاحب کے حکیم ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، حکیم ابن حکیم ہیں۔ کوئی دوا کو، کوئی دعا کو آتا ہے۔ ملہم اور مستجاب الدعوات اشتہاروں اور شہادتوں نے نزدیک و دور مشہور کر دیا ہے۔ کوئی آئندہ حالات کا استفسار کرتا ہے۔ غرض نذر نیاز اور چڑھاوا بھی چڑھنے لگ گیا ہے۔ صبح شام دربار ہوتا ہے۔

مصاحب: پیرومرشد! عاجز نے بڑے بڑے بزرگوں اور صوفیوں اور درویشوں کی صحبت اٹھائی ہے، خدا کی قسم یہ بات یہ تاثیر یہ کیفیت یہ برکت کہیں بھی نہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ یہاں در و دیوار سے نور ہی نور برستا ہے۔

۲۔ جناب میں مدتوں اجمیر شریف میں خواجہ بزرگ کی بارگاہ میں رہا ہوں۔ اچھے اچھے بزرگ اور درویش کامل صاحب کرامت رہتے ہیں، مگر یہ بات کسی میں بھی نہیں۔ حضرت! میں تو آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، مجھ کو مرید بنا لیجئے۔ سب سے اول بندہ ہوں۔

مرزا قادیانی: ابھی ہمیں کسی کو دست بیع کرنے کا حکم نہیں ہوا۔ جب تک اس بارہ میں کوئی الہام نہ ہو، صبر چاہیے۔

حاضرین: ہم لوگوں کا شوق اب صبر کی رخصت نہیں دیتا۔

عاشق سے ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل　　تو کام وہ کہتا ہے جو آتا نہیں مجھ کو

خوش آمدی: بندہ درگاہ تہجد کے بعد جو مصلے پر پڑھا ہوا، تو غافل ہو کر فوراً ایک صحرا لق و دق میں داخل، لیکن فردوس بریں اوس کے روبروئے دشت پر خار نظر آئے۔ شرم کے مارے منہ نہ دکھائے۔ چاروں طرف سے گلاب اور کیوڑہ کی لپٹیں چلی آتی ہیں، دل کو فرحت دماغ کو طاقت پہنچاتی

ہیں۔ یکا یک آسمان سے روشنی کے آثار نمودار ہوئے۔ اوپر جو دیکھتا ہوں ایک قندیل نیچے کو آتا ہے، اس کے بعد دوسرا تیسرا چوتھا پانچواں، ہزار ہا قندیل۔ جنگل کیا ایمن میں بے تکلف سوئی میں دھاگہ ڈال لو۔ مکھی کی ایک ایک آنکھ گن لو۔ مگر مجھ پر سایہ کا کام کر گئی۔ بدن کا بند بند بید کی طرح کانپ گیا۔ اپنے سرو پا کا ہوش نہ رہا۔ ایک ایک پاؤں سو سو من کا ہو گیا۔ بھاگنے کو قدم اٹھاتا ہوں، ٹھوکر کھا کر گرا تو بے ہوش۔ ہوش جو آتا ہے ایک دربار لگا ہوا ہے۔ میرے اردگرد آدمی ہیں کوئی گلاب چھڑکتا ہے لخلخہ سنگھاتا ہے،

ا: تم کون ہو بھائی، کیونکر آئے؟

میں۔ میں، میں مجھ کو..

۲۔ اسے کیا پوچھتے ہو، حضور میں لے چلو (کسی نے میری کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا خبردار ہوشیار ہو جاؤ۔ سینہ تک خنکی محسوس ہوئی اور خوف کافور۔ مڑ کر دیکھتا ہوں ایک بزرگ نور مجسم ہے)۔

میں: حضور کا اسم مبارک

بزرگ: ہمارا نام علی بن ابی طالب ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا دربار ہے۔

میں: مجھ کو قریب سے زیارت نصیب ہوسکتی ہے۔

بزرگ: ہاں تم کو ہم لے چلتے ہیں۔ تمہارے مرزا صاحب موجود ہیں اور تم کو بلاتے ہیں۔

(میرا بازو پکڑ کر مجلس میں لے گئے۔ ایک تخت مرصع پر حضرت رسالت مآب سرور کائنات ﷺ رونق افروز ہیں اور تخت کے برابر کرسی کے اوپر مرزا متمکن اور اردگرد صحابہ کرام اپنے درجہ پر بیٹھے ہیں اور اتنے میں صراحی شرا باً طھورا آئی، تقسیم کا ارشاد ہوا۔ مرزا صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا پہلے ان کو پلاؤ اور خوب پلاؤ۔ میں گلاس ہاتھ میں لے کر بیک جرعہ پی گیا۔ کان میں آواز آئی اللہ اکبر۔ آنکھ کھل گئی وضو کر کے نماز پڑھی)۔

حاضرین: سبحان اللہ، صل علی، کیا مبارک خواب ہے۔

مرزا قادیانی: یہ اس واہب بے منت کا احسان ہے۔ ورنہ میں کہاں اور یہ نعمت غیر مترقبہ کہاں

اے خدا قربان احسانے شوم   دہ چہ احسان است قربانت شوم

مصاحب: حضرت حضور کا مدارج قرب الٰہی ہیں۔ کوئی درجہ بڑھا ہے قطب الاقطاب ہو گئے۔

خوش آمدی: اجی قطب کیا، بلکہ غوث الاعظم

مرزا قادیانی: (مراقبہ سے سر اٹھا کر) اسی وقت ہم کو الہام ہوا ہے، اور خبر دی گئی ہے کہ تو (مرزا) اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ

الرّحمن علّم القرآن لتنذر قوماً ما انذر آباء هم و لتستبین سبیل المجرمین۔ قل انّی امرت و انا اوّل المسلمین۔
یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور صحیح معنی تیرے پر کھول دیئے، یہ اس لئے کہ تا تو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے جو بباعث پشت در پشت کے غفلت اور نا متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہدے کہ میں ماموّر من اللہ اور اول المومنین ہوں

کئی آوازیں: (حاضرین جلسہ سے) آمنّا و صدّقنا (اور یکے بعد دیگرے بیعت ہونے کو بڑھے)

اب مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے مجدد ہونے اور دعوت بیعت کا اشتہار شائع کر دیا۔ ہمیشہ دربار منعقد ہوتا ہے اور لوگ بیعت کرتے ہیں اور قوانین بیان ہوتے ہیں اور مرزا کو مناقب سنائے جاتے ہیں۔

ا۔ سبحان اللہ و بحمدہ دربار میں کیا رونق ہے، نور مجسم بلکہ نور علی نور

۲۔ مجھ کو ابتدائے عمر سے صوفیاء کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور بڑے بڑے مشائخ اور اولیاء اللہ کا دربار دیکھا ہے مگر توبہ توبہ یہ بات کہاں؟

۳۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ لوگ دنیا کے طالب ریائی پر دکانداری کا ڈھنگ جماتے ہیں۔ روزی کا دھندا کرنے کو عبادت کے پردہ میں مکر بناتے ہیں۔ خدا سے اور معرفت سے مہجور، نہ قرآن کی سمجھ، نہ سنت سے واقف، ان کا یہاں کیا ذکر ہے۔

۴۔ شیر قالیں دگر و شیر نیستاں دگر است۔ یہاں ہر دم خدا سے ہم کلامی جو زبان سے نکلتا ہے گویا وہ خدا کا کلام ہے۔

سید امیر علی (سیالکوٹی): حضرت رات جو تہجد کے بعد آنکھ لگ جائے تو عجب نظارہ دیکھتا ہوں کہ حضرت امام ہمام (مرزا) تقوی اور طہارت کا وعظ فرما رہے ہیں اور عجیب عجیب کلمات طیبات بڑے جوش سے بیان فرما کر اپنے مریدوں کو متنبہ کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سب ہوش کرو اور اتقاء کی طرف رجوع لاؤ، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرو، اور دل و جان سے سچے اعتقاد کے ساتھ نماز ادا کرو، اور عبادت کرو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ فرماتا ہے انّ الصّلوة تنھی عن الفحشاء و المنکر (یعنی نماز روکتی ہے برے اقوال اور برے افعال سے) اور پھر قرآن بار بار منادی کر کے کہہ رہا ہے یا ایّھا الّذین آمنوا اتّقو اللّٰہ و آمنوا برسولہ (یعنی اے وہ لوگو

جو ایمان لائے ہو، ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے رسول کے)۔ اور ہم دعا کر رہے ہیں: خدایا خشک ڈالی ہمارے باغ سے کاٹ ڈال۔ (اور جب حضرت کے منہ سے یہ کلمات نکلے تو کل حاضرین مجلس بلند آواز سے گڑگڑا کر ایسے روئے کہ حواس باختہ ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ) ہوش کرو انّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یّشاء (یعنی فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، دیتا ہے جس کو چاہتا ہے)

۲۔ میں نے رات کو دیکھا کہ ایک دریا ناپیدا کنار جو کناروں تک پر ہے ایک گھوڑے پر سوار کنارہ پر کھڑا ہوں۔ عبور کی فکر میں تھا کہ گھوڑا پانی میں داخل ہوا اور رپ رپ کرتا بے تکان چلنے لگا۔

آواز: پلی کے راستہ سے چل کر پار ہو جاؤ۔

میں: جو راستہ ہم نے پانا تھا پالیا۔ اب کون سے غیر پل کی تلاش کر کے سہارا پکڑیں گے۔ ہمارے امام نے ہم کو سیدھا راستہ بتایا ہے دیکھتے جاؤ۔ اپنے راستہ سے پار ہو جاتے ہیں ہم غیروں کے راستہ کیوں جائیں۔ (پار ہو کر حضرت امام ہمام (مرزا) کو جو ایک پاکیزہ جگہ بیٹھے تھے دیکھا اور بہت اصحاب بیٹھے تھے میں بیٹھ گیا وہاں ایک بڑا ڈھیر کئی سو من شکرتری کا لگا ہوا تھا جس کو دیکھ کر متعجب ہو رہا ہوں)

ایک شخص: یہ کیسا ڈھیر ہے اور کس کا ہے؟

میں: یہ ڈھیر ہمارے امام ہمام (مرزا) کی برکات وانوار کا ہے جو میرے سپرد ہے۔

شخص: کچھ ہم کو بھی ملے گا؟

میں: میرے سپرد کیا گیا ہے، جس کو حکم ہو گا اس کو تقسیم کر دونگا۔

حضرت امام: (اشارہ سے) نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

میں وضو کر کے نماز میں مشغول ہوا۔ اٹھتے ہوئے یہ الہام ہوا و اسئلوا اللّٰہ من فضلہ یعنی مانگو اللہ سے اس کا فضل۔

حاضرین: سبحان اللہ سبحان اللہ! یہ سب فیضان صحبت حضرت اقدس ہے۔

۱۔ جو ہمارے حضور کے حاشیہ نشینوں کو حاصل ہوا ہے وہ سلف سے آج تک کسی ولی کو نصیب نہیں ہوا

۲۔ اجی حضرت وہ قصے کہانیاں ہیں، اور یہ چشم دید واقعات۔ ان سے ان کو کیا نسبت؟

۳۔ بھائی اللہ کے دین کی باتیں ہیں و اللّٰہ ذو الفضل العظیم جس کو چاہے دے دیں

۴۔ اجی ہمارے حضرت (مرزا) کی جوتیاں سیدھی کرنے سے بایزید بسطامی بن گئے۔

۵۔ اس میں کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ عیاں راچہ بیان

(اس عرصہ میں ایک شخص فوجی وردی زیب تن سینہ پر تمغہ لٹکائے ہوئے آیا اور کہا) السلام علیکم۔

مرزا قادیانی : وعلیکم السلام۔ مزاج شریف

فوجی : حضرت کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اکثر احباب اور اتقیاء سے سن کر مجھ کو کمال اشتیاق قدم بوسی کا پیدا ہوا آخر جذبہ شوق یہاں تک بڑھا کہ کشاں کشاں لے ہی آیا۔

مرزا قادیانی : آپ نے بڑی عنایت کی آپ کا مشکور ہوں۔ یہ گھر آپکا گھر ہے تشریف رکھئے۔ کوئی میرے لائق خدمت؟ آپ کی تعریف؟

فوجی : میں پہلے ایک رسالہ میں رسالدار بہادر تھا، اب پنشنر ہوں اور شہر لاہور میں میری سکونت ہے۔ خدا کی عنایت سے سب کچھ کمایا۔ خدا کا دیا بہت روپیہ جمع ہے، مگر زمانہ کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیشہ کوئی رہا نہ رہے گا، بقا بجز خدا کے کسی کو نہیں۔ آخر ایک دن جانا ہے، اس قدر جائداد اور نقد کون سنبھالے گا، کون مالک ہوگا۔ یہ غم سینہ میں ہر دم کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ بے اولاد کا رنج سوہان روح ہے۔ خیر میں مرد جہان گرد ہوں ادھر ادھر پھر کر غم غلط کر دیتا ہوں اور ہو بھی جاتا ہے مگر عورتوں کو یہ غم سخت جانکاہ ہے۔ میری بیوی کو اس کا سخت صدمہ ہے۔

مرزا قادیانی : کیا آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی؟

فوجی : عرض کیا نا کہ اسکا بڑا صدمہ ہے۔ اصل پوچھئے تو یہی غرض یہاں تک لائی، آپکے زہد و تقوی اور بزرگی کی تعریف سنی تھی اور آپکی تصانیف اور اشتہارات بھی دیکھے کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں کوئی دعا ردّ نہیں ہوتی۔ اگر دن میں آپ خدا کو سو مرتبہ پکاریں تو وہ آپ کو سو مرتبہ جواب دیتا ہے۔ اگر میرے حال پر رحم فرما کر دعا فرماویں تو گویا دوبارہ زندگی بخش دیں۔

مرزا قادیانی : (مذاقیہ لہجہ میں) اگر آپ کے فرزند پیدا ہو جائے تو کیا دلوایئے گا۔

فوجی : درم ناخریدہ غلام توام۔ تمام عمر غلامانہ اور خادمانہ خدمت بجالاؤنگا۔ بندہ ام تا زندہ ام، کا مصداق رہونگا۔

مرزا قادیانی : سردار صاحب معاملہ صاف اچھا ہوتا ہے ورنہ بعد کو بدمزگی ہو جاتی ہے۔ روپیہ کو مقراض المحبت کہتے ہیں۔

فوجی : جو فرمائیں بدل و جان حاضر ہوں اور بسر وچشم منظور کرونگا۔

مرزا قادیانی : نہیں یہ آپ کی رائے اور مرضی پر منحصر ہے جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ ہم اپنا ایک سال خاص دعا کے واسطے آپ کی نذر کریں گے۔

فوجی : پانچ سو روپیہ نذرانہ اور شکرانہ اس کے علاوہ بعد کو۔

مرزا قادیانی: (دل میں خوش ہوکر) یہ رقم میری اور آپکی دونوں کی حیثیت سے تھوڑی ہے، مگر خیر۔

رسالدار نے خدمت گار کو آواز دی اور پانصد روپئہ نقد کی تھیلی مرزا صاحب کے آگے رکھ دی۔

اجنبی: سلام علیک

مرزا صاحب: وعلیکم السلام۔ مزاج شریف کہاں سے آنا ہوا، کوئی کام؟

اجنبی: میں ریاست مالیر کوٹلہ کا اہل کار ہوں۔ نواب ابراہیم علی خان بہادر کے متعلقین کا بھیجا ہوا خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جناب کو معلوم ہوگا کہ نواب صاحب مرض دماغ میں بیمار ہیں۔ آپ کی تصانیف اور اشتہار میں جو دعاوی درج ہیں، دیکھے گئے، تو نواب صاحب کی صحت کے واسطے دعا کے خواستگار ہیں۔

مرزا قادیانی: آپ جانتے ہیں مجھ کو ایسی فرصت کہاں کہ میں کسی کے واسطے دعا میں اپنے اوقات عزیز ضائع کروں۔ میری دعا عام آدمیوں کی دعا نہیں۔

اجنبی: (پانچ سو روپئہ کی تھیلی آگے رکھ کر) یہ آپ کی نذر ہیں۔

میرزا قادیانی: (خوش ہوکر) اچھا میں دعا کرونگا اور ایک وقت اپنا اس دعا کے واسطے بھی مقدر کرونگا۔ آپ اطمینان کریں، ضرور صحت پائیں گے۔

اتنے میں ایک اور شخص آئے: السلام علیکم

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام آپ کا مزاج اور اسم مبارک

نو وارد: میرا نام مولوی جلال الدین ہے، پیر کوٹ گجرانوالہ میں رہتا ہوں۔ نزول الماء کے عارضہ سے بینائی نے جواب دیدیا۔ دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں ما حضر نذر ہے۔ میں غریب آدمی ہوں۔

مرزا قادیانی: میں آپکی تھوڑی رقم کو اور لوگوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ اپنے مقدور تک دعا کرونگا

(منشی الٰہی بخش لاہوری بتاتے ہیں: سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں، جو بوقت تحریر عصائے موسیٰ منشی صاحب کے پاس موجود تھا، ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء تک اپنے اوقات صافیہ کو وقف فرما کر تحریر فرمایا تھا کہ:

اگر میں نے اس عرصہ میں بفضل رب قدیر، جس کے اختیار میں سب کچھ ہے، کوئی کھلی کھلی بشارت جو مقرون بصدق ہو، آپ کی نسبت نہ پائی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ جس غصہ کا بد اعتقاد چاہیں اختیار کریں۔ اور یقین کہ ایسا ہر گز نہیں ہوگا بلکہ آپ ہی کو اپنا عہد پورا کرنا ہوگا۔ اور یہ تاریخ کتاب میں لکھ لی ہے آپ بھی اس کو لکھ چھوڑیں، ضرور یادداشت لکھ لیں۔

اور مرزا صاحب نے رسالدار میجر صاحب کو فرمایا:

آپ بکلی مطمئن ہو کر اور خیال اور تشویشات چھوڑ دیں اور پکے صدق اور اعتقاد سے میرے وعدہ کے منتظر رہیں۔ جس وقت سال کے عرصہ میں میری طرف سے کوئی بشارت ملی تو خواہ آپ اس کو اخبار میں چھپوا دیں اور اگر وہ بات جھوٹی نکلے تو پھر مجھ سے مواخذہ کریں اور میرا دامن پکڑ لیں۔

اور اس گرامی نامہ کی ابتداء میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

میں اپنے نفس سے حلفاً عہد کر چکا ہوں کہ آپ کیلئے انتہائی درجہ توجہ و جد و جہد کروں اور یقین رکھتا ہو ں کہ میں اس جد و جہد میں کامیاب ہو جاؤں۔

منشی صاحب لکھتے ہیں: وہ معاملہ بھی اب تک ویسا ہی ہے۔ نہ اوقات صافیہ کو وقف کرنے کا کچھ نتیجہ ہوا اور نہ کوئی بشارت ہی آئی، باوجودیکہ رسالدار صاحب نے اپنی حسن ظنی و فراخ دلی سے ۵۰۰ روپئہ بھی، جسکے عوض مرزا نے اپنے اوقات صافیہ کا ایک سال وقف کیا تھا، پیشگی دے دیا تھا۔

منشی الٰہی بخش لکھتے ہیں: خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ کی اول زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کیلئے مرزا صاحب کو لکھا گیا تھا۔ ان کی نسبت مرزا قادیانی بہت کچھ تحریر فرماتے رہے بلکہ انکے انتقال کے بعد مرزا نے ان کی صحت کا حال استفسار فرمایا۔ جب حقیقت حال سے خبر دی گئی تو فرمایا کہ ہم نے بھی ایک بکری سلخ ہوتی دیکھی تھی۔ لیکن پہلے کچھ نہیں فرمایا۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے مرزا صاحب نے دعا کیلئے پیسے لئے ہیں ان میں: بعض متعلقین محمد ابراہیم علی خان والی ریاست مالیر کوٹلہ ہیں جس سے دعا صحت نواب صاحب کے وعدہ و امید پر آپ نے پانچ سو روپئہ لئے مگر وہ اب تک صحت یاب نہیں ہوئے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ ج ۱۴ ص ۱۱۔

اور مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ مولوی جلال الدین ساکن پیر کوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گجرانوالہ، جو مرض نزول الماء نابینا ہو کر کئی بار قادیان میں ماحضر لے کر حاضر ہوئے، اب تک اس مرض سے صحت یاب نہیں ہوئے۔ اور اگر وہ کسی ڈاکٹر کے پاس اپریشن کراتے تو غالباً اچھے ہو جاتے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ ج ۱۴ ص ۱۱۔

اشاعۃ السنہ کی اگلی جلد میں مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں: بے چارہ آپ کا ظلم رسیدہ مولوی جلال الدین ساکن پیر کوٹ ضلع گوجرانوالہ مرض نزول الماء میں مبتلاء ہے اور معمولی علاج ڈاکٹروں کو چھوڑ کر بارہا سفر کر کے آپ کے پاس پہنچا۔ تو اس کو آپ نے اس حیلہ سے لٹکا رکھا کہ میں نے تین شخصوں کے حق میں، جن میں ایک تم اور دو اور ہیں، دعا کی۔ ازانجملہ دو کے حق میں دعا قبول ہو گئی ہے، ایک کے حق میں نامنظور ہو ئی۔ شائد ان دو میں تم ہو۔ جس سے وہ بے چارہ نہ بالکل مایوس ہو کر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ جن لوگوں سے آپ نے روپئہ لے کر دعا صحت اور اولاد کا وعدہ کیا ہوا ہے اور ان کا ذکر رسالہ اشاعۃ

السنہ نمبر ا جلد ۱۳ کے ص ۱۱ میں ہے، وہ بھی اب تک آپ کے حیلے حوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قادیانی صاحب اگر آپ کو درجہ لقا حاصل ہے تو کیوں کبھی آپ کی زبان میں الٰہی طاقت کا تموج نہیں ہوتا؟ اور کیوں کبھی آپ کے کن میں خدا کے کن کا اثر نہیں آتا۔ اگر کبھی آیا ہے تو پھر آپ نے ان بے چارے اہل حاجات کا، جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں، اس وقت کام کیوں پورا نہ کر دیا، اور اپنی گردن کو انکے حق سے کیوں سبکدوش نہ کیا۔ یہ لوگ نہ سہی اور لوگوں کا ہی نام لیں جو آپ کے مد وتموج کے اثر سے فیض یاب ہوئے ہیں، ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ شرم، انسانیت کے لوازم سے ہے۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵ ص ۶۲۔

مرزا صاحب نذرانہ کے نام سے دعاؤں کے پیسے لیتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے جلد گیارہ میں عصائے موسیٰ کی تلخیص کرتے ہوئے کئی واقعات نقل کئے ہیں جہاں مرزا صاحب نے دعاؤں کی محنت کے عوض پیسہ لیا۔ ذیل میں ایک ہی واقعہ کا بیان سیرۃ المہدی کے حوالے سے کیا جا رہا ہے جہاں انہوں نے ایک لاکھ روپئے کا مطالبہ تھا۔ اور یہ ایک لاکھ اس دور کا تھا جب مرزا صاحب جیسے سرکاری منشیوں کی تنخواہ ۱۵ روپئہ ماہوار ہوتی تھی۔ اس دور کا ایک لاکھ روپئہ آج کے کروڑوں روپئہ کے برابر ہے۔ سنئے مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے عبد اللہ سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبد العزیز ہوتے تھے جو کوم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک دوست تھا جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائداد تھا اور لاکھوں روپئے کا مالک تھا۔ مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا جو اس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبد العزیز سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبد العزیز نے مجھے، یعنی عبد اللہ سنوری کو، بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں تم قادیان جاؤ اور مرزا سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کے لئے کہا۔ آپ نے اسکے جواب میں ایک تقریر فرمائی جس میں دعا کا فلسفہ بیان کیا اور فرمایا کہ محض رسمی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دینے سے دعا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک خاص قلبی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جب آدمی کسی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ان دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یا تو اس شخص کے ساتھ کوئی ایسا گہرا تعلق اور رابطہ ہو کہ اس کی خاطر دل میں ایک خاص درد اور گداز پیدا ہو جائے جو دعا کیلئے ضروری ہے اور یا اس شخص نے کوئی ایسی دینی خدمت کی ہو کہ جس پر دل سے اس کیلئے دعا نکلے۔ مگر یہاں نہ تو ہم اس شخص کو جانتے ہیں اور نہ اس نے کوئی دینی خدمت کی ہے کہ اس کیلئے ہمارا دل پگھلے۔ پس آپ جا کر اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپئہ دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کیلئے دعا کرینگے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ پھر اللہ اسے ضرور لڑکا دیدیگا۔ میاں عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر یہی جواب دے دیا مگر وہ خاموش ہو گئے۔ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۶۴۔

مرزا صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

مخدومی و مکرمی اخویم شاہ صاحب :.....نواب صاحب کے لئے یہ عاجز ایک مدت تک بہت تصریح سے دعا کرتا رہا ہے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدل ہوگئی ہے اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی اور یہ خواب بطور کشف تھی چنانچہ اسی صبح کو نواب کو اس خواب سے اطلاع دی گئی ۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے جو اس کتاب کے معاون ہیں، کسی اپنی مشکل میں دعا کیلئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپے بھیجے ۔ اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کیلئے الحاح ہو چکا تھا، مگر یہ عاجز نوابصاحب کیلئے مشغول تھا اس لئے ان کیلئے دعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا، اور جس روز نواب کیلئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کیلئے توجہ سے دعا کریں ۔ سو بعد نماز عصر جب وقت صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب کو شامل کرلیا جائے ۔ سو اس وقت نواب اور منشی الٰہی بخش دونوں کیلئے دعا کی گئی بعد دعا اسی جگہ الہام ہوا ننجی هما من الغم یعنی ہم ان دونوں کو غم سے نجات دیں گے۔ غلام احمد ۔ ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء ۔ اخبار الحکم قادیان ۱۲ ۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۸ ۔

مرزا صاحب ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں :..نواب کی خدمت میں خط روانہ کر چکا تھا اور بذریعہ رؤیائے صادقہ نواب کو بہت تسلی دی گئی تھی، اس لئے اسی خط پر اکتفا کی گئی ۔ اور منشی الٰہی بخش کو اس الہام سے اطلاع دی گئی ۔ اور بروقت صدور اس الہام کے چند نمازی موجود تھے اور اتفاقاً دو ہندو مسمی ملاوامل اور شرمپت رائے بھی جو اکثر آجایا کرتے ہیں، عین اس موقع پر موجود تھے، ان کو بھی اس وقت اطلاع دی گئی ۔ اور کئی مہمان آئے ہوئے تھے ان کو بھی خبر دی گئی ۔ پھر چند روز کے بعد نواب صاحب کا خط آگیا کہ سرائے کا کام جاری ہوگیا ہے سو چونکہ دعا ایسے کام کیلئے کی گئی تھی اس لئے یہ اطلاع دینا فضول سمجھا گیا مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ مجمع کثیر میں یہ الہام ہوا تھا اور کیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عین الہام کے صدور کے وقت دو ہندو موجود تھے جنکو اسوقت مفصل بتلایا گیا اور دوسرے نمازیوں کو بھی خبر دی گئی اور منشی الٰہی بخش کو بھی لکھا گیا، نواب علی محمد خان کی ارادت اور شب و روز کی توجہ اور اخلاص قابل تعریف ہے خدا تعالیٰ ان کو ہر غم سے خلاصی بخشے اور حسن عاقبت عطا فرمائے ۔ آپ نواب صاحب کو یہ بھی اطلاع دے دیں کہ مالیر کوٹلہ سے نواب ابراہیم علی خان والی مالیر کوٹلہ کا خط آیا ہے کہ وہ مبلغ ... روپیہ بطور امدار بھیجیں گے ۔ مگر ابھی آئے نہیں .... والسلام خاکسار غلام احمد ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء ۔ الحکم ۱۹ ۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۶ ۔ بہاء)

مرزا قادیانی کا سفر علی گڈھ

رات کا وقت ہے۔لوگ کھانے سے فراغت پا کر تمام دن کے تھکے ماندے آرام گاہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناول کے ہیرو ایک چوبارہ کی چھت پر ٹہل رہے ہیں ۔ جاء نماز بچھی ہوئی ہے،کبھی اس پر بیٹھ کر مراقب ہو کر نفس سے محاسبہ ہوتا ہے،کبھی کیش بک کھول کر دیکھتے ہیں ۔دس ہزار، چھ ہزار، ایک ہزار، دو ہزار، پانچ سو، تین سو، کوئی بیس ہزار کی رقم ہے ۔اب ہمارے امیر کیا امیر الامراء ہونے میں کس کو شک یا تامل ہو گا ۔قرضہ ادا ہو جائے اور جائداد فک الرہن ہو جائے تو پھر ہم ہی ہم ہیں، رئیس ہیں، امیر ہیں، شریف ہیں، جو کچھ ہیں ہم ہیں

اور کوئی کارخانہ جاری کیا جائے تو معقول منافع ہوسکتا ہے کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج ۔اب ایک بڑی رقم جو ہمارے پاس جمع ہوگئی ہے، زمانہ نازک جاتا ہے، ابھی کوئی آئے جان سے مار کر روپیہ چلتا پھرتا نظر آئے، اور آئندہ کو بھی امید واثق ہے کہ روپیہ کی آمد ورفت رہے گی کیونکہ اعتبار جم گیا، ہوا بندھ گئی، رجوعات خاطر خواہ ہو گیا ہے اور اب شہرت بھی جیسی چاہیے تھی کچھ اشتہاروں نے کچھ رسالوں نے نزدیک و دور مشہور کر دیا ہے۔

اور جو لوگ آتے جاتے ہیں ان کی زبان سے جو اخبار اور اشتہار نہیں دیکھ سکتے سن کر واقف ہوں گے،غرض اب بازار خوب گرم ہو جائے، پھر چین چین ہے ۔مگر ہاں براہین احمدیہ حسب وعدہ شائع نہ ہونے سے کہیں ہوا نہ اکھڑ جائے کیونکہ بدمعاملگی دکانداری کی دشمن ہے۔کسی طرف لوگوں کا خیال منعطف کرنا چاہیے، اور چند ایسے رسالوں کے ذریعہ اشتہارات بشارت دے دینی چاہیے جس میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا جائے (ایک رسالہ سراج منیر ہے جس کی نسبت ۱۸۸۹ء میں چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا اقرار کر کے صدہا روپیہ اور بھی مسلمانان پٹیالہ وغیرہ سے وصول کر لیا لیکن رسالہ مئی ۱۸۹۷ء تک شائع نہیں ہوا۔اشاعۃ السنہ نمبر ا ج ۱۸)

نقد روپیہ کو سوچوں کیوں ہے، ہاتھی چھوٹے گھوڑے چھوٹے ،خدا جانے کیا ہو کیا نہ ہو۔اگر پولیس سے گارد کی درخواست کی جائے ، ہوا اکھڑ جائے لوگ بداعتقاد ہو جائیں ، گوئم مشکل وگرنہ گوئم مشکل، کا معاملہ ہے ۔ ہاں اشاعت اشتہار اور تصانیف تو بہت ہوئے اور ہوتے ہیں اب مصلحت ہے کہ ایک سفر بھی کیا جائے یہ بھی ایک شہرت کا ذریعہ ہے ۔تمام رات اسی ادھیڑ بن میں گئی، آخر تھک کر چارپائی پر گرے تو آنکھ لگ گئی۔سورج نکلا تو آنکھ کھل گئی ، ہاتھ منہ دھویا، نماز پڑھ باہر

برآمد ہوئے اور حوالی موالی نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مصاحب: حضور! آج صبح کی نماز میں بھی شامل نہیں ہوئے؟

مرزا قادیانی: ہاں رات دیر تک جاگنے کا اتفاق ہوا، میں نے کہا تہجد سے فارغ ہو کر پڑ ینگے۔ تہجد کے بعد جو پڑے تو صبح اخیر وقت آنکھ کھلی، اتنا وقت نہیں تھا کہ مسجد آ کر جماعت میں شامل ہوتے

خوش آمدی: حضور کا تو سونا بھی عبادت ہے۔

۲۔ اس میں کیا شک ہے۔

مرزا قادیانی: اس ذکر کو تو چھوڑو میں ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

مصاحب: ارشاد قبلہ عالم پیر و مرشد

۲۔ بندہ نواز! ارشاد

مرزا قادیانی: ہمارا ارادہ ہے کہ ایک سفر کیا جائے۔ ہم کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی ہے کہ سفر لدھیانہ اور ہوشیار پور اور پٹیالہ وغیرہ کا مبارک ہوگا۔

مصاحب: ہمارا تو ایمان ہے کہ آپکا کوئی قول اور فعل بغیر الہام کے نہیں ہوتا، نہایت مصلحت ہے۔

(اسی دن سے انتظام شروع ہوا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں کچھ دنوں میں انتظام اور بندوبست سے فارغ ہو کر سفر کا بندوبست ہوا۔ اور شہر و امصار کی سیاحت کے بعد مرزا صاحب کا وردو علی گڈھ میں ہوا۔ رؤساء شہر خاص و عام کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے لوگ جوق جوق آتے ہیں اور مرزا سے مستفید ہوتے ہیں)۔

ایک صاحب: (متشرع وضع، نہایت ذوق وشوق کے لہجہ میں) سلام علیک۔

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام۔ مزاج شریف۔ جناب کا اسم مبارک۔

نو وارد: میرا نام محمد اسماعیل ہے، میں اسی جگہ رہتا ہوں۔ آپکی تالیفات دیکھ کر مدت سے ملازمت سامی کا مشتاق تھا۔ الحمد للہ کہ تمنائے دلی حاصل ہوئی۔ آپ کی رونق افزائی اس دیار میں نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں۔ آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔

مرزا قادیانی: بسر وچشم۔ میرا کام ہی کیا ہے؟ میرا فرض منصبی یہی ہے۔ اور اس عاجز نے اپنی جان و مال کو اس راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

(مولوی صاحب اس گفتگو کے بعد مرزا سے رخصت ہو کر اپنے مسکن واپس آئے۔ جوق در جوق گروہ در گروہ مردمان مرزا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مولوی صاحب کے پاس جاتے تھے اور بیان کرتے تھے):

۱۔مرزا ہر ایک ملت اور مذہب کے انسان سے اس کی تمنا اور مرضی کے موافق گفتگو کرتے ہیں

۲۔اہل بدعت سے اس کی منشاء اور مرضی کے موافق باتیں کرے اس کو خوش کرتے ہیں اہل سنت سے اس کی طبیعت اور خواہش کے موافق گفتگو کرتے ہیں طرفہ معجون مرکب ہیں۔..

(شہر کے گلی کوچہ میں کیا، گھر گھر مشہور اور زبان زد خاص و عام ہو گئے کہ مرزا صاحب جلسہ عام میں وعظ فرمائیں گے۔غول کے غول غٹ کے غٹ مرد ماں مولوی صاحب کی مسجد کی طرف جاتے ہیں ایک مجمع کثیر اور جم غفیر مسجد میں اکٹھا ہے۔مرزا صاحب کا عنایت نامہ بدیں مضمون آیا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں خدا نے منع کیا ہے کہ میں بیان نہ کروں مجھ کو اشارہ منع کا ہوا ہے۔مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض اور استفادہ کو صدمہ ہوا۔مرزا صاحب کی دعوت مولوی صاحب کے مکان پر ہوئی۔سامان دعوت کیا گیا مرزا صاحب شریک جلسہ دعوت ہوئے۔مرزا کے کچھ انگریزی الہام کا ذکر شروع ہوا)۔

مولوی اسماعیل: الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی سمجھنے کیلئے محتاج واسطہ کا ہوگا۔اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم برابر ہو جاوے گا۔اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد کو بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے، تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاوے گا۔بس اول تو پہلے ہی اطمینان نہیں کہ الہام ربانی اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود مراد الٰہی سمجھنے سے محروم ہو گیا تو بالکل ہی الہامات بےکار ہو گئے

مرزا قادیانی: بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔

(مولوی صاحب متحیر ہو کر ساکت ہو گئے اور سلسلہ گفتگو ختم ہوا اور کہا یہ جواب بھی الہام سے کم نہیں)۔

(جمعہ کا دن آیا اور جمعہ کی نماز کے واسطے مسلمان مسجد میں جمع ہوئے مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہ کی۔ مرزا سخت پیچ و تاب میں تھے غالباً اسی غیظ و غضب میں نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہ ہوئی جسکو مرزا صاحب نے خود ہی لکھا ہے، ہماری نماز نہ ہوئی۔

نماز کے بعد مولوی صاحب کے مکان پر آئے تو اس وقت اتفاق سے محمد عبدالعلی خان رئیس چھتاری بھی موجود تھے مرزا صاحب سے ملاقات کرائی گئی۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو علیحدہ لے جا کر مضطربانہ لہجہ میں کہا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرا دو۔مولوی صاحب نے کہا خود درخواست کرنا، اور اس عجلت کے ساتھ مصلحت نہیں انشاء

اللہ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کو ہارج سمجھ کر رخصت ہوئے۔ اگلے دن مولوی صاحب محمد علی خان صاحب کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہو گی)

مرزا قادیانی: (رئیس موصوف کو علیحدہ لے جا کر) تم کو خدا کا حکم ہوا ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔

رئیس: سبحان اللہ میرے ایسے نصیب کہاں جس کو بیعت کے واسطے خدا کا خاص حکم ہو۔ مگر

مرزا قادیانی: در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ تامل کیا ہے؟ اور اگر مگر کا موقع نہیں۔

رئیس: بیشک اس میں کیا کلام ہے مگر میں کچھ سوچ کر جواب دونگا اور اس بارہ میں گذارش کرونگا۔

(یہ کہہ کر ہر دو صاحب باہر آئے۔ مرزا کے چہرہ پر کچھ آثار خفت اور رئیس کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم ظاہر تھے۔ مولوی صاحب کو بتایا کہ مرزا صاحب بیعت ہو جانے کو فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب مرزا سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپیہ کا مرزا کیلئے اکٹھا ہوا وہ مسلمانوں سے مولوی تفضّل حسین نے اکٹھا کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے)

ڈاکٹر جمال الدین (مولوی صاحب سے)۔ مرزا صاحب آئے تھے کیا حالات دیکھے۔

مولوی اسماعیل : بھائی دکانداری ہے اور وہ بھی خوبصورتی اور خودداری کے ساتھ نہیں۔ اور سید احمد عرب کا کہنا ہے کہ میں نے دو تین ہفتے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں یہ شخص رمالانہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے اسی کا نام الہام رکھ چھوڑا ہے ۔(شفاء للناس۔ص ۷۰۔۷۱)

(۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی، علی گڈھ گئے۔ چونکہ اس وقت ان کی شہرت ایک مناظر اسلام اور اسلامی مصنف کی تھی، مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی اور چند دیگر اصحاب نے آپ کو مسجد میں وعظ کرنے کی درخواست کی، مرزا نے یہ دعوت قبول فرمالی لیکن بعد ازاں مجلس وعظ میں تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہاں اہل اسلام کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا اور مولوی محمد اسماعیل وغیرہ نے اس پر مرزا صاحب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کو مرزا صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

ایک دفعہ مجھے علی گڈھ جانے کا اتفاق ہوا....، مولوی اسماعیل نے، غایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا، ذیل میں معہ اس کے جواب کے لکھتا ہوں...

اسماعیل۔ مجھے فقرات الہام پر غور کرنے سے ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ الہام ہیں۔

قادیانی ۔ ان لوگوں کو بھی یقین نہیں آیا تھا جن کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

کذّبوا بآ یاتنا کذّاباً (النباء ۔ ۲۹)

فرعون کو یقین نہ آیا، یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کو یقین نہ آیا، ابوجہل اور ابولہب کو یقین نہ آیا۔ مگر ان کو آیا جو دل کے غریب اور نفس کے پاک تھے

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسماعیل: مدعی ہونا کرامات کے خلاف ہے اور یہ کہنا کہ جسکو انکار ہو آ کر دیکھے، یہ دعاوی باطلہ ہیں

قادیانی: یہ باتیں انسان کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی طرف سے ہیں جس کو ہر ایک دعوی پہنچتا ہے پھر کون حق پرست ان کو باطل کہہ سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ادعا کسی فوق القدرت بات کا کوئی نبی نہیں کر سکتا۔ مگر کیا ایسا ادعا بتوسط کسی نبی یا رسول یا محدث کے خدا کی طرف سے بھی جائز نہیں؟

اسماعیل: میں ملاقات کرنے سے بالکل بے عقیدہ ہو گیا ہوں۔ میری رائے میں جو موحد ان سے ملاقات کرے ان کا معتقد نہ رہیگا۔ نماز ان کی اخیر وقت ہوتی ہے جماعت کے پابند نہیں۔

قادیانی: مولوی صاحب کی بے عقیدگی کی تو مجھے پرواہ نہیں... ظاہر ہے کہ یہ عاجز چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڈھ شہر میں ٹھہرا تھا اور جو کچھ مسافروں کیلئے شریعت اسلام نے رخصتیں عطا کی ہیں، ان سے دائمی طور پر انحراف کرنا ایک الحاد کا طریق قرار دیا ہے۔ ان سب امور کی رعایت میرے لئے ایک ضروری امر تھا۔ سو میں نے وہی کیا، جو کرنا چاہیے تھا اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے اس چند روزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دو نمازوں کو جمع کر لیا ہے اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھی کر کے پڑھا ہے مگر حضرات موحدین تو کبھی کبھی گھر میں بھی نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں اور بلا سفر و مطر پر عمل درآمد رہتا ہے۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا۔ مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جسکے ادا ہو جانے کا اب مجھے شک پڑ گیا ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الہی نہیں، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں اور

اسی دکان پر ان کا اور انکے عیال کا گذارا ہے.. پس یہ امامت نہیں، یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ کیا آپ بھی ایسے نفسانی پیچ میں پھنسے ہوئے نہیں، پھر کیونکر کوئی شخص دیکھ بھال کر اپنا ایمان ضائع کرے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، وہ پیشگوئی انہیں ملّا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہوکر زبان سے قرآن مجید پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو سفر کی حالت میں جمع کرنا کب سے منع ہوگیا اور کس نے تاخیر کی حرمت کا فتوی دیا۔ فتح اسلام۔ ص ۱۷۔ ۲۶ حاشیہ۔

اس واقعہ کی روایت مولانا عبداللہ شاہجہان پوریؒ نے یوں فرمائی ہے:

مرزا صاحب علی گڈھ آئے تو مولوی اسماعیل بھی خبر پا کر فوراً مرزا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق وذوق کے ساتھ مرزا سے ملاقات کی۔ مگر مولوی صاحب کی ادراک صحیح نے ہر چند مرزا صاحب کی زیارت میں مضمون اذا رأوا ذکر اللّٰہ کو تلاش کیا مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا۔ تو مجبور ہوکر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں، آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔ مرزا نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جائے کہ اسی اثنا میں مرزا صاحب کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا صاحب نے اس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں، مجھ کو اشارہ بمنع کا ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض واستفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ میں جوق جوق مردمان شہر مرزا صاحب کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر جو آیا اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے اہل بدعت سے ان کے حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ میں اہل سنت سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں، تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا، چوتھے جلسہ میں کچھ اور ہی فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا کے انگریزی الہامات کا کچھ ذکر آ گیا۔ مولوی صاحب نے مرزا سے عرض کیا:

الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہو جائے گا۔ اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے تو اس

صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاویگا۔ پس اول تو پہلے ہی یہ اطمینان نہیں کہ الہام ربانیا ور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو، اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں معذور ہو گیا تو بالکل ہی یہ الہامات بے کار ہو گئے۔

یہ خلاصہ اس بات کا ہے جو مرزا صاحب سے جلسہ دعوت میں ہوئی۔اس کے جواب میں مرزا صاحب نے غالباً حالت سکر میں یہ فرمایا کہ بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا۔اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔

اس کے بعد روز جمعہ واقعہ ہوا۔مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہیں کی۔اس کے سبب سے مرزا صاحب کو سخت پیچ و تاب ہوا اور غالباً اسی غیظ وغضب میں مرزا صاحب نے نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی، جسکا اصلی منشا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔

نماز کے بعد مرزا صاحب مولوی اسماعیل صاحب کے مکان پر آئے۔اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبدالعلی خاں صاحب رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔مرزا صاحب سے ان کی ملاقات کرائی گئی مگر اس وقت انکو دیکھ کر مرزا صاحب کا تغیر احوال قابل دید تھا، نہ قابل شنید۔مرزا صاحب فوراً پریشان ہو کر مولوی اسماعیل کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرادو۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ، کچھ مناسب نہیں ہے۔ان شاء اللہ تعالی وہ خود مرید ہو جاویں گے۔مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو حارج مطالب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔

مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبدالعلی خان کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی، اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوگی۔مگر مرزا صاحب پھر فوراً رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولویصاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔رئیس مذکور نے اس وقت بہ لطائف الحیل اس کو ٹال دیا اور مرزا صاحب اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔مولوی صاحب نے مرزا کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار تشتت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا کہ مرزا بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔

اور سنئے، سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔یعنی ڈاکٹر جمال الدین وارد شہر علی گڈھ ہوئے اور مولوی اسماعیل سے ملاقات کی اور مرزا کے حالات دریافت کئے۔مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا بمقتضائے الدّین

النصیحۃ کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی، اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا صاحب جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی کہ ان کے خادم نے کہا نماز پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔ مرزا نے فرمایا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا نہیں پڑھی۔ تو مرزا نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرۃ الغراب تھی۔ کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا؟ غرض کہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کر دیں۔

اور مرزا صاحب کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید احمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور رمالا نہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے، اسی کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا ڈاکٹر صاحب نے واپس ہو کر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اول کافر ٹھہرے۔ منقول از شفاء للناس۔ بہاء)

قادیانی اور لیکھ رام

مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں سراج منیر کی اشاعت کی بشارت اور کچھ پیش گوئیوں کا ذکر وغیرہ درج تھا۔

(اشتہار یوں ہے: رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر: یہ رسالہ اس احقر مولف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام ﷺ کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں، مشتمل ہے۔ چنانچہ خود خداوند کریم جل شانہ عز اسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے، اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی: قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود

اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام باقی ہے۔ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ اول وہ پیش گوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات و وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات یا انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ ان پیش گوئیوں میں

مندرج ہے۔ دوسری وہ پیش گوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ اوران میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ تیسری وہ پیش گوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ انہیں میں آج کل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکے احسانات سے ہم کو بہ تمام تر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس و مبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے۔ تاہم وہ بشارتیں بھی، اگر مل جائیں، اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کر دیں۔ انشاء اللہ اور چونکہ پیش گوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے، تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوش خبری پر دلالت کریں۔ اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین ومخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیش گوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع، جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت، پاویں، تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی و پنڈت لیکھ رام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہو گا۔ ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں ۔ بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں، اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے، اور سب کے لئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں۔ لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنج دہ ہو، تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دکھنے کا موجب ٹھہرے، ہم سخت لعن وطعن کے لائق، بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہریں گے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں ...ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ بعد تصفیہ لکھی جائینگی من جانب اللہ منکشف ہوئی ہیں .... اور ہر ایک کیلئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دعاؤں سے بفضلہٖ ٹل سکتی ہے، اسی لئے رجوع کرنیوالے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آ جاتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی

شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے ...ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی پہلی پیش گوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بر عایت ایجاز واختصار کلمات الٰہیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے..پہلی پیش گوئی۔ بالہام ..خدائے رحیم ..نے ..مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو، جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے، تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام ... خدا نے یہ کہا تاوہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو...میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام، لڑکا، تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل سے ہوگا خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے.. وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا..وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)... مظهر الاول و الآخر۔ مظهر الحق و العلاء کأنّ اللّٰہ نزل من السّماء..نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔... پھر خدا نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا تیری بہت نسل ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض ان میں کم عمری میں فوت ہوں گے ..اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے ..خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کریگا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا.. میں تجھے اٹھاؤنگا .اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی

میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا اور ان میں کثرت بخشونگا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تابروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے ..قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں..راقم خاکسار غلام احمد مولف براہین احمدیہ۔ ہوشیار۔ طویلہ شیخ مہر علی رئیس۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ۔مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۹۷۔ ۱۰۳ مختصراً۔ بہاء)

اس اشتہار کا جواب پنڈت لیکھ رام نے تکذیب براہین احمدیہ میں درج کیا ہے، وہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ مرزا سے مراد اشتہار مرزا صاحب قادیانی، اور پنڈت سے مراد جواب مرزا پنڈت لیکھ رام ہے۔

مرزا: یہ رسالہ سراج منیر اس احقر نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ منکرین حقیت اسلام اور مکذبین خیر الانام کی آنکھوں کے آگے چمکتا ہوا چراغ رکھا جاوے۔

پنڈت: براہین احمقیہ کے چھ سو صفحہ بھی اسی غرض سے سیاہ ہوئے تھے۔ اسکے سارے بناوٹی الہام اور تین سو ساٹھ دلائل براہین احمقیہ کا لشکر لے کر خدا کا آنا، اور قطب کی طرح اس کا غیر متزلزل ہونا وغیرہ ثبوت رائیگاں گئے اور سب نکمے ہو گئے۔ اب سراج بے نور سے کیا اندھیرا چھائے گا۔ یہ تو صدیقوں کی صرصر حملہ سے ایک دم میں گل ہو جائے گا۔

مرزا: اور بڑی بڑی پیش گوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں، مشتمل ہے۔

پنڈت: آج تک جتنی پیش گوئیاں درج براہین احمدیہ ہوئی تھیں ان میں کیا خاک اڑی جو آئندہ اڑے گی ۔ نہ کسی کا نام ونشان۔ ایک ہندو اور ایک آریہ اور چند مسلمان، مجہول عبارتیں، الف لیلی اور بدر منیر کی حکایتیں، جھوٹے قصے فضول افسانے ۔تمام کتاب خود ثنائی سے مملو۔ خدا نے مجھے عیسی بنایا، میں نے موسی کے ساتھ کھانا کھایا۔ محمد (ﷺ) حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین میرے مکان پر آئے اور حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنے زانو پر رکھا۔ اور سب اولیاؤں سے میں برتر ہوں۔ فلاں جگہ سے میرے پاس دس روپیہ آئے ۔فلاں شخص کا میں نے تپ دق کھویا۔ یہ کیا اور وہ کیا۔ اصل میں دیکھو تو نہ کسی کا سر، نہ پاؤں۔ طبع زاد قصہ اور ابلہ فریب باتیں اور قادیانی دھوکہ۔

مرزا: خدا نے اس ناکارہ کو اپنے بعض اسرار مخفیہ وغیرہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا ہے

پنڈت: بھلا قرین قیاس ہے کہ ناکارہ آدمی کو خدا نے اپنے مخفی اسرار بتا دیئے، اور وہ اسرار یہ ہوں

کہ مرزا کے پاس فلاں جگہ سے دس روپئہ آوینگے، اور مرزا کے ہاں بیٹا ہوگا، اور مرزا کا فلاں دوست امتحان میں پاس ہوگا، اور فلاں ماخوذ۔ بھلا قادیانی کی سبک دوشی کیونکر ہوئی جب کہ اعتراضات کا بھاری بوجھ اس کی گردن پر ہے، جس سے قیامت تک نجات، وہم و قیاس سے افزوں تر ہے۔

مرزا: حقیقت میں اسی کا فضل ہے جس نے چار طرفہ کشاکش اور مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔

پنڈت: اس کا نام فضل نہیں بلکہ قہر ہے کہ آپ کی ضلالت اور بطالت کا باعث، اور مخالفین سے مخلصی نہیں بلکہ شکنجہ عذاب میں گرفتاری ہے، آپ کے حق میں موجب نہایت گریہ و زاری ہے۔

مرزا: اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ صرف چند ہفتوں کا کام ہے۔

پنڈت: ہم کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ چند جھوٹے قصوں کا اس میں انصرام ہوا ہے، جس کا آغاز ہے نہ انجام ہے، بلکہ از اول تا آخر مجموعہ خیال ہے۔

مرزا: اس رسالہ میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہوں گی۔ اول وہ پیشگوئیاں کہ جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں.. دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں.. اور تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔

پنڈت: فریب ہے، نہ کچھ رنج کا ذکر ہوگا، نہ راحت کا، نہ حیات کا، نہ وفات کا، اپنے معاونوں کی توصیف جا بجا ہوگی۔ انشاء اللہ ہنگام طبع یہ سب حقیقت کھل جاویگی جیسے براہین احمقیہ سے ظاہر ہے اور اس کے مطالعہ الہامات سے باہر۔

مرزا: ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔

پنڈت: چند نامی آریہ صاحبان وہ ہونگے جنھوں نے مرزا کا مکروفریب جو بذریعہ اشتہارات شائع کیا گیا ہے اور قادیان کے ہندو وہ دس ساہوکار فرضی معاہدہ کرنے والے ہوں گے جنھوں نے علیحدہ اشتہار چھپوا دیا تھا کہ نہ ہم نے وعدہ ایک سال تک کا کیا، نہ ہم اس کے الہام کو راست مانتے ہیں یہ سب مرزا کی جعل سازی ہے، خود ہی مسودہ بنایا ہے خود ہی نام لکھ دیا خود ہی چھپوایا۔ اگر اپنی ذات کو لیتے تو بہتر تھا کیونکہ جگ بیتی سے آپ بیتی کا قصہ معتبر ہوگا۔

مرزا: اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکے احسانات سے ہم کو یہ تمام تر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالموں کے

ہاتھ سے اپنی حفظ وحمایت میں رکھے اور روس منحوس کومحبوس ومعکوس ومبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح نصیب کرے تاہم وہ بشارتیں بھی (اگر مل جائیں) اس عمدہ موقع پر درج رسالہ کردیں انشاءاللہ

پنڈت: اس الہام میں مرزا صاحب شاید انگریزوں کی فتح اور روس کی شکست بتا چکا، تاکہ انگریز خوش ہوکر اسے ثانی عیسی مانیں۔مگر یہ خیال خام ہے، دانایان فرنگ اس کے فریبوں کوخوب جانتے ہیں اور شعبدوں سے بخوبی واقف ہیں۔اگر مرزا کوالہام کا دعوی ہے تو جنگ روس اور انگلش کا مفصل حال لکھئے کہ فلاں مقام اور سنہ میں لڑائی ہوگی اور فلاں فلاں مشہور اشخاص کام آویں گے اور فلاں گروہ مظفر اور منصور ہوگا، وغیرہ، مفصل حال لکھ کر دوسری براہین احمقیہ چھپوائیں تاکہ الہام کی حقیقت روشن ہوجائے ورنہ ایک نجومی کا قصہ شاہد حال ہوگا:

> بادشاہ نے ایک نجومی سے پوچھا کہ یہ غنیم جو ہم پر چڑھ آیا ہے، اس جنگ میں جس کی فتح ہوگی اس کا نام بتلاؤ۔نجومی نے کہا کہ آپ کو فتح ہوگی اور غنیم کوشکست ۔ بادشاہ نے کہا اچھا لکھ دو۔ نجومی نے کہا، بہت بہتر یہ لیجئے۔اور فوراً لکھ دیا۔ جب گھر واپس آیا تو گھر والی نے اس کو تنگ کیا کہ یہ تو نے کیا کیا، جولکھ دیا۔لکھ دینا مناسب نہ تھا۔غیب کی بات ہے خبر نہیں کیا ہو؟ نجومی نے کہا میں نے جو کچھ کیا ہے سوچ کر کیا ہے۔اگر شکست ہوئی تو ہم سے کون پوچھے گا، اور فتح ہوئی تو پانچوں گھی میں ہیں۔

قادیانی نے یہی سمجھا ہوگا کہ اگر انگریز کی فتح ہوئی تو ہم ملہم بن جائینگے ورنہ خدانخواستہ غدر میں کون پوچھے گا۔ اور اسکے خیال میں جنگ کا بھی ابھی اسکی زندگی میں ہونا ہی غیرممکن ہے

مرزا: چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے، تا ہمیشہ خوش خبری پر دلالت کریں۔

پنڈت: شائد خوش خبری آپکے مخالفوں کیلئے اختیاری نہیں اور اپنی ذات اور معاونین کیلئے درم خریدہ معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی ذات خاص اور معاونین کی نسبت کوئی نحوست بدبختی حیات اور ممات کا الہام نہیں دیکھا۔(تمہارے) خدا کا بھی یہ خوب (طریقہ ہے) کہ یکطرفہ خبریں دیا کرتا ہے۔

مرزا: اسلئے ہم بانکسار تمام موافقین ومخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوارطبع (جیسے خبرموت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو ناچیز کو معذور تصور فرماویں

پنڈت: عجز وانکسار کا کیا موقع ہے؟ عقلاء موت کی خبر سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ احسان مانتے ہیں، مگر مکاروں سے ضرور نفرت کرتے ہیں۔آپ کی حیات ووفات کا حال اگر درج رسالہ کریں تو چشم وا کر کے پہلے اپنی اور اپنی اولاد اور تمام کنبہ کو بھی اس خبر میں شامل کرلیں تاکہ درست سمجھی

جاوے اور اگر صرف مخالفوں کی ہی نسبت دریدہ دہنی کی تو پھر ہمارے حملہ بھی آپ جانتے ہیں قبر تک بھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر پیش گوئی مطابق نہ پڑی تو پھر بھی شرماؤ گے۔ ہاں پیشگوئی تو اس کا نام ہے کہ آپ کی پیش گوئی لغو ہوگی اور اس کی بلا آپ کے سر پڑے گی۔

مرزا: جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی اور پنڈت لیکھ رام پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت اور تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔

پنڈت: بس حضرت، منشی اندرمن سے تو مباحثہ کر چکے، اب بھٹیاریوں کی طرح دست و گریبان ہو جانے پر آمادہ ہو جاؤ گے اور دشنام دہی اور بد اندیشی پر۔ اور اگر آپ کو مخالفین کے بارے میں خبر ہوتی ہے تو اہل اسلام میں ملا عبدالرحمٰن قصوری اور لودھیانہ دیوبند کے علماء جنہوں نے آپ کے حق میں کفر کا فتوی لگایا، آپ کی پیش گوئی حیات و ممات سے محروم رہے۔ یہ آپ کی پبلک کو صاف دھوکہ دہی ہے، آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں۔ محض طول اور فضول پیچ دار باتیں لکھنا آپ کا شیوہ ہے جیسا کہ براہین احمدیہ میں پر کر رکھی ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ انشاء اللہ وقت شیوع رسالہ مذکورہ بالا ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ یہی الہام ہے۔ بجائے پنڈت لیکھ رام، لیکھ رام لکھ دیا، اب خدا پنڈت لیکھ رام صاحب کی نسبت متحیر ہوا۔ جب وہ چھ ماہ قادیان میں رہ کر آپکے الہام دیکھنے کے مدعی رہے اور طرح طرح کے اشتہارات چھپواتے رہے، اس وقت کچھ نہ بن آیا اور زک اٹھاتے رہے۔

مرزا: ان صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں۔

پنڈت: آپ میں نیکی کرنے کا مادہ ہی نہیں۔ خدا خوب جانتا ہے کہ آپ جیسا کوئی بدخواہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی خیر خواہی اور بدخواہی کا بول صرف پانچ سات روپیہ ہے جس نے کچھ دے دیا اس کے خیر خواہ ہیں ورنہ بدخواہی میں کچھ کلام نہیں۔

مرزا: اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔

پنڈت: آپ میں نیکی کرنے کا مادہ بھی نہیں۔ آپ کی نیکی الم نشرح ہے۔ جن مسلمانوں نے کچھ نہ دیا ان کو براہین احمقیہ میں لکھا وہ جیتے جی ہی مر جائیں گے، اور جس نواب صاحب نے آپ کی کتاب نہ خریدی ان کی کیسی اہانت کی۔ مرزا امام الدین اپنے چچا زاد بھائی کی تو بجائے مشکوری کے دشمن جانی بن گئے کہ انہوں نے آپ کو اس مکر و تزویر سے منع کیا تھا۔

مرزا: اور بنی نوع انسان کی ہم دردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے۔

پنڈت: سچ ! دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہی ہمدردی ہے کہ بنی نوع انسان تو ایک طرف، خاص اپنے جدی بھائیوں کی نسبت اپنے اشتہار کے اخیری صفحہ کی تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ میرے جدی بھائیوں کی جڑ کٹ جائے گی، اور وہ لا ولد رہ کر ختم ہو جائیں گے، اور خدا ان پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے، اور ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے، اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ اور اپنی نسبت لکھا ہے کہ میری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیلے گی اور گھر برکتوں سے بھر جائیں گے۔ میری اولاد منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک رہے گی، وغیرہ۔

ناظرین غور کریں کہ بنی نوع کی ہم دردی ہے یا خود ستائی و بے دردی۔ ہمدردی تو اس کا نام تھا جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی نسبت لکھا ہے نہ اس کے برعکس اپنوں کی جڑ کاٹنا اور لا ولد رہنا اور موت بلا ہونا اور ان کا گھر بیواؤں سے بھرنا۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا　دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　کہ با دوستانت خلاف است جنگ

مرزا: لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنج دہ ہو تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔

پنڈت: ہاں اگر اپنی ذات عیال اطفال موافقین اور مخالفین کی کوئی خبر یکساں لکھے تو بیشک باعث مجبوری ہے، ورنہ قطعی مکر و فریب مفہوم ہوگا۔ اور عام و خاص کی رائے میں مکر قادیانی معلوم ہوگا۔

مرزا: ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی کے دل دکھنے کا موجب ٹھہرے تو ہم سخت لعن طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہریں گے۔

پنڈت: لعن طعن سے آپ کو کیا ڈر ہے، بلکہ باعث کروفر ہے۔ آپ کے معاونین کہا کرتے ہیں کہ لعن طعن سے ترقی مناسب ہوتی ہے ...اگر بصورت مختلف ہاتھ وزبان کٹوائے جانیکی شرط ہوتی تو بے شک دوسروں کیلئے عبرت ہوتی۔

مرزا: ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں....کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے۔

پنڈت: آپ کی قسم کا کیا اعتبار ہے؟ جس افقط دو چار روپیہ پر مدار ہے۔ نیک نیتی یہی ہے کہ جدی بھائیوں کی جڑ کاٹتے ہو، اپنی نسل پھیلاتے ہو۔ ایک روپیہ کی کتاب کے سوسو پچاس پچاس لیتے ہو۔ لوگوں کی طرف سے جھوٹے دستخط کر کے جھوٹے خط چھپواتے ہو۔ بیواؤں کے چھلے مرکیاں تک

اتر واتے ہو۔ کتاب چھپوانے کیلئے لوگوں سے روپیہ لئے اور عیش وعشرت میں اڑا دیئے۔ لوگوں کو زکوۃ نکالنے حج کرنے اور مسجد بنانے سے مانع آتے ہو، اور جو آپ سے ملنے آتا ہے اس سے پانچ چار لئے بغیر بات نہیں کرتے۔ اور یہی نیک نیتی ہے کہ مخالفین کا مرنا چاہتے ہو، اور یہی نیک نیتی ہے کہ منشی اندرمن مرادآبادی کو رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج کر مباحثہ کرنے اور الہام دکھانے کے لئے تین سو کوس سے بلوایا، حسب وعدہ روپیہ دینا پڑا تو فوراً بھاگ گئے اور اپنا عجز چھپوا دیا۔ جب منشی اندرمن وطن تشریف لیگئے تو پھر جھوٹے اشتہارات کا جاری کرنا شروع کر دیا۔ اور کہتے ہو جو مسلمان میرے قدموں پر چلے گا اسکی نجات ہوگی اوروں کی نہیں۔ اور اپنے تئیں سب اولیاؤں سے بزرگ تر بتلاتے ہو۔ الحق کہ آپ کی نیک نیتی کہاں تک لکھی جائے کہ ناحق ناظرین مطالعہ سے کلفت اٹھائینگے، آپکے الہامات اور کتابات کچھ معمہ نہیں کہ دقت ہو: ایں جبہ وعصا رامن خوب مے شناسم

مرزا: ہم پر خود اپنی نسبت، اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت، اپنے بعض دوستوں کی نسبت، اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں، اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت، بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت وفوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔

پنڈت: مرزا صاحب آج تک تو آپ کو اپنی نسبت کوئی خبر متوحش نہ ملی۔ خدا کو بھی جرأت نہیں کہ آپ کی نسبت بری خبر بھیجے، خوف کے مارے تمام خبریں فرح بخش ونشاط افزا بھیجتا ہے۔ بعض جدی اقارب مرزا امام الدین وغیرہ آپکے چچازاد بھائی ہیں جو آپ کا مکر ظاہر کرتے ہیں۔ دوستوں سے مراد قادیان کے دس ساہوکار ہوں گے جنہوں نے آپ کا بطلان کیا تھا۔ اور فلاسفر قومی بھائیوں کی عبارت ابوعبدالرحمٰن صاحب قصوری اور دیوبند اور لودیانہ کے بعض علماء سے ہوگی جنہوں نے کفر کا فتوی آپ کے حق میں دیا، اور دیسی امیر نو وارد سے کوئی ایسا ہی روشن ضمیر ہوگا جس پر آپ کی حقیقت کھلی ہوگی، اور جب منجانب اللہ آپ کی نسبت متوحش خبری منکشف ہو چکی ہیں تو تصفیہ کس سے ہوگا منصف کون بنے گا؟ محقق ہوں تو آپ جیسے ہوں جو اللہ کی خبروں میں بھی مشکک ہیں۔

مرزا: اور ہر ایک کیلئے ہم دعا کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو، تو دعاؤں سے بفضلہٖ تعالیٰ ٹل سکتی ہے۔ اسی لئے رجوع کرنے والے مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (جون ۱۹۰۴ء میں گورداسپور میں مرزا صاحب نے فرمایا: دعا کا اثر مثل نر و مادہ کے ہوتا ہے کہ جب وہ شرط پوری ہو اور وقت مناسب مل جائے اور کوئی نقص نہ ہو تو ہر ایک امر ٹل جاتا ہے اور جب تقدیر مبرم ہو تو پھر ایسے

اسباب دعا کی قبولیت کے بہم نہیں پہنچتے ۔طبیعت تو دعا کو چاہتی ہے مگر توجہ کامل میسر نہیں آتی اور دل میں گداز نہیں پیدا ہوتا۔نماز سجدہ وغیرہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بدمزگی پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام بخیر نہیں اور تقدیر مبرم ہے اس مقام پر ایک مرید نے عرض کیا کہ جب نواب محمد علی خان کا صاحبزادہ سخت بیمار ہوا تھا تو جناب کو اس قسم کا الہام ہوا کہ تقدیر مبرم ہے اور موت مقدر ہے ،لیکن پھر حضور ،مرزا، کی شفاعت سے وہ تقدیر مبرم ٹل گئی ۔

آپ ،مرزا، نے فرمایا کہ سید عبدالقادر جیلانی بھی لکھتے ہیں کہ بعض وقت میری دعا سے تقدیر مبرم ٹل گئی ہے ۔اس پر شارح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اعتراض کیا ہے کہ تقدیر مبرم تو ٹل نہیں سکتی پھر اس کے کیا معنی ہوئے؟ آخر خود ہی جواب دیا ہے کہ تقدیر مبرم کی دو اقسام ہیں ایک مبرم غیر حقیقی ایک مبرم حقیقی ہے ۔ جو مبرم حقیقی ہے وہ تو کسی صورت نہیں ٹل سکتی جیسے کہ انسان پر موت آنی ہے ،اب اگر کوئی چاہے کہ اس پر موت نہ آوے اور یہ قیامت تک زندہ رہے تو یہ نہیں ٹل سکتی ۔دوسری غیر حقیقی وہ ہے جس میں مشکلات اور مصائب انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور قریب نہ ٹلنے کے نظر آویں اسکا نام مجازی طور پر مبرم رکھا گیا ہے ورنہ حقیقی مبرم تو ایسی ہے کہ اگر کل انبیاء بھی مل کر دعا کریں کہ وہ ٹل جائے تو وہ ہرگز نہیں ٹل سکتی ۔الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۰، بہاء)

پنڈت: آپ تو مقبولوں کے سرغنہ ہیں ....ہم چند اشخاص کے نام لکھتے ہیں، انکی مراد پوری کیجئے:
نواب صاحب کوٹلہ کو تھوڑے عرصہ سے خلل دماغی ہے ۔نواب رام پور کو پتھری وغیرہ کا بڑا مرض ہے ۔صدیق حسن خان بھوپال والے معزول ہیں ۔ اوران کی نسبت جو جو مقدمات دائر ہیں ان سے نہایت ملول ہیں (۱۸۸۰ء کے عشرے میں بعض الزامات کی بنا پر نواب سید صدیق حسن کو معزول کر دیا گیا تھا الزامات اور صفائی سے متعلق اخبار کوہ نور لاہور اور ماہنامہ اشاعۃ السنہ لاہور میں شائع ہونے والی دو تحریروں کی تلخیص نقل کی جارہی ہے جس سے الزامات اوران کی حقیقت کسی حد تک واضح ہوجاتی ہے ۔قارئین متفرقات کا سیکشن میں ملاحظہ فرمائیں ۔بہاء) ...ایک ریاست کے ایک معزز اہل کار مشتاق ہیں کہ ممبر کونسل ہو جاویں، دعا کا لٹکا دکھایئے ،تا کہ خزانہ ریاست سے آپ کی خود مدد کریں اور لوگوں کو دو دو چار روپیہ کی تکلیف نہ دیں ۔اور ایک ناظم ریاست پٹیالہ کی آنکھیں آپ کے مطیع ایک ڈاکٹر کے ہاتھ سے معالجہ میں جاتی رہی ہیں، ڈاکٹر صاحب پر احسان کیجئے ۔ آپ نے ان سے نمبروار ایک سال کا وعدہ بھی کیا تھا کہ ہم نمبروار دعا کرتے ہیں ایک سال کامل ہوگیا اب تو ان کا نمبر آ گیا ہوگا۔اور جانے دو شاہ برہما کی طرف توجہ کیجئے کہ آپ کو کوئی ملک مل جاوے ۔مرزا صاحب نے تحصیل زر کی ترکیب تو خوب سوچی ہے کہ پہلے لوگوں کو ڈراویں اور پھر دعا کے بہانہ ان کو لوٹیں، مگر میرا تجربہ تو یہ ہے کہ کوئی سادہ لوح بھی آپ کی کھوکھلی دعاؤں پر یقین نہ کرے گا۔

مرزا: اگر کسی پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو، ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جسکے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اسکے وقت ظہور سے خبر نہ دی جاوے۔

پنڈت: آپ کی علت غائی یہ ہے کہ لوگ ڈر کر آپ کی طرف رجوع لاویں اور بھینٹ چڑھاویں اور تحریر بھیج دیں۔ آپ سے کوئی نہیں ڈرتا، بے شک جی کھول کر درج کیجئے اور ادھر ہمارا شعلہ طور بھی تیار ہوتا ہے ہم بھی اپنا الہام سنائینگے اور غیب کی باتیں بتائیں گے مگر ناظرین کو آپ کے الہامات کی قسم کہ کوئی صاحب سہواً یا عمداً کوئی تحریر اقرار کی آپکے پاس نہ بھیجیں تا کہ معاون افترا پردازی ہوں

مگر مرزا صاحب خود بھی خبردار رہنا کہ جیسے قادیان کے دس ساہوکاروں کی طرف سے جعلی خط مشتہر کیا تھا کوئی قادیانی فریب بنا کر درج رسالہ نہ کر دینا۔ ہم منتظر ہیں فوراً آپکا کچا چٹھا کھولا جائے گا۔ مرزا نے اشتہار کے مشتہر کرنے میں سوچا ہوگا کہ دیکھیں کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں تا کہ اس سے پہلو بچائیں۔

فریب کی بنیاد نہیں ہوتی۔ ایک پہلو بچائیں گے دس پہلو نکل آئیں گے۔ افسوس کہ جن چیزوں کے افشاء کا خدائی منشاء ہو اور آپ اخفا کریں۔ اور یہاں تو امورات دل آزاری کو چھپانے کا منشاء ظاہر کیا اور اخیر صفحہ اشتہار پر دیکھو اپنے جدی بھائیوں کی نسبت کیا کیا سخت کلامیاں کی ہیں۔ اور براہین احمقیہ میں کیا کیا بکواس ہے۔

مرزا: ان ہرسہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی پہلی پیش گوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے۔

پنڈت: یہ محض خلاف ہی پیش گوئی نہیں ہوئی کیونکہ اس احقر کو صفائی قلب اور نیک نیتی کے سبب کبھی کبھی اوتعالی کی بارگاہ میں دخل روحانی ہوتا ہے کسی وقت اور کسی مقرب یا خود اوتعالی سے آپ کا ذکر نہیں سنا۔ آج ... جو صفائی قلب میسر ہو کر پھر گذر ہوا تو آپ کی تصدیق کلام کے لئے بارگاہ باری تعالی میں جو عرض کرنا چاہا، تو ابھی غلام احمد ہی میری زبان پر گذرا تھا:

اوتعالی: (نہایت جلال سے) وہ شخص تو روز ازل سے مکار و غدار اور مفتری پیدا کیا گیا ہے اور زمانہ آئندہ میں ایک دو شخص ایسے اور بھی ہوں گے۔

پنڈت ۔ بارخدایا! ایسے مکار کو سزا کیوں نہیں دیتا جو بندگان ایزدی کو گمراہ کرتا ہے۔
اوتعالی: ابھی اس کے پچھلے اعمال کا بدلہ باقی ہے۔ تین سال میں سزا دی جائے گی۔
پنڈت: پچھلے جنم میں وہ کون تھا۔
اوتعالی: گھنّی لومڑی تھی جو مکروفریب سے جنگل کے جانوروں کو کھایا کرتی تھی۔ وہی مکروفریب اس کی ذات میں ہیں۔
(چنانچہ اوتعالی نے مجھ کو لوح محفوظ دکھائی جس میں سب مکاروں سے اول نام نامی مرزا کا درج تھا)
پنڈت: خداوند اس نے یہ اشتہار جاری کیا ہے کہ مجھ کو الہامات ہوتے ہیں۔
اوتعالی: محض جھوٹا ہے۔ ہم نے کوئی الہام یا پیش گوئی نہیں بتلائی۔ جو باتیں وہ لکھتا ہے یا لکھے گا اس کے برعکس ہوگا۔ تو جا اور بذریعہ اشتہار اس کا جھوٹ مشتہر کر، تاکہ میرے بندے نجات پاویں ۔ الماموں معذور
مرزا: پہلی پیش گوئی بالہام ..خدائے بزرگ و برتر نے ..
پنڈت: جب کہ یہ سب سے اول پیش گوئی ہے تو آپ کے اقوال کے موافق اور تمام پیش گوئیاں جو اس سے پہلے درج براہین احمقیہ ہوچکی ہیں جھوٹی ہوئیں۔ حقا کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔
مرزا: خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔
پنڈت: رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہوگا۔ آپ تو ہر ایک بات کو الٹا سمجھتے ہیں اور ر ، ز ، میں امتیاز نہیں رکھتے۔
مرزا: میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔
پنڈت: خدا کہتا ہے جھوٹوں کا جھوٹا ہے، میں نے کبھی اس کی دعا سنی نہ قبول کی۔
مرزا: اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کیا۔
پنڈت: خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے۔ آپ نے نبا کنجر کی سرائے میں شاید لودیانہ جیل خانہ کے متصل فروکش ہونے کو مبارک سمجھا ہوگا۔ مرزا صاحب کو فرقہ طوائف بہت پاک معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہر لدھیانہ چھوڑ کر کنجر کی سرائے پسند کی اور براہین احمدیہ کی مدد میں طوائفان کا مال جو شرع محمدی میں قطعی حرام ہے شامل کیا (انبالہ شہر میں ایک جڑونتی تھی وہ بڑی مالدار تھی جب اس کی بیٹی مسماۃ اللہ دئی ایک دختر خورد سال چھوڑ کر مر گئیں تو اس کا بیٹا مسمی اللہ دیا اہل حدیث کی صحبت میں بیٹھ کر تائب ہوگیا۔ اس لڑکی خورد

سال یعنی اپنی بھانجی کا نکاح مولوی محمد صدیق صاحب سے کر دیا۔زیور اور جائداد کو جو حرام سے پیدا کی گئی تھی، اس سے نہیں رکھا، اور لالہ راج کنوار داروغہ سے تمام قرض لے کر اس نے بساطی کی دکان کی۔خدا نے اس کو برکت دی۔ شائد یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔اس کا تذکرہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ اور محمد جعفر تھانیسری نے رسالہ تائیدآسمانی میں لکھا ہے) انبالہ میں تو مرزا صاحب نے پلیٹ فارم پر پولیس کے سپاہیوں سے دھکے کھائے اور پٹیالہ میں امراء وزراء سے خوب روپیہ اڑائے۔قصبہ سنور میں ایک برہمن سے مباحثہ کرنے میں ہار کر رات کو بھاگے مگر اس سفر میں اعلیٰ درجہ کی مبار کبادی کنجر کے گھر میں ہونیکی ہوگی۔

مرزا: سوقدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔رحمت کا نشان فقط نبا کنجر کی سرائے ہے اور بس

مرزا: اے مظفر تجھ پر سلام۔

پنڈت: الفاظ تو یہ تھے،اے منکر و مکار تجھ پر آلام۔

مرزا: خدا نے یہ کہا تاوہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ جلد مصنوعی کو فی النار کرونگا اور قبر سے نکال کر جہنم میں ڈالوں گا۔

مرزا: تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

پنڈت: آج تک گویا جس کا نام اسلام ہے وہ محض خیال خام تھا۔اور جس کا نام قرآن ہے وہ شرف کے مرتبہ سے برکراں تھا۔اب مرزا کی بدولت شرف و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا اور قرآن و اسلام کا نام نیک نام ہوگا یا بدنام۔

مرزا: اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے

پنڈت: مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق معہ اپنی تمام برکتوں کے مفقود،اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آوے گا اور باطل جاوے گا۔

مرزا: میں تیرے ساتھ ہوں۔

پنڈت: پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا؟ البتہ خدا کا فرمان تھا کہ میں مرزا کے ساتھ نہیں، اس کا مددگار شیطان ہے۔..

مرزا: تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے

گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔

پنڈت: خدا نے یہ فقرہ سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا؟ میں نے عرض کیا میں دوسو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں، مجھے کیا معلوم؟ (فرمایا) مرزا اب پچاس سالہ ہے اور سلطان احمد اور فضل احمد اس کے دو فرزند حیات ہیں جن میں سے ایک ستائیس اور دوسرا پچیس سالہ ہے۔ باوصف اس کے ڈیڑھ سال ہوا کہ ایک عورت سے اور شادی کی ہے۔..(اب) وہ حاملہ ہوگئی اس سے جو لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام پاک لڑکا رکھا ہے۔ (میں نے) عرض کیا واقعی لڑکا ہوگا؟ (فرمایا) نہیں لڑکی ہوگی، مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔

مرزا صاحب! اب میرا سوال ہے کہ آپکے یہ لڑکا اب کی دفعہ ہوگا، یا دوسری دفعہ؟ تاہم عبارت اصلی کہتی ہے کہ اگر ایکے دفعہ لڑکا ہوگیا تو الہام سے ہوا، ورنہ دوسری دفعہ کی تاویل بناؤ گے۔ کیوں صاحب! اب خدا نے آپ کو پاک اور ذکی لڑکا دینےکی بشارت دی ہے، کیا پہلے لڑکے دونوں کریہہ منظر ناپاک غبی ہیں؟ اپنی ذریت ہونے سے ان کی نسبت جناب کو کچھ شبہ بھی ہے؟

مرزا: اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔

پنڈت: ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔

مرزا: اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔

پنڈت: کیا آپ کو شیطانی روح عطا ہوئی ہے؟ اور آپ کی نسبت یہی کہنا چاہیے کہ ناپاک اور پلید روح دی گئی ہے۔

مرزا: وہ نور اللہ ہے۔

پنڈت: وہ دیجور کھلم کھلا ہے۔

مرزا: مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے وہ آسمانی گولہ نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔

مرزا: اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ ساتھ آئے گا۔

پنڈت: آج تک مرزائی فرقہ میں عموماً اور مرزا پر خصوصاً قہر کا ساتھ تھا جو اس مغضوب ربانی کے سبب جہان میں آیا تھا۔

مرزا: وہ صاحب شوکت اور عظمت اور دولت ہوگا۔

پنڈت: شاید وہ صاحب ذلت ونحوست ونکبت ہوگا۔

مرزا: وہ دنیا میں آئیگا اور مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آکر شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کر کے واصل فی النار کریگا اور آخر کو خود بھی اسی میں پڑیگا۔

مرزا: وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔

پنڈت: خدا اسے ناپاک بتلاتا ہے جس کو شیطان نے اپنی شیطنت اور بے حمیتی سے بھیجا ہے۔

مرزا: وہ بہت ذہین اور فہیم ہوگا۔

پنڈت: وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا۔

مرزا: اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم صوری اور معنوی سے قطعی محروم رہے گا۔

مرزا: وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)

پنڈت: خدا نے اس کے معنی مجھ کو بتلائے ہیں۔ کان لگا کر سنیئے کہ ایک تو طلیحہ، دوسرے اسود عنسی نے پیغمبری کا دعوی کیا تھا، اور اب مرزا غلام احمد قادیانی کر رہا ہے اور یہ جنین دعوی رسالت کر کے تین کو چار کرے گا۔ قیاساً یہ صورت ہوسکتی ہے ایک آپ اور دونوں آپ کی بیویاں چوتھا وہ۔

مرزا: فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاوّل و الآخر مظہر الحقّ و العلاء

پنڈت: خدا کہتا ہے، غلام جہاں بد بخت خسر الدّنیا والآخرہ مصدر الباطل والعاطل

مرزا: کانّ اللّٰہ نزل من السّماء (گویا خدا ہی آسمان سے اتر آیا)

پنڈت: خدا کا فرمان ہے کأنّ الشّیطان نزل عن الفلک۔ مرزا! اس کا نزول تو آسمان سے ہوتا ہے، آپ کا اور آپ کے دونوں فرزند سابقہ کا نزول کہاں سے ہوا تھا؟

مرزا: جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔

پنڈت: کیا آپکے اور آپکے دونوں فرزندوں کا ظہور نا مبارک اور قہر الٰہی کے ظہور کا باعث ہوا تھا۔

مرزا: نور آتا ہے نور، جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوع کیا ہے۔

پنڈت: آیا آپ اور آپ کے دونوں لخت جگر (فضل احمد و سلطان احمد) ظلم محض ہیں جن کو خدا نے اپنے قہر غضب کے قطران سے منغض اور گندہ گیا۔ اس کو بھی خدا اسی تھیلے کا بٹہ بناتا ہے۔

مرزا: ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔

پنڈت: پہلے ثلاثہ کاملہ میں کس کی روحیں پڑی تھیں اور کس کے زیر سایہ تھے؟ اس کی نسبت تو خدا کا

یہ فرمان ہے کہ اس میں شیطان کی روح پڑے گی۔ اور خدا کا غضب اس پر پڑے گا۔

مرزا: وہ جلد جلد بڑھے گا۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ محض جھوٹا ہے۔ جلد جلد تو مرغی کا بچہ یا چار پائے کا نطفہ بڑھتا ہے۔ اگر وہ آپ کا بچہ ہے تو آہستہ آہستہ پرورش پائے گا۔ بھلا مرزا صاحب آپ کے قول موافق وہ ہفتہ میں فٹ کا ہوگا اور بھلا ثلاثہ ہفتہ میں کتنے فٹ کا ہو جائے گا۔

مرزا: اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

پنڈت: کیا پہلا ثلاثہ امیر فقیروں کی قید کا باعث ہوا ہے۔ اور اب خدا کہتا ہے وہ دائم الحبس ہوگا

مرزا: زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

پنڈت: ثابت ہوا کہ آج تک سب فرقہ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور مرزا کے ارد گرد برکت معدوم ہے، اب برکت پائیں گے اور اپنا نام بڑھائیں گے۔

مرزا: پھر خدا نے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا اور اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔

پنڈت: معلوم ہوا کہ اب تک ساحر قادیانی کا گھر نحوستوں سے بھرا ہوا ہے اور خدا کی کوئی نعمت اس پر پوری نہیں ہوئی۔ جب پچاس برس تک محروم رہا تو اب کیا مقسوم رہا۔

مرزا: اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

پنڈت: پچاس برس کی عمر ہو چکی ہنوز خواتین کی آرزو باقی ہے۔۔ پیری وصد عیب ہمیں گفتہ اند

مرزا: اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جاوے گی اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائے گی.. یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں۔

پنڈت: خدا نے یہ الہام سن کر خفا ہو کر فرمایا کہ یہ پیش گوئی ہے یا قصہ گوئی۔ جو بات مدت سے ظاہر ہے چالاکی سے اپنا الہام بتا کر لوگوں کو ناحق دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ اور اپنے جدی بھائیوں کا دل دکھانا ہے۔ اور اس کے بعد خدا نے ایک کاغذ پر اس اور اس کے جدی بھائیوں کا نسب معہ کیفیت قصص لکھ کر میری طرف ڈال دیا اور اشارہ واسطے مشتہر کرنے کے کیا۔ لہذا وہ شجرہ نسب پیش ارباب بصیرت کر کے ملتجی ہوں کہ سب صاحبان غور فرماویں۔ اور اس قادیانی نے جو محض جھوٹے قصے بنا کر درج اشتہارات کئے ہیں جب خود خدا اس کے کذب پر گواہی دیتا ہے، تو اب شک کیا ہے۔

(شجرہ نسب غلام احمد قادیانی

مورث اعلی عطا محمد کے بیٹے: غلام مرتضی، غلام محی الدین، غلام حیدر

غلام مرتضیٰ کے بیٹے غلام قادر اور غلام احمد

غلام قادر اخیر..اگست..میں بعمر ۵۵ سال لاولد فوت ہوا۔

غلام احمد۔کے بیٹے سلطان۔فضل احمد

۞ غلام محی الدین ولد عطا محمد کے بیٹے : امام الدین۔نظام الدین، کمال الدین

امام الدین۔ان کا سن شریف اس وقت ۵۵ سال ہے اولاد نہیں رکھتے۔

نظام الدین: ان کی عمر قریب ۵۰ برس کے ہے اولاد کچھ نہیں۔

کمال الدین: شروع عالم شباب میں فنا فی اللہ ہوا، اپنا آلہ تناسل کٹوا کر فقراء میں شامل ہو گیا ہے اب تک بدستور اسی طرح ہے آپ کی عمر قریب پچاس برس کے ہے۔اولاد کچھ نہیں۔

۞ غلام حیدر ولد عطا محمد کا بیٹا حسین بیگ ہے۔عرصہ ...سال سے جب کہ اس کی عمر قریب بیس برس کی تھی مفقود الخبر ہے اور اس کی عورت بطور بیوہ کے موجود ہے۔

ہم کو ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا نظام الدین کے گھر اس پیش گوئی کے بعد اولاد خدا نے عطا فرمائی ہے ہم نے مرزا نظام الدین کو ایک جوابی کارڈ بھیج کر دریافت کیا جواب مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۳ء کا لکھا ہوا آیا جس کی نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں: جناب من خداوند کریم نے مجھ کو دو فرزند عطا کئے ایک کی پیدائش ۲۵۔اسوج ۱۹۵۲ مطابق ۲۷ستمبر ۱۸۹۵ء بروز پیروار نام اس کا مرزا دل محمد دوسرے کی پیدائش اگست ۹۷ بروز پیروار نام اس کا گل محمد ہے اور خیریت ہے۔راقم مرزا نظام الدین مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۳ء)

اب ناظرین شجرہ نسب سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آیا پیش گوئی ہے یا بیہودہ گوئی کیونکہ جس حالت میں سوائے غلام احمد کے کسی کے گھر میں قدرت ہی سے اولاد نہیں اور دو عورتیں بیوہ موجود ہیں، اور جو مرزا امام الدین وغیرہ حیات ہیں انکے آگے بوجہ مسن ہونیکے کچھ اولاد کی امید نہیں پھر یہ لکھنا ان کی یعنی میرے جدی بھائیوں کے بیواؤں سے گھر بھر جائینگے کیسی جعل سازی اور دھوکہ دہی ہے۔

مرزا: خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا۔اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد ہوگا۔

پنڈت: آج تک آپ کے اردگرد کوئی برکت نہیں پھیلی نحوستیں ہی نحوستیں پھیلتی ہیں اور قصبہ قادیان آباد شدہ آپ سے اجاڑ اور ویران ہو گیا۔

مرزا: ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر جائے گا۔

پنڈت: آج تک آپ کا گھر نحوستوں سے خدا نے بھرا ہوگا۔..

مرزا: میں تجھے اٹھاؤنگا۔

پنڈت: آپ اٹھانے کے قابل ہیں۔ میری یہی دعا ہے کہ بہت جلد اٹھائے جاویں اور درکات میں ڈالے جاویں: ظالمے را خفتہ دیدم روز گفتم ایں فتنہ است خوابش بردہ بہ

مرزا: اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہینگے اور نامرادی میں مرینگے۔

پنڈت: بقول مرزا صاحب آج تک تو کوئی اس کا مخالف اور مکذب ناکامی اور نامرادی سے نہیں مرا... مخالف اسی طرح شادکام رہ کر سرکوبی اور گوشمالی کرتے رہیں گے اور بذریعہ اشتہارات بحکم خدا مکاروں کے مکر ظاہر کرتے رہیں گے۔

مرزا: لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔

پنڈت: آج تک تو آپ بکلی ناکام ہیں اور ساری مرادوں سے محروم۔ جب اس عمر تک ناکامی رہی ہے تو آئندہ بھی نامرادی رہے گی کوئی امید نہ برآوے گی۔

مرزا: میں تیرے خالص دوست اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤنگا، ان کے نفوس و مال میں برکت دونگا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔

پنڈت: اب تک تو آپ کے خالص اور دلی محبوں کا گروہ گھٹا یا ہے اور ان کی جانیں اور ان کے مال برباد ہوئے آئندہ بھی خدا کہتا ہے خسر الدّنیا و الآخرۃ

مرزا: اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔

پنڈت: آپ کا گروہ بھی عجیب ہے، ایک لالہ شرم پت رائے پیش گوئی کے گواہ، دوسرا عبداللہ سنوری اور دو ایک ایسے ہی ٹکر خور ہیں جس سے دو چار روپیہ مل گئے اس کی مدح کردی۔

مرزا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

پنڈت: دور و تسلسل ہوا۔ سوال یہ ہے کہ پہلے کون باپ بنا تھا اور والدہ شریفہ کا کیا نام تھا۔ خوب عیسائی تو فقط حضرت عیسی اور مریم کو روحانی خدا کا زن و فرزند بتلاتے ہیں یہ پیغمبر قادیان خوب پیدا ہوئے کہ نہ فقط خدا کے زن و فرزند ثابت کرتے ہیں بلکہ خود خدا کا باپ بھی بنا چاہتے ہیں۔

مرزا:۔ اور وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں امراؤں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

پنڈت: خدا کہتا ہے کہ وقت اقرب ہے کہ حکام تجھے خوب افترا پردازی کی سزا دیں گے اور لوگ

تیرے نام سے نفرت کریں گے اور لعنتیں پڑیں گی۔..

الراقم: قاطع براہین احمقیہ از پنجاب بھاگن شدی اکاوشی سہ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء۔ (کلیات آریہ مسافر۔ص ۴۹۳ تا ۴۹۹ مختصراً وملخصاً)

قادیانی کی نکاح سوم کیلئے تڑپ

چو جامہ چرمیں شمرم صحبت نادان
زیرا کہ گراں باشد تن گرم ندارد
از صحبت نادان تبرت نیز بگویم
خویشے کہ تونگر شد و آرام ندارد
زین ہر دو تبروان تو شہی را کہ در اقلیم
با خنجر خونریز دل نرم ندارد
زین ہر سہ تر نیز شنو با تو بگویم
پیرے کہ جوانی کنہ و شرم ندارد

ہائے تو کب تک ستائے گی اے نامراد محبت، اے خانہ خراب عشق، تیرا برا ہو، تو کیا شئے ہے محبت آپ کیا پیارا نام ہے۔نہیں نام ہی پیارا نہیں اس کی ابتدا ہی نہایت خوش گوار ہے رندی وخراباتی درعالم شباب اولی۔

مگر ہائے ناکامی ہمیں تو شباب کبھی آیا ہی نہیں

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

چالیس سال کی عمر میں ہی حالت مردمی کالعدم تھی (تریاق القلوب ص ۳۵ سطر ۱۳)

ضعف دماغ اور ذیابیطس مہلک مرض مستزاد اور اب تو پیری وصد عیب کے مصداق

سن شریف پنجاہ وشش نازم بایں ریش وفش

اگر کسی پر یہ راز فاش ہوا تو کیا حالت ہوگی

ایک نظر دکھا کے گھائل کیا قتل ہی کر ڈالا پھر منہ نہ دکھایا

ہیں ہیں میں کیا کہتا ہوں وہ شریف اور پاک دامن باعصمت صاحب عفت لڑکی کم سن

ان نامحرموں میں کیونکر آ سکتی ہے۔ شاہد بازاری تو ہے نہیں۔ اور ابھی اس کو خبر ہی کیا ہے، سن تمیز اور بلوغ کو بھی نہیں پہنچی

ہائے ظالم تیری کس ادا نے مجھ گرگ باراں دیدہ سرد و گرم زمانہ چشیدہ کو بیک نظر از خود رفتہ دین و دنیا سے بے گانہ کر دیا۔

پیری میں آہ کٹتی ہے مرمر کے زندگی — بجھ بجھ کے پھر بھڑکتی ہے شمع سحر کی لو

کاش تو میری ہوتی، یا اپنی صورت دکھا کر یہ روز سیاہ مجھ کو نہ دکھاتی، مجھ کو کیا خبر تھی:

لگتے ہی ہو گیا جگر کے پار — تیر مژگان نے زود کام کیا

اس سفر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا اسی واسطے تقدیر کشاں کشاں وہاں لے گئی تھی۔ افسوس!

کھو بیٹھے کوئے یار میں ہم جا کے دوستو — ناموس ننگ و غیرت و صبر و قرار و دل

دل ہے کہ سینہ میں تنور کی طرح جلتا ہے۔ آنکھ ہے کہ دریا کی طرح جاری، کسی کروٹ کسی پہلو آرام نہیں۔

ایک سب آگ ایک سب پانی — دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

پاؤں کی آہٹ سے چونک کر، آہا کون ہیں، شاہ جی؟

شاہ جی: آج حضور کی طبیعت کیسی ہے؟ حضور کے حال سے اضطراب اور پریشانی ہویدا ہے۔

مرزا قادیانی: کچھ اختلاج قلب سا معلوم ہوتا ہے۔ دل میں درد ہے اور قلب بلیوں اچھلتا ہے۔ دیکھو نہ کرتہ کے باہر قلب کی حرکت محسوس ہوتی ہے۔

شاہ جی: حضور کو یہ مرض دورہ کے طور پر ہو جاتا ہے، حکیم صاحب کو اطلاع کروں

(بدون اس کے کہ کچھ جواب ملے، فوراً واپس ہوئے اور حکیم صاحب کو اطلاع کی کہ حضرت کی طبیعت سخت ناساز ہے اور بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے)۔

حکیم صاحب: (نہایت پریشانی کے لہجہ میں گھبرا کر) خیر باشد! کیا حال ہے؟ کچھ بیان تو کرو۔

شاہ جی: وہی اختلاج القلب، دل میں درد بتلاتے تھے۔

حکیم صاحب: (اضطراب اور پریشان حالی میں مرزا صاحب کے حضور حاضر ہو کر) حضور کے مزاج اقدس۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ ہمارا تو مدار زندگی حضور کے قدموں کے ساتھ ہے۔

بتوں کے ظلم اور جور جفا سے ہاہا — مسیحا کو بھی دیکھا جاں بہ لب ہے

مرزا قادیانی: خلاف معمول قلب میں چبھن معلوم ہوتی ہے، دل بیٹھا جاتا ہے، سانس بند ہوتا

ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل کو سینہ میں کوئی ملتا ہے، دل ہے کہ بلیوں اچھلتا ہے، نہ بیٹھے آرام ہے نہ لیٹے تسکین۔ نیند آجائے تو شاید کچھ سکون ہو جائے، مگر یہ محال بلکہ ناممکن ہے۔

حکیم صاحب: (نے فوراً مفرح یاقوتی، جو ساتھ لائے تھے عرق کیوڑہ اور بید مشک کے ساتھ دیا۔ کچھ دل کو تسکین ہوئی)۔

مرزا قادیانی: (چادر کو منہ پر کھینچ کر) اچھا اب مجھ کو آرام معلوم ہوتا ہے۔ آپ بھی آرام کیجئے۔

حکیم صاحب: (مودبانہ) بہت بہتر! اگر نیند آجائے تو فھو المراد ورنہ میں دوا بھیجتا ہوں اس میں سے تھوڑی دوا نوش فرما لیجئے آنکھ لگ جائے گی۔

مرزا قادیانی: (کچھ دیر چارپائی پر چپکے رہ کر) اف! آج تو نیند ہی حرام ہو گئی (وضو کر کے مصلے پر بیٹھے۔

وصل اس بت کا نہ ہوا گر سالک — آج کی رات عبادت ہی سہی

دو رکعت نماز پڑھی۔ بیٹھا بھی نہیں جاتا۔

اے مصحفی بتوں میں ہوتی ہے یہ کرامت — دل پھر گیا نہ تیرا آخر خدا سے دیکھا

نہ نیند آتی ہے، نہ بیٹھا جاتا ہے۔ سرہانے سے کتاب اٹھا کر دو چار ورق الٹ پلٹ کر رکھ دی)۔

خدایا یہ معاملہ کیا ہے، تو ہی عزت و آبرو کا نگہبان ہے۔ اگر بیتابی نے ایسے ہی پاؤں پھیلائے تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ غیر لوگ تو گئے جھولہ میں اور آئندہ کی رجوعات بھاڑ میں، جو مرید پھنس گئے ہیں اور اب موجود ہیں ان کا بھی بھروسہ نہیں کہ رہیں۔ (کروٹ لے کر:

اے خضر اتنے دن تیرے کیونکر بسر ہوئے — ہم سے تو رات کٹ نہ سکی انتظار کی

چارپائی پر بیٹھ کر اور سر پکڑ کر) یا ارحم الراحمین! کیا کروں۔ دائم مرض کے سبب بدن میں ہلنے کی طاقت نہیں، ذیابیطس ضعف دماغ اور دوران سر میرے ہمزاد کی طرح جان کے ساتھ جائیں گے۔ اب بڑھاپے میں عشق اور کیا معنی اور عشق بھی ایک نادان لڑکی کا

نادان ہے کم سن ہے بہت عمر ہے تھوڑی — ان کو تو وفا کیسی، جفا بھی نہیں آتی

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ہمت ہارنی عشق میں انجام کار سوچنا عقل کے خلاف ہے

دلا! ناامید مت ہو وصل سے اسکے کہ عاشق کو — مزے ہیں سو طرح کے عالم امیدواری میں

آخر ہماری برادری میں بھی قریب رشتہ داری ہے۔ میں بھی کچھ چوہڑا نہیں چمار نہیں، خدا کی عنایت سے عزت میں دولت میں شہرت میں امارت میں کچھ زیادہ ہی ہوں۔ دوسرے قرابت قریبہ، پھر سلسلہ جنبانی کیوں نہ کی جائے، لڑکی کے باپ کو خط لکھا جائے۔ لڑکی کی ماں بھی ہماری چچیری بہن

ہے، کسی کو کان و کان بھی خبر نہ ہو گی:

مزا ہے ہو وے گر چپکے ہی چپکے مدعا حاصل　　کسی نے کر لیا معلوم راز دل تو کیا حاصل

یہ نامراد برادری کے جھگڑے تنازعہ ایسے ہیں قریبی عزیزوں کو دور کر دیتے ہیں غیر کیا دشمن بنا دیتے ہیں۔ فضل احمد (مرزا کے چھوٹے بیٹے کا نام) کی بیوی کی معرفت سلسلہ جنبانی کی جائے تو مصلحت ہے۔ پہلے عزت بی بی کے باپ مرزا علی شیر سے اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے (عزت بی بی، مرزا فضل احمد کی بیوی ہے۔ مرزا علی شیر، مرزا غلام احمد کی بیوی کا حقیقی بھائی، مرزا فضل احمد کے ماموں اور عزت بی بی کے باپ ہیں) (یہ رات جو روز حشر سے طولانی اور حسرت عشاق سے لایعنی ہے بڑی مشکل سے کاٹی، پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی)۔

شاہ جی (نووارد): یہ دوا کی شیشی حکیم صاحب نے دی ہے اس کو نوش جان فرمالیجئے نیند آجائے گی۔

مرزا قادیانی: (شیشی میں سے ایک گلاس میں ڈال کے نوش فرمایا اور فوراً آنکھ بند ہوگئی اور خراٹے لینے لگے صبح کو جب آفتاب برآمد ہوا کمرہ کا دروازہ کھلا ایک خاتون حیا چالیس پچاس برس کا سن و سال، سفید سادہ لباس زیب تن کئے ہوئے روبرو آئی۔ یہ مرزا صاحب کی اہلیہ ہیں، چارپائی کے پاس کھڑی ہو کر)

خاتون: کیوں خیریت تو ہے؟ نماز صبح کا وقت اخیر ہوا اور آپ اٹھے نہیں۔ رات نصیب اعداء کیا طبیعت ناساز رہی؟

مرزا قادیانی: ہاں رات اختلاج قلب کی شکایت رہی۔

بیوی: اللہ رحم کرے۔ یہ نامراد بیماری نہیں جاتی ہے۔ ہمیشہ دورہ ہوتا ہے۔ علاج کرنا تھا۔ تم خود حکیم اور حکماء مکان پر رہتے ہیں، خدا نہ کرے شیطان کے کان بھرے۔

مرزا قادیانی: علاج سے تو میں بھی غافل نہیں۔ ہاں خوب یاد آیا، میں نماز پڑھ لوں، تم سے ایک معاملہ میں مشورہ کرنا ہے۔

بیوی: الٰہی خیر! مجھ سے کیا مشورہ ہے؟ کبھی آگے نہ پیچھے۔

مرزا قادیانی: احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی بیٹی محمدی کی ابھی کہیں نسبت وغیرہ تو نہیں ہوئی؟

بیوی: نہیں، (مسکرا کر) کیا اس سے نکاح کا ارادہ ہے؟

مرزا قادیانی: ہاں ہم کو الہام ہوا ہے۔ کہ اس کا نکاح ہمارے ساتھ مقدر ہو چکا ہے۔

بیوی: (ذرا آشفتہ ہو کر، ناک بھوں چڑھا کر) پھر کر لو۔

مرزا قادیانی: مگر تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔

بیوی: جب خدا نے مقدر کر دی تو اس کا روکنے والا کون؟ اور کسی کی امداد کی ضرورت کیسی؟

مرزا قادیانی: (غصہ کے لہجہ میں) تم تو بگڑ کر یہ باتیں کرنے لگیں (پھر نرم آواز سے) ہم کو تو تم سے بڑی امید تھی کہ اپنے بھائی مرزا علی شیر کی معرفت یہ معاملہ بہ آسانی درست کرا دو گی۔

بیوی: اے چلو ہٹو بھی۔ تمہیں تو بڑا ابھس ہوا ہے۔ میرے بھی سفید چونڈہ میں تھکواؤ گے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ اپنی سفید داڑھی کی طرف دیکھو۔ اور ابھی بیاہ کی ہوس۔ کہاں دس بارہ برس کی نادان لڑکی، پوتیوں کے ہان کی (پوتیوں کی ہم عمر) اور کہاں تم؟ تم کو شرم نہیں آتی؟ ایک تو ہی کیا جوڑوں کا باڑہ بھرو گے۔ ایک شادی کو تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں۔ کیا ہر سال نیا نکاح ہوگا

زن تو کن اے خواجہ در ہر بہار　　　　کہ تقویم پارینہ نہ آید بکار

مرزا قادیانی: خدا کا حکم اسی طرح ہے۔ خدا کے مامور اس کے حکم کیخلاف کسی لائم کی ملامت اور طاعن کے طعن سے ڈر کر کوئی کام نہیں کرتے۔

بیوی: میرے سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ میں کس منہ سے کہہ سکتی ہوں، آخر وہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ ایک بی بی جوان جس کے نکاح کو دو برس بھی نہیں ہوئے، گھر میں موجود۔ اور خدا نہ کرے کچھ بانجھ نہیں، بیمار نہیں، بدشکل نہیں، بے تمیز نہیں، دہلی کی رہنے والی، کم ذات نہیں سیدانی ہے۔ دوسری بیوی کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ تو تقویم پارینہ بڑھیا ہو کر پوتے پوتیوں والی ہوئی، اب تیسری شادی کی تجویز ہے وہ بھی بیوی کی معرفت (کہ اپنے بھائی سے کہو کہ وہ سعی کرے) جس کے دو جوان بیٹے لائق موجود ہیں

(مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ نے کہ جس دن میں قادیان بیاہی ہوئی پہنچی تھی اسی دن مجھ سے چند گھنٹے قبل مرزا سلطان احمد اپنی پہلی بیوی یعنی عزیز احمد کی والدہ کو لے کر قادیان پہنچے تھے۔ اور عزیز احمد کی والدہ مجھ سے کچھ بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور والدہ نے بیان کیا کہ فضل احمد کی شادی مرزا سلطان احمد بھی کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۱

نیز مرزا بشیر احمد کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے ... سلطان احمد کی پہلی بیوی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنیوالی تھی اور حضرت صاحب اسکو اچھا جانتے تھے۔ سلطان احمد اس بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاح ثانی کر لیا تھا۔ اسکے بعد عزیز احمد کی والدہ جلد ہی فوت ہوگئی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۲۔ بہاء)

مرزا قادیانی: جو اس معاملہ میں جان توڑ کر کوشش نہیں کریگا وہ خدا کا دشمن ہے، اور گویا وہ خدا کے ارادہ کو روکتا ہے هذا فراق بيني و بينك

بیوی: جب خدا کا ارادہ ہے تو بندہ کون روک سکتا ہے۔

بیوی چلی گئی۔ ہمارے حضرت اقدس تدبیر میں کامیاب نہ ہوئے تو مرزا احمد بیگ کو خط لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا۔ اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور مصیبت اور موت ہوگی ۔ یہ دونوں طرف موت کے ایسے ہیں جن کو آزمانے کے بعد صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے اب جس طرح چاہو آزمالو میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالی چاہتا ہے ہمارے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے۔ آئینہ کمالات صفحہ ۱۲۔ اصل خط نور افشان مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپا ہے

لیکھرام اور قادیانی کا اشتہار واجب الاظہار

(مرزا قادیانی کا اشتہار واجب الاظہار یوں ہے:

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی در بارہ تولد ایک فرزند صالح درج ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا، دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطان کشمیری وصابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ ومیاں شمس الدین ومرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بےفروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے مرزا صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ قول نامردگان سراسر افتراء اور دروغ بمقتضائے کینہ وحسد وعناد جبلی ہے جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء ہے، ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر بیس بائیس سال زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جاوے گا۔اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے سراسر دروغ ہے۔: ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود وباش رکھتے ہیں اور ان کے گھر کے متصل منشی مولا بخش ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔معترضین یا جس شخص کو شبہ اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کیلئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کرلے۔اگر کرایہ آمدورفت موجود نہ ہو تو ہم اس کو دیدیں گے۔لیکن اگر اب بھی ہی جاکر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے کہ ہمارے اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللّٰه علی الکاذبین کا لقب پاوے۔اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس

یا وہ گوئی کا ہوگا۔ خدا تعالی ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے جو جوش حسد میں آ کر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیار پور میں ایک آریہ صاحب نے اس پیش گوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ یعنی دائیاں بھی معلوم کرسکتی ہیں کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی وحق پوشی ہے، کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کرسکتی۔ بلکہ ایک حاذق طبیب ایسا دعوی ہرگز نہیں کرسکتا۔ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں، صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیش گوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں وبعض مولویوں وحافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں سے ایک شخص، ملاوامل، نامی جو سخت مخالف اور نیز شرمپت نامی ساکنان قصبہء قادیان ہیں۔ ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیش گوئی کا اگر بنظر یک جائی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں رہ سکتا۔ اور اگر کسی کو شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے، اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدا کریم نے ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلی واولی واکمل وافضل واتم ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی ونقلی جرح وقدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا تھا جسکے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احد من النّاس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالی وببرکت حضرت خاتم الانبیاء خداوند نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جسکی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام دنیا میں کھلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں

کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم ﷺ ہے، پر حملہ کرتا ہے مگر اس کو یاد رکھنا کہ کوئی آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اس کی آنکھوں پر اور اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رسوا کرے گی ....راقم: خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء...مجموعہ اشتہارات۔ج ۱۔ص ۱۱۳۔۱۱۵۔ بہاء)

ذیل میں مرزا قادیانی سے مراد اصل مضمون اشتہار مرزا قادیانی ہے۔ اور پنڈت سے جواب مراد ہے وہ جو پنڈت لیکھ رام کی طرف سے اس کا جواب ہے۔ یہ عبارت کتاب کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۹ لغایت ۵۰۱ سے ملخصاً ومختصراً نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: میرے اشتہار ۲۰ فروری پر جس میں ایک پیش گوئی در بارہ تولد فرزند درج ہے حافظ سلطان کشمیری اور صابر علی سکنائے قادیان نے نواب بیگ اور شمس الدین اور غلام علی ساکنان ایضاً کے روبرو یہ دروغ برپا کیا کہ ہماری دانست میں ڈیڑھ ماہ سے فرضی ملہم کے گھر لڑکا پیدا ہو گیا ہے حالانکہ یہ قول ان کا سراسر دروغ ہے۔

پنڈت: دروغ گوئم برروئے تو، اسی کا نام ہے۔ اور ہاتھ پر سرسوں جمانا آپ ہی کا کام ہے۔ صابر علی اور حافظ سلطان کا حوالہ محض جل ہے۔ انہوں نے بعد چھپنے اشتہار کے جو غلام احمد سے اس الہام کا ثبوت چاہا کہ تمہارے پاس کس نے کہا ہے ہمارا مقابلہ کرائیے۔ مرزا غلام احمد سے کوئی جواب نہ بن آیا اور شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ شمس الدین وغیرہ میں کس کی گواہی کا یہ حال ہے کہ شمس الدین تو صفا یہ بیان کرتا ہے کہ غلام احمد نے محض جھوٹ لکھا ہے (حاشا ثم حاشا میں ہرگز اس بات کا گواہ نہیں۔ نہ صابر علی وغیرہ نے کچھ کہا ہے اور نواب بیگ آدمی نادان اور مرزا کا خدمت گار ہے پس اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔ علی ہذا غلام علی مرزا کا قریبی رشتہ دار ہے شب و روز اس کی بہتری اور بھلائی کا خواستگار۔ اب ناظرین کے ہاتھ انصاف ہے اور مرزا کا جھوٹ صاف ہے۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو، قادیان جا کر محقق بے شک ہو)

مرزا قادیانی: جس سے وہ نہ مجھ پر، بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

پنڈت: کیا آپ دین اسلام کے بانی مبانی ہیں، اور موجد مسلمانی ہیں جو آپ پر حملہ کرنے سے مسلمانوں پر حملہ آور محمول ہوتے ہیں، حالانکہ کوئی مسلمان آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا، بلکہ کھلم کھلا بدعتی بتلاتے ہیں اور کفر کا فتوی لگاتے ہیں۔

مرزا قادیانی: اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں۔

پنڈت : ان کا یہ قول ہی نہیں، یہ سب آپ کی بناوٹ ہے۔ پس گویا اپنے قول کا آپ ہی ردّ کر کے مشتہر کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: کہ آج ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء تک ہمارے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔

پنڈت : آج کل کی کیا خصوصیت ہے بلکہ ابد تک آپ کو کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا جیسے عرصہ ہوا بذریعہ اشتہار مدلل شائع ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی: بجز ان لڑکوں کے جن کی عمر بائیس بیس سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔

پنڈت : مرزا کی کوئی بات خالی از مکر وفریب نہیں۔ لڑکوں کی عمر بیس بائیس سے زیادہ مبہم عبارت میں لکھی ہے۔ حالانکہ ایک کی عمر ۲۷ سال تھی اور دوسرے کی ۲۵ سال کی تھی۔ وجہ اس فریب کی یہ ہے کہ لڑکوں کی عمر سے اس کا عالم پیری سمجھ کر مطعون نہ کریں کہ مرزا مطیع شہوت ہے۔

مرزا قادیانی: ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

پنڈت : یہ خوب یاد آئی کہ مخالفین کے مرنے کو تو آپ کو بقید تاریخ و وقت الہام ہوا، اور اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونے میں سال کا اعلام نہ ہو۔

چوں نہ دانی کہ درسرائے تو چیست　　تو براوج فلک چہ دانی چیست

یہ صریح آپ کی جعل سازی ہے۔ اگر خدا سے الہام ہوتا تو کیا وہ تاریخ اور وقت بتانے پر قادر نہ تھا، اور اتنا تغیر تبدل نہ کرتا۔ حالانکہ پہلے اشتہار میں صاف صاف لکھا ہوا تھا کہ آپ کو مقدس روح دی، اور روح آسمان سے روانہ کر چکے ہیں۔ پہلے کہا ہوگا، ابھی کہا، نہ ہوگا، نو برس کی میعاد کے پھر عنقریب بتا کر اسی حمل سے وعدہ کیا خاک یہ اڑی کہ بجائے عنموائیل کے مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔... جب مردہ لڑکی کا پیدا ہونا خفیہ معلوم ہوگیا تو فوراً نو برس کا بہانہ بنا لیا اور اس کا کیا سبب تھا کہ اسی لڑکے کو اب ایسا کرے گا؟..

مرزا قادیانی: خواہ جلد یا بدیر میں بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جاوے گا۔

پنڈت : اس کا نام الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے۔ بھلا اگر اس مدت میں بھی پیدا نہ ہوا پھر بھی شرماؤ گے یا کوئی اور بہانہ بناؤ گے۔ یا خدا پر جھوٹے الہام کا الزام لگاؤ گے۔ بہرحال جس نے مرزا کے دل میں یہ فقرہ ڈالا ہے وہ صحت لفظی سے بے بہرہ ہے، لفظ عرصہ مدت کے معنی سے معرا ہے۔

مرزا قادیانی: اور یہ اتہام کہ ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے سراسر دروغ ہے۔

پنڈت : سچ تو یہ ہے کہ نہ اس الہام کی اصل ہے نہ کسی فہم سے نقل ہے، یہ سب آپ کی بناوٹ ہے اچھا ڈیڑھ ماہ سے ہونا جھوٹ تھا، اب ۱۵۔ اپریل کو مردہ لڑکی کا پیدا ہونا بھی جھوٹ ہے۔ آپ کا جھوٹ کسی طرح چھپ نہیں سکتا اگر ایک تاویل بناؤ گے تو سو جگہ الزام کھاؤ گے

دروغ اے برادر مگو زینہار　　　　دروغ آدمی را کند شرمسار

مرزا قادیانی : ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

پنڈت : لوگوں کا دروغ آپ سے ابد تک ثابت نہ ہوگا البتہ آپ کا دروغ بات بات میں طشت از بام ہو رہا ہے ابھی دیکھ لیجئے بجائے عنموائیل کے دختر مردہ کا قدم منحوس آ گیا۔

مرزا قادیانی : اپنا شبہ رفع کرنے کیلئے ہمارے سسرال (مرزا کے سسر میر ناصر نواب ان دنوں انبالہ میں ملازم اور مقیم تھے) میں چلا جاوے اگر کرایہ نہ ہو ہم اس کو دیدیں گے۔

پنڈت : آپ کا روپیہ دینا اور ایفاء وعدہ کرنا نقش کا لحجر ہے۔ پہلے بھی بہت سے لوگوں کو چوبیس سو روپیہ دیا ہوگا، باوجودیکہ لوگ پانچ پانچ سات سات سو کوس سے آئے۔ اگر آپ میں کرایہ دینے کی وسعت ہوتی تو دس دس پانچ پانچ روپیہ کی خاطر بٹالہ وغیرہ میں کیوں در بدر پھرتے۔

مرزا قادیانی : اگر آپ ہی جا کر دریافت نہ کرے اور دروغ گوئی سے باز نہ آوے تو لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے۔

پنڈت : اب تو بغیر جائے اور دریافت حال کے اصل حال اظہر من الشمس ہو گیا ہے۔ آپ کہیے اپنے مجوزہ لفظ سے ملقب ہوئے یا نہیں۔

مرزا قادیانی : خدا ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے جو جوش حسد میں آ کر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

پنڈت : حضرت یہ خدا کا قصور نہیں اس کو ملزم نہ بنایئے۔ اس نے بجز آپ کی ذات تزویر آیات کے ایسے شخصوں کو خوب ہدایت دے رکھی ہے۔ یہ ساری آپ کے فہمید کی کوتاہی ہے جو بوالہوسی اور طمع نفسانی کے پردہ سے نظر نہیں آتا، ورنہ اس دروغ گوئی کا مآل سب پر کھل جاتا:

نہ بیند مدعی خبر خویشتن را　　کہ دارد پردہ پندار در پیش

مرزا قادیانی : اس پیش گوئی پر ہوشیار پور میں ایک آریہ صاحب نے یہ اعتراض پیش کیا کہ لڑکا، لڑکی کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ سو یہ سراسر ان کی حق پوشی ہے، کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کر سکتی۔ دائی تو دائی کوئی طبیب بھی ایسا دعوی نہیں کر سکتا۔ صرف ایک اٹکل ہوتی ہے جو

بار ہا خطا جاتی ہے۔

پنڈت: دایہ کا حوالہ محض حیلہ ہے ورنہ اس کا نام ونشان مفصل ہوتا۔ مرزا کا یہ مستمر قاعدہ ہے کہ اپنے دل سے کوئی وسوسہ پیدا کر کے نام بھی درج کرتا ہے جیسے براہین احمقیہ میں جا بجا ہے۔ بھلا دائیوں کی اٹکل کا خطا جانا کچھ بڑی بات نہیں چونکہ وہ بے علم عورتیں ہوتی ہیں، لیکن آپ کا تو الہام تھا اور خدا نے بتلایا تھا وہ کیوں خطا ہوا؟ اور خطا بھی ایسا کہ بجائے لڑکا کے لڑکی بھی زندہ نہ ہوئی۔ اب بتلایئے حق پوش اور حیلہ کیش آپ ہوئے یا آریہ صاحب؟

مرزا قادیانی: نیز یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور بعض مسلمانوں اور مولویوں اور حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں سے ایک شخص ملاوامل اور نیز شرم پت رائے سکنائے قادیان ہیں۔

پنڈت: ڈیڑھ سال تو آپ کی شادی کو ہوا، چھ ماہ پیشتر سے مژدہ ہو گیا تھا۔ اگر یہی بات ہے تو پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیوں نہ لکھتے اور اسی وقت بذریعہ اشتہار علیحدہ شائع کرنا تھا۔ آریوں مسلمانوں مولویوں۔ اس قدر فضول بناوٹی عبارت سے کیا ثبوت ہوا۔ دو چار معزز اشخاص کا نام جن کو اپنا الہام بتایا تھا لکھتے، تا کہ تصدیق کلام ہوتی۔ اور ملاوامل اور شرم پت رائے کا جو آپ نے نام لکھا وہ شخص انکاری ہیں کہ یہ بات ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں محض طبع زاد مرزا ہے، بلکہ لالہ شرم پت رائے کی باپ سے اسی سبب سے بگڑی ہے کہ آپ اس سے جھوٹی گواہی دلاتے تھے اور وہ راست کہتے تھے۔ اس کینہ سے یہاں فقط شرم پت لکھا، پہلے اشتہار میں لالہ شرم پت رائے ممبر آریہ سماج قادیان لکھا جاتا تھا۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مرزا قادیانی: ماسوا اس کے اگر پیش گوئی کا مفہوم بنظر ایک جائے دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقت سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔

پنڈت: بے شک اس پیش گوئی کا مضمون انسانی طاقت سے بالاتر ہے مگر شیطانی طاقت کے آگے کچھ بات نہیں، لڑکوں کا کھیل ہے۔

مرزا قادیانی: جس کسی کو شک ہو اسی قسم کی پیش گوئی پیش کرے،

پنڈت: جس کسی کو شک ہوگا پیش کرے گا، ہمارے نزدیک تو شیطانی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔

مرزا: یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدا کریم نے ہمارے نبی کریم رؤف کی صداقت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

پنڈت: اگر آسمانی نشانوں کا یہی گپ شپ ہے تو کیفیت عالم بالا معلوم شد

مرزا قادیانی: درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ افضل ہے۔

پنڈت: دست خود دہان خود، جو دل چاہا گپ لگائی ورنہ عقل مند خوب جانتے ہیں کہ آپ کی یہ لن ترانی اور کذب بیانی برتری یا مردہ زندہ کرنا بہتر ہے اسی واسطے حضرت کے گھر بجائے زندہ، مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔

مرزا قادیانی: کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے میں خدا تعالی کی درگاہ میں دعا کر کے ایک روح واپس منگایا جاوے، اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سے کلام ہیں۔

پنڈت: اگر مردہ کا زندہ کرنا اور روح کا واپس منگوانا بہت آسان کام ہے تو اپنے آباء واجداد کی روح منگوا کر دکھایئے۔اور جو آپ نے فضیلت میں مسیح اور دیگر انبیاء کی تکذیب کی ہے دراصل یہ انکی تکذیب نہیں بلکہ تم محمد صاحب (ﷺ) کی تکذیب اور قرآن کو باطل بتلاتے ہو کیونکہ اس میں مسیح اور دیگر انبیاء کی تصدیق لکھی ہے اور آپکے نزدیک لکیر پانی کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک عیسی اور بائیبل اور قرآن سب جھوٹے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے سب الف لیلی کے قصے ہیں۔

مرزا قادیانی: اور مردہ صرف چند منٹ کیلئے زندہ رہتا تھا اور پھر اپنے عزیزوں کو چھوڑ جاتا تھا۔

پنڈت: آپ کے الہام کی برکت سے تو دختر مردہ چند منٹ بھی زندہ نہ رہی بلکہ مردہ ہی پیدا ہوئی اب بتلایئے حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کا معجزہ افضل ٹھہرا یا آپ کے حیلوں کا ثمرہ بہتر ہوا۔

مرزا قادیانی: اگر مسیح کی دعا سے کوئی روح دنیا میں آئی تو اس کا آنا نہ آنا برابر ہے۔

پنڈت: مسیح کی دعا سے کچھ فائدہ ہوا یا نہ ہوا ؟...کلام اس میں ہے کہ آپکی روح مطلوبہ سے کیا فائدہ ہوا؟ البتہ اس کا آنا آپ کیلئے بہت مفید ٹھہرا جس سے ہمیشہ کیلئے آپ کا کذب کھل گیا۔

مرزا قادیانی: مگر اس جگہ بفضلہٖ و برکت حضرت خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام دنیا میں کھلیں گی۔

پنڈت: ایسے خدا کے وعدہ کا کیا اعتبار ہے جس کا دم بدم دگر گونہ کام ہے۔ پہلے اشتہار میں بہت اقرب وعدہ کیا، پھر نو برس کی مدت بتلائی، پھر اسی حمل سے لڑکا دینے کا اقرار کیا، آخرش فقط مردہ لڑکی عطا کی۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

یہی بابرکت روح تھی کہ جس کے دینے کا وعدہ کیا تھا اور یہی اس کی ظاہری دنیا میں برکتیں تھیں کہ

آپ کو کاذب کر دیا اور اپنی والدہ کو مہلک مرض میں مبتلا کیا۔

مرزا قادیانی: جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔

پنڈت: ظاہرا مسلمانوں میں آپ سے زیادہ کوئی مرتد معلوم نہیں ہوتا جو اپنے شعبدے اور خود غرضی مطالب کو حضرت کا معجزہ کہتے ہو اور اگلے پچھلے سب سے افضل اور اعلی بنتے ہو۔

مرزا قادیانی: میں کیا چیز ہوں جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے حضرت پر حملہ کرتا ہے۔

پنڈت: اور آپ کو جھوٹا بتلانا خدا پر الزام لگانا ہے۔ اور خدا نے آپ کو سب انبیاء اور اولیاء سے برگزیدہ کیا ہے اور اپنی وحدت سے بھی نزدیک زیادہ بتلایا ہے بلکہ خود خدا آپ کا بیٹا ہوا ہے، اور آپ کا گھر برکتوں سے بھرے گا، اور آپ کے فرزند مردہ کا نام سمندر کے کناروں تک کرے گا، اور آپ کی خوش نودی میں خدا کی خوش نودی ہے، اور آپ کی خاطر لوگوں کے گھر بیواؤں سے بھر دے گا اور لاولد رکھ کر خاندان ختم کرے گا، اور آپ کی اعانت کے لئے براہین احمقیہ کا لشکر آسمانوں سے آیا ہے، اور سب سے اعلی اور برتر بنایا ہے، پھر بھی اگر ناچیز ہی رہے تو فقط اتنا قصور رہا کہ خدا مجبور مطلق ہو جائے اور آپ مختار کل بن جاویں۔ آفرین باد بریں عیب مردانہ تو

لیکھرام اور قادیانی کا اشتہار صداقت آثار

(اشتہار صداقت آثار یوں ہے: واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد رکھ تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ

جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔اور پھراس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندی ضعیف مولی کریم جل شانہ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جومنجانب اللہ ظاہر کیا گیا آئندہ جواس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جائے گا۔

المشتھر ۔خاکسار غلام احمداز قادیان ۔۸،اپریل ۱۸۸۶ء۔مجموعہ اشتہارات ۔جلداول ص۱۱۶۔۱۱۷۔بہاء)

مرزا قادیانی: اس خاکسار کے اشتہار۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس حد پسر موعود کے لئے بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی چوڑی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔

پنڈت :منشی صاحب کی اس نکتہ چینی پرکس طرح اطلاع آئی ۔آیا بذریعہ تحریر یا تقریر۔ بر تقدیر اول وہ تحریر موجود ہوگی، ملاحظہ کرائیے ۔برتقدیر دوم، مخبر معتبر کا نام بتائیے ۔ہم بار ہا متنبہ کر چکے ہیں کہ ایسے صریح جھوٹ بولنے سے آپ ملہم نہ ہوں گے، بلکہ مکذبوں میں محسوب کئے جائیں گے۔آپ پر لازم ہے کہ یا تو اپنے دعوی کو ثابت کریں ورنہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کا مصداق بنیں ۔اور منشی صاحب کے سوا اور بعض صاحبوں کا نام کیوں مخفی کیا ہے۔کیا کیا جاوے آپ کا یہی شیوہ ہے کہ خیالی پلاؤ پکاتے ہواور حجرہ میں بیٹھے باتیں بناتے ہو۔ یہ اعتراض منشی صاحب نے تو نہیں کیا ،اگرکسی اور صاحب نے کیا ہو، یا آپ نے اپنے دل سے گھڑا ہو،تو عین درست ہے کیونکہ اگر وہ لڑکا آسمانوں سے خدا کا مرسلہ آتا ہےتو اس کی قدرت کاملہ کے آگے نو ماہ کے اندر یا اسی حمل سے پیدا کرنا محال نہ تھا۔ یہ ساری آپ کی چالاکی ہے۔جس سے ادنی واعلی شاکی ہے۔سوچا ہوگا اس مدت بعیدہ میں خفیہ خفیہ کوئی فریب بنا کرلڑکا پیدا کرلیں گے۔اول تو آپ کی نظرحمل موجود پرتھی ۔سواس کا نتیجہ تو ظاہر ہوگیا۔آئندہ جومکر بناؤ گے،اس کے ثمرہ سے خجالت اٹھاؤ گے۔..

مرزا قادیانی: اس کا جواب یہ ہے کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی میعاد سے اس کی عظمت وشان میں فرق نہیں آسکتا بلکہ عین انصاف کی بات ہے کہ ایسی اعلی درجہ کی خبر ہو جو ایسے نامی آدمی کے تولد پر مشتمل ہے،انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔

پنڈت : مرزا خود ہی سوال و جواب گھڑ کر اپنی لطافت بیان کرتا ہے۔مگر جہالت کہاں جائے۔ علت دھوئی جائے عادت کبھی نہ جائے ۔سوال دیگر جواب دیگر ۔اعتراض تو اس بنا کر جمایا کہ نو برس کی میعاد میں مکرو فریب کی گنجائش ہوسکتی ہے۔تو اس کا جواب تو کہاں بخلاف اس کے عظمت و شان کا رونا رونے لگے۔ بھلا اعتراض میں یہ کہاں ہے کہ نو برس کی میعاد میں اس کی عظمت وشان

زائل ہو جائے گی، یا وہ ایسا ایسا ذلیل وخوار ہوگا۔کیا خدا نو برس کا کام ایک لمحہ میں نہیں کرسکتا۔اور آپ کو سرخرو نہیں بنا سکتا۔مرزا صاحب آپ انسان تو نہیں جو یہ کام آپ سے نہ ہوسکتا ہو۔آپ تو دنیا میں خدا پیدا ہوئے ہیں اس لئے آپ سے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔

مرزا قادیانی: ماسوا اس کے بعد اشتہار مندرجہ بالا کے دوبارہ اس امر کے انکشاف کیلئے جناب باری میں توجہ کی گئی تو آج ۸۔اپریل کو خدا کی طرف سے یہ کھلا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

پنڈت: لیجئے مدت حمل تو تجاوز کر گیا۔لڑکا تو درکنار ۱۵۔اپریل کو مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔اب بتلایئے وہ الہام کدھر گیا۔خدا جھوٹا ہوا یا آپ؟ اب بھی شرماؤ گے یا شعبدہ دکھلاؤ گے۔معلوم ہوا کہ آج تک اسی واسطے کوئی خبر اخبار یا اشتہار میں نہیں چھپوائی تھی۔گھر بیٹھے بیٹھے مکر بنائے تھے۔فقط ایک ہی خبر چھپوائی سو دیکھو کیسی رسوائی اٹھائی۔اب یا تو لڑکی سے لڑکا بنایئے یا لن ترانیوں سے باز آکر تا زیست منہ نہ دکھلایئے: اگر در خانہ کس است حرفے بس است

مرزا قادیانی: چونکہ یہ ضعیف بندہ ہے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔

پنڈت: آپ اپنے خیال شریف میں ضعیف بندہ نہیں ہیں۔.کوئی چیز خواہ آپ ظاہر کریں یا آپ کا خدا، مگر ہمارا مطلب کہیں نہیں جاتا، آپ جھوٹے ہوں یا آپ کا مولی۔

مرزا قادیانی: چونکہ اشتہار چھپوانے میں کسی قدر دیر ہوگئی اس واسطے چند قلمی نقلیں بذریعہ رجسٹر بخدمت مسٹر عبداللہ سابق اکسٹرا اسسٹنٹ و پادری عماد الدین وغیرہ بلا توقف بھیجے گئے ہیں۔

پنڈت: اب بھی اسی طرح عجلت کرتے اور قلمی نقلیں بھیج کر اطلاع دیتے تھے، کہ میرا الہام جھوٹا ہوا، اور خدا نے مجھ سے دغا کی، یا فلاں شخص نے زہر دے کر مار دیا، یا فلانے کی کارسازی سے لڑکے سے لڑکی ہوگئی وغیرہ وغیرہ۔جو منکر ہوسکتا تھا اس کی بدستور سابق اطلاع واجب ہے۔

مرزا کی جعل سازی: مرزا نے جو سوامی دیانند سرسوتی کے بارہ میں براہین احمقیہ میں اپنی پیش گوئی لکھی ہے وہ صریح البطلان تھی۔اگر مرزا پیش گوئی پر قادر ہوتا تو سوامی کی وفات سے پہلے اشتہار دیتا اور درج کراتا کہ بتاریخ فلان و ماہ فلاں سنہ فلان سوامی جی آنجہانی ہوں گے۔اس کا تو کچھ ذکر نہیں جب سوامی جی انتقال کر گئے تو مرزا صاحب اپنی براہین احمقیہ کھول بیٹھے اور جہلاء کو سنانے لگے۔اسی طرح اب یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے ایک اشتہار مشتمل بر تیاری رسالہ بے نور (سراج منیر) جو چندیں برائیوں پر شامل ہے، دے کر خاموش ہو گئے ہیں اور باوجود وعدہ

قلیل کے اس مدت کثیر تک شائع نہیں ہوا۔ ہم فرضی ملہم صاحب کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پیش گوئی کا دعوی ہے تو رسالہ مذکور عرصہ پندرہ روز میں شائع کریں اور کسی مشہور کے حیات ممات کا نقشہ بھی بنا کر مشہور کریں تاکہ اس کی قلعی کھلے۔ اور اگر اسی طرح خاموش رہے اور کسی وقوعہ کے بعد پھر آپ نے گپ ماری تو محض لن ترانی سمجھی جاوے گی بلکہ سب سے اول اپنی وفات کی پیش گوئی معہ سال و تاریخ بتا دیں تو بہت انسب ہے کیونکہ ایک تو ان کے مکروفریب سے مسلمان نجات پاویں گے اور دوسرے ان کے گرویدوں کو موقع فخر ملے گا، چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ راقم ایک پنجابی الہاموں کا شائق۔ (کلیات آریہ مسافر۔ص ۴۹۹ تا ۵۰۱ مختصراً)

(مرزا قادیانی ایک ہندو کے نام خط میں ۱۴ جون ۱۹۰۳ء کو لکھتے ہیں:

....اس (لیکھ رام) نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مرجائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھ رام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا ہے .... یہ تمام پیشگوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کردی تھی۔ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۱۴۔

مرزا قادیانی بروائت میر ناصر نواب ہیضے سے مرگئے۔ یعنی آخر مرہی گئے، تین سال نہ سہی کچھ زیادہ سہی۔ لیکھ رام کے معتقد ہندو پوچھیں کہ بتاؤ اب مرزا کہاں ہیں، تو قادیانیوں کے پاس کیا جواب ہوگا؟

اور مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلق لیکھ رام کی بات ہے، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا میں بحث کی تھی۔ اس بحث کا اختصار یہاں درج کیا جاتا ہے: اس پیش گوئی کے متعلق اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ ذیل ہے:

لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا، اندرمن مرادآبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضا وقدر کی نسبت بعض پیش گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھ رام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو، شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب، یعنی صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کیلئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم

نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں ،یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو،تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی روح سے میرا یہ نطق ہے۔اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے طیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے۔اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

سراج منیر۔ص ۱۲۔۱۳؛خزائن ج ۱۲ص ۱۴۔۱۵

مرزا صاحب کے اس اشتہار میں مرقوم ہے کہ لیکھ رام پر کوئی خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔اس اشتہار میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہو سکے کہ لیکھ رام کے مرنیکی پیشگوئی ہے، بلکہ یہ خارق عادت عذاب کی ہے جو زندگی کو مستلزم ہے۔موت اور خصوصاً ایسی موت کو جیسی لیکھ رام پر آئی، ہیبت ناک عذاب کہنا مرزا ہی کا کام ہے۔پس اس اشتہار کے مطابق فیصلہ بالکل آسان ہے کہ پنڈت لیکھ رام بموجب تحریر مرزا جی کسی خارق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ ایک چھری سے مرا۔ایسی وارادات عموماً ہوتی ہے۔یہ نہ تو کوئی ہیبت ناک عذاب ہے اور نہ ہی خرق عادت موت۔ہاں مرزا جی نے رسالہ کرامات الصادقین میں ایک الہام لیکھ رام کی موت کا بھی درج کیا ہوا ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں: فبشّرنی ربّی بموته فی ستّ سنة یعنی خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔

مرزا جی کے قول فبشّر نی ر بّی... الخ ..کا جواب تو آپکے قاعدہ پر بالکل سہل ہے کہ اصل الہام میں جو لیکھ رام کی بابت شائع ہوا ہے موت کا لفظ نہیں بلکہ صرف خرق عادت عذاب کا ذکر ہے۔اگر کہیں کہ یہ الہام بھی تو میرا ہی ہے، پھر یہ کیا انصاف ہے کہ میرے ایک الہام کو دوسرے الہام کی تفسیر یا توضیح نہ بنایا جائے۔تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے یہ اصول بتلایا ہے کہ پہلا الہام معتبر ہوتا ہے۔کیا آتھم کے حق میں بعد اظہار اصل الہام آپ نے انہی لفظوں میں تشریح نہ کی تھی ، فبشّرنی ربّی بعد دعوتی بموته. کرامات الصادقین۔پس جس اصول سے آپ نے اصل الہام کے بعد کی تشریح کو آتھم کے متعلق داخل الہام نہیں بتایا، حالانکہ خدا کے نام سے کہی تھی۔اسی اصول سے ہم آپ کی اس تشریح کو داخل الہام نہ سمجھیں گے اور یقین کریں گے کہ موت صرف آپکا منصوبہ

ہے داخل الہام نہیں۔ بتلا یئے اس کی کوئی وجہ ہے کہ آپ اپنے ہی مقرر کردہ اصول سے کیوں منحرف ہوں۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ لیکھ رام کے حق میں جو خرق عادت عذاب کا الہام تھا وہ غلط ثابت ہوا، کیونکہ وہ مر گیا۔ خرق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔

اور اگر ہم بھی اس عبارت مندرجہ کرامات الصادقین کو انہی معنی میں سمجھیں جن میں مرزا جی لے رہے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ موت جو چھ سال کے اندر ہونے والی تھی ایسی خرق عادت رعب دار اور ہیبت ناک عذاب سے ہونی چاہیے تھی کیونکہ پہلے اشتہار میں یہ قید لگائی گئی ہے، جو کسی طرح منسوخ نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھ رام ایک ایسی موت سے مرا ہے جس سے عموماً لوگ مرتے ہیں اور ان کی موت کو کوئی خرق عادت نہیں جانتا۔ اس قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ایسی موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق ایک اور کمال کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قرآن کے معانی اور مطالب ہی کو نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی اپنی تاویلوں کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> یہ الہام کہ عجل جسد له خوار ۔ له نصب و عذاب ...یعنی لیکھ رام گوسالہ سامری ہے اور اسی گوسالہ کی طرح اس کو عذاب ہوگا۔ یہ نہایت پر معنی الہام ہے جو گوسالہ سامری کی مشابہت کے پیرایہ میں نہایت اعلی اسرار غیب کے بیان کر رہا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن میں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا جیسا کہ توریت خروج، باب ۳۲، آیت ۵ سے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔
>
> ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کی عید ہے۔، سو ایسا ہی اسلامی عید کے دن کے قریب یعنی ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام قتل ہوا۔ اور گوسالہ سامری کے تباہ کرنے کیلئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی خصوصیت تھی وہ عید کے دن ہی کا واقعہ تھا جب کہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے پیسا گیا لہذا خدا نے لیکھ رام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت التزامی کر رہا تھا کہ لیکھ رام بھی عید کے دنوں میں ہی قتل کیا جائیگا۔ استفتا اردو، ص ۱۱۔۱۲؛ خزائن ج ۱۲ ص ۱۹۹۔

اس بیان میں مرزا نے یہ چالا کی کی ہے کہ توریت کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ اپنے خیال میں کر ہی دیا ہے کہ گوسالہ سامری عید یہود کے روز مارا گیا۔ مگر جب ہم مرزا کے بتلائے ہوئے مقام کو دیکھتے ہیں تو وہاں اسکا ذکر بھی نہیں پاتے بلکہ جس عید کو گوسالہ سامری کے ذبح ہونیکا دن لکھا ہے وہ دن اسکی پرستش اور سوختنی قربانیوں کے چڑھاوے کا دن تھا۔ اس سے بعد موسی کو جو، ابھی پہاڑ پر تھے، خدا تعالی کے بتلانے سے خبر ہوئی تو وہ آئے۔ ان

کے واپس آنے میں بھی کئی روز لگ گئے ۔ چنانچہ مقام مذکور کی کسی قدر عبارت ہم نقل کر کے باقی کیلئے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود ہی مقام مذکور یعنی خروج باب ۳۲ کی آیت ۴ سے اخیر تک پڑھ لیں ۔ وہ یہ ہے :

اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکا کی ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اسکے آگے قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے اور وے صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے تب خداوند نے موسیٰ کو کہا۔ اتر جا۔ کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں ۔ وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں ۔ انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔ اور اسے پوجا اور اس کیلئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ ایا سرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔ خروج ۔ باب ۳۲: ۴۔۱۰۔

حکیم نورالدین نے اس عبارت سے چند سطریں آگے کی اور نقل کر کے ہم پر تحریف کا الزام لگایا ہے اور وجہ تحریف کچھ نہیں بتائی ۔ حیرانی ہے ایسے مولانا اور بے ثبوت الزام ۔

یہ عبارت اپنا مطلب بتلانے میں صاف ہے مگر نہیں معلوم مرزا جی کا قرآن شریف پر تو کوئی حق شفع بھی تھا بائیبل پر کیا ہے؟ نہیں نہیں میں نے غلط کہا، آخر مسیح نے بھی تو آپ کی خبر بتلائی ہے ۔، دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱۔ اس مقام کو مرزا جی اپنے حق میں مان چکے ہیں ۔ دیکھو کشتی نوح ۔ ص ۵ ۔ مگر ناظرین فیصلہ کریں کہ ہماری مراد صحیح ہے یا مرزا کی ۔ ثناء اللہ، مرزا جی کے مقربو! اس علم اور سمجھ اور دیانت پر بھی ان کو مجدد اور حکم مانتے ہو۔ ام تامرھم احلامھم بھذا ام قوم طاغون ۔ ہاں اگر ہم اس فقرہ عجل جسد لہ خوار کو آپ کی تکذیب کا گواہ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں کیونکہ باعتبار صریح مفہوم اور عرف عام اہل اسلام اس سے سمجھا جاتا ہے کہ لیکھ رام بقرعید کے دنوں میں قتل ہو گا مگر وہ ہوا تو عید الفطر کے دنوں میں جو گائے اور گوسالہ کے ذبح ہونے کے دن ہی نہیں ۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق کئی ایک الہام ایسے بتلائے جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ ہم کو تو کیا ہوتا خود مرزا جی کو بھی نہ ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں:

> اگرچہ خدا کے کلام کے باریک بھید جاننے والے گوسالہ سامری کا نام رکھنے سے اور پھر اس عذاب کا ذکر کرنے سے سمجھ سکتے تھے کہ ضرور ہے کہ لیکھ رام کی موت بھی اپنے دن کے لحاظ سے گوسالہ سامری کی تباہی کے دن سے مشابہ ہو گی مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں اس اجمال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صریح لفظوں میں فرما دیا کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب ۔ یعنی لیکھ رام کا واقعہ قتل

ایسے دن میں ہوگا جس سے عید کا دن ملا ہوا ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی ہے کہ عید کے دن کے قریب لیکھ رام کی موت ہوگی۔ استفتاء ص ۱۲؛ خزائن۔ ج ۱۲ ص ۱۲۰۔

یہ مصرع جس قصیدے کا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر مرقوم ہے جس میں لیکھ رام کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ بلکہ اس کے لکھتے وقت مرزا جی کو بھی خواب و خیال نہ ہوگا۔ ہم ناظرین کی تسلی کے لئے اس قصیدے میں سے چند اشعار نقل کرتے ہیں جن سے اس مصرعہ کے معنی اور سیاق وسباق معلوم ہو جائیں گے

الا ایّھا الواشی الام تکذّب
و تکفر من ھو مؤمن و تؤنّب
وآلیت انّی مسلم ثمّ تکفر
فاین الحیا انت امرء او عقرب
الا انّنی تبر و انت مذھب
الا انّنی اسد و انت ثعلب
الا انّنی فی کل حرب غالب
فکدنی بما زوّرت فالحق یغلب
و بشّرنی ربّی وقال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمّنی ربّی فکیف اردّہ
و ھذا عطاء اللّٰہ و الخلق یعجب
و سوف تری انّی صدوق مؤید
و لست بفضل اللّٰہ ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اسی کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے۔ میں نیک ہوں، تو ملمع ساز ہے۔ میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں۔ تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے، ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قاسمتهم ان الفتاوی صحیحة
و علیک وزر الکذ ب ان کنت تکذب
و ھل لک من علم و نصّ محکم
علی کفرنا او تخرصن و تتغب

کرامات الصادقین ص۵۴؛ خزائن ج ۷ ص ۹۶

تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو، مرزا پر لگائے ہیں، صحیح ہیں۔ تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔ کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے۔

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین سے ہے۔ ہاں اگر علماء مکفرین تمام کے تمام یا کم سے کم ان کے سرگروہ ہی عید کے روز شہادت یاب ہوتے تو مرزا جی کو کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی۔ مگر یہاں تو اتنی بھی نہیں۔

اس پیش گوئی پر دونوں طرح سے وہ تنقید بھی ہوسکتی ہے جو آتھم والی پیش گوئی پر کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس پیشگوئی کے لوازم نہیں پائے گئے جن کو آپ نے اسی پیش گوئی کیلئے سراج منیر میں تسلیم کیا ہوا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس الگ پیش گوئی ہیبت ناک عظیم الشان شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہوتی، تو اپنا اثر ساتھ رکھتی حالانکہ نہیں۔

دوئم یہ کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرح اس کا بھی ظہور قطعی اور یقینی نہیں ہوا کہ کسی مخالف و موافق کو شبہ نہ رہتا۔ بلکہ اس کے کذب پر بزرگ قسم کھانے کو تیار تھے جن کے جواب آپ نے آج تک نہیں دیئے۔

اس پیشگوئی کے متعلق حکیم صاحب سے جو بن سکا وہ صرف یہ ہے کہ الہام میں لیکھ رام کو عجل، گئو سالہ، کہا گیا ہے اور اس کے لئے خوار اور نصب کا ثبوت ہے۔ خوار مقتول کی آواز کو کہتے ہیں۔ نصب کا لفظ بھی موت بالقتل پر دلالت کرتا ہے۔ عذاب سے بھی موت ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔ آئینہ حق نما۔ ص ۱۲۸۔

عجل بچھڑے کو کہتے ہیں۔ خوار، بیل گائے اور بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں، ملاحظہ ہو قاموس۔ صراح، منتہی الارب۔ صحاح جوہری۔ مفردات راغب وغیرہ۔ نصب بھی عذاب کو کہتے ہیں۔ اس کو بھی قتل وغیرہ لازم نہیں۔ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے لا یمسّھم فیھا نصب وّ ما ھم منھا بمخر جین۔ حجر :۴۸۔ اہل جنت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔

عذاب سے بھی قتل ثابت نہیں۔ پھر ثابت کس سے ہے؟

حکیم صاحب نے لسان العرب جلد ۵ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے بزعم خود ثابت کیا ہے کہ:

خوار کا لفظ انسان پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گئو سالہ کی طرح چلاتا ہے۔ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۴۔

مطلب آپ کا یہ ہے کہ لیکھرام کی بابت جو عجل جسد له خوار آیا ہے یہ خوار ہی قتل پر اشارہ کرتا ہے۔ کس صفائی سے پورا حوالہ دیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں یہ مضمون کہیں بھی نہیں۔ حوالہ مذکور نہ ملنے کی صورت میں حکیم صاحب پر خیانت اور کذب کا الزام رہے گا اور اگر حوالہ صحیح ثابت ہو جائے تو بھی حکیم صاحب مع اپنی جماعت کے بے سمجھی کے الزام سے بری نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مرزائی الہام میں جو خوار کا لفظ آیا ہے وہ انسان کیلئے نہیں بلکہ عجل (گئو سالہ) کیلئے ہے اور عجل بطور استعارہ (مثل زندہ) انسان لیکھرام، کیلئے ہے۔ اے کاش! آپ فن معانی و بیان کو ملحوظ رکھتے تو یہ غلطی آپ سے سرزد نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ اخبار اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۱۳ء میں بذریعہ کھلی چٹھی کے حکیم صاحب سے یہ حوالہ طلب کیا تھا، اس کا جواب بھی نہیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حوالہ مذکور دکھا ہی نہیں سکتے۔ اس مقام کی عبارت سمجھنے میں انکو غلطی ہوئی۔

حکیم صاحب! غور سے سنیئے! آپ نے مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر صفحہ ۱۰ (خزائن ج ۱۲ص ۱۳) سے یہ عبارت نقل کی ہے: پنڈت لیکھرام پشاوری کی قضا وقدر وغیرہ کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید تاریخ و وقت کچھ تحریر ہوگا۔ آئینہ حق نما ص ۱۲۷۔

> اس عبارت کو نقل کر کے آپ فرماتے ہیں: خدا کے لئے غور کرو کیا اس میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ لیکھرام کی قضا وقدر اور موت فوت کے متعلق بقید تاریخ و وقت ایک پیش گوئی شائع ہوگی ... لیکھرام نے دیدہ دلیری سے کہا کہ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے جس پر پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۷۔

بس آپ ہم کو فروری ۱۸۹۳ء والے اشتہار سے لیکھرام کی موت بقید تاریخ اور بقید وقت دکھائیں، ہم اس کو مان جائیں گے۔ حکیم صاحب اور خلیفہ صاحب راست بازی اس کا نام ہے کہ جو حکایت کریں اس کا محکی عنہ بھی بتلائیں۔ یہ نہیں کہ محض دعوی ہی دعوی ہو اور ثبوت کچھ نہ ہو۔ غالباً آپ کو اشتہار مذکور کی اس عبارت پر نظر ہوگی:

> آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سراج منیر ص ۱۲؛ آئینہ حق نما ص ۱۱۷؛ خزائن ج ۱۲ص ۱۵۔

مگر اے جناب! اگر یہ اور سابقہ عبارت ملک کی عام زبان، اردو، میں ہے تو کوئی اردو دان منصف بتلا سکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو مرزا نے لکھا ہے کہ:

لیکھ رام جن کی قضا وقدر کے متعلق... بقید وقت وتاریخ تحریر ہوگا۔

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۹۸؛۔مندرجہ آئینہ حق نما۔ص ۱۲۷۔

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس تاریخ اور جس وقت لیکھ رام کی موت واقع ہونے والی ہوگی اس تاریخ کا نام اور اس وقت کا ذکر صاف لفظوں میں ہوگا، یہ نہیں کہ آج سے چھ برس تک ہوگا۔ چہ خوش۔ حالانکہ مرا بھی چار برس تک کیونکہ فروری ۱۸۹۳ء میں پیش گوئی شائع ہوئی اور مارچ ۱۸۹۷ء میں وہ فوت ہوا۔ اگر یہ خیال ہو کہ چھ سال کے اندر ہی اندر مرا، چھ سے تو آگے نہیں بڑھا، چاہے چار سال تک مرا۔تو ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہی قاعدہ ہے تو چھ سال کیا دس سال کے اندر مرا بھی کہہ سکتے۔دس کیا بیس کے اندر مرا، بیس کیا ایک صدی کے اندر مرا۔ کہیے! پھر چھ ہی کی کیا خصوصیت ہے۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں، چھ سال کے اندر مرا یا چار سال کے اندر مرا۔ ہمیں تو یہ غرض ہے کہ مرزا جی کی کسی تحریر سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور وقت دکھا دیجئے۔

مختصر یہ کہ پنڈت لیکھ رام کی بابت خارق عادت عذاب کا وعدہ تھا۔موت کا اس میں کوئی لفظ نہیں۔بغیر خرق عادت عذاب کے اس کی موت نے ثابت کر دیا کہ یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

حضرات انبیاء کے مخالفوں پر جو موت آتی اور ان کی پیش گوئی سچی ثابت ہوتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشگوئی ہی ایسی ہوتی تھی لیھلکنّ الظّالمین۔ ہم (خدا تعالی) ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ چونکہ وہ ان کے ہلاک کرنے کی ہوتی تھی اس لئے وہ سچی ہوتی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی میں خرق عادت عذاب کا ذکر ہے اسلئے بغیر خرق عادت عذاب کے یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ بہاء)

قادیانی کی سلطان محمد سے رقابت

ایک بڑے پھاٹک دار دروازہ سے گذر کر اور ایک وسیع میدان صحن کا طے کر کے وسطی مکانات کے آگے، دائرہ نما ایک برآمدہ انگریزی کوٹھی کی وضع کا بنا ہوا ہے، اسکے دروازوں کے اوپر کچھ پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ گملے پھولوں کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ برآمدہ کے وسط میں ایک چار پائی پر سفید بستر کے اوپر کوئی شخص فربہ اندام، میانہ قد، لال داڑھی، سرخ وسفید چہرہ کا رنگ، تکیہ پر سر اور سر کے نیچے دونوں ہاتھ، چت لیٹا ہوا، ایک ٹانگ کھڑی ہے دوسری ٹانگ، ٹانگ پر رکھے ہوئے لمپ کی روشنی مدہم کی ہوئی، برآمدہ سے باہر صحن میں بہت سے آدمی پڑے ہیں، برآمدہ والے مکان کے دونوں بغلوں میں مکانات ہیں جن کی روش اور حیثیت سے صاف

ظاہر ہے کہ یہ کوئی سرائے ہے، اور وہ شخص جو برآمدہ میں پڑا ہے کوئی مسافرانہ طور پر اس مکان میں عارضی یا کرایہ پر رہتا ہے، مگر اپنی طبیعت کے مذاق کے موافق خوب آراستہ اور سجایا ہوا ہے۔

چلیں دیکھیں، ہیں یہ تو کچھ آپ ہی آپ باتیں کرتا ہے۔ کوئی پاس تو ہے نہیں مگر کسی فکر میں محو خیال ہے۔

ہائے ناکامی واحسرتا! نہ رات کو چین نہ دن کو آرام ہے، دل کو خبر نہیں کیا چیز ہے جو اندر ہی اندر ملے ڈالتی ہے، سینہ میں میٹھا میٹھا درد محسوس ہوتا رہتا ہے، رات کو کسی پہلو اور کسی کروٹ آرام نہیں، دن کو سوائے اس ادھیڑ بن کے اور کچھ کام نہیں، افشائے راز کے خوف سے اس بارہ میں جان توڑ کے کوشش نہیں کی جاتی، نامحرموں کا ذکر کرنا غیرت نہیں چاہتی۔ اندرونی کاروائیوں میں بالکل ناکامی رہی، خدا جانے یہ بڑھاپے کا عشق کیا رنگ لائے گا۔

کون پھرتا ہے؟

خادم: حضور میں ہوں، کیا ارشاد ہے۔

حضرت: کیا بات تھی جو تم لوگ تذکرہ کر رہے تھے ہوشیار پور سے آدمی آنے کا، اور احمد بیگ کی لڑکی کی شادی کا۔

(ہمارے ناظرین اب تو سمجھ گئے ہوں گے یہ صاحب ہمارے ناول کے ہیرو حضرت مرزا صاحب ہیں)۔

خادم: حضور ہوشیار پور سے آدمی آئے تھے، وہ ذکر کرتے تھے کہ مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔

حضرت: کہاں اور کس سے؟

خادم: کوئی پٹی گاؤں ہے ضلع لاہور میں، وہاں سے برات آئے گی۔ اور کوئی مرزا سلطان محمد نامی شخص ہے، اس کے ساتھ نکاح ہوگا۔

حضرت: (یہ سنتے ہی سن ہو گئے، کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں۔ بے ساختہ مرزا رفیع سودا کا یہ شعر زبان سے نکلا)

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس　　　پر جو خدا دکھائے تو لاچار دیکھنا

ہائے افسوس دعا میں بھی کچھ اثر نہیں رہا، جو تدابیر کیں الٹی پڑیں۔ پہلے تو دعا تیر بہدف فرمایا کرتے تھے، بجلی کی طرح کوندتی تھی، بڑا بھروسہ تو اسی پر تھا، کیا عشق میں سب نے ساتھ چھوڑ دیئے ہیں؟ نہیں نہیں عاشق کی آہ تو خالی نہیں جاتی، جذبہ کامل ہونا چاہیے، پہلے ان کے وارثوں کو سمجھاؤ، ڈراؤ اگر نہ مانیں تو خدا کی طرف رجوع لاؤ، دیکھو تو کیا ہوتا ہے:

جذ بہ عشق جو ہوئے گا تو انشاء اللہ　　کچے تاگے میں چلی آئے گی سرکار بندھی

مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جائے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آجاؤ اور اس کے وارثوں کو بھی خطوں کے ذریعہ دھمکایا

ریل کا سفر

اسٹیشن ریلوے کے پلیٹ فارم پر مسافروں کا ہجوم ہے اور کثرت اژدہام سے ٹکٹ لینے کو جگہ نہیں ملتی۔ کوئی بینچ پر بیٹھا ہوا خدمت گار کا انتظار کر رہا ہے کہ اب تک ٹکٹ لے کر نہیں آیا۔ ریل نے سیٹی دی، وہ آگے ایک جنٹل مین پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ ایک صاحب نہایت پستہ قد، لاغر اندام، دبلے پتلے، سادہ مزاج، ثقہ وضع، متبرک صورت، چوغہ ڈانٹے قریب آئے: السلام علیکم

جنٹل مین: آہا حاجی صاحب! وعلیکم السلام۔ کہاں کا ارادہ ہے؟

حاجی صاحب: دہلی جاؤنگا۔ دسمبر کی تعطیل ہے، یہاں بٹالے پڑے رہنے سے کیا حاصل۔ آپ کا ارادہ کہاں کا ہے؟

جنٹل مین: میں لاہور جاؤنگا۔ سرسید بالقابہ لیکچر دیں گے۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ بھی اسی جلسہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ لاہور راستہ میں تو پڑے ہی گا، ایک مقام کر کے دہلی چلے جانا۔ یہ لطف بھی اتفاق سے حاصل ہو جائیگا، دیکھئے لوگ دور دور سے سفر کر کے خاص اسی ارادہ سے آئے ہونگے

حاجی صاحب: حضرت میں اولڈ فیشن کا انسان ہوں۔ ہر دیگی چمچہ نہیں، جس کی رونق دیکھی کل جدید لذیذ پر عمل کیا اور اس طرف کو پھر گئے۔ پرانی لکیر کا فقیر ہوں۔

جنٹل مین: مذہب میں تحقیق ضرور چاہیے، بے تحقیق اندھوں کی طرح چلنا ہم تو پسند نہیں کرتے

حاجی صاحب: میں اس امر میں آپ کے خلاف ہوں، موافقت نہیں کرتا۔ آخر متقدمین میں کیا کوئی محقق نہیں گذرا؟ اب سرسید نے تیرہ سو سال بعد تحقیقات سے ثابت کیا کہ فرشتوں کا وجود نہیں، حضرت عیسیٰؑ مر گئے، جنت دوزخ موجود نہیں، معجزہ کوئی چیز نہیں، یا کچھ اور۔

جنٹل مین: یہ آپ کی ضد ہے، انصاف نہیں۔ جب یونانی فلسفہ کی بنیاد پڑی اور اس کا دور دورہ ہوا، اسلام سے اس کا مقابلہ ہوا، اس وقت اس زمانہ کے علماء اسلام تھے، انہوں نے خدا ان پر رحمت کرے، علم کلام ایجاد کیا اور اپنا دل و دماغ خرچ کر کے نہایت جانفشانی سے کتابیں لکھیں۔ بعض مسائل

کو اس کے ذریعہ سے یونانی فلسفہ سے تطبیق دی، اور جو فلسفہ کے اصول رکیک تھے ان کو علم کلام کے ذریعہ سے مسترد کر دیا۔ اب زمانہ گذرنے پر نیا فلسفہ جاری ہوا، جس کی بنا (برخلاف قیاسات وتوہمات) مشاہدہ اور تجربہ پر ہوئی، جس کا رخ تیرھویں صدی کے اخیر میں ہندوستان اور پنجاب کی طرف ہوا، اور کل سرکاری اور قومی سکولوں اور کالجوں میں اس کی شاخوں میں اس کی تعلیم ہو رہی ہے اور جس کی بدولت اس نظام عالم پر جس کو نامور حکیم بطلیموس نے قائم کیا تھا، طلباء ہنسی اڑا رہے ہیں۔ الغرض جب تجربہ اور مشاہدہ کے نظام عالم زمانہ حال کی سائینس اور فلسفہ نے یونانیوں کے اس وہمی اور قیاسی فلسفہ کو باطل کر دیا، تو وہ پرانا علم کلام ہے بے مصرف رہ گیا۔

ہمارے زمانہ کے علماء اسلام کا حقیقی فرض تھا کہ حال کی سائنس وفلاسفی وغیرہ کے مقابلہ میں کوئی نیا علم تیار کرتے اور جو اوہام وشکوک زمانہ حال کے لوگوں کے دلوں میں جاگزین تھے ان کے دور کرنے کی کوشش کرتے، مگر کسی بزرگ نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

ایسے نازک اور پرآشوب زمانے میں سرسید نے جو قدرۃً ہمدردی بنی نوع انسان اور فطرۃً دردمند دل اپنے ساتھ لایا تھا اپنی قوم کی جو ایسی ردی حالت دیکھی کہ خدا کسی کو بھی نہ دکھائے اور اسلام کو قابل رحم حالت میں پاکر سینکڑوں دیگر امور کی اصلاح کے ساتھ ہی یہ بھی عاقبت اندیشی کی کہ مروجہ سائینس اور فلاسفی کو جس کا مذہب اسلام سے مقابلہ پڑتا نظر آیا، مدنظر رکھ کر ہندوستان کے بزرگ اور مقدس مولویوں کی خدمت میں اپیل کی کہ اس طوفان بے تمیزی کے مقابلہ میں کمر باندھیں اور پرانے تیر تفنگ کی بجائے کسی نئی توپ اور سنائیڈر بندوق سے کام لیں۔ مگر کسی نے نہ سنی اور سب نے اس کو اہل غرض اور دیوانہ بتلایا، اس لئے اس مرد میدان نے سب سے مایوس ہو کر خود کمر ہمت باندھی، اور بلند حوصلے اور مضبوط دل سے اس کام میں مصروف ہوا کہ خدا کے قول اور فعل (قرآن ونیچر) دونوں کتابوں کو، جو دراصل ایک ہیں، باہم مطابق اور موافق کر دکھایا۔ اور جن لوگوں نے مخالفت کی سب کے سب تھکے اور ماندے ہو کر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ علماء وقت اور بزرگان دین فرماتے ہیں کہ.... اعلی اور بے مثل تحقیقات میں اس (سرسید) نے بعض مقاموں میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور کیا عجب ہے کہ ایسا ہوا ہو کیونکہ غلطیوں سے پاک اور صاف رہنے کا منصب تو خداوند تعالی نے انبیاء کو عطا فرمایا ہے جو فطرۃً معصوم ہیں۔

سرسید نے یہ دعوی نہیں کیا کہ میں نبی یا رسول ہوں اور نہ اپنے تئیں امام وقت ظاہر کیا بلکہ وہ انبیاء سے برابری کرنے والوں کو مشرک فی صفۃ النبوۃ جانتا ہے اور قرآن شریف کو ہر وقت

بلکہ ہر آن تمام دنیا کے لئے جی امام مانتا ہے اس کا یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے

میری یہ خواہش نہیں کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے۔ میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (ان باتوں میں جو خدا اور بندوں میں دلی اور روحانی امور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ یہ منصب تو رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے اور ضرور قائم رکھے گا (کیونکہ جب وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے)...(دیکھو سفر نامہ پنجاب میں لیکچر اسلام)

الغرض اس بہی خواہ اسلام اور دلی ہمدرد قوم کی بیش بہا اسلامی اور لاثانی خدمات کے حیرت انگیز کارنامے خطاب احمدیہ تہذیب الاخلاق تفسیر القرآن وغیرہ کے لباس میں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے اور اپنی رائے قائم کرکے خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کرے۔

آہا حکیم صاحب بھی پھر رہے ہیں۔ غالبًا یہ بھی وہیں جاتے ہیں، چلو ملاقات کریں۔

حاجی صاحب: میری ملاقات تو ہے نہیں، خواہ مخواہ مخل اوقات ہونا پسند نہیں کرتا۔

جنٹل مین: اچھا تو میں جاتا ہوں (اور چند قدم حکیم صاحب کی طرف چل کر) السلام علیکم

حکیم صاحب: وعلیکم السلام، شاہ صاحب مزاج شریف! کس طرف کا عزم بالجزم ہے۔

شاہ صاحب (جنٹل مین)۔ جلسہ حمایت اسلام میں جاؤنگا۔ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟

حکیم صاحب: میں بھی وہیں جاتا ہوں، خوب ہوا ساتھ ہو گیا۔ مولوی صاحب نہیں آئے۔

شاہ صاحب: علی گڈھ کالج کے واسطے جو چندہ جمع کیا گیا تھا، اکثر احباب پر باقی ہے، اس کی وصولی کی وجہ سے وہ آج نہیں آسکے۔ غالبًا کل یا شام کی ریل میں وہ بھی تشریف لے آویں۔

حکیم صاحب: خوب! اللہ تعالی جزا دیوے۔ مولوی صاحب کا بھی دم غنیمت ہے۔ ان کو بھی آپ کی طرح اس معاملہ میں نہایت دلچسپی ہے، اور ایسا ہی چاہیے۔ قومی ہمدردی کے یہی معنی ہیں۔

اتنے میں ریل نے سیٹی دی اور سب اپنا اپنا اسباب اٹھا کر سوار ہو گئے اور ریل روانہ ہوئی۔

ماں کرے نند لال

صبح کا سہانا وقت ہے، بہار کے دن ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، درختوں میں جو شگوفہ آیا ہوا ہے، اس کی بھینی بھینی خوشبو سے دل کو فرحت دماغ کو طاقت پہنچتی ہے۔ دس بارہ آدمی

بہ لحن داؤدی اونچے سروں میں الاپ الاپ کر گا رہے ہیں،
سہاگن چیچا مان کرے نند لال ۔ ایک ڈھولک پر تھاپ دے کر تال دے رہا ہے، ایک بانسری بجاتا ہے، اور لہرا لہرا کر ایک لے میں سب کے سب گا رہے ہیں،
سہاگن بچا (زچہ) لاڈو گود کھلائے نند لال ۔
تالی بجا کر
سہاگن بچا مان کرے نند لال ۔
ایک طرف سے ایک مالن انبہ کے پتے رسے میں باندھے ہوئے مکان کے دروازہ پر باندھ رہی ہے قریب کی مسجد سے ایک صاحب باہر آئے، یارو! نماز تو پڑھنے دو۔
۱۔ قربان جائیں، یہ دن کیا روز آتا ہے، نماز کی تو ہمیشہ دن نکلنے سے پہلے چٹی (ڈنڈ) لگی رہتی ہے۔
۲۔ خدا نے یہ دن دکھایا ہے ہم اسی دن کی دعا مانگتے تھے۔
۳۔ سخی کی کمائی میں سب کا حصہ ہے۔
۴۔ شوم کم بخت کے دروازے کون جاتا ہے۔
نمازی: اے بھائیو! نماز میں حرج ہوتا ہے۔ دن تو نکلنے دیا ہوتا۔
آواز (مسجد کے اندر سے) میاں بحث کیوں کرتے ہو؟ کچھ دے دلا کر رخصت کرو۔
نمازی نے صحن مسجد سے زنانخانہ کی طرف رخ کر کے کسی خادمہ کو آواز دی، خادمہ اندر واپس جا کر آئی اور ہیجڑوں اور مالن کو کچھ دے دلا کر رخصت کیا)۔
نمازی (صحن مسجد سے واپس اندر جا کر) حضرت جی مبارک! ہم کو تو خبر ہی نہیں، ان لوگوں کو کہاں سے خبر ہو جاتی ہے۔
مصاحب: حضرت اقدس نے تو ذکر ہی نہیں فرمایا۔
حضرت: بے شک رات ڈیڑھ بجے بعد یہ مولود مسعود پیدا ہوا۔ اس وجہ سے بے خوابی رہی۔ صبح کی نماز میں بہ توقف آنے کا اتفاق ہوا۔ جماعت تیار تھی اس ذکر اذکار کی فرصت نہ تھی، فالحمد للہ، اللہ نے ہماری پیش گوئی کو پورا کیا۔
مصاحب: الحمد للہ! مبارک مبارک! پھر ایک مرتبہ مبارک مبارک کی آواز سے مسجد گونج گئی۔
حاضرین: الحمد للہ! حضور، اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا۔ لڑکی پیدا ہونے سے مخالفوں نے زبان طعن کو دراز کر رکھا تھا۔ اب ان کے منہ میں خاک پڑے گی۔ خدا تعالیٰ اس مولود کو عمر طبعی پر پہنچائے اور

حسب بشارت خود سب وعدہ پورا کرے۔ (پھر آواز آمین سے مسجد گونج اٹھی)

مولوی صاحب: اب یہ مولود تو وہی بشیر موعود ہے جس کی نسبت حضور کو الہام ہوا تھا عنمو ائیل

حضرت: بے شک اب عقیقہ کا سامان کیا جائے ایک مضمون لکھواور فوراً مطبع میں شائع ہونے کے واسطے بھیج دو اور احباب عقیدت کیش کے پاس خط دعوت اور مخالفین کے پاس اشتہار قلمی بذریعہ رجسٹری بھیج دو۔

مولوی صاحب: نہایت مناسب بلکہ ضروری اور انسب ان نا معقولوں کے منہ میں لگام دیا جائے۔ پہلے لڑکے کی پیش گوئی میں جو لڑکی ہوئی تو زمین کو سر پر اٹھا رکھا تھا۔ ذرا سر تو نیچا ہووے۔

حضرت: ہم نے شائع کرا دیا تھا کہ یہ ضرور تھوڑا ہی ہے کہ وہ مولود موعود اسی حمل میں پیدا ہوتا ،اس میں نہیں تو اس کے قریب کے حمل میں سہی۔

مصاحب: اب تو خدا تعالی نے سب مخالفین کو خاک در دہان سرنگوں کر دیا۔

شاہ جی: حضور اب عقیقہ کی تقریب پر وہ خوشی کی جاوے کہ زمانہ میں یادگار ہو جائے اور اس کی نظیر زمانہ میں ہاتھ نہ آئے۔

(اتنے میں نوبتی نقار خانہ لے کر آ گئے نوبت خانہ رکھا گیا نفیری کی آواز کے ساتھ ہی نقارہ پر چوٹ پڑی اور لوگ ڈوم کنجر مراسی آ وارد ہوئے اور ایک جلسہ قائم ہو گیا)

مرید: یہ راگ اور نفیری کا بجانا اور نقار خانہ رکھا جانا جائز ہے نہ۔

حضرت: آسمانوں پر اس مولود کے تولد کے شادیانہ بجتے ہیں اور نوبت خانہ، تو زمین پر کیوں نہ ہو

خوش آمدی: حق ہے حق ہے، سبحان اللہ وبحمدہ کیا عمدہ جواب ہے اعجاز ہی اعجاز۔

۲۔ اس میں کیا شک ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد، اللہ کے مامور اور مرسل کا کوئی کام خلاف امر الٰہی کے نہیں۔ حضور کو کشف سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آسمان پر نوبت خانہ رکھا گیا ہے۔

دیگر خوش آمدیوں نے ہاں میں ہاں ملائی

مولوی صاحب نے مضمون اشتہار لکھ کر پیش کیا بعد ملاحظہ پسند خاطر اقدس ہو کر بدست خاص مزین ہوا اور مطبع میں بھی روانہ کیا گیا (جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا) اور چند مخالفین کے پاس قلمی اشتہار تحریر کرا کر بذریعہ رجسٹری بھیجے گئے۔

جاء الحق و زهق الباطل ۔خوش خبری

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے

میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا فالحمد للّٰہ علی ذالک

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے۔ سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کریگا، حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے، کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے، اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی، کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پا کر اسکے معنے کرتا ہے۔ جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہنچا دیئے گئے۔ کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام

اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں، بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں (یہ اشتہار صداقت آثار ہے جو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ بہاء) تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر خاکسار غلام احمد۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۵۔ ص ۱۷۵۔۱۷۶)

گوگا نومی کا میلہ اور زندہ پیر کی زیارت

بھادوں کا مہینہ ہے، آسمان پر ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طرف سے اس طرف کو جا رہے ہیں۔ کہیں دھوپ کی تیزی بدن کو جلائے دیتی ہے۔ بھادوں کی دھوپ جس سے ہرن کا لا ہو۔ کبھی چھوٹا سا ٹکڑہ ابر کا سر پر آ گیا سایہ ہو گیا۔ ہوا کا جھونکا بستی میں جو لگا رہا جان آ گئی۔ کبھی حبس ہوا تو گرمی نے وہ زور دکھایا کہ سانس بند ہو گیا۔ پسینا ہے کہ سر سے پاؤں کے ناخن تک پہنچتا ہے۔ کپڑوں سے بو آ رہی ہے۔ بٹالہ سے جو سڑک قادیان کو جاتی ہے اس پر آدمیوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ دس دس، بیس بیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس کا جرگہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح علیحدہ علیحدہ رہ نوردی میں مصروف ہے۔ کسی کے ہاتھ میں مور کے پروں کا مورچھل ہے، کوئی ڈورو بجا رہا ہے، ایک مرتبہ ہی ابر آیا اور برستا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے چاروں طرف کو دیکھا جائے پناہ نہیں پائی، دھوپ نکل آئی، مسافروں نے اپنا راستہ لیا اور شام کے قریب قادیان میں داخل ہوئے۔ وہاں میلہ کا ہجوم ہے ایک وسیع میدان میں مجمع ہے، اژدہام سے آدمیوں کو آدمی چیر کر نکلتے ہیں تو منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ میدان میں ایک منڈی ہے ...ایک بڑے لمبے بانس پر پتلا اور سفید کپڑا سبز رنگ کا پھریرا اڑ رہا ہے بانس کے سر پر مور کے پر کا مورچھل بندھا منڈی کے پاس جھنڈے (چھرے) کے نیچے چارپائی بچھی ہے اس پر سفید بستر ہوا ہے چارپائی کے اوپر تکیہ کے سہارے ایک بزرگ درویش صورت لمبی داڑھی سرخ سفید رنگ نورانی چہرہ سبز کاہی عمامہ سر پر کہربائی اکڑ تہ در پر سبز سرخ سیاہ نیلے پیلے منکوں کی پنجرنگی تسبیح گلے میں پتلا رومال ہاتھ میں لال لال آنکھیں رعب دار چہرہ منہ سے حقہ لگائے صوفی صافی کی شکل بنائے چارپائی سے پاؤں لٹکائے دنیا سے ہاتھ اٹھائے بیٹھا ہے پیرو

ں کے پاس پلنگ کے نیچے ایک سفید چادر بچھی ہے لوگ آتے ہیں پیر کے پاؤں کو چوم قدم کو ہاتھ لگا ماتھا ٹیک کوئی مرغا کوئی بھیڑ بکری کا بچہ چڑھا روپیہ دو روپیہ پیر کے سر پر وار چادر پر ڈال دیتا ہے اور اسی طرح الٹے پاؤں نو قدم ہٹ کر مجلس میں جا بیٹھتا ہے۔ خادم مرغا مرغی بھیڑ بکری کے بچہ کو اٹھا کر لے جاتے ہیں چاروں طرف بیس بیس پچیس پچیس کا غول دوڑے جاتے ہیں بھجن گاتے ہیں گوگا پیر کے مناقب سناتے ہیں چادر پر روپئوں کے کوڑیوں کی طرح ڈھیر لگا ہوا ہے

پیر جی: (حقہ کا دم کھینچ، دھواں اوڑا)۔ واہ بچو! کیا کہنا ہے، خوش کر دیا۔

مرید: ۔ داتا پیر کے پاؤں کی برکت ہے، تیری جوتیوں کا صدقہ ہے، ایک بچہ دلوا دے، اگلے برس اس کو گود میں لے کر آؤں۔

۲۔ بیاہ کرا دے، گھر ویران ہے، تنہائی میں دل گھبراتا ہے، اگلے سال اکیلا نہ ہوں، چوہڑی ساتھ ہو

۳۔ ابے چپ۔ یہ موقع گفتگو کا نہیں۔ دیکھ! کوئی بولتا ہے۔

۴۔ بابا پیر کے مہر کی نظر چاہیے، کہنے کی کیا ضرورت ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس پر سب کچھ روشن ہے، یہی تو کرامات ہے۔

پیر جی: (مسکرا کر)، ارے بھائی! میں بڈھا آدمی، لڑکا کیا میری جھولی میں ہے جو نکال کر دیدوں۔ اور عورتوں کی کیا میرے پاس کھڑک بھری ہوئی ہے جو پکڑ کر دیدوں۔ بابا فقیروں کے پاس تو دعا ہوتی ہے۔ اچھا کہیں گے، گورو بھلی کرے گا...

مرید کھڑے ہو کر اور ہاتھ باندھ کر۔ بس مہاراج یہی تو ہم چاہتے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں، دعا کرو گورو کے کرم کی نظر ہو جائے، آپ کا نام ہمارا کام ہو جائے۔ بر کریماں کارہائے دشوار نیست

ا۔ پیر کے چرنوں لگ جا، داتا گورو ساری مرادیں پوری کر دیگا۔ پیر کے مہر کی نظر چاہیے، بیڑا پار ہے

پیر جی: بابا گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا، خدا کی مہربانی اور فضل پر نظر رکھنی چاہیے۔

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار　　　نہ مایوس ہو اس سے امیدوار

(راگ رنگ موقوف، روشنی کا سامان بڑے دھوم سے کیا گیا تھا۔ پھر دیکھنے میں لوگ مصروف ہوئے۔ پیر جی اٹھ کھڑے ہوئے۔ خادم نذر و نیاز کا روپیہ سب اکٹھا کر ساتھ ہوئے۔ کھانا ہر ایک کا اس کے قیام گاہ پر بھیجا گیا۔ صبح کو پیر جی کا دربار خاص منعقد ہوا ہر ایک مرید اور خواہش مند بمصداق تنہا پیش قاضی روی راضی آئی کے ایک کوٹھے میں جہاں پیر صاحب رونق افروز تھے تنہا جاتا، اپنا حال سناتا، روائے حاجت چاہتا، جواب شافی پاتا چلا آتا، اندر زنان خانہ سے ایک خادمہ آئی)

خادمہ: حضور منجھلے میاں کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔مبارک۔

(ناظرین سمجھ تو گئے ہوں گے یہ دربار کس بزرگ وار کا ہے اور پیر جی کون صاحب ہیں اور منجھلے میاں کون ہیں۔مگر ہم بھی عام لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے لکھتے ہیں یہ پیر جی سلطان العارفین امام السالکین مرزا امام الدین صاحب ہیں اور مرزا نظام الدین ان کے چھوٹے بھائی ہیں جو ہمارے ناول کے ہیرو حضرت مسیح زمان مہدی دوران مرزا صاحب کے چچازاد بھائی ہیں)۔

پیر جی: (نہایت خوشی کے لہجہ میں) الحمدللہ! اللہ تعالیٰ عمر طبعی کو پہنچائے ،کب ہوا؟

خادمہ: ابھی ابھی،بس حضور کی خدمت میں دوڑی ہی آئی ہوں۔

پیر جی: ہاں خوب یاد آیا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دیا کہ آج اور کل کوئی شخص نہ جائے،جلسہ ہوگا۔

خادم نے سب لوگوں کو پکار کر منادی کر دی کہ پیر جی کے بھتیجا (یعنی بھائی کے گھر لڑکا) پیدا ہوا ہے اس کا جلسہ اور دعوت کا سامان ہوگا کوئی بے اجازت نہ جائے

فوراً جلسہ کا سامان شروع ہوا شامیانہ لگایا گیا لاہور امرتسر سے گائنیں بلائی گئیں اور بڑی دھوم دھام سے جلسہ رقص وسرود اور دعوت کیا گیا رنڈیوں کے گانے اور سارنگیوں کے زونٹوں کی آواز سے اور طبلہ کی تھاپ سے زمین سے آسمان تک نغمہ شادی کا شور تھا غزل مبارک باد تازہ بتازہ نو بنو گائی گئی

نغمہ شادی مولود مبارک ہوئے
سب کو یہ گوہر مقصود مبارک ہوئے
وقت پیری کے خدا نے دیا فرزند رشید
معجز عیسی موعود مبارک ہوئے
اس نے اس بارہ میں فرمائی جو پیشینگوئی
اثر الہام کا محمود و مبارک ہوئے
رہے پر نور مدام اس سے شبستان امید
تابش اختر مسعود مبارک ہوئے
ہوا سرسبز گلستان تمنائے دلی
گل سے پر دامن مقصود مبارک ہوئے
مشتری زہرہ فلک پہ نہ ہوں کیوں نغمہ سرا

مہ و خورشید تین ؟ موجود مبارک ہوئے
آئے وہ دن بھی کہ ہو اس کے بردر ثانی
گائیں ہم آگے یہ مولود مبارک ہوئے

(یہ مرزا امام الدین کی حکایت ہے جو مرزا غلام احمد کے چچازاد بھائی، اور سلطان احمد بن غلام احمد کے سسر تھے۔ آپ خاکروبوں کے پیر بنے ہوئے تھے۔ اور ملک میں ان کے مریدوں کی تعداد مرزا غلام احمد کے مریدوں کی تعداد سے زیادہ تھی جیسا کہ ہم مردم شماری ۱۹۰۱ء کی رپورٹ سے اعداد وشمار کسی گذشتہ جلد میں نقل ہو چکے ہیں۔ بہاء)

بشیر اول قادیانی کی موت

دیروز چناں وصال دل افروزی امروز چنیں فراق عالم سوزی
افسوس کہ بر دفتر عمرت ایام ایں روزی نویسد و آن را روزی

رات کا وقت ہے، آندھی چل رہی ہے، ہوا کا وہ زور ہے کہ پاؤں اکھاڑے دیتی ہے، ہوش اڑے جاتے ہیں، گردوغبار آنکھیں نہیں کھولنے دیتا، اندھیرا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ مارا نظر نہیں آتا، تاریکی نے سیاہی بخت عشاق کی طرح دنیا کو سیاہ کر رکھا ہے، کوئی بھولا بچھڑا ادھر راستہ میں بھٹکتا پھرتا ہے، راستہ نظر نہیں آتا، تن آور درختوں سے ٹکر کھاتا ہے۔

ایک گھر کے کمرہ کے دوسرے درجہ میں چراغ روشن ہے، مگر وہاں بھی ہوا ٹھہرنے نہیں دیتی ،ٹم ٹم کرتا ہے۔ کیواڑ ہیں کہ دروازہ سے لگ کر کھڑکتے ہیں، جیسا کوئی دکھیا ماں اپنے اکلوتے بچہ کے ماتم میں سینہ کوٹتی ہے، یا نامراد بوڑھا باپ ضعیفی کی عمر میں اس بچہ کی مرگ پر جس کی موت نے تمام آرزوؤں کا خون کر دیا ہو سر پیٹتا ہے۔ مکان کے اندر ایک چارپائی کے اوپر ایک بیمار پڑا ہے۔ اس کے سرہانے خاتون نوعمر غمگین اور مرد مسن اداس صورت بنائے بیٹھے ہیں چند خادمہ ادھر ادھر گھبرائی ہوئی پھر رہی ہیں۔

یہ کون بیمار ہے۔ یہ تو کوئی برس ڈیڑھ برس کا بچہ ہے، آنکھیں بند کئے پڑا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئیں، زبان پر کانٹے کھڑے ہیں۔

بچہ: (بیمار) کبھی آنکھ کھول کر حسرت بھری نظروں سے ماں کے منہ کو دیکھتا ہے پھر بند کر لیتا ہے۔

ماں: (آنکھوں کو دوپٹہ سے پونچھ کر) میاں بشیر (جواب سے مایوس ہو کر اور حسرت کے لہجہ میں) یا اللہ رحم کر

باپ: (مایوسی کی حالت میں بچہ کے ہونٹوں کو ہاتھ لگا کر)، کیسے خشک ہو گئے ہیں، کچھ پڑھ کر چھوا۔

بیوی: (بچہ کی ماں) کیا امید ہے (آنسو پونچھ کر)، اس سے تو خدا نہ دیتا تو اچھا تھا۔ یا اللہ! ہم سے تو یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ جو کچھ کرنا ہے کر، اس بچہ کی مشکل آسان کر۔

میاں: (بچہ کا باپ) تم گھبراتی کیوں ہو؟ اور ناامید کیوں ہوتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزدیک کوئی بات ان ہونی نہیں۔ اس میں سب قدرت ہے۔

بیوی: اب اس کی کیا امید ہے؟ کوئی دم کا مہمان ہے، لبوں پر جان ہے، ...ہم نے تو کبھی اولاد کی خواہش بھی نہیں کی تھی۔ اگر اللہ میاں نے مہربانی کر دی تھی، تو اس کو زندہ رکھتا۔

میاں: تم ناحق گھبراتی ہو، خدا پر نظر رکھو، ناامید مت ہو۔ یحی الموتی اس کی صفت ہے وہ مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ بیمار کا تندرست کرنا کیا بڑی بات ہے۔ حکمت کی رو سے بھی ہمارا تجربہ ہے۔ اس سے سخت سخت بیمار تندرست ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ خدا تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام بشارت دی ہے یہ لڑکا بڑا صاحب بخت واقبال ہوگا۔ اور اس کا نام سمندروں کے کناروں تک مشہور ہوگا اور قیامت تک اس کا نام صفحہ دنیا سے نہ مٹے گا۔

بیوی: اللہ کرے تمہاری زبان مبارک ہووے، مگر مجھ کو تو کوئی امید کی صورت نظر نہیں آتی۔

میاں: تم کو ہمارے الہام پر بھی ایمان نہیں؟

بیوی: میں ان باتوں کی قائل نہیں۔ بھلا پہلے حمل میں الہام ہوا تھا، لڑکا ہوگا، اور وہ ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، تو لڑکی ہوئی وہ بھی زندہ نہیں مردہ، اب اس لڑکے کی نسبت جو اشتہار دیا کہ یہ وہی موعود ہے تو اس کی جان کے لالے پڑے ہیں۔ اللہ کرے یہ بچ جائے۔ اب سے پیچھے مت کہنا، کہ یہ لڑکا موعود ہے۔ میرا بچہ جیتا رہے میں تمہارے وعدہ وعید سے در گذری۔

میاں: تم تو ناحق گھبراتی ہو۔ (اتنے میں خادمہ نے عرض کی حکیم جی آئے ہیں۔ پردہ ہوا)

حکیم: (اندر آئے اور شیشی سے دوا نکال کر بچہ (بیمار) کو پلائی اور کہا) مجھ کو کیا حکم ہے؟

بزرگ (یعنی بچہ کا باپ مرزا): اب کیا حالت ہے؟ میرے خیال میں تو اب ردّی حالت ہے۔

حکیم: حضرت خود حکیم اور موید من اللہ ہیں۔ آپ کے روبرو کچھ کہنا بے ادبی میں داخل ہے۔ میرے خیال میں حضور باہر تشریف لے چلیں، خدا نہ کرے حضور کی طبع مبارک ناساز ہو جائے۔

(یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ بچہ نے ایک ہچکی لی اور جان بحق تسلیم ہوا)

ماں: (بے خودی کے عالم میں) ہائے میرا بچہ، حکیم جی بچانا۔ ہائے ہائے یہ کیا ہو گیا۔

خادمہ: ہائے میرا لاڈلا، اب میں کس کو کھلاؤں گی؟

۲۔ روتی چلاتی ہوئی، ہائے یہ کیا ہوا۔ دوڑیو! کوئی باہر جا کر حضور اقدس کو تو خبر کر دو، وہی کچھ خدا سے دعا کریں۔ یہ بچہ جی جائے، خدا کے مقبول بندے تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہائے میری گود کا پالا کئی دن جاگا۔ ایسی میٹھی نیند سویا۔ (بچہ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر) ہائے میرا چاند

حکیم صاحب مرزا کو باہر مردانخانہ میں لے گئے۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ مکان جو عشرت کدہ خاص تھا، ماتم سرائے عام ہوگیا۔ عورتوں سے گھر بھر گیا، اور در و دیوار سے حزن و غم برستا ہے، رونے پیٹنے واویلا کی صدا بلند ہے، فلک پیر نے اس قدر ماتم کیا، کنار سرتا پا نیلگوں ہوگیا۔ مردانہ میں زنانخانہ سے زیادہ شورشیں اور ماتم بپا تھا کسی کا ہوش بجا نہ تھا

میر صاحب: افسوس کل کیا تھا اور آج کیا ہوگیا۔ خدا کے کارخانہ میں کسی کو دخل نہیں۔

شاہ جی: انسان کیا اس کا ماتم تو فلک پر فرشتوں میں ہوتا ہے۔

مولوی صاحب: جس مولود کی پیدائش کی خوشی کے شادیانے فلک پر پہنچے تھے اس کا ماتم آسمان پر کیوں نہ ہو۔

خوش آمدی: آج سب کو سیاہ لباس پہننا چاہیے آسمانوں پر ملائک نے تو ضرور ماتمی لباس پہنا ہوگا

۲۔ اس میں کیا شک ہے جب حضرت اقدس کے والد ماجد کا انتقال ہوا تھا تو خدا نے پرسا دیا یعنی عزاداری کی تھی اور اولاد کا صدمہ تو بڑا صدمہ ہے، دشمن کے بھی نصیب نہ ہو، اور اولاد ایسی کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کی شان میں نازل ہو۔

حکیم صاحب: حضرت مرزا کی خدمت میں کچھ عرض کرنا سوء ادب ہے، ہمارا منصب نہیں کہ بے اجازت زبان کھولیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایّھا الّذین آمنوا لا تقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ مگر بہ ادب عرض ہے کہ ماتم وہ نہیں جس سے ہاتھ اٹھایا جائے اور یہ وہ غم نہیں جس کا داغ تا زیست کیا بعد مرگ بھی سینہ سے جائے، مگر بجز صبر و شکیبائی چارہ ہی کیا ہے۔

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

مولوی صاحب: اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا امتحان کرتا ہے یہ اس کی قدیم سنت ہے۔

۲۔ انّ اللّٰہ مع الصّابرین آخر سب کو ایک دن یہ راہ درپیش ہے۔

مرزا صاحب: بعض نادان دل کے اندھے یہ اعتراض پیش کریں گے کہ یکم فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی میں ایک پسر موعود کا وعدہ جیسا کہ ظاہر کیا گیا تھا پورا نہیں ہوا کیونکہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا جو سولہ مہینے کا ہو کر فوت ہوگیا۔

مرید۔ بے شک یہ بڑا سخت مخالفین کا اعتراض ہوگا اشتہار یکم فروری میں جلدی کر کے غلطی کھائی تھی ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ہی ذرا سوچ اور تامل کر کے چھپواتے۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

۲۔ میاں تم بھی بڑے گستاخ اور بے ادب ہو۔ توبہ کرو کافر ہو جاؤ گے۔ مردود ہو جاؤ گے چھوٹا منہ بڑی بات اپنے انداز سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ کوئی مامور من اللہ خدا کے الہام کو چھپا سکتا ہے۔ جو کچھ خدا کی جانب سے حکم ہوا ظاہر کر دیا۔

۳۔ بے شک یہ گفتگو سوء ادبی میں داخل ہے ہم کو یا آپ کو یہ منصب نہیں کہ ایسے الفاظ زبان پر لائیں۔ ایاز قدر خود بشناس، کے مصداق کسی کو چون و چرا کی کیا گنجائش اور طاقت ہے۔

مرزا صاحب: ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں کہاں ہے کہ اسی کو با برکت موعود ٹھہرایا گیا ہے۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی جل شانہ کا ہے اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے،

شخص غیر: اس اشتہار میں صرف یہی لکھا گیا ہے کہ یہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والا لڑکا ہے مگر زبانی زبانی کس و ناکس کو بھی کہا گیا کہ یہ وہی لڑکا موعود و مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ ہوا تھا۔ اور آپ نے خود ایک مضمون ایک پونہ کے رہنے والے اردوخوان سپاہی کے نام سے بھی شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۱ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار بھی ضمیمہ اشتہار ۲ فروری ۱۸۸۶ء

مرزا صاحب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس قسم کی خباثت ہے جو یہودیوں کے خمیر میں ہے اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ نبی ﷺ کے مبارک لبوں سے یہ نکلا تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایسے بھی لوگ مسلمانوں سے ہوں گے جو یہودیوں کی صفت اختیار کر لیں گے اور ان کا کام افتراء اور جعل سازی ہوگا، بھلا آؤ اگر سچے ہو تو پہلے اسی کا فیصلہ کر لو کہ ہم نے کب اور کس وقت اور کس اشتہار میں شائع کیا تھا کہ اس بیوی سے پہلے لڑکا ہی ہووے گا اور وہ لڑکا وہی موعود ہوگا جس کا یکم فروری کے اشتہار میں وعدہ دیا گیا تھا اس اشتہار مذکور میں تو یہ لفظ بھی نہیں ہیں، وہ با برکت موعود ضرور پہلا ہی لڑکا ہوگا۔ بلکہ اس کی صفت میں اشتہار مذکور میں یہ لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ جس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ چوتھا لڑکا ہوگا یا چوتھا بچہ ہوگا مگر پہلے بشیر کے وقت کوئی تین موجود نہ تھے جنکو وہ چار کرتا ہاں اپنے اجتہاد سے یہ ضرور خیال کیا تھا، شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہو

مریدان (راسخ الاعتقاد): سبحان اللہ! کیا فرمایا ہے اعجاز ہی اعجاز

۱۔ یہ انسان کا کام نہیں، منجانب اللہ ہے۔ ہمارے حضرت کا یہ بھی اعجاز ہے کہ فوراً دندان شکن جواب سوجھ جاتا ہے دوسرا برسوں سوچے تو بھی نہ سوجھے۔

۲۔ لاحول ولا قوت، یہ اعجاز احمدی ہے اس میں بشریت کا کیا دخل ہے گویا خود خدا متکلم ہے اللہ تعالی نے یہ اعجاز ہمارے حضرت (مرزا) کے واسطے ہی ودیعت کیا ہے۔

۳۔ یوں ہر ایک دعوی نہ کر بیٹھے یہ نشان آسمانی ہے اور تائید ربانی:

وہ ایسا نہیں چپ رہے بات سن کر کوئی اور ہووے گا مرزا نہ ہوگا

مرزا صاحب: بد بخت ایسے سخت متعصب ہیں، ہر ایک بات کا جواب مدلل اور مطول دیا جاتا ہے اس پر پھر کوئی اعتراض نکال دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم سے مقابلہ کرنا گویا خود خدا سے مقابلہ کرنا ہے اور خدا سے مقابلہ کر کے کوئی کامیاب ہوسکتا ہے اور جھٹ قلم اٹھا ایک رسالہ چوبیس صفحہ کا لکھ کر حکم دیا کہ اس کو سبز کاغذ پر شائع کرا دو۔

معترض (یعنی شخص غیر): حضرت اس رسالہ کی صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں آپ نے اس لڑکے کو الہامی اور موعود بنانے میں تاویلیں کی ہیں۔

مرزا صاحب: اگر نادان معترضوں کے اعتراض کی بنیاد ہمارا ہی خیال ہے جو الہام کے سرچشمہ سے نہیں بلکہ صرف ہمارے ہی غور وفکر کا نتیجہ ہے تو سخت جائے افسوس ہے کیونکہ وہ اس خیال کی شناخت سے اسلام کی اونچی چوٹی سے ایسا نیچے کو گریں گے کہ صرف کفر اور ارتداد تک نہ تھمیں گے بلکہ نیچے کو لڑھکتے لڑھکتے دہریت کے نہایت عمیق گڑھے میں اپنے بد بخت وجود کو ڈالیں گے۔ وجہ یہ کہ اجتہادی غلطیاں کیا پیش گوئیاں سمجھنے اور اس کے مصداق ٹھہراتے ہیں اور کیا دوسری تدبیروں اور کاموں میں ہر ایک نبی اور رسول ہی ہوئے نہیں؟ اور ایک بھی نبی ان سے باہر نہیں گو ان پر قائم نہیں رکھا گیا اب جب کہ اجتہادی غلطی ہر ایک نبی اور رسول سے ہوئی ہے تو ہم بطریق تنزل کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہے تو وہ سنت انبیاء ہے۔ ہاں اگر ہمارا کوئی ایسا الہام پیش کر سکتے ہو جس کا یہ مضمون ہو کہ خدا کہتا ہے کہ ضرور پہلے ہی حمل سے وہ بابرکت اور آسمانی موعود پیدا ہو جائے گا، اور یا یہ کہ دوسرے حمل میں پیدا ہوگا اور بچپن میں نہیں مرے گا تو ہم کو دکھائیں۔ ۷۔ اگست کا اشتہار دیانت دار کے لئے کافی نہیں ہوگا کیونکہ اس میں بابرکت آسمانی موعود کی خدا تعالی کی طرف سے کوئی پیش گوئی نہیں ہے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۷۱)۔

(مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: مرزا قادیانی کے الہامات و بشارات میں سے ایک الہام تولد فرزند عنموائیل وبشیر

کو ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے اور پھر سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے اشتہار دیا جس میں یہ درج کیا کہ میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت، صاحب شوکت و دولت ہوگا، علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ تین کو چار کرنے والہ ہوگا۔ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظھر الاوّل و الآخر مظھر الحقّ و العلا کأ نّ اللّٰہ نزل من السّماء یعنی خدا کا جو اول وآخر ہے، مظہر ہوگا حق اور بلندی کا محل ظہور، گویا کہ خود خدا تعالی آسمان سے نازل ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رست گاری کا موجب ہوگا، اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔

ایسے ہی اور صفات اس لڑکے کے بیان کئے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہیں۔ اس اشتہار میں چونکہ آپ کا ملہم، جو یقیناً معلم الملکوت ہے، تاریخ و ماہ وسال تولد فرزند بھول گیا تھا۔ لہذا آپ کو اس کا فکر پیدا ہوا تو آپ نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

اس پر اسلام کے مخالفوں، ہندؤوں وغیرہ نے قادیانی کو اسلام کا وکیل وحامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی، اور یہ بات چھاپ کر مشتہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ جس پر قادیانی نے اپنے ملہم، یعنی معلم الملکوت، کے حضور میں حاضر ہوکر اس امر (یعنی تعیین میعاد کے) لئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو قادیانی نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج کر کے مشتہر کیا کہ: ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والہ ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔، پھر اس کو اس الہام کی تفسیر میں ایک اور خفی الہام ہوا، جس کو وہ اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں خفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے چنانچہ عنقریب وہ الہام منقول ہوگا،۔ وہ الہام یہ ہے، جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہی اس اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں بیان کیا گیا ہے،:

اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔

اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا: کہ انہوں نے کہا آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی جل شانہ کا ہے، اس لئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔۔

یہ بعینہ آپ کے الفاظ ہیں۔ اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں، بلکہ معلم الملکوت کے بندہ ہیں۔ اور اسی نے آخری فقرہ انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ

تان کر الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق اوراس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ ، کہ آنے والا یہی ہے، کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جائے گا ۔ اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کو ، یا ہم دوسرے کی راہ تکیں، کی دست آویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے ۔

آپ کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے جوگیوں کی وہ پیش گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں بڑ کا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوگی ۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کی دست آویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کرتے ہیں، اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔ آپ کا ملہم عیار، معلم الملکوت، ان جوگیوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام و پیش گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہامی ہونے کا ثبوت، دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت ۔

ان دنوں آپ کی اہلیہ کو حمل تھا جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حمل کی نظر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے، اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا ۔ شک تھا تو صرف اس میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے، اور یہ لڑکا اور ہے ۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں شک دونوں آپ کی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ ، جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے ۔ یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا ، ۔ اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ، آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں ، ۔ صاف ظاہر ہو رہے ہیں اور ہر کس و ناکس کو جو مذکر الفاظ ہوگا، اور لڑکا، اور آنے والا ۔ اور مونث الفاظ ہوگی ،لڑکی، اور آنے والی، میں تمیز کر سکتا ہے ، یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ قادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا۔ مگر خدا تعالی نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کرتا ہے، گو تھوڑے دن اس کو مہلت بھی دیتا ہے ، اس دعوی اور یقین میں قادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بھی مر گئی۔ جس سے تمام ہندوستان میں قادیانی کی رسوائی ہوئی، اور اس کے سبب اور ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو آریوں وغیرہ مخالفین کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی۔ مگر قادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل و حیا دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے، کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، بلکہ الٹا آریوں کی خبر لی ۔ ان کے جواب میں دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا ۔ میرے اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے۔ اور اس کے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے حمقاء اتباع کی نظروں میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

اس نے یا اس کے اتباع میں سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا۔

اس میں یہ الفاظ، جولڑ کا اب پیدا ہوگا آنیوالا یہی ہے، تو صریح اور صاف موجود ہیں ۔ اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی ، نہ فہم اور رائے پر مبنی ۔ پھر ہمارا وہ الہام ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء جسکے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین تھا، جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطانی جان لیں اور آئندہ اس دعوی سے دستبردار ہو جائیں اور جو ذلت اس پہلی دفعہ ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کریں ۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی اور ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرت حیا اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے، وہ برابر اسی خیال میں رہے۔ یہاں تک کہ ۷ ۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک منحوس و نا مبارک لڑکا، بظاہر بشیر نامی، قادیانی کے گھر پیدا ہوا۔ پھر تو کیا تھا قادیانی آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور وغل مچایا ۔ پنجاب و ہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ جتایا کہ وہ الہامی موعود لڑکا ہے اور اسکا بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا، جس میں دف اور ڈھول بجائے گئے پھر کسی نے اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ فرشتے آسمان پر باجے بجا رہے ہیں، پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں۔ اور اس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ اشتہار جاری کیا جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا۔

خوشخبری ۔ اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ ۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا ۔ فالحمد للہ

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی ۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے ۔ سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی، کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا ۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے ۔ یہ مطلب اگر چہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا ۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی ۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پا کر اس کے معنے کرتا ہے ۔ جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول

نہ کرنا جوخود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہونچا دیئے گئے۔کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا، یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے، تو وہ اپنے اس الہام اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔اب ہم اصل اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔المشتھر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ ص ۱۷۱۔۱۷۶۔

اس اشتہار میں گو صرف یہی لکھا گیا کہ یہ ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والہ لڑکا ہے مگر زبانی کس و ناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور ایک پونہ کے رہنے والے اردوخوان سپاہی کے، جو قادیان کے پاس سے ہو کر خاکسار بٹالوی کے پاس بھی لاہور میں پہنچا تھا، نام سے شحنہ ہند میرٹھ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

مراسلہ ایک محقق متکلم از پونہ مندرجہ شحنہ ہند میرٹھ ستمبر ۱۸۸۶ء۔

مرزا غلام احمد کی پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ، ۸ اپریل ۱۸۸۶ء پر ایک منصفانہ نظر

ہمارے ایک عنایت فرمانے تین اشتہار ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ و ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ہم، یعنی اڈیٹر شحنہ، حسب درخواست صاحب مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویو ان اشتہاروں کا اردو انگریزی دونوں میں لکھنا صفائی بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے، ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو ایک بابرکت اور مؤید الٰہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی ہے جس کی نسبت مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض و ہدایت عامہ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صدہا کاپیاں رجسٹری کرا کر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی و ہندو صاحبان اور

ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں ارسال فرمائی تھیں۔مگر چونکہ اس اشتہار میں دربارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی، اس لئے بعض نکتہ چینوں کے اصرار سے دوبارہ مرزا صاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بابرکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں دوسرا اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا، بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا۔ پھر جبکہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور دراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے، مرزا صاحب ممدوح نے اتمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عزاسمہ توجہ کی۔اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزا صاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والہ ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا، جس کے معنے ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالبًا موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو، اور اگر اس میں پیدا نہ ہوا تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے، پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کیلئے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء مرزا کی طرف سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔اگست ۱۸۸۷ء مرزا کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے، جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کسقدر عالی شان، واضح اور کھلی کھلی ہے، اشتہار موصوف کے دو فقرے یہ ہیں

پہلا فقرہ۔ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔

دوسرا فقرہ الہامیہ۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، پیدا ہوگا۔

یہ دونوں فقرے بآواز بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے، پیدا ہو رہے گا۔اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کے لئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور مدت معین قرار دینا اور بتمام تر قطع و یقین اس حد میں اور وقت مقررہ پر حصر کر دینا، اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا، کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعوی کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا، کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا کا پیدا

کرنے پر کوئی اپنا اختیار، اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑ ہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہو کر دعوی کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا، اور لڑکا صاحب عمر ہوگا (یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں اور اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعوی نہیں، الہامی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والہ نہیں کہا گیا، جس کو وہ سبز اشتہار مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے، ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ یہ شخص کذاب و دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟ محمد حسین) ، بیداہیت ظاہر ہے کہ ایسا دعوی کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرئت ہے کہ اس قسم کا دعوی زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعوی مامور و ملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا، اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی طور پر دعوی کیا ہے کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے، بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خدا تعالی نے اس دعوی کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیشگوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے، کیونکہ خدائے عادل و انصاف پسند کی طرف سے ایک دروغگو کو ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیر ممکن و خلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...

اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والہ ہوگا سو یہ علامت بھی پوری ہوئی، کیونکہ اس فرزند مبارک سے پہلے مرزا صاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہو کر فوت ہو گئی ہو۔ سو یہ لڑکا برتبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنیوالہ ہے۔ راقم ایک محقق متکلم از پونہ۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اسکے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان لیں گے کہ یہ قادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے، جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اول سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے۔ اس مضمون کے پہلے اور پچھلے فقرات کے مصدق قادیانی کے دستخطی خطوط اس میں خاکسار کے پاس موجود ہیں، جو اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر کی مصدقہ میرے پاس ہے۔ ان میں بھی قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے۔ اور وہی مصداق عربی

فقرات الہام ہے ۔ وہ لڑکا جب تک زندہ رہا نتیجہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا مگر خدا نے اس ظالم و مفتری و کذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس و نا مبارک و باعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھالیا، جس پر دنیا میں بڑا شور و غل مچ گیا اور اس پر بھی شیر ص ۱۸۰ بہادر قادیانی جھوٹا ہونے میں نہ آیا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اس نے چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا کیا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے ۔ اور کہا کہ میں نے تو اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۶ء میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸۔ اپریل کے اشتہار میں ذکر ہے ۔ اور عقل و حیا کو پیش نظر کر اتنا نہ سوچا کہ جس لڑکے کا ذکر ۸۔ اپریل کے اشتہار میں تھا وہ کونسا لڑکا تھا؟ ۸۔ اپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا؟ اور کس کی بابت جواب ملا ۔ آخر اس کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰ فروری کے اشتہار والا لڑکا تھا، اسی کی مدت تولیت سے سوال تھا، اور اسی سوال کے جواب میں اس لڑکے کا مژدہ سنایا گیا تھا ۔ اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ برطبق: سوال از آسمان جواب از ریسمان ۔ سوال تو ۲۰ فروری کے الہامی لڑکے کی مدت سے ہو، اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو ۔ اور نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مال بنانے کے لئے جو میں نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں ۔ اس کا دوسرا حصہ گو اس جواب کو گول مال بتاتا ہے، مگر اس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے ۔ لہذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفید اور اس امر کا متعین کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے ۔

قطع نظر اس سے ہم خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شحنہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والہ یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے ۔ اب ہم کچھ عقل اور حیا سے کام لیں اور نہیں تو اتنا ہی کہہ دیں کہ ہم نے جو اس لڑکے کو موعود سمجھا تھا، یہ ہمارا فہم و اجتہاد تھا ۔ اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے ۔ مگر یہ امر قادیانی اور اس کے اتباع سے کیونکر ہوسکتا تھا ۔ اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اور حق کو قبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پر سخت و ناگوار ہے ۔ لہذا انہوں نے الٹا اپنے معترضین کو الزام دیا اور چوبیس صفحہ کے رسالہ مذکور کو اسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰ فروری کا اشتہاری لڑکا ہے ۔ اور یہ عمر پانے والا ہے ۔ الغرض اس لڑکے کے مر جانے سے خدا تعالی نے ان کو جھوٹا کیا تمام دنیا نے مفتری کہا مگر وہ جھوٹا ہونے میں نہیں آئے ۔

اس لڑکے کے بعد دوسرا لڑکا اس کے گھر میں پیدا ہوا، اس کو بھی الہامی موعود سمجھا گیا تھا ۔ (روئیداد اشتہار مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان ہے تکمیل تبلیغ ۔ ملاحظہ ہو ۔ محمد حسینؒ) اب ۲۰، اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا پیدا ہوا اب اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے ۔ ان لڑکوں کی نسبت بھی مرزا قادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد

پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے اور کہہ رہے ہیں، جس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا، تو اسی کو موعود بنایا جائے گا، گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اول سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہوسکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والہ تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک وہ مردہ الہامی لڑکی ہو چکے تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں، کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو مرگئی ہے۔ اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰ فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی، اور اگر یہ دونوں مرگئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰ فروری نہیں کہا تھا۔ اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات قابل اظہار جو قادیانی کے دھوکہ بازیوں کی دوسری تازہ مثال ہے یہ ہے کہ تحریر ۱۹، اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت قادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے:

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالی نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں سیولد لک الولد زید نی منک الفضل أن نوری قریب۔ ترجمہ۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے بے شک میرا نور قریب ہے۔ سوآج ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، چہ جائے کہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے۔ یا نجوم ہے۔ یا اٹکل ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالی بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔ الراقم غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اس میں بھی ناظرین نظر غور کریں اور دیکھیں کہ قادیانی نے اس میں کیسا جھوٹ بولا ہے اور: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھایا، ومعہذا وہ سچا بنا ہوا ہے۔ کبھی جھوٹا ہونے میں نہیں آئیگا۔

اس عبارت میں اس نے دو دعوی کئے ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب وساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالی نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی۔ اور یہ دونوں سفید جھوٹ ہیں۔ نہ اس نے وساوس کے صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔ کتاب وساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں صرف اس نے یہ الہام نقل کیا ہے۔ سیولد لک الولد۔ جس کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔ جو عرب اور ہند کے محاورہ میں عام لفظ ہے۔ بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس ظالم ومفتری نے اس الہام کا ترجمہ بھی وساوس میں نہیں کیا۔ جو اس اشتہار میں کیا ہے۔ کرتا تو

اس کا کچھ داؤ چل جاتا۔ اور میعاد یا تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام ونشان نہیں۔ صفحہ ۲۶۳ میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر ہے اس کو تولد فرزند سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو مباہلہ قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی ہے۔ یہ دونوں سفید جھوٹ برطبق دروغ گوئم برروئے تو بول کر قادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے۔ اور خاکسار سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیش گو نہیں، تو میری یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔ تم نے اپنی بی بی کا پانچ مال کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ، لڑکی یا لڑکا، پیدا ہوگا۔ پھر یہ الہام گھڑ لیا۔ تمام دنیا کے لوگ مسلمان، ہندو، چوہڑے، چمار اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ دیا کرتے ہیں اور امید رکھ لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں تم نے اس خیال کو عربی میں ادا کر کے خدا پر افتراء کیا۔ پھر یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی؟۔ اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا۔ مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر الہامی بنا لیا اور اس میں دو سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا۔ مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو۔ یا تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعوی میں دو دفعہ تو قادیانی علی رؤس الاشہاد جھوٹا ہو چکا ہے۔ پہلے لڑکی پیدا ہونے سے دوسری دفعہ بشیر کے مرجانے سے۔ اور دو دفعہ پرائیویٹلی Privately یعنی دوسری و تیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے۔ ومعہذا وہ اپنے حمقاء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے۔ اور اب نو برس کی میعاد بھی گذرنے والی ہے جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے، جو ہمیشہ حق کا مئوید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضمحل اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والا ہے، ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حمقاء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے۔ بایں ہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئیگا اور اپنے الہامات مذکورہ کے ایسے معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے قمری سال مراد ہیں نہ شمسی۔ بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنے ہنوز ملہم نے مجھے نہیں بتائے، بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنے نہیں ڈالے، وہ ان کے معنے سوچ رہا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو۔ اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو، یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے، کسی کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ صفات اشتہار ۲۰ فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھیں کہ اس میں ان صفات کی

استعداد و قابلیت تھی ۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں کہہ دیا ہے کہ ہاں خدا تعالی نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلی درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں پھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اسکا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالی نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں، جن کیلئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں ۔

اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کیلئے قادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا نہ بنے گا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہکر یہ جتایا گیا ہے کہ وہ لڑکا لڑکپن میں فوت ہو جائے گا، لہذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹ۔ اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزول رحمت ہوا۔

اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے، پھر مہمان اور پاک کہہ کر فوت ہو جانا جتانا کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خبر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان اور پاک وغیرہ ہیں، فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔ دوسرے حصہ میں جو لفظ مبارک سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت الہام قادیانی کو تب ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا، اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر کادیانی کی ذلت و خواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا، جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خدا تعالی کی طرف سے نہیں ۔ اس کا ملہم شیطان ہے جو خبیث اور ناپاک فہم قادیانی کو ذلیل کر رہا ہے ۱۸۸۶ء میں ایک بات کہہ کر اور اسکے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اس کو ذلیل کیا پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔ چونکہ قادیانی کی حس ماری گئی ہے، حیا اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہو گئی ہے، لہذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا ۔ جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔ اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیشگوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں مگر ان کے بیان و اظہار کے لئے نہ وقت ہے نہ اس رسالہ میں گنجائش ۔ محمد حسینؒ) یا یہ کہہ دیگا کہ ان صفات میں سے بعض صفات کا، جیسے صاحب شوکت و دولت ہونا، ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی

پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مرگئے اوران کی خادم عورتوں کی خدمت سے چھٹی ہوئی۔ اسی قسم کی وہ اورتاویلیں سنائے گا اورکبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۔ ج ۱۵ ۔ ۱۸۹۲ء)

قادیانی دلائل: انّی متوفّیک وغیرہ

ہم میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر   نے پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے

۱۸۹۰ء میں مرزا نے اشتہار دیا میں فقط ملہم ہی نہیں بلکہ مثل مسیح اور عیسی موعود ہوں خدا کی طرف سے مبعوث ہوکر تجدید دین کیلئے آیا ہوں اوراپنے ساتھ آسمانی نشان اور معجزات لایا ہوں خدا کا مرسل نبی محدث مجدد عیسی مہدی آدم احمد مبشر بزبان عیسی ہوں۔اور جو کچھ دین اسلام میں تجدید کروں (یعنی نئی بات نکالوں) وہ سب کے لئے واجب القبول ہے جولوگ اس کو نہ مانیں گے وہ یہودی ہوں گے اوروہ لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے،الی غیر ذلک، فتح اسلام وتوضیح مرام

ان دعاوی کے شائع ہوتے ہی مرزا صاحب کے معاونین سے پہلے شخص مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ ہیں، جومخالف ہوئے۔اول دوستانہ طور سے پندونصائح سے کام لیا، پھرعلم مخالفت بلند کیا اورخط وکتابت شروع ہوئی۔اشاعۃ السنہ میں بجز مرزا کی تردید اورابطال کے اب اور مضمون کی گنجائش نہیں اورنہ درج ہوتا ہے۔آخر میں تمام علماء اسلام مرزا صاحب سے خلاف ہوگئے اورمولانا ابوسعید کے استفتاء پرکفر کا فتوی لگایا گیا اورکل علماء دین کی مواہیر ثبت ہوئیں۔

مرزا صاحب:

میرا یہ دعوی کہ میں مسیح ہوں ایک ایسا دعوی ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اوراحادیث نبویہ کی متواتر پیش گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص منتظر تھا کب وہ بشارتیں ظہور پذیر ہوں۔

بہت سے اہل کشف نے خدا تعالی سے الہام پاکر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سرپرظہور کریگا (کتاب البریہ۔ص۱۷۲) (یہ اشارہ مرزا نے اشعارنعمت اللہ ولی کی طرف کیا ہے جس کا تذکرہ نشان آسمانی میں ہے اوراس کا ردّ مولوی محمد جعفر تھانیسری ؒ نے لکھا ہے ...)

۱۔اول نصوص صریحہ کتاب اللہ یا احادیث صحیحہ مرقومہ متصلہ آنے والے شخص کے ٹھیک ٹھیک علامات بتلاتے ہوں اور بیان کرتے ہوں کہ وہ کس وقت ظاہر ہوگا اوراس کے

ظاہر ہونے کے نشان کیا ہیں اور نیز حضرت عیسیٰؑ کی وفات یا عدم وفات کا جھگڑا فیصلہ کرتی ہوں۔ دوم ۔ وہ دلائل عقلیہ اور مشاہدات عینیہ جو علوم قطعیہ پر مبنی ہوں جن سے گریز کی کوئی راہ نہیں ۔سوم۔ وہ تائیدات سماویہ جو نشانوں اور کرامات کے رنگ میں مدعی صادق کے لئے اس کی دعا اور کرامت سے ظہور میں آئی ہوں تا اسکی سچائی پر نشان آسمانی کی زندہ گواہی کی مہر ہو۔ چہارم ۔ ان ابرار اور اخیار کی شہادتیں جنہوں نے خدا سے الہام پاکر ایسے وقت میں گواہی دی ہو کہ جب کہ مدعی کا نشان نہ تھا کیونکہ وہ گواہی بھی ایک غیب کی خبر ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ یہ چاروں طریق اس جگہ جمع ہو گئے ہیں۔

ا۔حق کے طالبوں کیلئے سب سے پہلے یہ امر پیش کرتا ہوں کہ عیسیٰؑ کی وفات قرآن سے ثابت ہے ۔اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ آیت فلمّا توفّیتنی نے اس کا فیصلہ کر دیا کہ عیسائی عقیدہ میں بگاڑ اور فساد ہوا ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوا ہے ۔اب اگر عیسیٰؑ کو زندہ مان لیں اور کہیں کہ اب تک فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ نصاریٰ نے بھی اب تک اپنے عقائد کو نہیں بگاڑا کیونکہ آیت موصوفہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصاریٰ کے عقیدوں کا بگڑنا عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوگا۔

رہی یہ بات کہ توفّی کے اس جگہ کیا معنی ہیں؟ اس کا فیصلہ نہایت صفائی سے صحیح بخاری میں ہو گیا ہے کہ توفّی مارنے کو کہتے ہیں ۔ یہ قول ابن عباسؓ ہے جس کو حدیث کما قال العبد الصالح کے ساتھ بخاری میں اور بھی تقویت دی گئی ہے اور شارح عینیؒ نے اس قول کا اسناد بیان کیا ہے۔

اس جگہ یاد رہے کہ ہمارے دعوے کی بنیاد عیسیٰؑ کی وفات ہے جس کی صحت پر قرآن، حدیث رسول ،قول ابن عباسؓ، آئمہ اسلام اور عقل گواہی دیتے ہیں ۔ ایلیا نبی کے قصہ دوبارہ آنے کا بھی گواہی دے رہا ہے جس کی تاویل خود حضرت مسیح کے منہ سے یہ ثابت ہوئی کہ ایلیا سے مراد یوحنا یعنی یحیٰ ہے اور اس تاویل نے یہود کے اجماعی عقیدہ کو خاک میں ملا دیا کہ درحقیقت ایلیا جو دنیا سے گذر گیا تھا پھر دنیا میں آئے گا۔

اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے گئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔مگر

یہ امر جائے اعتراض نہیں ۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے ۔الہامی غلطی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہواورنسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا قائم نہیں رکھتا مگر میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا ۔خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگرانسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو ونسیان لازمہ بشریت ہے ۔

میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ پھر واپس آئیں گے مگر یہ بھی میری غلطی تھی جواس الہام کی مخالفت تھی جو براہین احمدیہ میں ہی لکھا گیا ہے ،کیونکہ اس الہام میں خدا تعالی نے میرا نام عیسی رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسی کیلئے خاص تھی ۔وہ آیت یہ ہے هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه اور آنے والے مسیح موعود کے تمام صفات مجھ میں قائم کئے ۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ نصوص صریحہ سے حضرت عیسی کی وفات ہو چکی ہے اور حق کھل گیا ہے اس کے مقابل پر یہ دوسرا حصہ احادیث کا جس میں نزول مسیح کی خبر دی گئی ہے یہ سب استعارات لطیفہ ہیں جو از قبیل وحی وراء الحجاب ہیں جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے ۔اور وحی وراء الحجاب کی خدا تعالی کے کلام میں ہزاروں مثالیں ہیں اس سے انکار کرنا منصف کا کام نہیں ۔

علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے و لکن رسول اللّه و خا تم النّبیین ۔اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبیّ بعدی ۔ یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اوروحی نبوت شروع ہو جائے۔

اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مسیح موعود کی پیش گوئی صرف حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ قرآن شریف نے نہایت لطیف اشارات میں آنے والے مسیح کی خوش خبری دی ہے جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرز اور طریق سے اسرائیلی نبوتوں میں سلسلہ خلافت قائم کیا گیا ہے ، وہی طرز اسلام میں ہوگی (دیکھو آیت وعد اللّه الّذین آ منوا منکم و عملوا الصّا لحا ت لیستخلفنّهم فی الارض

کما استخلف الّذین من قبلھم .. الآیہ) یہ وعدہ مسیح موعود کے آنے کی خوش خبری اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ جب سلسلہ خلافت انبیاء بنی اسرائیل میں غور کی جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ سلسلہ حضرت موسیٰ سے شروع ہوا اور پھر چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گیا اور اس نظام خلافت پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود جس کے آنے کی یہود کو خوش خبری دی گئی تھی چودہ سو برس بعد حضرت موسیٰ کے آیا اور غریبوں اور مسکینوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اور اس مماثلت کے پورا کرنے کیلئے جو قرآن میں دونوں سلسلوں خلافت اسرائیلی اور خلافت محمدی میں قائم کی گئی ہے ضروری ہے کہ ہر ایک منصف اس بات کو مان لے اور سلسلہ خلافت محمدیہ کے اخیر میں بھی ایک مسیح موعود کا وعدہ ہو جیسا کہ خلافت موسویہ کے اخیر میں ایک مسیح موعود کا وعدہ تھا، اور نیز مکمل مشابہت دونوں سلسلوں کیلئے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جیسا کہ خلافت موسویہ کے چودہ سو برس کی مدت پر مسیح موعود بنی اسرائیل کیلئے ظاہر ہوا تھا ایسا ہی اسی مدت کے مشابہ زمانہ میں خلافت محمدیہ کا مسیح موعود ظاہر ہو

اس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا ذکر نہیں وہ نہایت غلطی پر ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ مسیح موعود کا ذکر نہایت اکمل اور اتم طور پر قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ دیکھو اول قرآن شریف نے آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولاً میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ آنحضرت ﷺ مثل موسیٰ ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے اس نبی کو اس نبی کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا اور واقعات نے ظاہر کر دیا کہ یہ بیان اللہ تعالیٰ کا بالکل سچا ہے۔ وجہ یہ کہ جس طرح خدا نے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیج کر آخر فرعون کو بنی اسرائیل کی نظر کے سامنے ہلاک کیا اور نہ خیالی اور وہمی طور پر بلکہ واقعی اور مشہود اور محسوس طور پر فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات بخشی اسی طرح یعنی بنی اسرائیل کی مانند خدا تعالیٰ کے راست باز بندے مکہ معظّمہ میں تیرہ برس تک کفار کے ہاتھ سے سخت تکلیف میں رہے اور یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت زیادہ تھی جو فرعون سے بنی اسرائیل کو پہنچی۔ آخر یہ راست باز اس برگزیدہ راست بازوں کیساتھ اور اس کی ایماء سے مکہ سے بھاگ نکلے۔ اسی بھاگنے کی مانند جو بنی اسرائیل مصر سے بھاگے تھے پھر مکہ والوں

نے قتل کے لئے تعاقب کیا اسی تعاقب کی مانند جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کے قتل کے لئے کیا گیا تھا۔ آخر وہ اسی تعاقب کی شامت سے بدر میں اسی طرح پر ہلاک ہوئے جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہوا تھا، اسی رمز کے کھولنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کی لاش بدر کے مردوں میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ شخص اس امت کا فرعون تھا۔ غرض جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہونا امور مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس کے وقوع میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اسی طرح ابوجہل اور اس کے لشکر کا تعاقب کے وقت بدر کی لڑائی میں ہلاک ہونا امور مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس سے انکار کرنا حماقت اور دیوانگی میں داخل ہے۔

سو یہ دونوں واقعات اپنی تمام سوانح کے لحاظ سے باہم ایسے مشابہت رکھتے ہیں گویا دو توام بھائیوں کی طرح ہیں۔

اور عیسائیوں کا یہ قول کہ مثیل موسیٰ، حضرت عیسیٰ ہیں بالکل مردود اور قابل شرم ہے۔..

یاد رہے کہ جس مسیح یعنی روحانی برکات والے کے مسلمانوں کے آخر زمانہ میں بشارت دی گئی ہے اسی کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دجال معہود کو قتل کریگا۔ لیکن یہ قتل تلوار یا بندوق سے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دجالی بدعات اسکے زمانہ میں نابود ہوجائینگی

حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجال شیطان کا نام ہے پھر جس گروہ سے شیطان اپنا کام لے گا اس گروہ کا نام بھی استعارہ کے طور پر دجال رکھا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے اعضاء کی طرح ہیں۔ (ایام الصلح۔ص ۴۸ تا ۶۱ مختصراً)

عبدالمجید دہلوی اور قادیانی

آج دہلی کے کوچہ و بازار کیا، ہر در و دیوار پر اشتہار چسپاں ہیں، اور ہر ایک کی پیشانی بقلم جلی بنام نامی اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سے مزین ہے، کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے اور کوئی بہ جواب اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ گویا دہلی کے دیوار و در کاغذی پیرہن سے ملبوس ہیں، مرزا غالب کے اس شعر کے معنی آج حل ہوئے۔

ایک مختصر سا کمرہ ہے، نہایت آراستہ ہے مگر سادگی کے ساتھ۔ اس میں ایک بزرگ

فرشتہ خصلت، ملائک سیرت، متبرک صورت، نورانی چہرہ، ضعیف و ناتوان مگر اظہار حق رشد و ہدایت کے واسطے چاق و چوبند گویا کمر بستہ ہیں۔ قال اللّٰہ و قال الرّسول کے سوا گفتگو نہیں۔ قرآن وحدیث کے شیدا، دنیا و ما فیہا کی کوئی آرزو نہیں۔ علماء فضلاء کا مجمع، رؤساء امراء کا جرگہ گرد زیب دہ مجلس ہے، مگر سب مؤدب سر جھکائے، قالب بے جان کی طرح تصویر کی صورت بنائے، خاموش بیٹھے ہیں۔ محفل میں سکوت کا عالم ہے، بزرگ کے ہاتھ میں کاغذ ہے جس پر بدستخط خاص کچھ ارقام فرماتے ہیں۔ ضعف پیری کے باعث قلم قابو میں نہیں، ہاتھ کہا نہیں مانتے، مگر بایں ہمہ لکھنے میں مصروف ہیں۔ کچھ دیر بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا لیجئے یہ رقعہ لکھ دیا ہے

حاضرین جلسہ نے سر گریبان تفکر سے اٹھا کر ہمہ تن گوش ہو کر: ارشاد

مولانا صاحب (یعنی بزرگ): ۔ (بآواز بلند) یہ لکھ دیا ہے:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالیٰ

(راوی: خوب! یہاں بھی مرزا صاحب قادیانی موجود ہیں)

مولانا صاحب: (نے لکھا ہے:)

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کے رسائل سے آپ کے ادعاہائے نامشروع شائع و ذائع ہو چکے تھے کہ پرسوں ایک اشتہار جس کے اوائل میں تجدید ایمان و انابت ظاہر کی ہے اور آخر میں اپنے خیالات فاسدہ اور توہمات باطلہ مندرج ہیں نظر سے گذرا چونکہ آپ کو خود ان عقاید و خیالات اپنے کی نسبت رفع شکوک کا ادعاء ہے اور آپ نے اس عاجز سے بھی رفع شبہ کی استدعا کی ہے لہذا میں بذریعہ رقعہ ہذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ بے تکلف میرے غریب خانہ پر آکر حسب شرائط مقررہ خود، سواء موجودگی ایک انگریز کے، جو میرے اختیار میں نہیں، اور نہ احقاق حق میں اس کی ضرورت ہے اپنا شک و شبہ رفع کر لیں۔ کسی نوع کا خیال دل میں نہ لائیں اگر یہاں کے آنے میں آپ کو کچھ عذر ہو تو آج سے چوبیس گھنٹہ کے اندر اطلاع فرمائیں تاکہ یہ عاجز اپنے تعلیم دادہ اشخاص میں سے ایسے شخص کو آپ کے پاس بھیج دے کہ اس سے انشاء اللہ آپ کے سب طرح کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ محمد نذیر حسین یکم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

(ہمارے ناظرین اب تو خوب سمجھ گئے ہوں گے یہ حضرت فرشتہ صورت کون بزرگوار ہیں۔ جناب فیض مآب محدث دہلوی سیدنا و مولانا استاد عرب و عجم شمس العلماء حضرت شیخ الکل ؒ)۔

مولانا صاحب: (حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کر کے) اب کون صاحب اس کو لے جائیں گے؟

حاضرین: جس کو ارشاد ہو۔

غرض نواب سعید الدین احمد خان خلف الصدق نواب ضیاء الدین احمد خاں رئیس لوہارو اور جناب حکیم عبدالمجید خان خلف الصدق حکیم محمود خان، اور مولوی عبدالمجید واعظ اور جناب محمد احمد خلف حاجی عبدالعزیز سوداگر اس کار کے واسطے بمشورہ حاضرین جلسہ منتخب ہوئے اور جس مکان پر مرزا صاحب فروکش تھے یہ اصحاب اربعہ پہونچے اور بعد اطلاع باریاب ہوئے۔ السلام علیکم۔

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام! آیئے حضرات، مزاج شریف۔

مولوی عبدالمجید: مولانا (یعنی شمس العلماء حضرت شیخ الکل) نے یہ رقعہ آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔

مرزا قادیانی: (تحیر اور پریشان خاطر سے کچھ سکوت کے بعد نامہ لیا اور پھرالٹ پلٹ کر دیکھا اور پڑھا پھر ایک آہ سرد کھینچ کر)، نہیں، یہ امر مجھ کو منظور نہیں کہ امن قائم رکھنے کیلئے کوئی افسر انگریز جلسہ میں نہ ہو۔

نواب سعید الدین: مرزا صاحب بحث اصلاح حال اور صیانت عن الضلال کے لئے ہوتی ہے خدانخواستہ کسی سے کسی کی عداوت نہیں، تاہم اس امر کے ذمہ دار ہم ہیں۔ اور آپ کو تحریر دستخطی اور مہری اپنی دیئے دیتے ہیں انشاء اللہ آپ کو کسی نوع کا گزند نہ پہنچے گا۔

مرزا قادیانی: نہیں صاحب، یہ ہرگز نہیں۔

(راوی: کیونکر راضی ہوتے ان کو یہ امر معلوم تھا کہ آج کل دہلی میں مسٹر چوئس ڈپٹی کمشنر ہیں اور یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے لدھیانہ میں ان کے مناظرہ کو بند کر دیا تھا۔ وہ یہاں دہلی جیسے بڑے شہر میں کب اجازت دیں گے۔ اور صاحب بہادر مرزا صاحب کے حال سے واقف ہیں۔ مرزا صاحب کے اس اصرار کا یہی اسرار ہے کہ نہ وہ اجازت دیں گے اور نہ مباحثہ ہوگا۔ جان بچی لاکھوں پائے)

مرزا قادیانی: لوگ مجھے ناحق بدنام کرتے ہیں صرف ایک مسئلہ حیات مسیح میں مجھے انکار ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کی وفات ہوگئی ایسے اختلافی مسئلہ کی بہت سی نظیریں اصحاب رسول اللہ ﷺ میں موجود ہیں مگر کوئی کسی سے نہ جھگڑتا تھا۔ مجھ سے کیوں لوگوں کو بیجا اور بیوجہ خلاف واختلاف ہے اور ولایت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور مجھ کو دعوی ہے تو کون سا استعجاب ہے۔

مولوی عبدالمجید: مرزا صاحب اگر آپ کو دعوی ولایت ہو تو میں سب سے پہلے کہتا ہوں اشھد انّک ولیّ۔ مسلمانوں میں جہاں ہزاروں ولی ہوئے ہیں، ایک آپ بھی سہی۔ ہم کو آپکی ولایت میں انکار واصرار کی کوئی ضرورت نہیں لیکن آپ تو دعوت نبوت اور وہ بھی بقید مسیح موعود کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: میں نے تو نبوت کا دعوی نہیں کیا، نہ مسیح موعود ہونے کا ضروری اور لازمی دعوی ہے، یہ تو وفات مسیح پر منحصر ہے۔

مولوی عبدالمجید: توضیح مرام میں آپ نے صریح دعوی کیا ہے اور اسی پرچہ میں مسیح ہونے کا قطعی اور یقینی ادعاء ہے۔

مرزا قادیانی: کہاں؟

مولوی عبدالمجید: ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کے پرچہ میں یہ موجود ہے (اور اشتہار دکھایا)

مرزا قادیانی: مجھے محدثیت کا دعوی ہے نہ نبوت کا۔

مولوی عبدالمجید: آپ نے صاف صاف لکھا ہے کہ میں نبی ہوں۔

مرزا قادیانی: مرزا صاحب کون قسم کا نبی؟ آپ نہیں سمجھے۔

مولوی عبدالمجید: یہ امر آخر ہے، ایک شاعر تھا جب اس سے کہا جاتا کہ تیرے اس شعر کے معنی کیا ہیں، تو جواب دیا کرتا کہ میں نے اس میں ابھی معنے ڈالے ہی نہیں۔آپ کا ایسا وہ کیا مضمون ہے جس کے معنی ہی کوئی نہیں سمجھ سکتا، کیا آپ کی عبارت بھی المعنی فی بطن الشاعر ہے۔

مرزا قادیانی: یہ تو فی بطن کتاب ہے فی بطن شاعر نہیں، آپ کو گفتگو کی کیا ضرورت ہے آپ کیوں گفتگو کرتے ہیں آپ میری کتابیں دیکھیں۔

مولوی عبدالمجید: دو وجہ سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ایک تو یہ کہ آپ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے توضیح مرام میں لکھا ہے کہ جو کوئی میری نبوت کو نہ مانے گا وہ مستوجب عذاب ہوگا۔

مرزا قادیانی: اس عذاب کے اور معنی ہیں۔

مولوی عبدالمجید: تو میرا وہی قول صادق ہوگیا المعنی فی بطن الشاعر

مرزا قادیانی: پھر یہ تو راست ہے، تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

مولوی عبدالمجید: الحمد للہ یہ تو میرے قول کی آپ تائید کرتے ہیں اس لئے باوجود تصنیف کے مصنف سے گفتگو کی ضرورت ہے آپ بیان فرمائیے کہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے

مرزا قادیانی: آپ وفات مسیح میں گفتگو کیجئے۔

مولوی عبدالمجید: میں تو ہر امر میں گفتگو کے لئے موجود ہوں مگر یہ مسئلہ آپ کے دعوی کی ایک دلیل ہے۔دعوی نبوت مفید مسیح موعود ہونے کا ہے۔ پھر بحث ثبوت دعوی میں اول ہونی چاہیے نہ

کہ دلیل میں ۔فرض کرو اگر مسیح فوت ہو گئے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ پھر وہ مسیح موعود آپ آئیں گے بعد وفات مسیح بھی آپ کو اپنے دعوے کے ثبوت کی ضرورت ہے۔

نواب سعید الدین : مرزا صاحب بل تو اپنا بل ، دوسرے کے ضعف سے آپ کے دعوے کو کیا فائدہ؟ آپ اپنے دعوے کی قوت بیان کیجئے ۔حضرت مسیح مر گئے یا زندہ ہیں آپ کو کیا؟ آپ اپنی مسیحائی کا ثبوت دیں۔ ہر نبی نے اپنی نبوت اپنی ہی دلیل کی قوت سے ثابت کی ہے۔معجزہ دکھائے ، برہان لائے ، ہدایت کی۔کسی دوسرے کے مرنے جینے پر کسی نبی نے اپنی نبوت کا حصر نہیں رکھا ۔ میاں جھگڑا کیوں بڑھاتے ہو؟ایک کرشمہ دکھا دو پھر گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی ۔

حاجی محمد احمد : مرزا صاحب آپ ایمان سے کہتے ہیں کہ مسیح فوت ہو گئے۔

مرزا قادیانی : بے شک میں ایمان سے کہتا ہوں ۔

حاجی محمد احمد: میں نے بہ تقلید آپ کے اس مسئلہ کو مان لیا کہ مسیح فوت ہو گئے ۔اب آپ اپنے مسیح ہونے کا ثبوت بیان فرمایئے۔

مرزا قادیانی : لکھ دیجئے ۔

حاجی محمد احمد : بہتر ۔

مرزا قادیانی : (نے قلم دوات اٹھائی پھر تامل کر کے) کیا لکھو گے؟

حاجی محمد احمد: یہی کہ میں نے بہ تقلید مرزا صاحب وفات مسیح کو تسلیم کیا ، گناہ وثواب مرزا صاحب کی گردن پر۔

مرزا قادیانی : یہ لکھو کہ میں صدق دل سے ایمان لایا اور قرآن وحدیث سے سمجھ کر تسلیم کیا کہ مسیح فوت ہو گئے ۔

حاجی محمد احمد: لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلیّ العظیم ایسے شیطانی دھوکہ میں کون آئے گا میں تو پہلے کہہ چکا ہوں میں مولوی مناظر نہیں قرآن حدیث سے ابھی سمجھ نہیں ۔آپ کی تقلید سے لکھتا ہوں ۔

مرزا قادیانی : میں نے کتاب میں لکھا ہے اس میں سمجھ کر ایمان لے آ ؤ۔

حاجی محمد احمد: کتاب کے سمجھنے والوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم پر فتوی کفر والحاد لگائے ہیں۔ کہتے ہو تو اس کو تسلیم کرلوں ۔

مرزا قادیانی : تو جانے دو۔

مولوی عبدالمجید: ہاں حضرت آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت آپ کے دعوی نبوت کا بقید مسیح موعود ہے تو بیان کیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ بحث وفات مسیح میں گریز کرتے ہیں۔

مولوی عبدالمجید: الحمد للہ کہ اس وقت میرے منہ سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب نہیں نکلا۔ آپ لوگوں کی بدتہذیبی کی شکایت کرتے ہیں اور خود ایسے کلمہ منہ سے نکالتے ہیں۔

مرزا قادیانی: معاف کیجئے بیساختہ میرے منہ سے یہ بات نکل گئی دل دکھانیکی نیت سے نہیں کی

مولوی عبدالمجید: میں مواخذہ نہیں کرتا بلکہ اجازت دیتا ہوں کہ آپ جو چاہیں مجھ کو کہہ لیں مگر اصل مطلوب میں گفتگو کریں۔

مرزا قادیانی: میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا آپ میرے دوست ہیں۔

مولوی عبدالمجید: میں آپ کا دشمن نہیں لیکن آپ کے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت چاہتا ہوں دوستانہ طور پر سمجھا دیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ مجھے معاف کیجئے۔

(یہ کہہ کر تحریر جواب رقعہ میں مشغول ہو گئے اور بعد تحریر حاضرین جلسہ کو سنایا)

حکیم عبدالمجید: جب حضرت میاں صاحب (شیخ الکل) آپ کی سب شرطیں منظور کرتے ہیں، سوائے ایک انگریز کے، پھر آپ کو ایسا لکھنا بے جا ہے۔

مرزا قادیانی: نہیں افسر انگریزی کا ہونا جلسہ بحث میں واسطے امن کے ضرور ہے۔

حکیم عبدالمجید: امن میں کچھ خلل نہیں یہاں صدہا مذہبی مناظرے ہوئے، خدا کے فضل سے کسی جلسہ میں صورت دیگر ظاہر نہیں ہوئی۔ آج تو آپ ایک افسر انگریز کے طلب گار ہیں کل کہیں گے کہ لفٹننٹ گورنر کو بلواؤ۔ یہ کیونکر ممکن ہے اور احقاق حق کے لئے اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔

مرزا قادیانی: بے شک ضرورت ہے۔

حاجی محمد احمد: اچھا آپ نے اشتہار دیا اور مناظرہ کے مستدعی ہوئے تو آپ ایک درخواست بھی دے دیں۔

مرزا قادیانی: نہیں میں تو نہیں دینے کا۔ وہ ہی دیں کہ وہ رئیس دہلی ہیں۔

حکیم عبدالمجید: بہتر ہے ایک درخواست ہم جناب میاں صاحب سے لکھوائیں گے ایک آپ لکھ دیں دونوں دے دی جائیں گی۔

مرزا قادیانی: میں درخواست نہیں لکھنے کا، اور نہ بے موجودگی افسر انگریز گفتگو کرونگا۔ میری بہت سی پولٹیکل مصلحتیں اس میں پنہاں ہیں جن کو میں مفصل آپ پر ظاہر نہیں کرسکتا۔

حاضرین جلسہ (۶۰ یا ۷۰ کس): تو مناظرہ سے صاف انکار ہے۔

مرزا قادیانی: تم یہی سمجھ لو۔

(اس کے بعد اپنا رقعہ صاحبان موصوفین کو دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ رقعہ مرزا صاحب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی۔ حضرت مکرمی اخویم مولوی صاحب مولوی نذیر حسین صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہونچا مجھے بسروچشم منظور بلکہ عین مدعا اور مراد ہے کہ مسئلہ وفات و حیات مسیح ابن مریم میں آپ سے بحث ہو اور اس بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا حضرت ابن مریم فی الحقیقت بجسد العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ موجود ہیں اور ان کا زندہ ہونا قرآن کریم کی آیات صریحہ الدلالت سے اور تائید اس کی احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ فوت ہو چکے ہیں اگر وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو پھر کوئی دوسری بحث کرنا عبث ہے اور اس صورت میں میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا خود باطل ہو جاوے گا۔ وجہ یہ کہ اس کی بنا وفات مسیح ابن مریم پر ہے لیکن اگر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بہ اتفاق ثابت نہ ہو سکا کہ وہ زندہ بجسدہ العنصری برخلاف دوسرے انبیاء کے آسمان پر موجود ہیں تو پھر بوجہ اس قرینہ قویہ کے یہ سمجھا جائے گا کہ آنے والا ابن مریم موعود اس امت سے پیدا ہوگا اس صورت میں اگر آپ یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار شائع کردیں گے کہ اب ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اسی امت میں سے مسیح موعود آنے والا تو پھر اس عاجز سے مسیح موعود کی نسبت ثبوت طلب کر سکتے ہیں لیکن اس بحث میں امن قائم رکھنے کے لئے آپ کی طرف سے یہ بندوبست ہونا چاہیے کہ کوئی افسر انگریز خاص اسی خدمت حفظ امن کے لئے مامور ہو کر جلسہ بحث میں تشریف رکھتا ہو اور بحث تحریری ہو۔ اور ہر ایک فریق اپنے ہاتھ سے سوال جواب لکھے اور اپنے دستخط کے بعد فریق ثانی کو اصل تحریر دستخطی اپنی دے دیوے۔ فریقین کے مکان پر بحث نہ ہو بلکہ ٹاؤن ہال یا کسی دوسرے ثالث کے مکان پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

راوی: خوب

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

یہ تو بہت جلد بلکہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو گیا۔ مرزا صاحب نے آپ ہی دعوی کیا اور خود ہی جواب دعوی تنقیح اور ثبوت داخل کر کے بحث کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اب فقط حضرت شیخ الکل کے ذمہ ہے کہ وہ اپنا عقیدہ کسی اخبار کے ذریعہ شائع کرا دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی وقت پیدا بھی ہو گا۔ پھر مرزا صاحب اپنے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کر دینگے۔ ہمارے خیال میں تو اس کا فیصلہ بھی ساتھ کے ساتھ ہو جائے تو اچھا ہے پھر دوبارہ تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔

ہم کو کیا جو اس میں دخل دیں۔ مگر ہمارے خیال میں تو یہ اس سے بآسانی طے ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ الکل اپنا عقیدہ بذریعہ کسی اخبار کے شائع کر دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت سے پیدا ہو گا، تو ظاہر ہے اس صدی کے سر پر دعوی عیسی موعود ہونے کا کسی نے نہیں کیا اور تواتر سے ثابت ہے کہ عیسی موعود کا آنا ضروری ہے اور مرزا کی گواہی آسمان اور زمین اور قرآن حدیث پکار پکار کر دے رہے ہیں گو (نوری جامہ کی طرح) کسی کو محسوس نہ ہو یا نظر نہ آئے اس پر مرزا کے الہام اور پیش گوئی موجود اس سے زیادہ ثبوت اور کیا خدا کہنے آئے گا فیصلہ ہوا مسئلہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام وہ فیصلہ ہو گیا۔ ثبوت نبوت بقید مسیح موعود کا یہ فیصلہ ہو گیا۔ ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

دہلی میں قادیانی کی اشتہار بازی

صبح کا وقت ہے، اکتوبر کا شروع مہینہ، اعتدال کا موسم، نہ گرمی کی شدت نہ سردی کی چنداں شکایت۔ میونسپل کمیٹی کے ملازموں نے سڑک کو چہ و بازار کو خش و خاشاک سے پاک کر دیا ہے۔ سقے چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ جمنا کی طرف پری چہرہ مہوشاں کے غول کے غول خوب صورت زرد و سفید ریشمی اور سوتی باریک باریک ساڑھیاں باندھے چھوٹی چھوٹی برنجی لوٹیاں اور گڈویاں ہاتھ میں لئے چھم چھم کرتے ہنسی مذاق اڑاتے جاتے ہیں، پازیب کی چھنکار سے شور قیامت برپا اور رفتار ناز کی ہر ایک ٹھوکر پر فتنہ اٹھتا ہے دل عشاق کو پامال کرتے جا رہے ہیں اور کوئی کوئی اشنان سے واپس آ رہے ہیں اور مسجدوں سے نمازی نماز صبح سے فراغت پا کر باہر نکل رہے ہیں اور چاندنی محل کی طرف رخ ہے۔

دیکھیں تو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ صفائی تو حسب مراد ہوگئی ہے۔ فرش فروش ہو رہا ہے۔ شامیانہ لٹکائے جا رہے ہیں۔ شہزادہ ثریا جاہ بہ نفس نفیس سرگرم آراستگی مکان اور درستی سامان میں اور مولوی عبدالمجید معہ چند عمایدِ شہر شہزادہ ممدوح کی معیت میں کمربستہ ہیں اور جوق جوق مردمان جمع ہوتے جاتے ہیں اور بیٹھتے جاتے ہیں۔ بھئی آج کیا سامان ہے۔ شہزادہ صاحب کے یہاں کوئی تقریب شادی ہے؟ ہزارہا آدمیوں کا ہجوم اس وسیع مکان میں جس میں بیس پچیس ہزار کی گنجائش ہے، آج تل رکھنے کو جگہ نہیں۔ چلو تو کسی سے دریافت کریں۔

(مولوی صاحب سے) حضرت آپ بتا سکتے ہیں؟

مولوی عبدالمجید: آپ نے دہلی کے ہر در و دیوار پر نظر کی ہوگی۔

راوی: جی ہاں سارا شہر آج کل کاغذی پیرہن سے ملبس ہے۔

مولوی عبدالمجید: ٦۔ اکتوبر کا اشتہار قادیانی صاحب اور ٧۔ اکتوبر کا جواب آپ نے دیکھا ہوگا

(محفل میں ہلچل واقع ہوئی اور آدمیوں نے راستہ چھوڑا، تعظیم کو کھڑے ہوئے حضرت میاں صاحب کے تشریف لانے کا شور وغل ہوا)

میاں صاحب (مسند پر جو پہلے سے آراستہ ہو چکی تھی، تکیہ کے سہارے متمکن ہوئے، سانس، جو ضعف اور کبر سنی کی وجہ سے چڑھ گیا تھا، درست کر کے حاضرین کو خطاب کر کے پوچھا): ٨ تو بج گئے ہوں گے؟

حکیم عبدالمجید (اور ڈپٹی الٰہی بخش پنشنر، نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ وغیرہ چند صاحبان نے گھڑی جیب سے نکال کر کہا): ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔

میاں صاحب: او ہو، اور ادھر سے کچھ خبر نہیں آئی؟

حضرت میاں صاحب۔ کوئی حجت باقی نہ رہ جائے آخر انہوں نے آنا تو ہے نہیں۔

مولوی عبدالمجید: اشتہار قادیانی مطبوعہ ٦۔ اکتوبر کا جواب ۔ ٧۔ اکتوبر کو من جانب مولوی ابو سعید محمد حسین چھپ کر شائع ہوا تو فوراً اس کا ایک پرچہ مولوی عزیز الحسن کی وساطت سے قادیانی صاحب کی خدمت میں بھجوایا گیا جو مولوی صاحب نے قادیانی صاحب کے دست خاص میں دیا۔

٩۔ اکتوبر کو شام سے پہلے مولوی ابوسعید کو مولوی عبدالحق کی ملاقات کیلئے ان کے مکان پر (جو قادیانی کی فرودگاہ کے قریب ہے) پہنچنے کا اتفاق ہوا، تو وہاں انہوں نے مزید احتیاط کی نظر سے قادیانی کے ایک حواری امیر علی شاہ کو بلایا، اور چند اشخاص کے سامنے ان کو وہ جواب دیا۔ دوسرے دن شام کے قریب تک اس جواب کے مضمون سے قادیانی صاحب کا انکار ظاہر و مشتہر نہ ہوا تو اس سے سمجھا گیا

کہ قادیانی صاحب نے مضمون جواب کو پسند کر کے ۱۱۔ اکتوبر کو چاندنی محل میں حاضر ہو جانا اور مولوی ابوسعید محمد حسین سے گفتگو کرنا منظور کر لیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اشتہاروں اور خطوں میں اپنے شرائط کے مسلّم ہو جانے کے بعد صرف فریق ثانی کی خواہش اور طلبی پر حاضر ہو جانا قبول کر لیا تھا۔ اور کسی تحریر یا اشتہار میں بعد تسلیم شرائط خود اپنے حاضر ہو جانے کو دوبارہ اطلاع یا منظوری یا کسی اور شرائط سے مشروط و متعلق نہ کیا تھا۔ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں آپ لکھتے ہیں اگر شرائط مذکورہ بالا منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤنگا۔

اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں (جس میں آپ نے مولوی محمد حسین کو بھی اپنا مخاطب اور مناظر بتایا ہے) فرماتے ہیں، اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری (یعنی بجز حاضری افسر یورپئن) تمام شرطیں اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء قائم رہیں گی۔ ان فقرات میں منظوری شروط کے بعد حاضری کی آپ کی طرف سے صاف منظوری ہے اور بعد منظوری کے دوبارہ اطلاع منظوری یا کسی اور شرط کی تشریح نہیں۔ مع ہذا تکمیل احتیاط اور قطع حجت کی نظر سے ۱۰۔ اکتوبر کو آپکو اس امر کی اطلاع دی گئی کہ آپکی شروط مسلّم ہو جانے سے آپ کو حاضری مجلس مباحثہ پر راضی سمجھ کر چاندنی محل میں جلسہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر تشریف لاویں اور آئندہ کوئی نیا عذر پیش نہ کریں اور اس مضمون کا ایک خط بھی منجانب مولوی ابوسعید صاحب آپ کے نام لکھوایا گیا۔ جس کو عاجز اور میاں عبدالحق سوداگر وغیرہ نے آپ کی خدمت میں پہنچایا۔

نقل خط۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب زاد عنایتہٗ

بعد سلام مسنون واضح رائے شریف ہو کل کے اشتہار میں جو مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال میں اطلاع دی تھی آج بہ اتفاق چاندنی محل قرار پا گیا وہ مکان اس قدر وسیع ہے کہ جس میں ہزاروں آدمی کی گنجائش ہے اور جناب شاہزادہ مرزا ثریا جاہ بہادر و دیگر رؤساء شہر وہاں موجود ہوں گے اطلاعاً تحریر کیا آپ وہیں تشریف لاویں۔ مکرر یہ چند یورپئین صاحب بھی تشریف لاویں گے اور پولیس اپنا فرض منصبی (اقامت حفظ امن) کے ادا کرنے کیلئے حاضر رہیں گے چونکہ فرش فروش کیلئے بہت روپیہ صرف ہوگا ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف نہ لاویں اس کی اطلاع خاص و عام کو دی گئی ہے۔

ابوسعید محمد حسین و ابو محمد عبدالحق

اس خط کے جواب میں آپ نے ۶۔ اکتوبر کے عہد کو توڑ دیا۔ اور یہ نیا عذر پیش کیا کہ

میں مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ نہ کرونگا بلکہ خاص جناب میاں صاحب مولوی سید نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ ہاں مولوی ابوسعید ان کے معاون رہیں، میاں صاحب کہیں بھول جائیں تو وہ بتا دیں اور اگر میاں صاحب خاص اپنے ہاتھ سے تحریر سوال جواب نہ کریں تو ابوسعید صاحب ان کی تقریر کو تحریر میں لا دیں۔ اسی طرح مولوی عبدالحق بلکہ اور دو چار علماء ان کو مدد دیں تو مضائقہ نہیں۔ اس مضمون کا ایک خط بھی میاں صاحب کے نام کا خاکسار کو دیا جس کا جواب میں نے پہلے تو خود ہی میاں صاحب کی طرف سے زبانی دے دیا۔ اور ان کا وہ عذر توڑ دیا کہ آپ مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ کرنے سے گھبراتے ہیں تو آئیں میاں صاحب سے بحث کرلیں۔ ہم میاں صاحب کو وہاں لائیں گے اور وہ ہی آپ سے بحث کریں گے۔ پھر جناب میاں صاحب کی طرف سے وہ اشتہار ۶۔ اکتوبر جس میں سبھی شرائط قادیانی کو قبول کیا گیا ہے ان کے پاس بھجوا دیا۔

ٹن ٹن کی آواز گھنٹہ گھر کی گھڑی کی کان میں آئی سب صاحبان نے گھڑیاں نکال کر دیکھا، ۹ بجے۔

اس وقت چار پانچ ہزار آدمیوں کا مجمع چاندنی محل میں جمع ہے اور عمائدین شہر اور رؤساء اور علماء فضلاء شہر حاضر ہیں پتہ کھڑکا اور گردن اٹھا کے دیکھا۔ ذرا آہٹ ہوئی اور جھانکا ہر ایک شخص ہمہ تن چشم بنا ہوا چشم براہ ہے وقت مقرر گذر گیا اور مرزا کی تشریف آوری کا انتظار بدستور ہے۔

شہزادہ ثریا جاہ: بھائی ہم تو شل ہو گئے۔

نواب صاحب۔ واللہ آنکھیں آ گئیں، مگر وہ نہ آئے۔

ممتاز الدولہ (رئیس بھوپال): سبحان اللہ کیا کہا ہے سادہ کلام میں بھی شاعری۔

حکیم صاحب: کیوں نہ ہو یہ تو آپ کا ورثہ آبائی ہے۔

ڈپٹی الٰہی بخش: یہ خبر ہوتی تو کھانا کھا کر آتے۔

سید سلطان مرزا: ہندوستانیوں میں وقت کی قدر اور پابندی نہیں۔

شہزادہ خورشید عالم: درست فرمایا جناب نے۔

حکیم احمد سعید: آپ گھاس کھا گئے ہیں، مرزا نے اپنا کوئی وعدہ وفا کیا ہے، جواب آ جاتے۔

حکیم ناصر: ناحق کا انتظار ہے وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے

حکیم حسن رضا: جب آپ لوگ مرزا صاحب کے عہد و پیمان اور قول و قرار سے واقف تھے تو اس سر دردی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ناحق کی تضیع اوقات۔

دیگر حاضرین: (معزز و معتمدان و روساء بہ اتفاق) میاں تا بہ دروازہ باید رسانید کوئی حجت باقی نہ رہ

جائے۔قرار پایا کہ کوئی صاحب مرزا صاحب کی خدمت میں جائیں اور پیغام لے جائیں۔

شہزادہ صاحب: میری سواری بند گاڑی لے جائیں۔

(حاجی نور احمد، منشی قمر علی گاڑی میں سوار ہوئے۔مرزا صاحب کی فرودگاہ پر داخل)

مرزا صاحب: مجھ کو جواب اشتہار ۶۔اکتوبر جس میں مکان تاریخ کی تقرری ہے اب تک نہیں ملا

(اور ایک رقعہ اپنے حواری غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ کے ہاتھ بھیجا

نقل رقعہ: بخدمت جناب مخدوم سید محمد نذیر حسین صاحب سلّمہ اللّٰہ تعالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔افسوس کہ اس عاجز سے بحث کے بارہ میں کوئی امر قرار پانے سے پہلے خود بخود مشہور کر دیا گیا کہ فلاں مقام پر بحث ہوگی حالانکہ طریق دیانت یہ تھا کہ جب تک صاف اور کھلے کھلے طور پر یہ تصفیہ نہ ہو جاتا کہ وفات حیات مسیح میں بحث ہوگی اور جب تک آپ اپنے خاص دستخطی رقعہ سے قبول شرائط کی اطلاع نہ دیتے اور مشورہ سے تاریخ قرار نہ پاتی، تب تک اشتہار جاری نہ کیا جاتا۔مگر میرے گمان میں ہے کہ سب کارستانیاں بالا بالا ظہور میں آئی ہیں اور غالباً آپکو ان باتوں کی خبر بھی نہ ہوگی، لہذا آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اگر درحقیقت آپ اس بات پر مستعد ہیں جو اظہار حق کیلئے اس عاجز سے بحث کریں گے تو آپ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماویں کہ کل شرائط مندرجہ ذیل آپ کو منظور ہیں اور وہ شرائط یہ ہیں

۱۔ بحث صرف مسئلہ حیات اور وفات مسیح ابن مریم کے بارے میں ہوگی اور کوئی دوسرا امر خلط بحث کی طرح درمیان میں نہیں آئے گا صرف حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار ہوں میں مسافر اور اکیلا ہوں اور لوگ خونی آنکھ سے دیکھ رہے اور بٹالوی صاحب مجھے کافر دجال اور بے ایمان الفاظ سے یاد کرتے ہیں یہ آپ اپنے ہاتھ کی تحریر سے مجھے مطمئن کر دیں کہ ہر ایک ہاتھ اور زبان کے روکنے کے آپ ذمہ دار رہیں گے اور کوئی خلاف تہذیب امر اور بے جا حرکات کسی سے سرزد ہوئیں تو اس کی جوابدہی آپ کے ذمہ ہوگی یہ صاف اور کھلی تحریر سے قرار کرنا چاہیے تا میرے پاس سند رہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں اول ہر فریق تحریر کر کے حاضرین کو بلند آواز سے سنا دے اور ایک نقل اپنے بیان کی دستخط کے بعد دوسرے فریق کو دے دیں اور دوسرا فریق اس کا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے اور ایک نقل فریق ثانی کو دے دے۔اگر یہ تمام شرطیں آپ منظور کر لیں اور اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھ کر تینوں شرطوں کی منظوری سے مجھے اطلاع دیں تو پھر میں حاضر ہو جاؤنگا۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔ مرزا غلام احمد ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

حاضرین جلسہ: (مضمون رقعہ کو سن کر) یہ مرزا صاحب کا حیلہ گریز ہے بوجوہات ذیل:

۱۔ جس حالت میں جواب اشتہار ۶۔ اکتوبر چھپ کر دہلی کے ہر گلی کوچہ میں شائع ومشتہر ہو چکا ہے اور چار معتبر ذریعوں سے وہ قادیانی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے تو پھر اس کے بھیجنے سے قادیانی کا انکار کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

۲۔ جب کہ وہ جواب قادیانی کو پہنچ چکا ہے اور اس میں جملہ شروط قادیانی کو بلا چون و چرا تسلیم کیا گیا ہے (جس پر انہوں نے اشتہار میں حاضری کا وعدہ دیا ہوا ہے) تو پھر قادیانی صاحب سے دوبارہ منظوری کا حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

۳۔ جب اس خط میں پہلی شرائط کے سوا کوئی نئی شرط نہیں ہے بلکہ ان ہی شرائط کا اعادہ ہے جن کو جواب اشتہار ۲۔ اکتوبر میں تسلیم کیا گیا تھا تو پھر ان شرطوں کے اعادہ کی کیا ضرورت تھی

ان وجوہات سے تقریباً کل جماعت نے اس پر اتفاق کیا کہ اس خط کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔ اور قادیانی کا مناظرہ سے گریز قرار دے کر جلسہ برخاست کیا جائے۔

نواب سید سطان مرزا: نہیں ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ ان کی آخری حجت کو بھی قطع کیا جائے اور اس خط کا جواب دیا جائے کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں آپ تشریف لائیں۔

نواب سعید الدین: میرا بھی اس پر صاد ہے۔

دیگر حاضرین: بہت بہتر تا بدروازہ بائد رسانید

(رقعہ لکھا گیا اور بدست حاجی محمد احمد صاحب و نور احمد وحواریان قادیانی صاحب بھیجا گیا۔ نقل رقعہ:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب

بعد سلام مسنون آپ کا رقعہ مورخہ ۱۱۔ اکتوبر بدست غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ وصول ہوا جس میں تین شرطیں حسب ذیل ہیں: ۱۔ بحث صرف حیات و وفات مسیح میں ہو۔ ۲۔ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار رہیں گے۔ ۳۔ فریقین اپنے اپنے ہاتھ سے تحریر کریں۔

بجواب تحریر ہے کہ تینوں شرطیں منظور ہیں اس قدر ترمیم کے ساتھ کہ راقم بسبب پیرانہ سالی کے اپنے ہاتھ سے نہیں تحریر کرسکتا جس کو کہ آپ اپنے رقعہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں تسلیم کر چکے ہیں۔ یہاں سب انتظاری ہیں اظہار حق و احقاق حق کے لئے جلد تشریف لائیے۔ ورنہ معلوم ہوگا کہ آپ وقت ٹالنا چاہتے ہیں۔ الراقم العاجز۔ سید محمد نذیر حسین

حاجی محمد احمد: (نے) مرزا صاحب کی خدمت میں رقعہ پیش کیا۔

مرزا قادیانی: نہیں صاحب میں نہیں جاؤنگا، مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔(اور رقعہ بھی تحریر کیا)۔

حاجی محمد احمد: (تسلی اور وعدہ اطمینان دے کر) آپ کی حفاظت کے واسطے شہزادہ صاحب کی محفوظ سواری موجود ہے اور ابھی ان کے چار سوار حفاظت کے واسطے اور آسکتے ہیں اور مجلس میں پولیس موجود ہے اور جلسہ میں معزز رؤساء اور مجسٹریٹ شامل ہیں...

مرزا قادیانی: نہیں صاحب مجھ کو اطمینان نہیں۔ میری جگہ میرا یہ رقعہ متضمن انکار لے جایئے

مکرمی حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رقعہ پہنچا۔ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ آج جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدے کا اندیشہ ہے اور ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے، لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر، ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دیدیں کہ مولوی سید نذیر حسین بحث کریں گے اور امن قائم کرنے کے ذمہ وار ہو چکے ہیں اور یہ بھی التجا اور درخواست کریں گے کہ ڈپٹی کمشنر بہادر بھی اپنی طرف سے امن قائم رکھنے کیلئے کچھ مدد کریں یا آپ سے دریافت کر کے اطمینان کر لیں بعد اطلاع صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر آپ کو باقاعدہ اطلاع دی جائے گی پھر ایک تاریخ مقرر ہو کر اسی تاریخ کا اشتہار شائع کر کے جلسہ ہوگا اس اشتہار میں فریقین کے دستخط ہوں۔ العبد مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

(مرزا صاحب کا رقعہ جلسہ میں پڑھا گیا۔ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر سناٹے کا عالم رہا)

مولوی عبدالمجید: آپ صاحبوں کو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو مناظرہ سے گریز ہے اور اس مجلس میں وہ ہرگز آنا نہیں چاہتے اور نہ مباحثہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اب پورے طور سے ناامیدی ہوگئی کہ مرزا صاحب نہ خود تشریف لائیں گے اور نہ مباحثہ کریں گے اس واسطے ان کے عقاید ان کی تصانیف میں ہیں اور ان ہی کے الفاظ میں حاضرین جلسہ کے روبروئے پیش کرتا ہوں:

۱۔ مطلق نبوت ختم نہیں ہوئی نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے، اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزی طور پر وحی اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا (توضیح مرام۔ص ۹)

۲۔ خاکسار محدث ہے المحدث نبی یعنی محدث بھی نبی ہوتا ہے۔(توضیح مرام۔ص ۹)

۳۔ کسی بشر کا (آنحضرت ﷺ ہوں یا مسیح) آسمان پر چڑھنا اترنا سنت اللہ اور فطرت (یعنی قانون قدرت) کے خلاف ہے۔ اور خدا تعالی کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت اور ایمان بالغیب کا تلف کرنا ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۹۔۱۰)

۴۔ روح القدس، روح القدس، شدید القوی، ذوالافق الاعلی جن کا شرع میں ذکر وارد ہے، وہ انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت اور اس کے محبوب انسان کی محبت کے باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔ ان دونوں محبتوں اور ان کے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے ۔ (توضیح مرام۔ ص ۲۴)

۵۔ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں (یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں)۔ (توضیح مرام۔ ص ۲۷)

۶۔ ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا سیدھے طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں۔ دراصل ملائکہ ارواح کواکب اور ستارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے (توضیح مرام۔ ص ۳۲، ۳۶، ۳۸، ۳۹ وغیرہ)

۷۔ جبریل جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) نہایت روشن چیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے ان کی تصویر ان کے دل میں (یعنی انبیاء) منقوش ہو جاتی ہے۔ (توضیح مرام۔ ص ۶۸، ۷۰، ۸۵ وغیرہ)

۸۔ آیت متضمن ذکر سجدہ آدم میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں ہے بلکہ ملائک کا انسان کامل کی خدمت بجالانا اور اس کی اطاعت کرنا مراد ہے (ص ۴۹ توضیح مرام) (یعنی سجدہ آدم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ مرزا صاحب مسجود و مخدوم ملائک ہیں)۔

۹۔ لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کے ہم رنگ ہے اور وہ بھی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گذر جانے سے ہزار مہینے کے بعد آتا ہے۔ (فتح اسلام۔ ص ۵۴)

۱۰۔ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارہ میں انبیاء سے بھی امکان غلطی ہے۔ تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔ (ص ۱۳۔ قول الفصیح)

اب ذرا غور و انصاف کریں کہ اہل اسلام کے یہی اعتقاد ہیں جو مرزا صاحب نے لکھے ہیں اور انہیں اعتقادوں کے ظاہر کرنے کو اللہ تعالی نے ان کو بھیجا ہے یہ بھی الہام مرزا صاحب کو ہو

رہا ہے۔ یہ تو ملحدوں کی پرانی گھڑت ہے جیسا کہ مرزا کی قلم سے نکلیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس کو الہام کہا جائے کوئی الحادی بھی ہوتی مگر نئی ہوتی تو بھی الہام کا شبہ ہو سکتا تھا بفحوائے فا لھمھا فجو رھا مگران سڑی بھسی گھڑتوں کو کون دل کا اندھا کہے گا مدت ہوئی کہ علماء اسلام اسکی دھجیاں اڑا چکے ہیں مگر الحمدللہ اس وقت آپ لوگوں پر معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب پر الزام نہیں لگا یا گیا ہے بلکہ جو اعتقاد انہوں نے لکھے ہیں یہ ان کا اظہار کیا گیا ہے۔

تقریر ختم ہوئی اور حاضرین جلسہ سے خصوص علماء دین جو اس جلسہ میں شامل تھے رائے لی گئی۔کل علماء دین نے بالاتفاق مرزا صاحب کے الحاد اور تکفیر پر اپنی رائے ظاہر کی اور فتوی تحریر ہوا۔علماء کے دستخط اور مواہیر ثبت کرائی گئیں۔جلسہ برخاست ہوا۔

جنابِ شیخ کا نقش قدم

تغیر وعدہ جاناں میں سوسو بار آتا ہے کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہے

(۱۳۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو منشی غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور امیر علی شاہ حواریان مرزا صاحب، حضرت مولانا شیخ الکل کی خدمت میں پہنچے اور خط مرزا صاحب قادیانی کا پیش کیا)

مولانا شیخ الکل: مجھ کو اس قدر فرصت نہیں کہ اس کو پڑھوں اور اس کا جواب دوں۔مولوی ابو سعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید کے پاس آپ لے جائیں، وہ اس کو پڑھ کر جواب لکھ دیں گے۔ آپ وہی جواب مرزا صاحب کو دے دینا، وہ جواب میری طرف سے تصور فرمائیں۔

(موصوفان، مولوی صاحبان موصوفین کے پاس گئے اور خط مذکور پیش کیا۔

خلاصہ رقعہ مرزا صاحب

۱۱۔اکتوبر کے جلسہ میں بوجہ خوف میں حاضر نہ ہو سکا۔اب پولیس وغیرہ کا میں نے اپنے طور پر انتظام کر لیا ہے۔۱۸۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو آپ گفتگو کے واسطے تیار رہیں۔

مولانا شیخ الکل کی طرف سے حاشیہ جواب خط پر تحریر ہوا:

میری طرف سے آپ کی تحریر کا جواب مولوی ابوسعید صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب دیں گے، مجھ کو اپنے خطاب سے معاف رکھیں۔

جواب خط مرزا صاحب

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

از خاکسار عبدالمجید بخدمت گرامی مرزا غلام احمد ...... جناب کا مقصود احقاق حق نہیں ہے، اس کے بعد آپ نے ۶ تاریخ کا اشتہار ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پھر مشتہر کیا اور ان میں جناب میاں صاحب کے خط اور حاملین رقعہ کی گفتگو اور اپنے انکار کا بالکل ذکر نہیں کیا (جو دیانت اور انصاف سے مراحل دور ہے) اور اس اشتہار میں یہ چند باتیں اور بڑھا دیں:

۱۔ مولوی سید محمد نذیر حسین مجھ کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد اور اپنے حنفی بھائیوں کو بدعتی اور امام ابوحنیفہ کو علم حدیث سے بے خبر قرار دیتے ہیں و ھذا بھتان عظیم

۲۔ مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کی گفتگو سے اعراض

۳۔ افسر انگریزی کی عدم موجودگی کے جلسہ میں بحث منظور ہے۔

۴۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے درخواست مناظرہ

۵۔ درخواست شیوع حلفی اشتہار

۶۔ ہدایت پر تواضع و عاجزی وانکسار

۷۔ حضرت میاں صاحب کی مسجد میں حاضری کا اقرار

اگرچہ بعد معائنہ اس اشتہار کے آپکے حال و قال پر زیادہ واقفیت ہوگئی تھی مگر برائے اطمینان خلق اور اتمام حجت اس اشتہار کی تحریر کے بموجب ایک اشتہار بمنظوری شرائط قطعی شائع کر دیا گیا گو آپ مسجد میں آنے کا اقرار کر چکے تھے تاہم جناب شہزادہ ثریا جاہ کو تکلیف دی گئی اور ان کا مکان چاندنی محل جس میں ۱۳ ہزار آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش ہے لیا اور بموجب اجازت و وعدہ مشتہرہ آپ کے اشتہار ۲، ۶، اکتوبر ۱۸۹۱ء، یوم یک شنبہ کو جلسہ مقرر کر دیا اور یہ حلفی اشتہار اول مرتبہ آپ کو بدست مولوی عزیز الحسن بھیجا گیا دوسری دفعہ خود مولوی محمد حسین آپ کے آدمی امیر علی شاہ سیالکوٹی کو دے آئے تیسری مرتبہ خاکسار نے امیر علی شاہ کو دیا، چوتھی مرتبہ مولوی محمد دین آپ کو دے آئے اور احتیاطاً ۱۰۔ اکتوبر کو ایک خط بھی قلمی یہ خاکسار و مولوی عبدالحمید و مولوی عبدالغنی، عبدالحق سوداگر و حاجی نور احمد دے آئے جس کے جواب میں پھر آپ نے کچھ حیلہ حوالہ لکھا جس کا جواب اسی دن شام کو یہ خاکسار قریب مغرب ہمراہی مولوی عبدالحمید آپ کے مکان پر دے آیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے شب کو یہ خاکسار پھر آپ کے پاس گیا

اور آپ نے پھر کچھ لکھا جس کو صاف کرتے ہوئے چھوڑ آیا اور آپ کے آدمیوں نے کہا تھا کہ کہ ہم صبح کو بہت سویرے پہنچا دیں گے۔مگر وہ تحریر نہ آئی اور نہ وقت مقررہ پر باوجود بار بار تاکید کے آپ تشریف لائے۔آخر کار آپ کے واسطے شہزادہ صاحب بہادر کی سواری اور تین آدمی حاجی نور احمد وسید قمر علی وسید آغا حسین لینے گئے اس پر بھی آپ تشریف نہ لائے (ان تحریرات اور تقریر کا اعادہ کیا گیا ہے جو پہلے تحریر ہو چکی تھی) لاچار ایک بجے جلسہ برخاست کر دیا گیا اب جو عام شہر میں آپ کی حق گوئی کا قصہ گھر گھر پھیل گیا تو آپ نے یہ رقعہ ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۱ء جناب شیخنا کے نام ارسال فرمایا اس سے وہ دھبہ جو آپ کے دامن پر لگ چکا ہے دھویا نہیں جا سکتا۔کیا اس خط سے وہ وعدہ خلافیاں جو آپ سے وقوع میں آئیں دور ہو سکتی ہیں؟ کیا اشتہار ۲، ۶، اکتوبر ۱۸۹۱ء اور درمیان کی کاروائی جس میں آپ نے مجلس مناظرہ میں آنے سے انکار کیا ہے آپ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں؟ کیا ان رقعات میں آپ کا انکار موجود و مرقوم نہیں ہے۔پھر اب کیا ممکن ہے کہ اس خط سے یا دوبارہ دعوی مناظرہ پر یہ دھبہ دھویا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔معہذا اگر آپ کو کچھ گفتگو کا خیال ہے تو ہم لوگ حاضر و موجود ہیں۔جب اپنی ذمہ داری کے ساتھ مکان وغیرہ کا انتظام کر کے اطلاع دیں اور ہم سے جس کو آپ پسند کریں وہ آپ سے گفتگو کیلئے حاضر و مستعد ہے۔جناب شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین کی شان اس سے ارفع اعلی ہے۔آپ سہ بارہ گفتگو کے لئے تکلیف دیں بلکہ آئندہ آپ کسی قسم کی خط و کتابت سے مولانا صاحب سے نہ کریں۔جو کہنا اور لکھنا ہو ہم سے کہیں اور ہم کو لکھیں۔آپ نے اپنے خط کے اخیر میں ایک نئی شرط اور بڑھائی ہے اس کا اور دیگر شرائط ضروریہ کا تصفیہ پبلک کی رائے سے ہوگا۔ان شروط کو جلسہ میں پیش کیا جائے گا جس امر پر کثرت رائے ہوگی اس کو ماننا پڑے گا بذریعہ تحریر ان شروط کا تصفیہ ناممکن ہے۔ عبدالمجید ؒ۔۱۳۔اکتوبر ۱۸۹۱

(مولوی ابوسعید محمد حسین ؒ کی جانب سے) خاکسار کا بھی اس جواب پر صاد ہے اور اس پر یہ مستزاد ہے کہ آں قطرہ بہ ایران رسید، اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔اب ہزاروں دعوی کریں اور بیسیوں خط لکھیں وہ الزام گریز آپ سے اٹھ نہیں سکتا۔معہذا آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو جب چاہیں ہم سے مناظرہ کر لیں۔جناب

شیخنا وشیخ الکل سے اب مناظرہ کا نام لینا موجب شرم ہونا چاہیے۔

ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

یہ خبر پھر شہر میں مشتہر اور گھر گھر ہے کہ مرزا صاحب نے پھر مناظرہ کا اقرار کرلیا۔

۱۸۔ اکتوبر کی صبح سے ہر گلی کوچہ میں ہلڑ مچا ہوا تھا، جوق در جوق اور غول غول مرد مان مولوی عبدالمجیدؒ کے مکان پر آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

ا۔ کہیے جناب آج مناظرہ ہوگا قبلہ۔

مولوی صاحب: بھائی صاحب میں خود انتظار میں ہوں، ابھی تک کوئی خبر نہیں نکلی۔

۲۔مولانا صاحب! فرمایئے کیا بات قرار پائی۔ وقت اور مکان مناظرہ کیلئے کون دن مقرر ہوا؟

مولوی صاحب: ابھی تک مرزا کی طرف سے کوئی خبر یا اطلاع نہیں آئی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

(مولوی صاحب لوگوں کے سوال و جواب سے تنگ آکر ایک بجے کے قریب لوگوں کے ساتھ اٹھ کر مطبع فاروقی میں گئے اور بہ معیت میاں محمد صاحب منصرم مطبع مذکور مرزا صاحب کو رقعہ بھیجا:

بخدمت گرامی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دام لطفہ

بعد سلام کہ سنت اسلام ہے کہ واضح رائے عالی ہو، احقر حاضری سے تو بسبب کوتوالی کے پہرہ کے جو جناب نے اپنے مکان پر لگا رکھا ہے معذور ہے۔ ۱۸۔ اکتوبر یوم شنبہ کو آپ نے لکھا تھا کہ مکان اور انتظام کر کے گفتگو کرونگا۔ صبح سے انتظار ہے کہ اگر آج بھی کوئی سبب خاص مانع ہے تو براہ نوازش مطلع فرمائیں۔ اور امید ہے کہ آپ احقر کے اشتہار ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کے جواب باصواب سے بھی محظوظ فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ خاکسار آپ کا خادم محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی ۱۸، اکتوبر ۱۸۹۱ء از دفتر مطبع انصاری دہلی)

مرزا صاحب: (بعد ملاحظہ خط ایک اشتہار مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میاں محمد صاحب کو دے کر) مولوی صاحب سے کہدیں یہی آپ کا جواب ہے۔

راوی: ہم کو وہ اشتہار باوجود تلاش نہیں ملا، مگر اس کا خلاصہ جس کی سرخی یہ ہے

ہم تو سمجھے تھے لکھے گا کوئی بات لطیف — پر تیرا نامہ تو ایک شور کا دفتر نکلا

(یہی فقرات سبّ و شتم جو مولانا صاحب کی نسبت ہیں، ہماری نظر سے گذرا اور خلاف تہذیب اور خارج از مطلب سمجھ کر قلم انداز کیا گیا)۔

جامع مسجد دہلی میں جلسہ عام

آج دہلی کی جامع مسجد میں بڑا مجمع ہے۔ ایسا تو کبھی جمعہ کیا، جمعۃ الوداع میں بھی نہیں ہوتا۔ مسجد کے اندر اور صحن میں سیڑھیوں تک آدمی ہی آدمی ہیں، جگہ کی تنگی کے سبب نظر بھی دخل نہیں پاتی۔ آج جمعہ بھی نہیں منگل ہے، مسلمانوں کے سوا اور قوم کے آدمی بھی نظر آتے ہیں۔ جمعہ کا تو وقت بھی گذر چکا اور آدمی جمع ہیں، اور لوگ دوڑے چلے آرہے ہیں۔ مسٹر ہائیڈ سٹی سپرنٹنڈنٹ اور سید بشیر حسین انسپکٹر اور ایک بڑی جماعت پولیس کی وردی ڈالے، ہتھکڑی حمائل کیئے، ڈنڈا ہاتھ میں لئے موجود ہیں۔ الٰہی خیر! آج کیا ہے؟ ٹن ٹن گھنٹہ گھر کی گھڑی نے دو بجائے۔ حضرت مسیح موعود، مہدی مسعود دو فرشتوں (حواریوں) کے کاندھے پر ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں پر قدم مبارک رکھا، اور حواری ارد گرد (چاند کے گرد ستاروں کی طرح) ہجوم کیئے ہوئے اور اوپر چڑھے۔ مرزا صاحب آئے، کے شور کی آواز سے مسجد گونج گئی۔ مسجد میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ لوگ زیارت کے واسطے گرد ہیں۔ ابھی نظارہ زیارت سے سیر نہ ہوئے تھے کہ گھڑی نے تین بجائے، ابھی چار نہیں بجے تھے کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی اور ایک طرف آدمیوں میں ہل چل پیدا ہوئی۔ آدمیوں کو چیر کر راستہ کیا گیا، حضرت مولانا استاد عرب و عجم شمس العلماء جناب شیخ الکل تشریف لائے اور علماء وفضلاء عماید شہر و رؤساء نجیبہ وامراء وانصار ... پیشتر ہی موجود تھے۔ مولانا صاحب کا تشریف لانا تھا کہ اقامت کہی گئی، جماعت کے ساتھ چار ہزار آدمیوں نے نماز عصر ادا کی، مگر حضرت مسیح زمان معہ حواریان امام کے آگے بیٹھے رہے پھر بعض مسلمین نے ان حضرات کو شرکت جماعت کے کہا مگر یہ سب کے سب اسی طرح بیٹھے رہے۔

(مرزا صاحب اوران کے خدام ظہر وعصر جمع کر کے باجماعت پڑھ آئے تھے۔ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۱۴ نومبر ۱۸۹۱ء)

بعد ادائے نماز عصر جناب مولوی عبدالمجید وسید بشیر حسین انسپکٹر پولیس ونواب سعید الدین احمد خان منجانب مولانا صاحب (حضرت شیخ الکل) مرزا صاحب کے پاس گئے۔

انسپکٹر صاحب: حسب قرارداد مولانا صاحب آپ لکھ دیں اگر جناب مولانا صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کر دیئے تو میں توبہ اسی مجمع میں کرونگا۔

مرزا قادیانی: (خاموش رہے)

حواریین: (گھبرا کر اور کھڑے ہو کر) ایک سال کے بعد توبہ کریں ۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر جناب مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو۔

حاضرین جلسہ: (چند آوازیں) یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا (سید نذیر حسین) صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا، یا دردسر ہو گیا، تو (مرزا صاحب) توبہ نہیں کریں گے۔

ظریف: چلو نومبر کے مہینے میں تبدیلی موسم کی وجہ سے نزلہ و زکام تو ایک طبعی امر ہے اور اس پیرانہ سالی عمر میں تو لابدی: پیراں نمے پرند مریدان مے پرانند

سٹی سپرنٹنڈنٹ: ہنس کر یہ تو کوئی کام کی بات نہیں ۔ آپکی اس بات کو کوئی بھی منظور نہیں کرسکتا۔

مولوی عبدالمجید: صاحب ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ بموجب تحریر مولانا نذیر حسین آپ اپنے عقاید کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کرینگے یا نہیں؟ ہم بات بڑھانا نہیں چاہتے نہ وقت ٹالنا۔

صاحب بہادر: (مرزا صاحب اور ان کے اعوان سے) تم لوگ کیوں بات بڑھاتے ہو، ایک بات مختصر کہو کہ ہم کو یہ بات منظور ہے کہ نہیں۔

مرزا قادیانی: ہم صرف حیاۃ و مماۃ مسیح میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔

مولوی عبدالمجید: اس مسئلہ حیات و ممات میں بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ۔ ہم کیوں ایک مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپ کے بہت سے عقاید خلاف اہل اسلام ہیں اور بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے۔ آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں یا نہیں۔

صاحب بہادر و دیگر رؤسا: بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے۔

مرزا قادیانی: (وہی معمولی جواب) نہیں ہم تو حیات و ممات مسیح میں بحث کریں گے۔

مولوی عبدالمجید: پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے؟

صاحب بہادر: آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں ۔ فرض کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ آپ کو مسیح سمجھا جائے بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔

مرزا قادیانی: خاموش، جواب ندارد۔

مولوی عبدالمجید: (بلند آواز سے صاحبو! خاموش) ہم ہر مسئلہ میں گفتگو کیلئے تیار ہیں آپ کے پاس اگر کوئی شرعی برہان ہے تو لائیے (بہت بلند آواز سے) ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

غلام قادر حواری: (صاحب سپرنٹنڈنٹ سے) دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔

صاحب بہادر۔ کیوں نہ سنائیں؟

خواجہ یوسف (وکیل علی گڈھ من جانب مرزا صاحب، مولوی صاحب سے): حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے؟

مولوی عبدالمجید: اگر توبہ کرے، ہمارا بھائی ہے۔

خواجہ یوسف: میں ابھی ان سے توبہ نامہ لکھوائے لیتا ہوں وہ لکھ دیں گے کہ جو کچھ قرآن وحدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی عبدالمجید: اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: (توبہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے تھے)

مولوی عبدالمجید: یہ تو مرزا پہلے ہی لکھ چکے ہیں، لکھنا تو یہ چاہیے کہ جو عقاید خلف اہل اسلام میں نے فتح الاسلام اور توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔

خواجہ یوسف: مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔

مولوی عبدالمجید: اچھا مرزا صاحب ہم سے گفتگو کرلیں کہ یہ عقاید خلاف قرآن وحدیث ہیں یا نہیں۔ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقاید کا ثبوت پیش کریں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب تسلیم کریں، یا حلف سے انکا خلاف قرآن وحدیث بیان کریں، تو آپ توبہ کریں۔

مرزا قادیانی: ہم تو حیاۃ وممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔یہ کام تو گھر بیٹھے ہی ہو رہے ہیں۔ جب آپ ثبوت دعوی نہیں کرتے تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے۔

نواب سعید الدین: (اراکین جلسہ سے) اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل پیش کریں۔

مرزا قادیانی: (زبان کو ہونٹوں پر پھیر کر اور ایک گھونٹ پانی کا پی کر) ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔

اراکین جلسہ: اگر آپ گفتگو اور فیصلہ سننا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں،

خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔

خواجہ یوسف: میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔

مولوی عبدالمجید: آپ سنائیں گے ہم ہر ایک جملہ کا رڈ کر دیں گے

سپرنٹنڈنٹ: (خواجہ صاحب کو روک کر) آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ (اور مولوی عبدالمجید سے کہا) آپ لوگوں کو پکار کر کر دیں، رخصت۔ سب لوگ جاؤ۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

مولوی عبدالمجید: صاحبو! جلسہ برخاست، مرزا صاحب اپنے دعویٰ کا ثبوت نہیں بیان کرتے۔

سپرنٹنڈنٹ: مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخاست

انسپکٹر: (مولانا صاحب کی خدمت میں آکر) جلسہ برخاست۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

پھر انسپکٹر صاحب اور سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے اب بیٹھنا بے کار ہے۔

مرزا صاحب کو صاحب بہادر پولیس کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا مسجد میں سناٹا ہو گیا

۱۔ افسوس آج بھی لوگ محروم ہی گئے مگر آج تو بہت بری ہوئی مرزا صاحب آج پھنس کیسے گئے۔ یہ تو دم میں آنے والی اسامی نہیں تھی۔ ایک مہینہ ہو گیا اشتہار بازی بھی ہوتی رہی مگر مقابلہ پر ایک دفعہ بھی آتے نہ دیکھا۔ جن کی کہ مزید تیاریاں ہوئیں۔

۲۔ اس سے پہلے جو اشتہار جاری ہوا تھا اس میں میاں صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ مرزا صاحب دھوکہ میں آ گئے کہ شاید وہ نہ آئیں۔ تو پھر میدان ہمارے ہاتھ رہ جائے گا۔ مگر میاں صاحب نے بایں ہمہ پیرانہ سالی اور ضعیف العمری کے کوئی حجت باقی نہیں رکھی۔

۳۔ آج تو مرزا صاحب کے منہ پر زردی، چہرہ پر مردنی چھا گئی، ہونٹوں پر خشکی کے مارے پپڑیاں جم گئی تھیں، خشک زبان سے بولا بھی نہیں جاتا تھا۔ دل میں تو بہت پچھتائے ہوں گے میں کہاں آ پھنسا۔ اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مار لی۔ جاتی بلا اپنے گلے ڈال لی۔

۴۔ میاں آج تو جس حالت سے گئے ہیں تمام عمر ہی یاد رکھیں گے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آتے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

۵۔ میاں ایسی کیا ضرورت تھی۔ یہ لوگ دیوانہ بھی ہو گئے۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ جب مرزا نے ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ، ہمیشہ مناظرہ کو ہزار بات اور ہزار حیلہ سے نکال کر ٹال دیا، اب کیا امید تھی۔ اور کس بھروسہ پر لوگ بھاگے چلے آتے ہیں۔ اپنے اوقات عزیز کی تضیع کرتے ہیں۔

۶۔تم نے سنا ہوگا اور اشتہارات تو دہلی کی دیواروں پر لگے دیکھے ہوں گے قطع حجت کے واسطے کہ عوام دھوکہ میں نہ پڑ جائے۔میاں صاحب نے مرزا صاحب کی ہر ایک درخواست کو منظور کیا۔اس مرتبہ یہ درخواست تھی کہ اگر میاں صاحب بحث کرنا نہیں چاہتے تو میرے دلائل وفات مسیح ایک مجلس میں اللہ جل شانہ کی تین قسم کھا کر یہ کہہ دیجئے کہ دلائل صحیح نہیں جس سے عوام لوگ یہ سمجھیں گے کہ گویا جناب شیخ الکل مرزا صاحب سے مناظرہ نہیں کرتے۔اس کا جواب حضرت مولانا صاحب نے بذریعہ رقعہ بمنظوری شرائط مرزا صاحب کو لکھا کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔

خط و کتابت در مناظرہ مندرجہ بالا

نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم۔بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سلمہ

دشنام خلق راند ہم جز دعا جواب　　　ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

بعد از سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کا اشتہار مورخہ ۱۷۔اکتوبر، ۱۸۔اکتوبر کو میرے پاس پہنچا۔اس میں ۲۔اکتوبر و ۶۔اکتوبر کے اشتہار سے علاوہ کلمات مہذبانہ صرف ایک بات زیادہ ہے کہ مجمع عام میں آپ اپنے ثبوت دعوی میں آیات صریح الدلالت قرآنیہ اور احادیث صحیح پیش کریں اور عاجز اس سے اقرار یا انکار کرے۔لہذا یہ ایک ایسی بات ہے جس نے ہم کو آپ کی آزمائش کے لئے پھر آمادہ کیا کہ عاجز آپ کی اس بات کو بھی آزما دیکھے کیونکہ آپ کی دو باتوں کی آزمائش ہو چکی۔

اول یہ کہ ۲۔اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے استدعاء رفع شکوک کی تھی جس کے واسطے ۵۔اکتوبر کو آپ کو لکھا تھا کہ آپ آن کر حسب شرائط قرار داہ خود رفع شکوک کر لیں، مگر آپ ثابت قدم نہ نکلے۔

دوسرے ۶۔اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے مناظرہ کے واسطے درخواست کی، جس کے لئے ۱۱۔اکتوبر بروز یک شنبہ قرار پا کر جلسہ منعقد ہوا۔مزید برآں کہ عین وقت جلسہ کے جو کچھ آپ نے کیا عاجز نے محض اظہاراً للحق قبول کیا مگر آپ تشریف نہ لائے۔

اب تیسری بات جو آپ نے ۱۷۔اکتوبر کے اشتہار میں لکھی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے عاجز خالصاً للہ آپ کی استدعا کے موافق اطلاع دیتا ہے کہ آپ کل بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو ۳ بجے دن کے جامع مسجد میں آ کر اپنے عقاید محدثہ (جو آپ کی

تالیف میں مندرج ہیں اور ان کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے اور جن کی وجہ سے علماء اہل سنت نے کفر و الحاد کے فتوی لکھے ہیں) بیان کریں اگر یہ عقاید آپ نے کتاب وسنت سے موافق قاعدہ مقررہ علماء اسلام مجمع عام میں میرے روبرو ثابت کر دیئے تو واللہ باللہ مجھ کو کسی قسم کا عذر قبول کرنے میں نہ ہوگا اور اگر ان عقائد الکلمات مذکورہ کا ثبوت بدلائل کتاب وسنت نہ دیا تو میں تین قسم سے کیا سو قسم کے ساتھ انکار و ردّ کر دونگا۔ لیکن ان میری قسموں کا معاوضہ آپ کو یہ کرنا ضرور ہوگا کہ آپ اسی مجمع عام میں تائب ہو جاویں اور عقائد مذمومہ اپنے کے چھوڑ دینے میں کچھ حیلہ حوالہ نہ کریں اور آئندہ کے واسطے ایک حلفی اقرار لکھ دیں کہ میں گاہے ایسے عقائد باطلہ کا اظہار نہ کرونگا۔ ہاں آپ دعا ایک سال نہیں بلکہ تا زندگی کرتے رہیں۔ اور جب ظہور اجابت ہو رجوع کا اختیار ہے۔ اگر علاوہ جامع مسجد کے کوئی اور جگہ آپ نے تجویز کر رکھی ہے تو حاملین رقعہ ہذا سے کہدیں عاجز وہاں آجائے اور وہی مقام مشتہر کر دیا جائے کہ خلائق حیران نہ ہو۔ مکرر آنکہ یہ تیسری دفعہ حسب استدعاء وتحریر آپ کے جلسہ قرار دیا گیا ہے اگر آپ نے کوئی عذر وحیلہ کیا تو مسموع نہ ہوگا۔ والسلام

جواب منجانب مرزا صاحب

بگرامی خدمت حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب

بعد سلام مسنون واضح ہو، آپ نے میرے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار کے جواب میں حضرت مسیح کی حیات کے متعلق قسم کھانے اور اس امر میں میری آزمائش کرنے کا ارادہ کیا ہے مگر یہ رقعہ اس قسم کا پیچیدہ ہے کہ یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کی توضیح کی جائے میں آپ کو پھر یاد دلاتا ہوں اور وہ عبارت اشتہار کی نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کو خوب یاد رہے کہ آپ کو کس امر کے متعلق اور کس طریق پر قسم کھانی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں، اگر آپ کسی طرح بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں تمام میرے دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جل شانہ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح اور قطعیی الدلالۃ سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں اور میرا عقیدہ بھی ہے، تب میں آپ کی اس حق

پوشی پر آسمانی فیصلہ کے لئے دعا کرونگا اور اگر ایک سال تک اس کا کوئی کھلا کھلا آپ پر اثر ظاہر نہ ہوا تو میں ضرور صدق دل سے توبہ کرونگا، آپ ان الفاظ کو خوب یاد رکھیں اور انہیں الفاظ کے ساتھ آپ کو قسم کھانی ہوگی اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی شخص کو یا آپ کو میرے تقریر کرنے یا تحریر سنانے کے عرصہ میں بولنے کا اختیار نہ ہوگا میری تقریر یا تحریر کو تمام وکمال سننے کے بعد آپ قسم کھائیں گے۔غرض اس معاملہ میں آپ کو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر کے الفاظ کی پوری پابندی لازم ہوگی۔

علاوہ اس کے جو آپ نے بہت باتیں مسئلہ حیات وممات مسیح ابن مریم کے علاوہ تحریر کر کے رقعہ کی پشت پر بھیجے ہیں ان پر میں ہر طرح بحث تحریری کے لئے کسی اور جلسہ میں جو آپ مقرر کریں طیار ہوں۔ یہ جلسہ جو میرے اشتہار مذکور کے جواب میں آپ نے مقرر کیا ہے صرف حیات و وفات مسیح کے متعلق ہے، اور صرف اس امر کے متعلق میں نے آپ کو قسم کھانے کی تحریک کی ہے اور یہ بھی اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو تحریری بحث اس کے متعلق کریں۔ان جملہ امور کے گوش گذار کرنے کے بعد میں آپ کو مطلع کرتا ہوں میں آج انشاء اللہ تعالی جامع مسجد میں وقت مقررہ پر حاضر ہو جاؤنگا۔اگر آپ انہیں شرطوں کے موافق بحث کے لئے یا قسم کھانے کے لئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو بواپسی مجھ کو اطلاع دیں یعنی مجھ کو اس امر سے مطلع فرماویں کہ میں حسب منشاء آپ کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں بحث کرنا چاہتا ہوں یا قسم کھانا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کا رقعہ بطور سند رکھا جائے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ ثانی مولانا صاحب بجواب مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے میں تم کو کل خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں اس کے خلاف ایک حرف بولنے کا آپ کو مجاز نہ ہوگا اس میں کوئی پیچیدہ بات نہیں لکھی گئی ہے تمام مضمون صریح وصاف ہے اس کو پیچیدہ کہہ کر حیلہ حوالے کرنا یہ تمہاری اس موقع سے پہلوتہی کرنا ہے آپ نے میرا قسم کھانا ایک امر پر چاہا تھا میں نے اس کے ساتھ چند امور شامل کر دیئے باقی امور کی شمولیت کے موقع پر ملتوی رکھنا جس میں آپکی درخواست شیء زائد قبول ہوئی، کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اور اس زیادتی میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ جب فیصلہ قسم پر

قرار پایا تو پھر ایک امر اور چند امور پر قسم کھانا مساوی ہے اور تقریباً مساوی وقت چاہتا ہے لہذا اول آپ کو میری قسم پر اقرار توبہ کا اس مجمع میں لکھنا ہوگا پھر میری طرف سے آپ کے عقائد سنائے جائیں گے پھر ہر عقیدہ پر آپ کو ایک مرتبہ صریحۃ الدلالۃ یا حدیث صحیح پیش کرنی ہوگی اور قسم پر فیصلہ پر ہوگا۔ اور اس مجلس میں یہ اختیار آپ کو ہرگز نہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کچھ بولیں جب تک میری طرف سے سوال نہ کیا جائے۔ اور سوال کے بعد بھی آپ کو اسی قدر بولنا ہوگا جس قدر آپ سے پوچھا جائے۔ زائد از مطلوب اگر آپ بولیں گے تو فوراً روک دیئے جائیں گے اور یہ آپ کی صریح پہلوتہی اور حیلہ جوئی سمجھی جائے گی۔ یہ عاجز وقت معینہ پر مسجد میں جائے گا انشاء اللہ تعالی۔ آپ بپابندی تحریر امروز و دیروز ضرور آویں اور میری دونوں تحریریں مرقومہ ۱۹۔ ۲۰، اکتوبر سنداً ضرور ساتھ لاویں۔ الراقم سید محمد نذیر حسین۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

سہسوانی قادیانی مباحثہ

دہلی کے ہر فرد و بشر، اعلی و اسفل، صغیر و کبیر، مرد و زن، خاص و عام کی زبان پر مسیح موعود کا تذکرہ ہے جہاں دیکھو یہی ذکر اذکار ہے اور اشتہاروں نے تو وہ کام کیا کہ چار دانگ خلائق میں ہند سے لے تا شام و روم بمبئی مدراس یورپ میں دھوم مچا دی۔ مہدی سوڈان نے گو جان دے دی تمام ممالک میں تہلکہ مچا دیا تھا اس کو یہ شہرت نصیب نہ ہوئی۔ اس کو فقط تعلیم یافتہ اخباروں کے شائق جانتے تھے۔ مگر ان سے جاہل و عالم ہر فرقہ کا انسان واقف ہوگیا عرب و عجم میں شہرت ہو گئی۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ خیر باشد کیساتھ، مگر شہرت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔

اب مسیح موعود کا دہلی میں قیام ہے۔ ایک مکان میں مختصر سا فرش ہو رہا ہے، ایک مسند پر تکیہ لگائے مسیح موعود اور چاند کے گرد ستاروں کی طرح حواری موجود ہیں۔ دروازہ پر پولیس کا پہرہ کھڑا ہے۔ مکان کے گرد چند کنسٹیبل کمر بستہ لیس ڈنڈا ہاتھ میں لئے پھر رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنے فضائل اور خوارق عادت پیش گوئیوں کا ذکر اور الہاموں کا بیان فرما رہے ہیں۔ حواری ہاں میں ہاں ملا کر آمنا وصدقنا کا کلمہ سنا رہے ہیں۔ مرزا صاحب خوشی کے مارے پھول کر کپا ہو رہے ہیں۔

حواری: حضرت اقدس وہ میدان مارا کہ باید وشاید۔

۲۔شیخ الکل حضور سے ڈر گئے۔قسم کھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۳۔رعب میں دب گئے۔خدا کی قسم منہ پر ہوائیاں اڑتی تھیں، رنگ زرد گویا ہلدی پھری ہوئی تھی۔

۴۔اگر قسم کھا لیتے تو دیکھ لیتے کیا ہوتا؟ سال ہی خیریت سے گذر جاتا۔

خوش آمدی: ہوں، سال کی بھی ایک ہی کہی ،مسجد ہی میں غضب الٰہی نازل ہو جاتا، گھر پہنچنے کی نوبت نہ آتی، پتھر برسنے لگتے۔

۲۔ بھائی تم سچ کہتے ہو، آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا سا تو نظر آنے لگا تھا۔

۳۔ دیکھا تو میں نے بھی تھا بلکہ مجھ کو اس میں فرشتے بھی نظر آتے تھے۔

۴۔ خدا کے مرسل کا کہنا کبھی ٹل سکتا ہے؟ اور مرسل بھی وہ جس کا خدا خود محکوم۔

سید صاحب: وہ خود بھی اپنے نبی سے وعدہ کر چکا ہے ادعونی استجب لکم

خادم: حضور وہ حاجی محمد احمد صاحب سوداگر حضور کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔

مسیح: آنے دو (اور جو حواری ادھر ادھر پھر رہے تھے، جھٹ آن بیٹھے)

حاجی محمد احمد: السلام علیکم۔

مسیح: وعلیکم السلام۔مزاج بخیر

حاجی محمد احمد: الحمد للہ (مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھائے)

مسیح زمان (نے مسکرا کر ہاتھ اٹھایا) کیا آج کوئی اور پیغام لائے ہیں؟

حاجی محمد احمد: پیغام سے خالی تو نیاز مند نہیں آیا۔

مسیح (کچھ گھبرا کر): کیا میاں (نذیر حسین) صاحب کا کوئی پیغام ہے؟

حاجی محمد احمد: نہیں بلکہ بھوپال سے ہے۔(یہ کہہ کر ایک خط پیش کیا)

مسیح موعود: اس کا جواب آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔آپ تشریف لے جایئے۔اس کو دیکھ کر اور جواب لکھ کر بھیج دونگا۔

حاجی صاحب رخصت ہوئے اور حضرت مسیح زمان نے لفافہ کھول کر خط پڑھنا شروع کیا

بسم اللّٰہ الرّحمن الرحیم حامداً و مصلیاً مسلما

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

اما بعد: السلام علیکم

جناب مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء، و مورخہ ۶۔ اکتوبر سنہ مذکور جو بمقابلہ جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں دیکھنے میں آئے۔ معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا؟ لیکن یہ خاکسار محض بہ نظر احقاق حق و ابطال باطل کے لئے صرف حق تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرہ کیلئے تیار ہے اور شروط.. مندرجہ اشتہار ۶۔ اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرط ثالث میں تھوڑی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں اگر اس بحث وفات میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دونگا، اس قدر اس میں اور اضافہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسی میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے مرا، اصل دعوی یعنی عدم نزول حضرت عیسی اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ بعد ختم بحث وفات عیسیٰؑ کے ان دونوں امور میں بلا عذر بحث ضرور کی جاوے گی اور جو کوئی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا۔ اور نزول عیسی صرف ثبوت وفات مسیح سے باطل متصور نہ ہوگا۔ آپ کا دعوی جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے وہ بھی تو دعوی عدم نزول عیسی اور دعوی آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ والسّلام علی من اتّبع الھدی۔

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ از بھوپال محلّہ گوجر پورہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

❁ جواب از مرزا صاحب:

مجھے یہ منظور ہے کہ اول مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہو۔ بحث کے تصفیہ کے بعد پھر انکے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونیکے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین سے ترک بحث کریگا اس کا گریز سمجھا جائیگا

❁ رقعہ مرزا صاحب موسومہ حاجی محمد احمد صاحب سوداگر

مکرمی اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے۔ مجھے مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات وفات مسیح ابن مریم میں بحث کرنا بدل و جان منظور ہے پہلے بہر حال یہی بحث ہوگی ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔ والسلام غلام احمد ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاجی صاحب نے مولوی محمد بشیر کو اس معاملہ کی اطلاع دے کر طلب کیا اور مولوی صاحب بھوپال سے رخصت ہو کر دہلی میں وارد ہوئے۔ رقعہ اول از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

جناب مرزا غلام احمد صاحب ... خاکسار حسب طلب جناب کے آ گیا ہے اور جناب کی سب شروط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں۔ آپ تاریخ و وقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے تا کہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہو۔ ... محمد بشیر عفی عنہ۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اول:

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ .... مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور خط آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو سو الحمد للہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں۔ کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا لیکن بحث تحریری ہوگی تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہوگی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم: جناب مرزا صاحب ... دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱۔ اکتوبر وصول ہوا آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گذارش ہے کہ آپ اس وعدہ کا ایفاء ضرور فرمایئے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہوگی خاکسار پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات میں بحث ہوگی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا، یہ بھی بسر وچشم قبول کرتا ہوں اور اس کے بعد نزول حضرت مسیح میں بحث کی جائے گی من بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے اس کو تسلیم فرما چکے

ہیں۔ خاکسار محمد بشیر عفی عنہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

جواب رقعہ دوم: مکرمی اخویم مولوی صاحب ...کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کرسکتا ہوں ۔جلسہ عام نہیں ہوگا صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔....مرزا غلام احمد۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

جواب رقعہ سوم جو گم ہوگیا

جناب مولوی صاحب ... میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچے میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کرینگے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳۔اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

.... بحث شروع ہوئی اور مولوی صاحب نے پانچ آیتیں قرآن کریم اور حیات مسیح کی بحث میں لکھ کر حاضرین کو سنا کر دستخط کر کے مرزا صاحب کو دیں۔

مرزا قادیانی: میں مجلس بحث میں جواب نہیں لکھ سکتا میں لکھ رکھونگا، آپ لوگ دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: یہ معاہدہ کیخلاف ہے ان میں نقض عہد ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی: میری طبیعت اچھی نہیں آپ کل دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: افسوس آپ کی جملہ شروط منظور کی گئیں، مگر

مرزا قادیانی: (دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر) مجھ کو دوران سر ہوگیا اب زیادہ گفتگو کی طاقت نہیں رکھتا جلسہ برخاست ہوا۔(اگلے روز، مرزا صاحب بزبان حال کہہ رہے تھے) برے پھنسے۔

اب کوئی تدبیر مخلصی کی نہیں۔مختلف رقعوں میں شروط میں تغیر و تبدل کیا۔عام جلسہ ہونے سے روکا۔ چلتے ہوئے جواب لکھنے سے انکار کیا۔مگر بلا کی طرح اچھا لپٹا،کوئی صاحب غیرت ہوتا تو نام نہ لیتا یہ حضرت پہلے موجود۔

اب مولوی محمد بشیر مردانہ میں بیٹھے ہیں اور مرزا صاحب زنانخانہ سے برآمد نہیں ہوتے

حاجی محمد احمد: مولوی صاحب اب جانے دو،ان حضرت کی تو یہی عادت ہے ھل من مبارز پکارتے ہیں جب کوئی خم ٹھوک کر مقابلہ پر آیا تو پیچھے کو ہٹ گئے۔

مولوی محمد بشیر: حضرت! بندہ تو ان کے دروازہ کی اینٹیں اکھاڑ کر اٹھے گا۔آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے ہر ایک رقعہ میں دو شرطیں بڑھائیں،مگر میں نے تسلیم کے لفظ کو ایسا پکڑا کہ انکار ہی نہیں کیا۔ا۔حیات مسیح کا ثبوت۔۲۔بحث مرزا کے مکان پر۔۳،جلسہ عام نہ ہو،دس آدمی ساتھ لاؤ۔۴ ،شیخ بٹالوی اور عبدالمجید ساتھ نہ آئیں۔۵۔پرچوں کی تعداد پانچ ہوں۔ ہر چند کہ ان سب شروط کا قبول کرنا نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی مگر محض اس خیال سے کہ مرزا کو کوئی راہ یا حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے یہ سب باتیں منظور کیں پھر کل کا معاملہ کہ پرچہ لے کر سر پکڑ کے بیٹھ گئے کہ میں جواب مجلس مناظرہ میں نہیں لکھ سکتا ،کل ۱۰ بجے آئیں۔ اور اب زنانخانہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔اب اخیر تک پہنچائے بغیر اٹھ چلنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

حاجی محمد احمد: پھر بیٹھے رہیے وہ (مرزا) تو باہر آتے نہیں،مکان کا بیع نامہ آپ کے نام نہیں لکھا گیا،اگر جبراً نکلوا دیا جائے،تو عزت رہ جائے گی،یہ اخلاق مسیحی ہے جو آپ دھرنا مار کر بیٹھے ہیں۔ باہر پولیس کا پہرہ موجود ہے مداخلت بے جا میں ماخوذ نہ ہو جایئے گا۔

مولوی محمد بشیر: یہ سب قبول،مگر بات کو ایک طرف کئے بغیر اٹھنا قبول نہیں۔

خادم۔حضرت اقدس امام ہمام فرماتے ہیں ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔

حاجی محمد احمد: مولوی بھی خوش تو بہت ہوئے ہوں گے اب اور فرمایئے۔کچھ اور بھی حسرت ہے

مولوی محمد بشیر: تو ہم جائیں یا بیٹھے رہیں۔

خادم (اندر سے واپس آکر) آپ تشریف لیجائیں جب جواب طیار ہوگا اسوقت آپکو بلالیا جائیگا۔

(دو بجے مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو جواب سنا کر دستخط کر کے دیا،اور فرمایا کہ مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں،آپ مکان پر لے جائیں۔

یوں چھ دن بحث کا سلسلہ جاری رہا۔تین پرچہ مولوی صاحب کے اور تین پرچہ مرزا صاحب کے ہوئے

اور بحث نا تمام رہ کر سلسلہ بحث منقطع ہوا)

مرزا صاحب: مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں رہی ۔ میرے خسر بیمار ہیں۔

(مولوی محمد بشیرؒ نے ایک مضمون پہلے سے بہ نظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ اس امر پر متضمن تھا کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی ۔ مرزا صاحب کی موجودگی میں پڑھ کر سنا دیا گیا۔ یہ احتمال اول یہ ہیں اس پر کہ ان کے پاس اس مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے انہوں نے دو سدیں بنا رکھی ہیں ایک بحث حیات و وفات مسیح دوسری نزول مسیح۔ جب دیکھا کہ ایک سد، جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی، ٹوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد دوسری سد کی، جو ضعیف ہے، نوبت پہنچے گی، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا، وہاں کچھ بھی نہیں ہے، تو قلعی کھل جائے گی، اس لئے فرار مناسب ہے۔ مرزا صاحب نے اسی دن یہ سفر درست کیا اور راتوں رات تاروں کی چھاؤں روانہ ہوئے۔ صبح کو مکان خالی، نہ پولیس کا پہرہ، نہ مکان کے اندر کوئی خادم یا حواری نظر آتا ہے۔ مولوی محمد بشیر صاحبؒ کچھ روز بعد بھوپال واپس گئے) ۔

نیچریت مرزائیت عیسائیت

(چند صاحب ایک جگہ جمع ہیں اور باہم گفتگو ہو رہی ہے)

نیچری: مرزا صاحب نے مبعوث ہو کر کیا کیا جو دین اسلام میں انہوں نے تجدید فرمائی ۔ وہ تو سر سید احمد کی تجدید ہے یا یہ کہیے ان کا الش مرزا نے لیا۔ باقی جو ان کی دعاوی ہیں بے سرو پا۔

مرزائی: یہ آپ کا دعوی بالکل غلط ہے۔ سرسید کو قرآن فہمی کا ملکہ اور مادہ ہی کہاں تھا، مرزا صاحب نے جو نکات معارف قرآن فہمی کے ظاہر فرمائے وہ ایک اعجاز ہے، اور اعجاز کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ سرسید احمد نے اپنی گردن فلسفہ کے آگے جھکا دی اور جو کچھ لکھا فلسفہ کی تابعداری کی ہے اور وہ بالکل ارتداد اور الحاد ہے۔ اب دیکھئے سرسید احمد دعا اور اس کی اجابت کے قائل نہیں اور قرآن کی اول تعلیم دعاء ہے دیکھو قرآن تعلیم کرتا ہے اھدنا الصّراط المستقیم اب گویا قرآن سے بالکل انکار ہے۔

نیچری: مرزا کا فقط دعوی ہی دعوی ہے اور کچھ بھی نہیں ۔ اس میں بالکل شک نہیں کہ مرزائیت سے نیچریت بہتر ہے، کیونکہ کسی نیچری نے آج تک نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ چونکہ آج کل نئی تہذیب نئی روشنی اور پھر سائنس اور فلسفہ کی تعلیم کا زور ہے لہذا سرسید خواب غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کو

مغربی تعلیم کی ٹھوکر مار گئے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ان کو ایجوکیشن ریفارمر کہنا بیجا نہیں۔ اور اس وقت تقریباً ایک کروڑ مسلمان ان کے پیرو ہیں اور درحقیقت ان کو ریفارمر سمجھتے ہیں۔ مرزا جی کو تمام عمر بھی یہ فروغ نصیب نہ ہوگا۔ ہاں مرنے کے بعد مرزائی لوگ منارہ کی پرستش کیا کریں تو شائد مرزائیت کا چراغ روشن رہے۔

مرزائی: نبوت کا دعوی کوئی یوں ہی کرسکتا ہے؟ مرزا صاحب نے دعوی نبوت بلا دلیل اور ثبوت کے نہیں کیا۔ زمین نے گواہی دی آسمان سے نشان ظاہر ہوئے۔ قرآن کریم میں الحمد سے لے کرو الناس تک مرزا صاحب کے دعاوی کا ثبوت ہے۔ تمام انبیاء نے مرزا کے آنے کی پیشگوئی کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ شاہد ہیں۔ زمانہ کی ضرورت پکار پکار کر مستدعی ہے کہ کوئی مصلح آئے۔ مرزا کی پیش گوئیاں گواہی دے رہی ہیں کہ میرزا صاحب نبی اللہ اور رسول اور مامور من اللہ ہیں۔

نیچری: نہ تو سید احمد نے آج تک نبی ہونے کا دعوی کیا، نہ ان کے معتقدین نے کبھی ان کو نبی سمجھا۔ نہ خلاف اصول وعقاید اسلام ان میں کوئی عظمت اور فضیلت بتائی، نہ پیدا کی۔ حالانکہ اگر سرسید چاہتے تو دعوی نبوت میں کامیاب ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسے دعوی کو الحاد اور ارتداد اور سراسر کفر سمجھا، کیونکہ مسلمان تھے اور قرآن پر ان کا ایمان تھا۔ بھلا وہ قرآن کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ مرزائیت تو عیسائیت سے بھی گئی گذری ہے۔ عیسائی عیسی مسیح کو خدا کا بیٹا اور خدا یقین کرتے ہیں مرزا جی بھی ان کی تقلید پر اپنے آپ کو خدا کا لے پالک بتاتے ہیں، نہ کہ بیٹا کیونکہ اس سے عیسوی مذہب کے تشبیہ ہوتا تھا۔ لیکن اب بھی بات ایک ہی ہے کہ بیٹوں کی دو ہی قسمیں ہیں صلبی اور متبنی۔ مرزا جی نے تو یہ غضب ڈھایا کہ بندہ المسیح کو گالیاں دیں کیونکہ وہ رقیب اور وراثت کا شریک تھا۔ پس انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ باپ نے صلبی بیٹے کو عاق کر دیا ہے کیونکہ اس کے خوارق اچھے نہ تھے اور مجھے گود لے لیا ہے۔ لیکن کسی نے یہ دعوی تسلیم نہ کیا۔ عیسائیوں نے تبرا چاہا اور مسلمانوں نے کافر اور ملحد بنا کر اسلام کی چار دیواری سے بارہ پتھر باہر نکال دیا۔

مرزا جی نے سب کچھ بننا چاہا کہ بروزی محمد میں، مہدی بھی میں، مسیح بھی میں، مگر میں کے گلے پر آخر چھری ہی پھر گئی۔ جو دعوی ہے لچر اور متناقض، جب آپ لے پالک ہیں تو بروزی محمد کیونکر ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ نے ابنیت کا دعوی کیا تھا۔ اور آپ مسیح ہیں تو محمد کیونکر ہیں۔ کیا مسیح اور محمد ﷺ پہلے یا تم بروزی ہو چکے ہیں حالانکہ عیسی مسیح آپ کے نزدیک ایک مہذب انسان ہی تھا کیا مہذب کا غیر مہذب کے ساتھ بروز ہو کر ایک چینی الاصل مغل قالب میں حلول کر سکتے ہیں۔ یہ اوٹ پٹانگ

دعوی بچے بھی سنیں تو قہقہے اڑائیں مگر پیران نابالغ مرزا کے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

سنی مسلمان:(کرزن گزٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے) ہم مرزا کو اس وقت سچا جانیں کہ وہ کابل، شیراز، روم، عربستان، بخارا میں خود جا کر یا کسی حواری کو بھیج کر تبلیغ رسالت کریں، تو ہم بھی نقد چہرہ شاہی حال کا دس ہزار روپیہ نذر کریں گے۔ اس شرط پر کہ وہ مرقومۃ الصدر شہروں میں پہنچ کر ہم کو ایک خط بھیجیں کہ لو صاحب ہم وہاں پہنچ گئے اور اشاعت دین احمدیہ (مرزائیہ) کر رہے ہیں۔ ہم اسی وقت خالص اور کھرے کھرے دس ہزار گن کر حوالے کر دیں گے۔ اگر ضمانت مانگتے ہیں تو ہم مولوی سراج الدین احمد بیرسٹرایٹ لاء مالک چودھویں صدی کو پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اپنی وحی بھی شائع کر دیں گے جو ہم کو اس وقت ہوگی کہ مرزا صاحب پھر مع الخیر کبھی قادیان (جس کو دارالامان کہتے ہیں) کی ہوا نہیں کھائیں گے یا اس ملک کے لوگ آپکی زیارت اسی جگہ بنالیں گے۔

ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ ہر وقت مرزا جی اور مرزائی اس دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موٹا مرغا پھنسے کوئی فربہ شکار ہاتھ لگے، دھڑا دھڑ چندے ہوں، مینار بنے، اثاث البیت زیورات سجاوٹ کے سامان عیش وعشرت کے اسباب مہیا ہوں، ایک صاحب جھٹ شعر موزوں کر کے اخبار کے ٹائٹل پیج پر داغتے ہیں: چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوسرے صاحب کہتے ہیں: نظر آئے گی دنیا کو تیرے اسلام کی رفعت

آنحضرت ﷺ نے تو یہ دنیاوی سامان بنائے، نہ چندے بٹورے، نہ زیورات خریدے، وہ تو ایک مسافر کی طرح بغیر دلبستگی کے جیسے تشریف لائے ویسے ہی تشریف لے گئے۔ میں حیران ہوں کہ کیسی ظلیت اور کیسی بروزت اور کیسا آئینہ کا عکس مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ تو مماثلت ہونی چاہیے ہم بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں

تیرے اسلام کو ہرگز نہیں مینار کی پرواہ — یہ حیلہ ہے برائے درہم و دینار یا اللہ

مگر دارالاماں آنرا کہ آں داریست از خسران — عزیز من مرو آنجا کہ ایمان زیاں بینی

اور اس پر یہ غرور اور خشونت اور بدزبانی جیسا کہ اس جماعت کا طریقہ ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں۔ مرزا جی کی جماعت میں آگے سے جو موٹے موٹے شکار موجود ہیں کسی کو حکیم الامت کا خطاب کسی کو خلیفہ اول کا کسی کو خلیفہ ثانی کی عزت کسی کو خلیفہ ثالث کا فخر کسی کو خلیفہ چہارم کا عرف بخشا گیا ہے۔ یہ تو معمولی بات ہے کہ جب مرزا جی نے خود خلعت نبوت پہن کر محمد کا روپ دھارن کر لیا ہے، تو مریدوں کو خلفاء مبارک کا خطاب ملنا ضروری ہے۔ یہ مرزا جی کی فیاضی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

خدا کا وعدہ ہے نحن نزّ لنا الذّ کر و انّا له لحا فظون قرآن کریم کی گم شدہ عظمت وعزت کو پھر بحال کرنے کے لئے غلام احمد کی صورت میں یقیناً محمد رسول اللہ آیا اور خدا نے آسمان سے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کی عظمت و جلال کے اظہار کا ذریعہ پیدا کیا اور ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا نزول دوبارہ ہو اور پھر دنیا کو اس کی عظمت پر اطلاع دی جاوے اور اس غرض کے لئے اس نے پھر محمد مکی ﷺ کو بروزی رنگ میں غلام احمد قادیانی کی صورت میں نازل کیا۔(الحکم ۱۰مئی ۱۹۰۲ء ص ۹ کالم اول)۔

اور پھر ایسے سامان کی موجودگی میں یہ بھی لازم ہوا کہ بقول مرزا صاحب

مماثلت سلسلہ موسوی کی غرض سے خدا نے تیرہ سو برس تک تو نبوت اور وحی پر مہر لگائی رکھی اور بپاس ادب آنحضرت ﷺ کسی نئے نبی ورسول کی ضرورت نہ سمجھی مگر اب تیرہ سو سال بعد (چونکہ مرزا کی خاطر تواضع آؤ بھگت خدا کو زیادہ منظور تھی) مہر توڑ دی اور اس عاجز (مرزا) کو یا نبی اللّٰہ صریح طور پر پکار کر ممتاز فرمایا اور سلسلہ موسوی کی طرح جیسا کہ حضرت موسیٰ کے حواری تھے کہلائے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ کا (مرزا) بھی نبی کہلایا (الحکم قادیان ۲۳۔اپریل ۱۹۰۳ء)

اس پر طرہ یہ کہ مرزا جی کو آنحضرت ﷺ کی قبر میں مسیح موعود کے دفن ہونے کا بھید بہت ہی عجیب طور سے منکشف ہوا۔تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر میں ہوگی اس پر میں نے سوچا کہ یہ کیا اسرار ہے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہر قسم کی دوری اور دوئی کو دور کرتا ہے اس سے آپ نے مسیح موعود کے وجود میں ایک اتحاد کا ہونا ثابت کرنا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ کوئی شخص ادھر سے آنے والا نہیں ہے، بلکہ مسیح موعود کا آنا گویا آنحضرت ﷺ کا آنا ہے جو بروزی رنگ رکھتا ہے۔اگر کوئی اور شخص آتا تو اس سے دوئی لازم آتی اور عزت نبوی کے تقاضے کے خلاف ہوتا خداوند کریم نے جو قرآن کریم میں اس قدر تعریف رسول اللہ ﷺ کی کی ہے اور آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے اگر کسی اور کو آپ کے بعد تخت نبوت پر بٹھا دیتا تو آپ کی کس قدر کسر شان ہوتی جس سے ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ قوت قدسی بہت ہی کمزور ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اطاعت کرتے اس سے مطلب یہ ہے کہ کتنی بڑی بات ہے کہ اگر

سوائے میرے مسیح موعود وہ عیسیٰ جو بنی اسرائیل کا آخری نبی ہے آوے اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی مہر توڑے تو آپ کو غیرت نہ آئے گی اور کیا خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی اس قدر ہتک کرنا چاہتا ہے؟ افسوس کہ لوگ باوجود مسلمان ہونے اور آنحضرت ﷺ کو ختم الانبیاء ماننے کے نبوت کی مہر توڑتے ہیں (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۳ء ص ۲ کالم ۱-۲)

مرزا صاحب کا مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبر خود تشریف لاویں تو اس سے ہتک اور کسر شان اور قوت قدسی کی کمزوری آنحضرت ﷺ کی ثابت ہوتی ہے ۔ اور خود بدولت مرزا جی نبی بن کر اس مہر کو توڑیں اور اس میں نہ نبی کو غیرت آئے اور نہ خدا ہی برا مانے کیونکہ محمد نے مرزا جی میں روپ دہارا ہے ۔ میرا اور ہر مسلمان کا کانشنس کہتا ہے کہ خدا نے محمد ﷺ کو ختم الانبیاء فرمایا اور نبوت پر مہر لگادی اب تو حضرت عیسیٰؑ کی مجال ہے کہ خدا کی لگائی مہر توڑ سکے اور نہ حضرت موسیٰؑ کی ، مرزا جی بے چارے کس باغ کی مولی ہیں ۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ مرزا جی کی ابلہ فریبیوں میں آوے اور ہاتھ کو سر کے گرد گھما کر ناک کو پکڑے ۔ مرزا جی عقل کے اندھو ں ہی کو جل دے کر اپنا الوسیدھا کریں ، ہم ایسے خدا کو کہ جس کا قول اور فعل مخالف ہو ایک ناقص بے کار کم عقل خدا کہیں گے کہ کہے کچھ اور کرے کچھ ۔ تیرہ سو سال تک تو نبوت کی مہر مضبوط لگائے رکھی اور تیرہ سو سال کے بعد کمال بے وقوفی سے ایک ادنی ترین انسان کے واسطے اپنے قول کا خیال نہ کر کے اس مہر کو توڑ دیا۔ ہمارا خدا تو نہایت صادق الوعد ہے دانا بینا قول کا سچا ہے جو بات کہتا ہے اس کو کبھی نہیں بدلتا اس کا قول اور فعل مدامی ہے ۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۳ء)

میر ناصر نواب کی نظم

ادھر غنچہ کھلکھلایا اور خورشید خاوری نے اپنا رخ زیبا آب و تاب کے ساتھ دکھایا، ادھر مہر سپہر امامت و نیر اعظم افق رسالت حضرت مسیح زمان مہدی دوران جناب مرزا صاحب زنان خانہ سے برآمد ہوئے، مریدان عقیدت کیش حواریان خیر اندیش مصاحب و رفیق پہلے ہی سے اپنے اپنے پایہ اور مرتبہ سے ڈٹے ہوئے لیس تھے، تعظیم کو کھڑے ہوئے اور فرشی سلام ہوا۔

مصاحب: مزاج بخیر۔ صبح کی نماز تو بیت الفکر میں ادا ہوئی۔

حواری: حضور کی خواب بھی نماز ہے۔ جو دم ہے عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ انیا پرست مولویوں کی

نماز ریاء اور شب بیداری سے حضور کی خواب ناز بھی اللہ تعالی کے نزدیک افضل واولی ہے۔

مرید: اس میں کیا شک ہے، مردان خدا کو ہر دم و ہر لحظہ قرب الہی حاصل ہے، زاہد خشک کی تمام عمر کی عبادت ان کے ایک دم کے برابر نہیں۔

اتنے میں خادمان باسلیقہ ستھری ستھری چاء کی پیالیاں نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجائی ہوئیں سامنے لائے۔ گنگا جمنی ستھری روپہلی کٹوریاں اور بیش بہا جرمن سلور کی چمچیاں آب وتاب کے ساتھ پاس رکھی ہوئی۔ مرزا صاحب نے دست مبارک سے اٹھا اٹھا کر رفقاء اور مصاحبین کی طرف سرکائیں۔ ہر ایک نے شکریہ ادا کیا، گھونٹ گھونٹ گرما گرم دودھیا چاء دارچینی اور الا یچی کی لپٹیں اٹھتی ہوئی کا پینا شروع کیا۔

حواری: ہم نے مہاراجہ جموں کے ہاں کشمیری باورچیوں کی بنائی ہوئی چائے پی ہے مگر نعوذ باللہ یہ بات اس میں کہاں؟

خوش آمدی: یہ تو حضرت اقدس کا اعجاز ہے کچھ چائے تھوڑی ہے۔

۲۔ ایسی چائے تو بادشاہوں کے یہاں بھی نہیں بنتی۔ یہ نسخہ کوئی الہامی ہے اور یہ ذائقہ نشان آسمانی حضور اقدس کی غلامی کے تصدق میں ہم لوگوں کو بھی نصیب ہو گیا، ورنہ ہم کہاں اور یہ نعمت عظمی غیر مترقبہ کہاں؟

۳۔ یہ بہشتی چائے ہے، نعماء جنت۔ انسان کی بنائی ہوئی تو نہیں۔ کیوں حضرت! بہشت ہی سے نہیں آئی؟

مرزا قادیانی: بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

جنت کیا شئے ہے و فیھا ما تشتھیہ الانفس و تلذّ الاعین اللہ کی نعمتوں کا نام جنت ہے، اپنے بندوں کو وہ ہر ایک جگہ جنت دیدیتا ہے، جو اسکے مخلص بندے ہیں انکو وہ لذت عطا کر دیتا ہے۔

حاضرین: حق ہے حق ہے۔ سبحان اللہ، صل علی، کیا ارشاد ہوا ہے۔ اتنے میں ایک خادم نے جھک کر آہستہ سے کچھ عرض کیا۔ حضرت کے چہرہ منور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ہوائیاں اڑنے لگیں، زردی سی چھا گئی۔ مردنی سی آ گئی، منہ زرد، لب پر آہ سرد۔ ہونٹوں پر خشکی سے پپڑیاں جم گئیں، زبان پر کانٹیں کھڑی ہو گئیں، بے اختیار اشک جاری، حزن و اضطراب کی حالت طاری ہو گئی، عنان ضبط و استقلال ہاتھ سے نکل گئی، ہر چند دل کو روکا، طبیعت کو سنبھالا، مگر توبہ! جنون عشق کہیں روکے سے رکتا ہے، بے ساختہ زبان پر آیا

آہ و نالہ ہے وہی اور وہی رونا ضیغم   پر اثر نالہ و افغاں میں کہاں ہے کہ جو تھا

مرزا قادیانی: نہایت درد کے ساتھ آہ کھینچ کر انّا للّه و انّا اليه راجعون کہہ کر کھڑے ہو گئے ۔ کچھ دردِ سر محسوس کرتا ہوں، شاید دوران سر کا دورہ ہو۔ آپ صاحب بھی اپنے کام میں لگئے گا

مرزا صاحب الفکر میں داخل۔ افسوس کوئی تدبیر درست نہ بیٹھی، نہ دعا نے اثر دکھایا، نہ عمل نے کچھ عمل کیا، نقش لکھے، تعویذ پھونکے برسوں یا ودود پڑھا۔ خود نعل در آتش ہو گئے

کھینچ گیا میری طرف سے اور اس قاتل کا دل   واہ واہ جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

جو تدبیر کی الٹی پڑی، جو عمل کیا، خلاف اثر دکھایا، کہ اس بت کا دل تک نہ پسیجا، نہ اسکے ورثاء کے دل کو مسخر کیا، بلکہ ضد نے پتھر بنا دیا۔ ہر چند الہام سے بھی ڈرایا مگر اس لڑکی کا باپ عجب ضدی انسان ہے، کچھ بھی خیال میں نہ لایا۔ اپنے متعلقین کو بھی بہتیرا دھمکایا سمجھایا، مگر اس کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کچھ نہ نکلا۔ بیوی سے تو پہلے ہی کچھ ایسا انس اور ارتباط نہ تھا مگر جوان اور لائق بیٹے سے قطع تعلق کرنا پڑا۔ اگر اسکی ماں کو طلاق دی تو بڑا بیٹا بھی خوش نہ ہوگا اس سے بھی گویا قطع رحم کرنا پڑا۔ دونوں بیٹوں میں علیحدگی ہوئی۔ مخالفین میں مضحکہ ہوا، اور جس قدر وہ ہنسی اڑائیں وہ کم ہے۔ موجودہ رفقاء اور رشتہ داروں میں بھی رنجش اور آزردگی کا سبب یہی نامراد عشق ہے۔

ایک کاغذ اٹھا کر دیکھنے لگے، الٹا پلٹا پھر رکھ دیا، اور پھر اٹھایا اور پھر رکھ دیا، پھر اٹھا کر پڑھنے لگے، الٰہی یہ کیا بوالعجبی ہے: یار اغیار ہو گئے واللہ   کیا زمانے کا انقلاب ہوا

جن لوگوں کی خاطر اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالا، تمام دنیا کو اپنا دشمن بنایا، جو مال محنت مشقت اور جانفشانی سے اکٹھا کیا تھا وہ ان کی آسائش اور آرام کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا، رات دن خوشنودی اور رضامندی کو ہر ایک کام پر مقدم رکھا آج وہ بھی ہمارے خلاف اور دشمن ہیں۔

اب دیکھئے میر (ناصر) صاحب نے یہ نظم لکھی ہے۔ کوئی ان ہی سے پوچھے بھائی تم کو کیا تکلیف پہنچی؟ تمہاری کسی خاطر داری مدارات میں آسائش میں آرام میں عزت میں توقیر میں فرق آ گیا؟ کس چیز میں کمی واقع ہوئی؟ ان کی بیٹی کی خاطر تواضع میں کوئی کوتاہی ہوئی؟ ان کی محبت میں موانست میں کچھ نقص واقع ہوا، اسلام میں دوسرا نکاح منع نہیں، حرام نہیں۔

آخر ان کی بیٹی سے جب نکاح کیا تھا اس سے پہلے بھی بیوی تھی، اولاد تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس نکاح کے بعد پہلی بیوی کی قدر و منزلت کم ہو گئی تھی تو اس کے حسین ہونے کا سبب تھا۔

ان کی لڑکی تو نوجوان ہے، صاحب تمیز ہے، اور اگر اس کے بعد تیسرا نکاح ہو، تو بھی

اس کی محبت اور الفت میں کمی کیوں واقع ہوسکتی ہے؟ عدل سے کام لیا جا سکتا ہے۔ طبقہ نسواں تو سلف سے ناقص العقل شمار کیا گیا ہے مگر یہ مرد ذی شعور صاحب تجربہ جہاندیدہ ہوکر عورتوں کے ہم خیال ہوگئے۔ ہم کو امید تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھا بجھا کر اس کی رنجش کو دور کریں گے، برخلاف اس کے وہ خود ایسے بگڑے کہ جھٹ ایک بڑی نظم لکھ ماری، اگر یہ نظم کسی ہمارے دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور ضرور لگے گی اور غالبًا ان کے پاس پہنچ بھی گئی ہوگی۔ اگر یہ شیخ بٹالوی کے ہاتھ چڑھ گئی تو غضب ہوگیا وہ فوراً اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر کے مشتہر کر دے گا۔ (ملاحظہ فرمائیے)

مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ
من نتائج افکار میر صاحب خسر ثانی حضرت مسیح زمان مہدی دوران

بعدازیں یہ عرض ہے اے مسلمین — آج دنیا میں کہیں تقویٰ نہیں
ہیں دغا میں آج کل سرگرم لوگ — سینکڑوں دنیا میں اب پھیلے ہیں روگ
ہیں دواؤں کے کسی جا اشتہار — کہہ کے گل لوگوں کو دیدیتے ہیں خار
شہد کہتے ہیں مگر دیتے ہیں سم — جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں دم
ظاہری اور باطنی دکاندار — خلق کو کرتے ہیں دھوکہ سے شکار
حافظ وحاجی بہت پھرتے یہاں — حال ہے جن کا زمانہ پر عیاں
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا — ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا
ٹڈی دل کی طرح نکلے ہیں فقیر — مارے مارے پھرتے ہیں حضرات وپیر
ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا — آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک — ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال ودولت اور بیٹے پاؤ گے — گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار — تم پہ رحمت ان پہ ہوگی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے — اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید — شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب — ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مال ودولت کی تلاش — تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش

کوئی مل جائے جو دولت کا سبب ایک دم میں ہوں دلدر پاک سب
قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو رنڈیونکا مال یا بھانڈونکا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نہ بات میں ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
رہ گئے دنیا میں اب ظاہر پرست دن بدن ہیں دین میں ہم لوگ پست
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بدگمانی کا اسے آزار ہے سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتقاء
چیز کی اپنی کرے تعریف جو جاننا اس کو نہ تم مردِ نکو
مشک کی خوشبو تو خود اڑتی ہے یار مالک دکان دے گو اشتہار
آم اور حنظل تو ہوتے ہیں جدا جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا
آج دنیا مکر سے لب ریز ہے اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے
کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی
بدمعاش اب نیک از حد بن گئے بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسیء دوران بنے دجال ہیں ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے

جس طرح ہو مال کچھ کھا جایئے　　کچھ نیا اب شعبدہ دکھلایئے
عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید　　گانٹھ کا پورا کوئی ہووے مرید
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بدمعاش　　میوہ زر کی وہ دیدے ان کو قاش
پھر تو مقبول رحمٰن ہے ضرور　　ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
متقی ان کو ندے تو ہے شقی　　جو شقی دے ان کو وہ ہے متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول　　کر کے تعریفیں اوڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے ہاتھ کر دیں گے دراز　　اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا　　وہ روا ہو مال یا ہو ناروا
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوۃ　　دین داری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لئے　　دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں　　ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بدمست ہو جاتے ہیں وہ　　اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب　　آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
نیک رکھتے ہیں گمان وہ نفس پر　　ابلہی کا ہے یہی ان کے اثر
گر کوئی روکے تو ہوتے ہیں خفا　　دشمن اپنا جانتے ہیں برملا
سینکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف　　کم نہیں ہوتے مگر لاف وگزاف
ہے اسی دن کے لئے منطق پڑھی　　ہے اسی تدبیر سے عزت بڑی
بات کی ہوتی ہے گنجائش بہت　　حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت

دیگر

مہدیء وقت ہے کوئی مشہور　　کوئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت　　نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان
نیک سب اٹھ گئے زمانہ سے　　مابقی میں نہیں رہی ہے ء جان
حبّ دنیا نے گھیر رکھا ہے　　ہے بہت ہی ضعیف اب ایمان
بدعتوں کی بہت ترقی ہے　　حد سے باہر ہے کفر اور عصیان
نہیں آتا نظر کہیں اخلاص　　ہیں دکھاووں میں لوگ سرگردان

حبِّ مولا جہان سے ہے معدوم — حرص دنیا میں پھنس گئے انسان
نہ بچا اس سے مولوی کوئی — نہ کسی اہل دل کو اس سے امان
نہ فقیروں میں صبر باقی ہے — نہ امیروں میں شکر کا ہے نشان
لذت نفس میں وہ ہیں سرگرم — آج کل جو ہیں پیشوائے جہان
مرغ بریان کا شوق ہے ان کو — ہیں ملائک خصائل جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں — لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زمان
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے — ان کی صدقہ پر ہے فقط گذران
جب حقیقت کھلی بزرگی کی — ان کے دیکھے اگر کوئی سامان
ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ — در دولت پہ ہیں کئی دربان
رات دن ہیں عمارتیں بنتیں — مال کرتے ہیں مفت میں ویران
ہائے آتے نہیں نظر وہ لوگ ۔ دیکھنے کو ترس گئے دل و جان
ہر صدی میں ہوئے ہیں اہل الحق — رہبر خلق و صاحب عرفان
دین اسلام جن سے تازہ ہوا — جن سے رونق پذیر تھا ایمان
تھے ازانجملہ ایک عبد اللہ ۔ قامع شرک و بدعت و عصیان
ملک غزنیں کے رہنے والے تھے ۔ ہے جہالت بھرا جو کوہستان
استقامت میں تھے مثال کوہ — کر کے ظلم و ستم تھکے افغان
راہ حق میں اٹھائیں تکلیفیں — نہ پھرے حق سے پر کسی عنوان
ان کو حاصل تھا صبر ایوبی — کرتے تھے شکر خالق سبحان
تھے عبادت میں رات دن مشغول — اور جاری تھی ذکر حق میں لسان
تھے نمونہ سلف کا وہ بے شک — پاک سیرت تھے اور پاک زبان
اپنے مولا پہ ان کو تکیہ تھا — تھے نہ اک ذرہ فکر آب و نان
تھے دعا و نماز میں مصروف — ورد تھا یا حدیث یا قرآن
ان کی صحبت میں تھی عجب برکت — یاد آتا تھا وہاں خدائے جہان
لطف آتا تھا وہاں عبادت میں — روز و شب تھی ترقی ایمان
ذکر مولا کی تھی وہاں کثرت — بات دنیا کی ہو یہ کیا امکان

امر معروف آپ کرتے تھے　　پاس آتے تھے ان کے جو انسان
نہی منکر شعار تھا ان کا　　فضل مولی سے تھے نہ سخت زبان
ایسے شیریں کلام اور خوش خلق　　تھا پر از حکمت ان کا قول بیان
کچھ کسی سے غرض نہ تھی ان کو　　بے طمع تھے وہ صاحب عرفان
ان کی محفل میں ذکر عقبےٰ تھا　　وہاں نہ ہوتا تھا لغو اور ہذیان
رہ گیا ذکر خیر دنیا میں　　کر گئے کوچ اب وہ عالی شان
حق انہیں مغفرت نصیب کرے　　جنت خلد میں رہیں شادان
نیک بندے جہاں میں ہیں اب بھی　　حق کو رکھتے ہیں جو عزیز از جان
پر مجھے وہ نظر نہیں آتے　　دے ملا مجھ کو ان سے یا رحمان
تیری قدرت سے کچھ نہیں ہے دور　　مجھ کو مشکل ہے اور تجھے آسان
ناصر اب ختم کر کلام اپنا　　حق تری مشکلیں کرے آسان

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ ج ۱۴۔ ص ۷۔۴۱ تا ۴۲۰)

(میر ناصر نواب کہتے ہیں: عاجز نے چند امور کے لئے مرزا صاحب سے دعا منگوانے کے لئے خط لکھا جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ دعا کرو کہ مجھے خدا تعالی نیک اور صالح داماد عطا فرماوے۔ اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالی نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کرونگا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ بلفظہ یاد نہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں جلدی نہ کریں۔ حیات ناصر۔ ص ۷)

مرزا قادیانی کے عقاید اور تجدید اسلام

یار من امسال دعوائے نبوت کردہ است　　سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

مرزا قادیانی: آیت فلمّا توفّیتنی نے صاف طور پر خبر دے دی کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے اور وہ جھگڑا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے جو یہود اور حضرت ایلیاء کے نزول کے بارہ میں تھا کوئی ایسا

مسلمان نہیں جو اس میں یہود کو سچا قرار دے، سو دنیا میں دوبارہ آنے کے معنی جو ایک نبی کہے وہی ہم حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بارہ میں کرتے ہیں مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنی کرتے ہیں ان کے پاس ان معنوں کی کوئی سند نہیں۔

اب سوچنا چاہیے کہ ہم تو اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہیں اور جس کا قرآن مصدق ہے اور ہمارے مخالف مولوی حضرت عیسی کے نزول کے بارہ میں اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے پھر ہمارے مخالف جب کہ اس بحث میں عاجز آجاتے ہیں تو افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ سب افتراء ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقاید اہل سنت کے قائل ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر جیسا کہ تمام متصوفین کا مذہب ہے، اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

معترض: آپ کی تالیف وتصنیف میں یہ عقاید موجود ہیں جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

دعوی نبوت: توضیح المرام: اس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے ... فاعلم ارشدك اللّٰہ تعالی انّ النّبیّ محدث و المحدث نبی

ٹائٹل پیج ازالہ اوہام۔ از تصانیف مرسل یزدانی مامور رحمانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

دافع البلاء ص ۸۔ خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔

دافع البلاء ص ۹۔ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرلیں گے

دافع البلاء ص ۱۰۔ باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دور ہوسکتی ہے۔

دافع البلاء ص ۱۱ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

دافع البلاء صفحہ ۱۳۔ بجز اس مسیح (مرزا) کے اور کوئی شفیع نہیں اور، سچا شفیع میں ہوں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۳۔ آیت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر ہمارے رسول ﷺ فقط احمد نہیں بلکہ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے رسول اللہ ﷺ تو احمد اور محمد دونوں تھے، لیکن برطبق پیش گوئی صرف احمد مبشر (خود) ہے نہ رسول اللہ ﷺ۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۳ ۔لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدث دونوں رنگوں سے رنگین ہوتے ہیں اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

انکار معراج جسمی آنحضرت ﷺ ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۰ ۔معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اعلی درجہ کا کشف تھا۔

ملائکہ سیاروں کی ارواح ہیں ۔توضیح المرام ص ۳۰ تا ۶۷ ۔ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں وہ سیاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں لہذا وہ کبھی سیاروں سے جدا نہیں ہوتے

جبریل۔ جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا ہے اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبریل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے وہ جبریل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔ملکوت سے بذات خود زمین پر اتر کر فیض روح نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی تاثیر سے فیض ارواح ہوتا ہے۔

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے (صحیح بخاری صحیح مسلم،۔حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے دن صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم جانتے ہو خدا نے کیا فرمایا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے)

حضرت عیسی بن مریم کے معجزات سے انکار اور یوسف نجار کا بیٹا ہونے کا اقرار

ازالہ اوہام ،صفحہ ۳۲۲ ۔غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد ہے اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا بلکہ عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلیئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کے قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت مٹی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ

ازالہ اوہام ،صفحہ ۳۰۳ کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک کھلونا کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پھیر سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ

یوسف کے ساتھ ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنا لینے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

ازالہ اوہام، ص ۳۰۴۔ کیونکہ حال کے زمانہ ہی میں دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی ہیں اور ہنستی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔

ازالہ اوہام: یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مسمریزی طور سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکتیں ازالہ اوہام،۔ بہرحال مسیح کی یہ ترپی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز (مرزا) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ عجوبہ نمانیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

❁ توہین عیسی۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم (ازالہ ص ۱۵۸)

❁ پاک تثلیث۔ص ۲۱-۲۲ توضیح المرام۔ روح القدس، روح الامین شدید القوی ذوالافق الاعلی جن کا ذکر شرع میں ہے انسان کی ایک صفت ہے جو خدا کی محبت یا اس کے محبوب انسان کی محبت باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے ان دونوں محبتوں اور ان سے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔

❁ ابن اللہ ہونے کا دعوی۔ مسیح اور اس عاجز (مرزا) کا مقام ایسا ہے جس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

❁ دعوی مسیح موعود۔ مسیح موعود میں ہوں جس کی بشارت حدیثوں میں وارد ہے نہ عیسی ابن مریم اسرائیلی۔ فتح الاسلام۔ص ۱۰۔

شکر کے سجدے بجا لاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ (فتح اسلام)۔

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱ میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولاً

۞ آنیوالے مسیح کے اوصاف جو احادیث میں وارد ہیں اور انکی تاویل:

ازالہ اوہام، صفحہ ۶۸ گویا یہ فقرہ جو اللہ تعالی نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القاء کیا ہے کہ انّا انزلناہ قریباً من القادیا ن اس کی تفسیر یہ ہے کہ انّا انزلنا ہ قریب دمشق بطرف شر قی عند المنارۃ البیضا ء ۔ کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے منارہ کے پاس ۔ پس الہام الٰہی کا یہ فقرہ کہ کا ن وعد اللّٰہ مفعو لاً اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیش گوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ زرد کپڑوں کے یہ معنی ہیں کہ اس کی صحت اچھی نہ ہوگی۔

۞ ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۵۔۴۹۶۔ دو فرشتوں کے بازؤوں پر اترنے سے یہ مراد ہے کہ وہ دراصل وہی آدمی ہیں کہ دوسری حدیث میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہ مسیح کے انصار اور مددگار ہو جائیں گے بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی دل کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے سوائے بزرگو دجال معہود یہ ہے جو آچکا ہے مگر تم نے اسے شناخت نہ کیا۔

۞ ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۶۔ یک چشم کے یہ معنی ہیں کہ دین کی آنکھ بالکل نہ ہوگی جیسے کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا حال ہے۔

۞ ازالہ اوہام، صفحہ ۵۳۔ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔

۞ ازالہ اوہام، صفحہ ۵۰۳۔ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں کہ ہم ایک گروہ دابۃ الارض کا زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی علماءئے ظاہر ہوں گے۔

ازالہ اوہام، صفحہ ۵۱۵۔ اس عاجز پر جو رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۷۔ وہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائینگے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے یعنی فطرتیں بالکل مناسب حال اسلام کے نہیں۔

توبہ کا دروازہ بند ہونے کے یہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو جائیں گے

فتح اسلام صفحہ ۵۴ لیلۃ القدر جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو

بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے اور نبی یا مجدد کے گذر جانے سے ایک ہزار مہینے بعد آتا ہے۔

توضیح المرام صفحہ ۴۹۔ آیۃ متضمن ذکر سجدہ باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں بلکہ ملائک کا انسان کامل کی خدمت بجالانا اور اس کی اطاعت کرنا مراد ہے۔

شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

کلّا انّ الانسان لیطغی ان رآہ استغنی

آج صبح سے حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود امام زمان مجدد دوراں کے باورچی خانے میں معمول سے زیادہ سامان ہے۔ یوں تو خدا کی عنایت سے روز شاہانہ سامان اور امیرانہ ٹھاٹھ ہوتا ہے کچھ آج نئی بات نہیں ہے، اور امراء و رؤساء کی مہمان داری بھی معمولی بات ہے، روز کوئی امیر یا رئیس مہمان رہتا ہے، مگر آج معمول سے زیادہ سامان ہے۔ بریانی، زردہ، پلاؤ، چاول کی دیگچیاں دم ہو رہی ہیں، گوشت بھی کئی قسم کا قورما، قلیا اور بریان وغیرہ علیحدہ دم پخت ہو رہا ہے شامی کباب مچھلی کے کباب سیخ کباب علیحدہ تیار ہوتے ہیں، فیرنی کی پیالیاں علیحدہ جمائی جارہی ہیں کیوڑہ کے قرابہ الٹائے جاتے ہیں، شیرمال اور باقر خانیاں تنور میں گرما گرم پک کر آرہی ہیں۔

شام کا وقت قریب آگیا حواری اور مصاحب اپنے اپنے پایہ و مرتبہ سے ڈٹے بیٹھے ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب بھی زیب دہِ مسند ہیں۔ گاڑی کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔

خادم: شیخ صاحب تشریف لے آئے ہیں (چند حواری استقبال کو گئے اور شیخ صاحب تشریف لائے مرزا صاحب کے برابر جگہ پائی۔ آؤ بھگت اور مزاج پرسی کے بعد ہاتھ دھلائے گئے، دسترخوان بچھا، کھانا چنا گیا)

مرزا قادیانی: (نے شیخ صاحب کے مقدمہ کی زیر باری اور تکالیف کا افسوس اور بمنظوری اپیل کامیابی کی مسرت ظاہر فرما کر لیکچر کے طور پر شروع کیا) انسان باوجود سخت ناچیز اور مشت خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کیسے بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ درد فرو ہونے اور آرام کا کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فوراً بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی ہوشیار پوری سے واقف ہوں گے اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بے جا الزام میں اپنے بعض پنہانی قصوروں کی وجہ سے، جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہو گا، پھنس گئے تھے، اس قصہ کو ہمارے ملک کے بچے اور عورتیں جانتی ہوں گی (شیخ مہر علی صاحب ہوشیار

پور کے رئیس اعظم ہیں اور پنجاب کے مسلمانوں میں دولت وثروت میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں) سو اس منسوخ شدہ قضیہ سے تو مطلب نہیں ، اس کے اعادہ سے سوائے رنج اٹھانے اور دل دکھانے کے اور پرانا زخم تازہ کرنے کے اور کیا حاصل ہے ۔ اللہ تعالی کا ہزار ہزار شکر اور لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس بلا کو دفع کیا ورنہ کس کو امید تھی ۔ آج وہ مبارک دن ہے کہ شیخ صاحب ہمارے پاس بیٹھے ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے صحیح وتندرست ہیں ۔

شیخ مہر علی : (اس قصہ کو سن کر اپنے مصائب اور تکلیف کا زمانہ یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے بلکہ رقت طاری ہو گئی)

مرزا قادیانی : صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قضیہ سے تخمیناً چند ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی خانہ نشست کے فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے پانی ڈال کر بجھایا ہے ۔ اسی وقت میرے دل میں خدا تعالی کی طرف سے یہ یقین کامل ڈالا گیا کہ شیخ صاحب پر اور ان کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دعا سے ، نہ کسی اور وجہ سے ، وہ بلا دور ہو جائے گی ۔ میں نے شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے خواب سے اطلاع دیدی اور توبہ اور استغفار کی طرف توجہ دلائی اسکا جواب تو شیخ صاحب نے کچھ نہ لکھا ، آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا ، اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام ، شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے ۔

مرزا قادیانی : ہم نے چند ماہ کا عرصہ ہوا بذریعہ خط کے شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ آپ اور آپ کی عزت پر کوئی سخت مصیبت آنے والی ہے ۔

محمد بخش : مجھ کو اس خط کا علم نہیں مگر مجھ کو شیخ صاحب کے فرزند جان محمد نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور دعا کے واسطے کہا ہے ۔

مرزا قادیانی : خدا تعالی جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں ۔ اوائل میں صورت قضا وقدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی آخر خدا تعالی نے دعا قبول کی اور ان کے بارہ میں رہا ہونے کی بشارت ملی اور بشارت سے ان کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی ۔

مصاحب : بیشک حضور کی دعا برکت سے اللہ تعالی نے فضل کیا ورنہ مقدمہ بہت پیچدار ہو گیا تھا ۔ کس کو امید تھی کہ شیخ صاحب بچ جائیں گے ۔

حواری : حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ صورت قضا وقدر کی نہایت پیچدار تھی یعنی قضائے مبرم تھی

بھلا قضائے مبرم بدل سکتی ہے۔ یہ حضور کے قدموں کا صدقہ تھا کہ قضائے مبرم کو بدل دیا۔

۲۔ ہمارے حضرت اقدس امام ہمام نے کئی مرتبہ قضائے مبرم کو بدل دیا ہے۔ یہ خاص حضرت اقدس ہی کا مرتبہ ہے، پہلے کسی انبیاء اور اولیاء کو یہ منصب نہیں ملا۔ قضائے معلق تو اور نبی ولی کی دعا سے بدل جاتی ہے قضائے مبرم کسی سے نہیں بدلی۔

۳۔ یہ ہمارے امام ہمام پر اللہ کا خاص فضل ہے دوسرے انبیاء اولیاء کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔

شیخ مہر علی: (خاموش سنتے رہے (جیب سے گھڑی نکال کر) دس بج گئے ہیں، میں اجازت چاہتا ہوں۔

مرزا قادیانی: کوئی دن قیام رہے گا آپ کو بڑی تکلیف ہوئی، معافی مانگتا ہوں۔

شیخ مہر علی: ہاں ابھی کئی دن یہاں رہونگا اور پھر بھی بشرط فرصت حاضر ہوں گا۔

مرزا قادیانی: ہمارا ارادہ ہے اپنی کل پیش گوئیاں ایک جگہ جمع کی جائیں اور ان کے پورے ہونے کی تصدیق بھی لکھی جائے۔ اسلئے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس کی تصدیق تحریری بھیج دیں

شیخ صاحب: مجھ کو پہلا خط یاد نہیں، نہ دوسرے خط کا علم ہے۔ آپ کا پہلا خط تلاش کرونگا کسی صندوقچہ میں پڑا مل گیا تو اس کو دیکھ کر اور جان محمد سے دوسرے خط کا حال دریافت کر کے لکھونگا۔

مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے۔

(محمد بخش سے استفساراً) تم کو ان خطوں کا علم ہے؟

محمد بخش: میں سخت حیرانی میں تھا مرزا صاحب اور دعوت، اس کی کوئی علت ضرور ہے ورنہ ان کی خاطر مدارات اور تواضع مریدان خاص کی ہوتی۔ یہ دعوت بے سبب کیا معنی۔

شیخ مہر علی: بھائی بے سوچ سمجھے تو سرٹیفکیٹ نہیں دیئے جاتے ہونگے، یوں تو سینکڑوں دوائی فروشوں کی درخواستوں پر سرٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں جو یہ بڑے بڑے رئیسوں اور عہدہ داروں کے سرٹیفکیٹ میں دوائیوں کے اشتہاروں کے ساتھ شائع ہوتے ہیں کیا وہ سچے ہوتے ہیں، نہیں ایک بھی نہیں فقط رعایتی، مگر اس دکاندار کے دین پر اثر پڑتا ہے۔

محمد بخش: جب مقدمہ دائر تھا شیخ جان محمد نے مرزا صاحب کے اشتہارات اجابت دعا کے دیکھ کر مجھ کو بھیجا تھا اور ضرور دعا کی درخواست کی تھی مگر کوئی جواب شافی سوائے معمولی الفاظ کے نہیں دیا تھا

جان محمد: وہ خط تو گم ہو گیا مگر غالباً یہی الفاظ تھے یا اسکے قریب: فضل ہو جائیگا، دعا کیجاتی ہے۔

اس اثنا میں مرزا صاحب کا ایک حواری آموجود ہوا۔ السلام علیکم

شیخ مہر علی: وعلیکم السلام آیئے تشریف لایئے۔ کیسے تشریف آوری ہوئی۔

حواری: حضرت اقدس جناب امام ہمام مرزا صاحب نے آپ کو سلام علیک کہی ہے اور فرمایا ہے جس معاملہ میں رات گفتگو تھی، تحریر بھیج دیں۔

شیخ مہر علی: حیران اور ششدر ہو کر کون سی تحریر۔ اچھا وہ پیش گوئی سے متعلق؟

حواری: جی ہاں وہی۔

شیخ مہر علی: وہ خطوط تو گم ہو گئے اور خطوط کی صحیح عبارات یاد ہیں کیا لکھ دوں۔

حواری: آپ کا کیا حرج ہے جیسا حضرت اقدس صاحب فرماتے ہیں لکھ دیجئے۔ کسی فیصلہ میں تو پیش ہی نہیں کیا جانا، جو کسی کے مال یا جان پر کچھ اثر پہنچے۔

شیخ مہر علی: بے شک کسی مال و جان پر تو اس کا اثر نہیں پہنچتا، مگر ایمان پر تو ایک جہان کے پہنچے گا۔

حواری: کچھ بات تو ہے نہیں، آخر دنیا میں رعایت و مروت بھی کوئی چیز ہے۔

شیخ مہر علی: نہیں صاحب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا، آخر ایک دن خدا کے ساتھ معاملہ پڑنا ہے، وہ علیم بذات الصدور ہے اس کو کیا جواب دونگا، جس قدر انسان میری تحریر سے دھوکہ میں پڑ کر گمراہ ہوں گے وہ سب میرے ہی نامہ اعمال میں درج ہوں گے۔

حواری (بے نیل و مرام واپس آئے اور مفصل حال حضور اقدس میں عرض کیا)۔

مرزا قادیانی: (اس قدر تاب اور یارائے ضبط کہاں؟ غصہ میں لال ہو گئے، سروپا کی خبر نہ رہی، فوراً ہی اصل خطوط شیخ صاحب سے طلب کئے گئے اور جواب نفی میں سن کر سمند غیظ کو ایک اور تازیانہ ہوا۔ پھر کیا تھا منہ میں کف بھر آئی۔ زمین پر پاؤں مار کر) یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسان فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارہ میں کرتے ہیں وہ یہ ہے:

(مرزا صاحب فرماتے ہیں:

انسان باوجود سخت ناچیز اور مشتِ خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ دردفرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور سے واقف ہوں گے اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بے جا الزام میں اپنے پنہانی قصوروں کی وجہ سے جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہو گا، وہ پھنس گئے تھے، وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہو گا، تو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے کچھ مطلب نہیں، صرف اس بات کو ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو ایک خواب کے ذریعہ جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ سو اسی وقت میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بہ یقین

کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اوران کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دی اور توبہ واستغفار کی طرف توجہ دلائی ۔ مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا ۔ آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا ۔ اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے ۔ میں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں چھ ماہ پہلے اس بلاء کی اطلاع دی گئی تھی ، تو اس وقت محمد بخش نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق میں سے مل گیا ۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شائد محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلق داروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دعا کے لئے آئے ۔ اور اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں اور اوائل میں صورت قضا وقدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی ، لیکن آخر خدا تعالیٰ نے دعا قبول کی اور ان کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دے دی اور اس بشارت سے ان کو کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی ۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے ۔ لیکن پھر اس کے بعد سنا گیا کہ شیخ صاحب اس رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا ۔ سو اس فتنہ کے دور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا جس میں ان کی بریت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا ۔ بلکہ اپنے خط ۱۹ جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گم ہو جانا ظاہر کیا ۔ لیکن ساتھ اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیت بریت کی خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے الفاظ اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو گیا ، دعا کی جائے گی ، یہ اس عاجز مرزا کا لفظ نہیں ہے کہ دعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دعا بہت کی گئی اور آخر فقرہ میں بریت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی ۔ وہ الفاظ اگرچہ کم تھے مگر قلّ و دلّ تھے ۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج اور خوش آمد گر لوگوں کی طرح نہیں ، اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں ۔ اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبر دنیادار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بھی فرمان برداروں کی طرح لمبی تقریریں کریں تا ان کو یقین آوے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں ۔

یہ قصہ تو یہاں تک رہا ، اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی بھی کوئی اطلاع نہیں دی تھی ۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے

کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لئے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبرے دی تھی۔ گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیش گوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا کہ میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سن کر سخت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ شیخ صاحب کے اول و آخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونوں پیش گوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخ صاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو ان کے افتراء کا جواب کیا دیا جائے۔ ناظرین اس بارے میں میرے خطوط ان سے طلب کریں اور ان کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں (مناسب ہے کہ ناظرن ان کے قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط کو شیخ صاحب سے لے کر پڑھیں۔ میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آ جائے گا۔ اس بنا پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا خلاصہ یہ ہے اور اسی کی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے میرے خط کو تحکم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افتراء کیا کہ گویا میں نے ان سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ تو صرف اپنے خط کے مضمون کی رصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔

اگر شیخ صاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلے ہی پیش گوئی کے خط سے میرا بریت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے بھی بہ بداہت سمجھا جا سکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہو گی۔ وجہ یہ کہ اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لدھیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہو گئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ دار جلدی کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جواب تک زندہ موجود ہیں۔

آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زادہ شیخ میراں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دکان پر روبرو شیخ سندھی خان ساکن خان پور میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے ہیں کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام

دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔

اور پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے۔ اب ہم بطریق تنزل ایک آسمانی فیصلہ اپنے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیصلہ: آج رات میں جو ۲۵ فروری ۱۸۹۲ء کی رات تھی شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت درد مند ہو کر آسمانی فیصلہ کیلئے دعا کی۔

خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیج دے اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبودار چیز بھیج دی۔ وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا کہ جاؤ دکاندار سے کہہ دو کہ وہی چیز دے، ورنہ میں اس دعا کی اس پر نالش کرونگا اور پھر عدالت میں کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی امید تو زیادہ کی ہے۔ تب دکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں، اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا، اور اب وہی چیز دینے کو تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر ندامت آنے والی ہے، اور انجام کار وہ نادم ہوں گے، اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر میں نے توجہ کی تو یہ الہام ہوا انا نری تقلب و جھک فی السّماء نقلب فی السماء ما قلبت فی الارض انا معک نرفعک درجات یعنی ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیر اندیشی سے بد دعا کی طرف پھرا، سو ہم بات کو اسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے، جس طرح تو زمین پر پھیرے گا، ہم تیرے ساتھ ہیں تیرے درجات بڑھائیں گے۔

لہذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنی خلاف واقع فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیت چھاپنے کے نہ بھیج دیں تو آسمان پر میرا ان کا مقدمہ دائر ہو گیا اور میں اپنی دعا کو جوان کی عمر اور بحالی عزت اور آرام کے لئے تھیں واپس لے لوں گا۔

یہ مجھے اللہ جل شانہ کی طرف سے بہ تصریح بشارت مل گئی ہے۔ پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر وہی صدق اور راستی کا یہ نشان ہے کہ میری بد دعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالی نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی تک خدا تعالی نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں، اور اگر میری بد دعا کا اثر کچھ بھی نہ ہوا

تو بلا شبہ میں اسی طرح کا ذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔

میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد میں، اگر جھوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بد دعا سے صاف بچ جائیں گے اور یہی میرے کاذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا، لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے اس لئے نے میں فقط حمایت دین کی غرض سے دعا کی تھی اور خدا تعالی نے میری دعا منظور فرمائی۔ سو دنیا داروں کو اپنی دنیا کا تکبر ہوتا ہے اور فقیروں کو کبریائی کا تکبر اپنے نفس پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالی پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتی ہے پس میرے صادق یا کاذب ہونے کی یہی ایک نشانی ہے۔ یہ دعوی ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری دعا سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آگ پر پانی ڈالا تھا اگر میں اس دعوی میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلت ظاہر ہو جائے والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار غلام احمد قادیانی۔ مطبوعہ و مشمولہ آئینہ کمالات یا دافع الوساوس۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج اص ۳۷۴ تا ۳۷۹۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:...شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پر مصیبت کا آنا قبل از وقت ظاہر کیا گیا تھا پھر ان کی بریت کی خبر نہ صرف ان کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صد ہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی..المنبّہ الناصح۔ مرزا غلام احمد قادیانی جنوری ۱۸۹۲ء۔ یہ اشتہار علیحدہ بھی شائع ہوا اور فیصلہ آسمانی طبع ریاض ہند امرتسر کے ص ۱۹ پر بھی ہے۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج اص ۳۱۰۔

مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں:

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟ اور وہ کس عنوان سے تھی۔ اور اس کی تشہیر کی تھی، اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ اص ۳۰۔۳۱۔

نیز مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

ایک تازہ نظیر شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی نسبت قادیانی کی گیدڑ بھبکی ہے۔...ہم شیخ صاحب کی خدمت میں برادرانہ اور ناصحانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ قادیانی کی اس گیدڑ بھبکی سے نہ ڈریں اور یقین رکھیں کہ خدا کافروں، دین کے دشمنوں، کذابوں، مکاروں کے کہنے سے اپنے بندوں اور اپنے حبیب کے امتیوں کو کسی قسم کی تکلیف ہرگز نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر ہو سکے تو قادیانی کی اس تحریر پر جو ان کے حق میں اس نے لکھی ہے اور اس میں نامناسب الفاظ درج کیے ہیں، قانونی چارہ جوئی کریں تا کہ اس مسیح وقت کے فیض صحبت اور شرف ملاقات سے جیل خانہ والے بھی فیض یاب ہوں یہ خاکسار

بھی اس فکر میں ہے مگر ہنوز بعض موانع موجب التواء ہیں۔اشاعۃ السنہ ج ۱۵۔ص ۱۸۷۔۱۸۸۔

منشی الٰہی بخش، عصائے موسیٰ صفحہ ۴۳ (مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۰ء) میں لکھتے ہیں:

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کو اشتہار فروری ۱۸۹۳ء بذریعہ رجسٹری بھیجا تھا جس میں خوف دلانے والے الہامات درج کر کے لکھا کہ ایک ہفتہ میں اگر معافی طلب خط چھپوانے کے لئے نہ بھیج دیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دعاؤں کو جو ان کی عمر بحالی عزت و آرام کے لئے تھیں واپس لے لوں گا۔اس مقدمہ کا قضیہ بھی اب تک نامعلوم ہے شیخ صاحب کا کوئی معافی طلب خط چھپا ہوا نہیں دیکھا، شائد مرزا صاحب نے شفقت سے اس میں راضی نامہ دے دیا ہو اور مشتہر نہ کیا ہو۔اگر چہ ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ دائری مقدمہ کا اشتہار مشتہر کر چکے تھے۔ بہاء)

احمد حسن شوکت کا امروہی پر نقد

ایک چھوٹی سی مسجد ہے، اس کے صحن میں چند صاحب بیٹھے اپنے اپنے خیالات اور مذاق کے موافق گفتگو کر رہے ہیں۔

ایک شخص دوسرے سے: بھلا کیا آپ کو باوصف احمدی ہو جانے کے حضرت اقدس (مرزا) کی نبوت میں کچھ شک ہے؟

شخص دوم: ہاں میں حضرت اقدس کو اپنا پیشوا اور بزرگ سمجھتا ہوں مگر ان کو نبی سمجھنا ایک مشکل اور نازک مرحلہ ہے۔

شخص اول: اس اشکال اور نازک مرحلہ کا اتا پتا کھو لئے۔

شخص دوم: اتا پتا کیا پہلے ہی بال کی کھال اور ہندی کی چندی نکل چکی ہے مگر اندھوں کو کیا سوجھے اور مادرزاد گونگے بہرے کیا سنیں۔

شخص اول: آپ سوانکھے اور دانا بینا ہیں تو کیوں نہیں بتاتے، سکھانی سجھانی بصر اور سمع اور قوت ناطقہ کس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔

شخص دوم: نبوت ختم ہو چکی ہے اگر خدا نے آپ کو آنکھیں دی ہیں اور آپ پڑھے لکھے ہیں تو قرآن میں آیہ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین، اور حدیث لا نبیّ بعدی ملاحظہ فرمائیے۔

شخص اول : ہم لوگ زیادہ تر عقل کے پیرو ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں موضوع ہوگئی ہیں، تو از روئے عقل و قیاس و مشاہدہ ممکن ہے کہ قرآن میں بھی آیات کا الحاق ہوگیا ہو۔ آیہ ختم نبوت کچھ گڈ مڈ اور بے جوڑسی معلوم ہوتی ہے بھلا ابوۃ کی نفی کا ختم رسالت سے کیا تعلق؟ یہ وہی بات ہوئی: مارے گھٹنا پھوٹے بے تپلی کی آنکھ ۔ یہ تو قرین قیاس ہے کہ آنحضرت کسی کے باپ نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ رسول ہیں، مگر اس آیہ خاتم النبیین کا پوّا یاروں نے لگایا ہے، اتنا ٹکڑا ضرور الحاق ہوا ہے کیونکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ قیامت تک پیغمبر عرب جیسا کوئی نبی نہ پیدا ہو اور حمقاء کے نزدیک اس کی نظیر پیدا کرنے سے خدا بھی عاجز ہو جائے جو خود فرماتا ہے و ان من شئی الّا عندنا خزائنه یعنی ہمارے پاس ہر شئے کے خزانے موجود ہیں۔ پھر خدا کو کیا ضرورت ہے کہ پیغمبر عرب کے پیدا کرنے کے بعد اپنا خزانہ خالی کر کے نادار اور نہتا دم نقد رہ جاتا بلکہ اپنی کوٹھی کو ٹھلّے کا دیوانہ نکال بیٹھتا۔ کیونکہ جب خدا کے پاس رسالت ہی نہ رہی تو رہا کیا:

ایسے مفلس اور نادار خدا سے ہمارے ملک کے پرچونئے بہت اچھے ہیں اور بفرض محال لفظ خاتم النبیین ، الحاقی نہ سہی ، الہام و وحی سہی مگر اس سے ختم نبوت قیامت تک کیوں لازم آئی۔ النبیین میں الف لام عہد ذہنی کا ہے یعنی پیغمبر عرب ان انبیاء کا خاتم ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں نہ کہ قیامت تک آنے والے انبیاء کا۔ کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو خاتم بنائے نہ کتب مقدسہ تو ریت انجیل زبور میں ایسا نادر شاہی حکم صادر کرے جیسا قرآن میں صادر کیا دوسرے اولوالعزم نبی اس کے بھیجے ہوئے نہ تھے یا ان پر جو کتابیں اتریں الہامی نہ تھیں ان میں کیا کھٹا تھا اور پیغمبر عرب میں کیا میٹھا تھا۔ نبی تھے سب ایک قسم کی روٹی کیا تپلی ہوئی کیا موٹی۔ تم کہتے ہو قرآن میں تناقض اور اختلاف نہیں اور خود قرآن عدم اختلاف کا مدعی ہے و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیه اختلا فاً کثیراً

لیکن خاتم النبیین کے معنی اگر یہی ہیں جو تم سمجھے بیٹھے ہو تو آیہ لا نفرّق بین احدٍ من رسله خاتم النبیین کے صریح نقیض ہے کیونکہ جب تم نے پیغمبر عرب کو تمام گذشتہ اور آئندہ انبیاء کا خاتم مان لیا تو انبیاء میں تفریق ڈال دی۔ یعنی یہ نعمت غیر مترقبہ اور موہبت لا ثانی صرف پیغمبر عرب کو ملی اور دوسرے انبیاء اس سے محروم رہے۔ ایسا عقیدہ وہی شخص رکھ سکتا ہے جس کے سر میں گدھے کا بھیجا ہو ۔ بات یہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا، ہر انسان اپنے سے پہلے انسانوں کا خاتم ہے، یعنی جو تشخیصات اور صفات اس میں موجود ہیں وہ دوسروں میں نہ تھے۔ پس ہر شخص فی نفسہ خاتم ہے

پیغمبر عرب کی کچھ تخصیص نہیں۔ دوئم۔ خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں اور مہر ہر کاغذ پر لگائی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس قدر انبیاء پیغمبر عرب سے پہلے گذرے آپ سب کے اخیر اور سب کے بعد آئے ہیں اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ آپ کے بعد قیامت تک اور کوئی نبی نہ آئے گا۔ ایسا عقیدہ بالکل کفر ہے اور خدا کی صفت خدائی کو مٹانا ہے اس سے توبہ کیجئے۔

شخص دوم ۔ آپ کی اس طول داستان اور ملحدانہ بیان سے جو مورث دردسر ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ دراصل خاتم النبیین کے معنی ہی نہیں سمجھے جو آنحضرت ﷺ کے معرض مدح میں ہے خاتم النبیین کے معنی سب سے آخر کے نہیں اور نہ یہ اس معنی میں آپ کی مدح ہوسکتی ہے قابل مدح تو اولیت ہے نہ کہ اخرویت۔ ورنہ لازم آئے گا اول البشر آدم کو تمام انبیاء پر فضیلت ہو، بلکہ خاتم النبیین کے معنی متمم اور مکمل رسالت کے ہیں جیسا کہ بیضاوی نے تحت آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبین و کان اللّٰہ بکلِ شئی علیماً لکھا ہے ای من یلتق بان یختم به النّبوّة یعنی خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ختم نبوت کی لیاقت وصلاحیت کون رکھتا ہے۔ اور حدیث میں آپ نے اس آیت کی خود تفسیر فرمادی انا بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں صرف مبعوث ہوا ہوں کہ انسانی اخلاق کو کامل کروں۔

اور جو آپ نے کہا الحاق ہوگیا ہے تو مذاہب اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ یہ خرق اجماع ہے۔ بلکہ میں بے خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے مذاہب میں سے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں الحاق ہوگیا ہے۔ یہ جیسا منزل من اللہ ہے، ویسا ہی آج تک چلا آتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا، ورنہ کتب محرفہ اور قرآن میں کچھ فرق نہ رہے گا، اور نہ اہل اسلام اور خود حضرت اقدس (مرزا) کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ انجیل میں تحریف ہوگئی ہے۔

اور آپ جب الحاق کے قائل ہیں تو حضرت اقدس کے دائرہ بیعت سے خارج ہیں کیونکہ وہ اپنے کو مجدد اسلام بتاتے ہیں نہ محرف اسلام۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خدا نے پیغمبر عرب ﷺ کو کیوں خاتم النبیین بنایا خدا کی قدرت وحکمت میں دخل دینا اور اس سے باز پرس کرنا ہے حضرت اقدس میں بھی یہی باز پرس ہوسکتی ہے کہ منجملہ ۳۲ کروڑ مسلمانان دنیا کے خدا نے انہیں کو کیوں بروزی نبی بنایا الغرض اسلام کے اصول کیخلاف ہیں آپ اسلام سے خارج ہوکر ایسے اعتراضات کرسکتے ہیں انہیں خرافات نے ہمیں اسلامی پارٹی میں بدنام کردیا ہے

راوی ۔ اس سے یہ نتیجہ تو ضرور نکل سکتا ہے کہ خود مرزائی مرزا کی نبوت میں مذبذب اور مشکک ہیں

احمد حسن شوکت : مرزا کی بڑی بھاری غلطی یہی ہے کہ قرآن وحدیث کی بعض نصوص (نہ کہ کل نصوص سے) جو کہ ان کے مطلب کے موافق ہیں اپنا دعوی ثابت کرتے ہیں۔۔جب وہ بروزی نبی ہیں تو جیسے دوسرے انبیاء ویسے ہی وہ بھی، اور جیسے دوسرے انبیاء کے صحف ہیں ویسے ہی انکے الہامات بھی

مرزائی۔حضرت اقدس نبی نہیں ہیں، نہ ہم ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں، ہاں مجدد ضرور ہیں۔

شحنہ۔ (مرزا صاحب) تو اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اور آیہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی، اوریاتی من بعدی اسمہ احمد کا نزول اپنے حق میں بتاتے ہیں۔

مرزائی۔ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے یعنی ان الشّیاطین لیوحون الی اولیاءھم کے مصداق ہیں۔

شحنہ میں احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

محمد احسن امروہی نے الحکم (قادیان) میں شائع ہونے والے اپنے ایک طویل مضمون میں آیات واحادیث ختم رسالت کی تاویل کر کے مرزا جی کی نبوت ثابت کی ہے۔اور ضدین اور نقیضین کو جمع کر کے دیا ہے۔یعنی آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد دیگر انبیاء بھی آتے رہیں گے۔یعنی آپ خاتم النبیین ہیں بھی اور نہیں بھی۔آپ نے تکملہ مجمع البحار سے حضرت عائشہؓ کا قول اور مذہب یوں نقل کیا ہے۔عن عائشہ قولوا انّہ خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبیّ بعدہ ۔(یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔اگر یہ قول بالفرض حضرت عائشہ کا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کا معارض نہیں ہوسکتا جو صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے باب میں آپ ﷺ نے فرمائی ہیں کہ میرے بعد نبی ہوتے تو فلاں فلاں ہوتے۔امروہی صاحب فرمائیں کیا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات کی ناسخ ہے؟

آنحضرت ﷺ نے حضرت امیر المؤمنین علیؓ کی نسبت فرمایا انت منّی بمنزلۃ ھارون من مّوسی الّا انّہ لا نبیّ بعدی (یعنی تجھ کو مجھ سے ایسی نسبت ہے جیسے ہارون کو موسی سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔لا نبیّ میں نکرہ تحت النفی ایسا ہی ہے جیسا لا الہ میں یعنی بجز خدا تعالی کے کوئی سچا یا جھوٹا معبود موجود نہیں۔

خلفاء اور صحابہ میں سے تو کبھی کسی نے اپنی نبوت کا دعوی نہ کیا۔نہ ایسی تاویلیں چھانٹیں جیسے مرزا اور ان کے حواری چھانٹتے ہیں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

معلوم نہیں امروہی صاحب کیوں تاویل کا لٹھ لے کر اپنے بروزی نبی کی نبوت کے پیچھے پڑے ہیں کیونکہ آیات کلام مجید جو مکرر اب (مرزا پر) بطور وحی نازل ہوتی ہیں مثلاً

ھو الّذی ارسل رسو له با لھدی ۔ اور یا تی من بعدی اسمه ا حمد،

ان سے مرزا جی کے نبی کامل اور رسول برحق ہونے میں امروہی صاحب کو کیوں شک ہے؟ کیا وجہ ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں کو ٹٹولتے ہیں اور ان کی تاویل کرتے ہیں کہ مبشرات سے نبوۃ نکال کر مرزا کی نبوت نکالنے کیلئے گدی کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ناک پکڑتے ہیں۔

قرآن تو قطعی اور یقینی وحی ہے۔ جب وحی پر ایمان نہیں تو اپنے بروزی نبی (مرزا) کی نبوت پر ہی ایمان نہیں۔ پس امروہی صاحب آپ اپنی تکفیر کرتے ہیں۔

وہ کیوں شور مچاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نبی کامل تھے اور ہمارا بروزی نبی ناقص ہے، ناقص ہے ناقص ہے، جب کہ نبی کیلئے ایک ہی قرآنی وحی موجود ہے۔ بھلا خدا تعالی جس کی شان میں یہ قطعی وحی نازل کرے کہ ھو الّذی ارسل رسوله بالھدی، تو وہ کیونکر نبی ناقص ہوسکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی وحی پیغمبر عرب و عجم ﷺ کو تو کامل نبی بنائے اور وہی وحی جب کسی اور پر نازل ہو تو اسے ناقص نبی بنائے۔ کیا قرآنی وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک ناقص دوسری کامل۔

پھر وہی ایک آیت جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو کامل تھی اور مرزا جی پر نازل ہوئی تو ناقص ہوگئی۔ اس حماقت آمیز تعارض کا کون جواب دہ ہے۔ اگر امروہی یا انکا کوئی پیر بھائی بلکہ خود مرزا جی اس اعتراض کا جواب دیں تو ہم دوسو روپیہ دینے کو تیار ہیں۔

بحث اس میں تھی کہ امروہی صاحب نے حدیث مندرجہ عنوان پیش کر کے مبشرات سے نبوت تراشی ہے اور استثناء متصل و منقطع پر بحث کی ہے حالانکہ آپ دونوں سے نابلد ہیں جیسا کہ ہم ثابت کر دیں گے۔ استثناء متصل تو اس لئے نہیں کہ نبوت اور شئی ہے اور مبشرات اور شئی۔ ورنہ استثناء الشّئی عن نفسه لازم آئے گا یعنی یہ معنی ہونگے کہ لم یبق من النّبوّۃ الّا النّبوّۃ، حالانکہ امروہی صاحب نے استثناء متصل ہی بنایا ہے۔ اور منقطع مانا جائے گا تو امروہی کو اپنے ہاتھوں اپنا تھوکا چاٹنا پڑے گا کیونکہ مبشرات نبوت کی جنس نہ ٹھہرے گی۔ بھلا جب ہم یہ فقرہ موزوں کریں کہ لم یبق من النّاس فی القادیان الّا الحمر، تو کیا یہ معنی ہوں گے کہ آدمیوں میں سے قادیان میں کوئی باقی نہ رہا مگر گدھے رہ گئے، یا یہ معنی ہونگے کہ نہ قادیان میں آدمی رہے نہ گدھے۔ دونوں معنی میں سے کوئی معنی قبول کر کے اطلاع دیجئے تاکہ ہم بحث کریں کہ

یہاں استثناء متصل ہے یا منقطع۔

اگر امروہی نے کتاب شرح ملاں کسی استاد سے پڑھی ہوتی تو ضرور سمجھ جاتے کہ لا الہ الا اللّٰہ میں نہ استثناء متصل ہے نہ منقطع، بلکہ الا صفت کا بمعنی غیر ہے۔ یہی ترکیب حدیث بالا کی ہے۔ یعنی نبوت میں سے کوئی شئی جو ان احکام کے سوا ہو جن میں مومنوں کو جنت الخلد اور عیش دوام کی بشارتیں دی گئیں باقی نہیں رہی۔ یہ معنی اس صورت میں ہونگے جبکہ مبشرات اسم مفعول جمع مؤنث سالم ہو، اور اگر اسم فاعل مراد لیا جائے گا تو یہ معنی ہونگے کہ نبوت میں سے کوئی شئے بجز قرآن وحدیث کے احکام ونصوص کے باقی نہیں رہی جو اعمال صالحہ پر مومنین متقین کو نعیم جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔ کس کا رؤیا صالحہ اور کہاں کی پیش گوئیاں اور الہامات جن کی آڑ میں ہر ایک مکار معلن یا غیر معلن فاجر وفاسق کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے حمل ہے اور اس حمل سے ہاتھی کا پاٹھا لمبی سونڈ نکالے پیدا ہوا اور منفذ ومبرز حمل ویسا ہی تنگ اور غیر وسیع ہے جیسا پہلے تھا۔ اور ایک سادھو بچہ پیشینگوئی کر سکتا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے مرنے کا الہام ہوا ہے۔ یا جب ملک میں وبا پھیلے تو وہ یاد دلائے کہ مجھ پر تو پہلے ہی انکشاف ہو چکا ہے کہ جو لوگ مجھے نہ مانیں گے ضرور وبا سے ہلاک ہوں گے۔

ہر ایک مومن کا اس امر پر یقین و اعتقاد ہے کہ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی بشارت دینے والا نہیں۔ خواہ ولی ہو خواہ قطب ہو یا غوث ہو، جو مرزا جی کے نزدیک انبیاء ناقص میں داخل ہیں کیونکہ کامل نبوت ان کے نزدیک بھی ختم ہو چکی ہے۔

حدیث سے ختم نبوت کی جانب اشارہ ہے نہ کہ بقاء نبوت کی جانب۔ یعنی نبوت باقی نہیں رہی صرف آیات واحادیث باقی رہ گئیں جو مومنوں کو بشارت دینے والی ہیں۔

ذرا یہ بھی غور سے دیکھنا چاہیے کہ حدیث میں لفظ نبوت وارد ہوا ہے یعنی یوں نہیں فرمایا کہ لم یبق من الانبیاء الا المبشّرون۔ لفظ انبیاء اور نبوت میں بہت فرق ہے۔ نبوت کے لفظ سے مرزا جی کا تھم اکھڑتا ہے، ہاں نبوت وابوت کا منارہ ضرور نصب ہوتا ہے۔ پھر اس حدیث میں المبشّرات صفت ہے جس کا موصوف مقدر ہے۔ ہم نے تو موصوف بیان کر دیا یعنی آیات المبشرات یا الاحکام المبشرات۔ ذرا امروہی صاحب بھی اپنے دعوی کے موافق موصوف بیان کریں خدا نے چاہا تو بھاگتے راہ نہ ملے گی۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۳ تا ۴)

مباحثہ مابین قادیانی وآتھم

صبح کا وقت ہے گرمی کی موسم بے فکرے اور آزاد طبع لوگ رات بھر کی گرمی کے مارے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی خنکی میں سو گئے ہیں اور خوشگوار نیند کے مزے لے رہے ہیں انگڑائی لی اور سر اٹھا کر دیکھا ابھی تو دن نہیں چڑھا کروٹ بدل کر پھر آنکھ بند کر لی۔

کاروباری اپنے اپنے کام کی طرف جا رہے ہیں۔ کارخانوں کے مزدور کارخانوں، طالب علم بغلوں میں کتابیں دبائے مدرسہ میں جا رہے ہیں۔ خاکروبوں نے سڑکوں کو صاف کر دیا ،سقے چھڑکاؤ کر رہے ہیں، نالیاں پانی سے دھوئی جا رہی ہیں۔ امرتسر کے بازار میں دکاندار دکانیں کھول کر سجا رہے ہیں۔ مالن اور ٹوکری والا سبزی فروش ہری ہری ترکاریوں کی ٹوکری نہر میں دھو کر بازار میں لا رہے ہیں۔ شہر سے باہر ایک احاطہ گرد پختہ اینٹوں کی چار پانچ فٹ اونچی چہار دیواری کھینچی سڑک کنارہ ایک دروازہ ہے جس میں لوہے کا پھاٹک لگا ہوا ہے۔ دروازہ کے اندر پڑتے ہی ایک باغیچہ ہے اور سڑک پر باریک باریک کوٹی ہوئی سرخی پڑی ہے، اور تازہ چھڑکاؤ ہوا ہے، اور آگے چل کر وسط باغ میں کوٹھی بنی ہوئی ہے۔ کوٹھی کے آگے روش یعنی سڑک کے اوپر گھوڑا گاڑی کے آرام کے واسطہ ایک شیڈ بنا ہوا ہے، اور ان میں خوش رنگ پھولوں کے گملے رکھے ہیں۔ دیوار پر بیل چڑھی ہوئی ہے۔ باغیچہ کی گری پڑی خس وخاشاک مالیوں نے نکال کر صاف کر دیں تھیں، برانڈہ میں فرش کیا جا رہا ہے، غیر معمولی آدمیوں کی آمد شروع ہے، اور اپنے اپنے قرینہ سے ہر ایک بیٹھتا جاتا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ کسی یورپئن مشنری کی کوٹھی ہے، پھاٹک کے روبرو ہی سڑک کے اوپر جو شہر سے آتی ہے نظر لگائے آنکھیں گڑائے چند اشخاص سفید پوش کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔ دور سے ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آتی ہے۔

۱۔ وہ آئی دیکھو وہ جو گاڑی آتی ہے۔

۲۔ کہاں؟ نہیں وہ تو نہیں معلوم ہوتی، کوئی اور ہے۔

۳۔ یہ تو خواجہ یوسف شاہ آنریری مجسٹریٹ کی گاڑی ہے۔

(اس عرصہ میں گاڑی قریب آئی، پھاٹک میں سے ہو کر کوٹھی میں داخل ہوئی اور خواجہ ایک کرسی پر متمکن ہوئے)

ڈاکٹر مارٹن کلارک: مرزا صاحب تشریف نہیں لائے۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور سب صاحب تشریف

لے آئے ہیں۔

خواجہ یوسف: وہ بھی آتے ہی ہوں گے۔ میں تو خیال کرتا تھا کہ وہ پہنچ گئے ہونگے (گھڑی نکال کر) ابھی تو ۶ بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔

(اتنے میں گاڑی کی آواز آئی اور سب اس طرف متوجہ ہوئے اور گاڑی شیڈ میں آکر ٹھہری سواریاں اتریں)۔

مرزا قادیانی: میں آپ صاحبان سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ کو چند منٹ کی دیر لگ گئی۔ آپ صاحبوں کو تکلیف ہوئی ہوگی۔

حاضرین جلسہ: آپ کا بہت دیر سے انتظار ہو رہا تھا۔

حکیم نورالدین: خواجہ صاحب! ہم آپ کا مکان پر انتظار کرتے رہے کہ ہمراہ چلیں گے۔ آپ بالا تشریف لے آئے۔

خواجہ یوسف: بے شک قصور ہوا۔ مجھ کو خیال تھا کہ آپ تشریف لے گئے ہوں گے۔

محمد احسن امروہی: خیر جی، غرض یہاں آنے سے تھی، آ گئے۔ اب مباحثہ شروع کیا جائے دیر پر دیر سے کیا حاصل؟

مرزا قادیانی نے ۶ بج کر ۱۰ منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ باہمی اتفاق ہوا کہ آج کا دن بحث کا آخری دن سمجھا جائے۔

مسٹر عبداللہ آتھم نے ۷ بج کر ۵۵ منٹ پر شروع کیا آٹھ بج کر ۵۵ منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔

مرزا قادیانی نے ۹ بج کر ۲۳ منٹ پر پھر شروع کیا اور دس بج کر ۲۳ منٹ پر ختم کیا(اور تقریر مناظرہ ختم کر کے فرمایا):

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی، بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض

بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا، ضرور کریگا، ضرور کریگا، آسمان زمین ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالی نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو لیکن اگر میں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ تو ریت کو پڑھو کہ اول اور کھلی کھلی تعلیم کیا ہے۔

خواجہ یوسف، نے ایک مختصر تقریر فرمائی اور دونوں میر مجلسوں کا خصوصاً ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا شکریہ ادا کیا ان کی خوش اخلاقی اور عمدہ انتظام کی وجہ سے یہ جلسہ ۱۵ دن تک بڑی خوش اسلوبی اور خوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا اور اگر کسی امر پر اختلاف ہوا تو دونوں میر مجلسوں نے ایک امر پر اتفاق کر کے ہر دو فریق کو رضا مند کیا اور ہر طرح انصاف کو مدنظر رکھ کر صورت امن قائم رہی۔ بعد ازاں تحریروں پر میر مجلسوں کے دستخط ہو کر جلسہ برخواست ہوا۔

مرزا سلطان محمد کی شادی

ایک نہایت وسیع اور فراخ مکان ہے۔ فرش فروش سے آراستہ، بلور کے جھاڑ سوسو بتی کے روشن کئے ہوئے لٹک رہے ہیں۔ چہار طرف ہانڈی اور فانوس جل رہے ہیں اور لمپ اور دیوار گیروں سے رات دن سے زیادہ روشن ہے۔ ..دس بجے کے قریب ایک شخص مشعل ہاتھ میں لئے آیا۔ اس کے پیچھے ایک مختصر سی جماعت نے آکر دولہا کو جوڑا پہنایا، سہرا باندھا، مبارک سلامت کا شور اٹھا، اور گائنوں نے اسی وقت تازہ بتازہ نو بنو سہرہ بنا اور گا کر سنایا

مرزا سلطان محمد تیرے سر پر سہرا
ہو مبارک کہا زہرہ نے سنا کر سہرا

گوندہ کر پھولوں کا اور طشت میں رکھ کر بھیجا
باغ فردوس سے رضوان نے سجا کر سہرا
سلکِ گوہر سے بنا سر پہ جو باندھا تیرے
ہو گیا عکس سے چہرے کے منور سہرا
سر پہ دستار سے دستار پہ زریں طرہ
افشاں پیشانی پہ پیشانی کے اوپر سہرا
کیا ستاروں میں چناں اور چنیں ہے باہم
تو نے افشاں کو چھوڑایا جو اٹھا کر سہرا
نظر بد سے پہنچے نہ تجھے پائے گزند
باندھئے سورہء و النون کو پڑھ کر سہرا
ہار دلہن کے لئے پھولوں کا لائیں حوریں
اور ملائک پئے نوشہ ز گل تر سہرا
خاطر عیسی موعود ہے ماشاء اللہ
مطرب چرخ جو گاتا ہے فلک پر سہرا
ان کی منکوحہ کشفی کے جو ہے عقد کا دن
لائے خورشید و قمر گوند کر اختر سہرا
مدتوں دائم و قائم ہو قران السعدین
خضر نے باندھا ہے اخلاص سے آ کر سہرا
عیسی عہد کی پوری ہو یہ پیشین گوئی
سایۂ حفظ خدا ہو ترے سر پر سہرا
ہر بلا سے رہے محفوظ تو از فضل خدا
لائیں شعرا تری اولاد کا کہہ کر سہرا

اور پھر ادھر سے بری پری کا سامان دلہن کے گھر کو چلا کئی خوان جوڑوں سے سجائے ہوئے اور زیورات سنہری روپہلی موقعہ سے لگائے ہوئے اور کئی سوچائناں (گھڑی) قند اور میسوں وغیرہ سے پر لوگوں کو کندھوں پر رکھ کر پنجشانہ اور مشعلیں ساتھ ساتھ بھیجے گئے جب دولہن کے گھر یہ

سامان پہنچا ڈومنیوں نے سینی گائیں دولہ کو اندر بلایا لونہ گائے ٹونکے کیے۔ صبح کے قریب قاضی آیا اور اجاب وقبول کیا بہ تعیین مہر شرعی محمدی نکاح پڑھا گیا۔

راوی۔ ناظرین کو پوشیدہ نہ رہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی لڑکی محمدی بیگم کی شادی کے واسطے مرزا سلطان محمد بیگ آئے ہوئے ہیں اور یہ اس برات کا سامان ہے۔

صبح بیٹی والوں نے بھی بڑے فراخ حوصلہ سے جہیز دیا اور دلہن کو رخصت کیا، ڈومنیوں نے پاؤنی گا کر ایسا رلایا کہ آنکھیں کبوتر کی طرح لال ہوگئیں کوئی بشر نہ تھا جس کی آنکھ سے اشک جاری نہ تھا

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

ریلوے سٹیشن پر مسافر اکٹھے ہوتے جاتے ہیں اور ریل کی آمد آمد ہے لوگ انتظار میں مضطرب ہیں ایک دوسرے سے دریافت کرتا ہے اب کتنا عرصہ باقی ہے۔ کبھی کوئی گھبرا کر پلیٹ فارم پر جاتا ہے اور ٹائم پیس دیکھتا ہے۔ ویٹنگ روم میں ایک بزرگ فرشتہ صورت ملائک سیرت امیرانہ کروفر سے ایک کرسی پر متمکن ہیں، اردگرد خدام با سلیقہ کہربائی لباس زیب تن کئے نہایت ادب سے دست بستہ کھڑے ہیں، کوئی رومال سے مگس رانی میں مصروف کوئی پنکھا چلاتا ہے۔

بزرگ: اب تو ریل عنقریب آنے والی ہے، پلیٹ فارم پر چل بیٹھیں۔

خدام:۔ بہت بہتر (فوراً ایک کرسی پلیٹ فارم پر بچھا کر) حضور تشریف لے چلیں (کرسی بچھا دی ہے)

بزرگ: (اٹھ کر کرسی پر رونق افروز ہوئے بڑا ہجوم ہو جاتا ہے ہر ایک سٹیشن پر یہی حال رہتا ہے)

خدام: غریب نواز ایک جماعت کثیر حضور کی ہم رکابی میں ہے اور بہت آدمی فالتو حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر زیارت کے واسطے آئے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے مسافر ریل پر سوار ہونے والے تو بہت ہی کم ہیں یہ سب ہجوم اور کثرت مردماں تو حضور کی تشریف آوری کے باعث ہے ہمیشہ تو اژدہام نہیں ہوتا۔

نووارد: السلام علیکم۔ حضرت کا مزاج اقدس

بزرگ: وعلیکم السلام۔ آیئے مولوی صاحب! آپ کے مزاج اچھے ہیں۔

مولوی: الحمد للہ۔ بعد مدت حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرصہ سے دل قدم بوسی کا مشتاق تھا۔

بزرگ: خوب ما شاء اللہ! ابتداء ہی غلط بھائی۔ ہماری زیارت کیا ملاقات سے بھی آپ گنہگار

ہوتے ہیں، اور اظہار اشتیاق زیارت: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مولوی: حضرت میں متعصب نہیں ۔ بیشک حضرت کا یہ ارشاد ہے مگر میں اس سے علیحدہ ہوں میرا مسلک صلح کل ہے۔

بزرگ: آپ کا مرزا صاحب سے بیعت کرنا کیا باعث ہے؟

مولوی: قرآن کی تفسیر لکھنے میں مرزا صاحب عدیم المثال ہیں ۔ اپنا نظیر نہیں رکھتے ۔

بزرگ: آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود جانتے ہیں؟

مولوی: ان کے اس دعوی سے میں علیحدہ ہوں۔

بزرگ: (متعجب ہوکر)۔ جب آپ ان کو اس دعوی میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو بیعت کیسی ہوئی ؟ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے تو اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ پر رکھا جاوے۔

مولوی: مرزا صاحب قرآن دان بہت عمدہ ہیں ۔

بزرگ: مرزا جی کی تفسیر متعلق سورہ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

مولوی: اس تفسیر سے بھی میں علیحدہ ہوں۔

بزرگ: (تعجب کے لہجہ میں)۔ کیا آپ کو کوئی شخص مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف مرزا صاحب جیسا اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا، اس لئے قادیان میں جا کر مرزا جی سے بیعت کی ۔

مولوی: خیر میں نے بیعت تو نہ کی ہے، ازالہ اوہام کو دیکھوں گا۔

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بزرگ فخر الاصفیاء پیر سید مہر علیشاہ ہیں اور مولوی صاحب، حبیب شاہ خوشابی ہے جس کا نام نامی مرزا نے ایک اشتہار میں اپنے مولوی مریدوں میں لکھا ہے (عن سیف چشتیائی ۔ص ۸۳)

ریل روانہ ہوگئی۔ مجمع منتشر اور مسافر ریل میں بیٹھ گئے۔ واپسی کے وقت آپس میں چہ مہ گوئیاں ہونے لگیں۔

سنی مسلمان: یارو مرزا جی نے بھی عجیب جال پھیلایا ہے جو اس کی جماعت میں داخل ہوا مولوی بے بدل اور فاضل افضل بن گیا۔ اب مرزائی مولوی کی تقریر سنی کیا معقول گفتگو تھی پرائمری کے طالب علم بھی ہنسی اڑاتے ہیں۔

مرزائی: (نہایت جوش کے لہجہ میں) خدا کے خوف سے ڈرو۔ کوئی بلا تم پر نہ نازل ہو جائے۔ خدا کے

ماموراور مرسل صادق کی نسبت ایسے کلمہ نکالے۔

سنی مسلمان: مرزا صاحب کے صادق ہونے کے دلائل تو جو آپ کے مولوی صاحب نے بیان کئے وہ ظاہر ہیں۔

مرزائی: آسمان ان کے صادق ہونے کی گواہی دیتا ہے، زمین شاہد ہے،اور نشانات آسمان سے بارش کی طرح برستے ہیں۔

سنی مسلمان: کچھ تو ہم پر بھی ظاہر کرو، ہم کو بھی تو معلوم ہو۔

مرزائی: ہزاروں پیش گوئیاں حضرت اقدس نے فرمائیں اور وہ کل پوری ہوئیں اور ہوتی ہیں۔

سنی مسلمان: حضرت بس رہنے دیجئے مرزا جی کی پیش گوئیاں تو دن کی طرح روشن ہیں ضمیمہ شحنہ ہند کی عبارت کو ذرا سنیئے:

- اجی مرزا جی بس رہنے دیجئے خلق خدا تیس سال تک آپ کے نمونہ دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے ... آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر دعوے سے لکھی لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔
- آپ نے منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کر کے الہام شائع کیا بفضلہٖ تعالیٰ اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں مگر انکے عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنایا کھیل درہم و برہم کر دیا
- پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر ان کی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی۔
- آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔
- سینکڑوں اشخاص کے لئے آپ دعا کرتے رہے مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیے وغیرہ

مرزا جی کی یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے (سیف چشتیائی۔ص۸۴۔۸۵)

مرزائی: ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

> ہماری جماعت میں اور میری بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حافظ حاجی حرمین نورالدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزار ہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے تو ایک قرآن کا سیپارہ ان

ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھا دیویں۔ یہ لوگ دیوانہ تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا۔ اگر آپ مولوی صاحب کی پیروی کرتے تو آپ کیلئے بہتر ہوتا آپ سوچیں کہ فاضل موصوف خانمان چھوڑ کر میرے پاس آبیٹھے اور کچے کوٹھوں میں تکلیف سے بسر کرتے ہیں۔ کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اس تکلیف کو گوارا کیئے ہوئے ہیں؟

کیا اتنے بڑے عالم فاضل اندھے ہیں جو بے سوچے سمجھے بیعت ہو گئے، آخر کچھ تو دیکھا ہے۔

سنی مسلمان: بھائی تم بھولے بھالے آدمی ہو۔ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ ایک مولوی کا حال تو آپ اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہیں اسی پر اور مولویوں کو قیاس کر لیں۔

جواب۔ مرزا صاحب نے جو مولوی صاحب کی تعریف فرمائی ہے عاجز کو بھی قبل از تجربہ و وقوف براصل حقیقت سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا، لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہٖ تعالیٰ و تقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی مثلاً۔

۱۔ سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب کا وہ حلفی اشتہار ہوا جو انہوں نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

۲۔ مولوی صاحب کے علم و فضل کا جو نمونہ خط و کتابت مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں موجود ہے وہ جیسا عبرت ناک و پردہ برانداز ہے، محتاج بیان نہیں کہ اول ایک خط بدرخواست ترک مخالفت اور برس چھ ماہ تک نشان دیکھنے کے لئے خاموش رہنے کے واسطے لکھ کر بھیجا، پھر انکار کر دیا کہ ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ بعد میں جب وہ خط ظاہر ہونے لگا اور آرندہ خط نے وہ خط لا کر پہنچا دینے کا لوگوں کے روبرو اقبال کر دیا تو پھر وہی خط مشتہر کر دیا۔

۳۔ مولوی صاحب نے بمخالفت قاضی سلیمان صاحب اپنے خط موسومہ نور الدین مطبوعہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایسا اندھیر کیا اور اپنی لیاقت و دیانت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے فضل و کمال کے بارہ میں کسی قسم کی حسن ظنی کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ بتوں اور مندروں کے پجاریوں کو نعوذ باللہ سچے نبی کہا اور پھر اپنے امام صاحب کی حمایت میں ان کی پیش گوئیوں کو جھٹلایا ہے۔ اور ایسے بدیہی البطلان و غلط حوالہ جات سے کام لیا ہے کہ الامان۔ مشن سکول کے طالب علم بھی ان کی توراۃ دانی و کج فہمی پر حیران ہیں۔ اور مولوی صاحب نے باوجود اپنی اس سقیم الحالی کے الٹا قاضی صاحب

کوخلاف دیانت وامانت دھوکہ دہ وٹھوکر کھانے والا کہہ کران کے انّه من سلیما ن (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے) کا مصداق بننے کو (جو آیت قرآن مجید قاضی صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر تبرکاً لکھی ہے) محل طعن قرار دیا ہے بایں وجہ کہ وہ سکھ ریاست میں نوکر ہیں حالانکہ مذہبی آزادی میں اس ریاست جیسی کوئی دوسری ریاست نہیں کیونکہ علاوہ اس کے انتظامی اراکین مسلمان ہونے کے اس کا رئیس مسجد کا بانی وخادم اور وہاں تعطیل کا دن بھی جمعہ ہی مقرر رہا۔ لیکن مولوی صاحب کے فہم پر کچھ ایسا سرپوش آیا کہ انہوں نے اس تحریر کے وقت اتنا نہ سوچا کہ ہم بمقابلہ قاضی صاحب حق پوشی کر کے اور ایسی ریاست میں سال ہا سال رہ کے جہاں دینی آزادی کا نام ونشان تک نہ تھا کیونکر حق نما ونورالدین بنے رہے؟ سبحان اللہ! نور امامت نے کیسا انعکاس کیا ہے کہ صاف جگہ پر تو تنکے نظر آتے ہیں اور جہاں شہتیر اور لٹھوں کے ڈھیر لگے ہیں ان کی خبر ہی نہیں۔

مرزائی: تو کیا یوں ہی لوگوں کو مولوی لکھ دیا ہے؟ ایسا ہوسکتا ہے کہ جھوٹ لکھا جائے کہ یہ مولوی ہے اور دراصل وہ کچھ نہ جانتا ہو۔

سنی مسلمان: یہ بات کو کچھ محتاج بیان نہیں۔ عام قاعدہ ہے جو کوئی اپنا اصلی مذہب ترک کر کے دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اس مذہب والے اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہے ویسا ہے، ایسے کا تیسا ہے اس کا باپ ڈبل پیسا ہے۔

مرزائی۔ یہ سب افتراء ہے حضرت حکیم الامت کے پاس ایک بڑا کتب خانہ ہے تمام جہان کی تفاسیر اور دیگر علوم کی کتب ہیں ان کی جانب ایسا گمان ہوسکتا ہے۔

سنی مسلمان: اول تو تمام جہان کی تفاسیر رکھنا خلاف واقعہ امر ہے جو مبالغہ سے مرزا صاحب نے ان کی تعریف میں لکھ دیا ہے جس سے وہ ہی خوش ہوں گے پھر اگر کوئی تمام جہان کی تفسیریں اور کتابیں درحقیقت اپنے پاس بھی رکھے تو کیا مجرد رکھنے سے ہی وہ خدا رسیدہ معارف وحقیقت شناس لطائف ونکتہ رس معانی سنج حقائق ورموز دان عالم باللہ ولی الرحمٰن، فوق العادت خارق اعجازی شخص بلاعمل ہی بن جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ان کی تفاسیر داری پر ایسا فخر اور ناز کیا ہے اگر ایسا ہے تو آیت کریمہ مثل الّذین حمّلو ا التّوراۃ ثمّ لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً کے کیا معنی ہیں یعنی جن لوگوں پر توریت اٹھوائی گئی تھی (دی گئی) پھر انہوں نے اس کو برداشت نہیں کیا (یعنی اس پر کاربند نہ ہوئے) ان کی مثال بعینہ گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ اور اس کا شان نزول کیا ہے۔ کتاب داری تو تب ہی قابل قدر ہوتی ہے کہ جب

تعلیم احکام واطاعت خیر الانام میں اس کا پیروکار ہوکر اپنی صحت فہم درایت حقیقت وحقیقت ذاتی کا اعلیٰ اور عملی نمونہ دکھائے ورنہ حمال کی طرح بار برداری وطوطے کی طرح حفظ کرنے اور رٹنے سے کیا فائدہ؟ بقول مولوی روم:

علم گر بر جان زند یاری بود　　علم بر تن زند مارے بود

جان جملہ علمہا دین است زین　　کہ بدانی من کیم در لوح این

مرزائی: اتنی اتنی مبسوط کتابیں لکھی ہیں، کیا بے مولوی ہونے کے لکھتے ہیں۔

سنی مسلمان: کتابیں لکھنا تو کوئی دلیل مولوی ہونے کی نہیں۔ اردو خوان بھی کتابوں سے چھانٹ چھانٹ کر لکھ سکتے ہیں۔ اردو میں تمام کتابیں موجود ہیں، قرآن کے حدیث کے تراجم موجود۔ اس کے علاوہ جتنے کتابیں لکھنے والے ہیں مرزا صاحب سے تنخواہ پاتے ہیں، ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے ہیں۔ پھر جس کا کھائے اسی کا گائے بجائے، ان کو خدا اور خدا کے دین سے کیا کام۔

مرزائی: حضرت حکیم الامت ولوی حافظ حاجی نورالدین صاحب کیا تنخواہ پاتے ہیں؟ اور ان کو کیا لالچ ہے جو اپنے گھربار روزگار کو چھوڑ کر کچے مکانوں میں قادیان دارالامان میں ہی بودوباش اختیار کر لی ہے۔ یہ ایک جلیل الشان فاضل انسان ہیں، اور مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین ہیں، اور تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔ کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اپنی خانمان کو چھوڑ کر قادیان میں آبیٹھے ہیں اور تکلیف کے ساتھ کچے کوٹھوں میں بسر کرتے ہیں کیا کوئی دانستہ اس تکلیف کو گوارا کرتا ہے۔

سنی مسلمان: پہلے ہم کو بھی قبل از تجربہ ووقوف بر اصل حقیقت، سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہ تعالیٰ وتقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی۔ مثلاً سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب (حکیم صاحب) کا وہ حلفی اشتہار ہوا جو انہوں نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

مرزائی: فقط یہی تو نہیں کہ کتابوں کا ذخیرہ ان کا فخر کا باعث ہے ان کا علم باعمل اور معارف کا ذخیرہ بھی ہے جس کی نسبت حضرت اقدس نے خود لکھا ہے۔

سنی مسلمان: معارف کا ذخیرہ جو مولوی صاحب میں مرزا صاحب بتلاتے ہیں وہ مرزا صاحب

ہی کو نظر آتا ہوگا اور وہ ہی اس ذخیرہ سے فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ یا خود مولوی صاحب اس کے ذائقہ وسرور سے محظوظ ومسرور رہتے ہوں گے۔ دوسروں پر جو مولوی صاحب نے اس عرصہ دراز میں بطور مشتے از خروار ذخیرہ معارف منتشر فرمایا ہے اس میں سے تو یہی نکلا وظاہر ہوا ہے کہ

۱۔ مولوی صاحب خط مندرجہ خلاف بیانی میں دریافت کرتے ہیں کہ دو ملہموں کے مخالف الہامات میں کس معیار سے ہم تفرقہ کریں؟ گویا ان کو اب تک یہ معلوم ہی نہیں کہ اسلام میں کتاب وسنت ایسے کامل اکمل معیار ہیں جن سے حق و باطل صحیح وغلط راست وکج خوب کماحقہ پرکھا جاسکتا ہے خواہ کوئی کسی بھیس میں روپ بدل بدل کر مدعی الہام و وحی ونبوۃ ورسالت وغیرہ ہو کر آوے۔

۲۔ خوبی قسمت سے فہم وعلم بائیبل میں جو ان کو کمال ہے وہ یہ ہے کہ بتوں ومندروں کے پجاری و سچے نبی میں ان کو امتیاز نہیں اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کرسکتے۔ پھر چارسو پجاریوں کو سچے کہہ کر ان کی پیش گوئی کو جھوٹا کہیں، تو جناب الٰہی کے شان میں کوئی بٹہ نہیں لگتا۔ لیکن اگر مرزا صاحب کے کسی مخالف کو سچا الہام ہو تو اس میں نعوذ باللہ جناب الٰہی کے شان میں بٹہ لگتا ہے اور اسلام کا سر چور ہوتا ہے جیسا کہ خط مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں لکھا ہے۔

۳۔ آیت شریف و لو کا ن من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیراً (اگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے معنی وتفسیر نمعلوم مولوی صاحب نے کہاں سے یہ سیکھے ہیں کہ جس عبد الرحمٰن کو مولوی صاحب کے وہمی وفرضی وخود تراشیدہ اعتقادات کے مخالف الہام وکشف ہو وہ اس اختلاف میں داخل ہے جیسا کہ انہوں نے خط اسمی حافظ محمد یوسف صاحب مطبوعہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ظاہر فرمایا ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ آیت شریف کے اصل معنی سے بے خبر ہیں جو عام فہم اور معمولی سمجھ کے لئے بھی سہل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے جس سے صاف وصریح طور پر ظاہر و باہر ہے کہ جو کلام نقیض ومتضاد باتوں وافراط وتفریط سے ایسا پر ہو جیسا مرزا صاحب کی تحریر ہوتی ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر مصرعہ: دروغ گو را حافظہ نباشد، صادق آتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی عیاں ہے کہ جو کلام، الٰہی وربانی تعلیمات یعنی شرع نبوی ﷺ کے مخالف ہو وہ بھی اسی بنا پر بالکل مردود و مطرود ہے۔

دو شخصوں کے الہامات میں اختلاف ہونے کو لو کا ن من عند غیر اللّٰہ .. الخ کے نیچے لاکر مرزا صاحب کی حمایت میں بلا دلیل ان کے مخالف کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں اور

تعجب یہ ہے کہ اسی مخالف کی نسبت کامل یقین سے سچے اور مفتری علی اللہ نہ ہونے کی خود بکمال وثوق اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں اپنی شہادت مشتہر کرتے ہیں۔ پس اب مقتضائے راستی و دیانت یہ ہے کہ مولوی صاحب جن لوگوں کو کامل یقین سے مفتری علی اللہ ہرگز نہیں جانتے تو ان کے الہامات کو بھی جو بالکل متفق و یک زبان ہیں تسلیم وقبول کرلیں۔ ہاں اگر کوئی الہام کا مدعی یہ کہے کہ مجھ کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ حج ملتوی کرو، زکوۃ کا مصرف ایسے غنی کے حوائج سمجھو جس پر پانچ سات ہزار روپیہ کی آمدنی کے سبب انکم ٹیکس تجویز ہو (خواہ وہ بعد میں عذرداری وحسب مدعا شہادت پیش کر کے معاف ہی کرالے)۔ غیر سبیل المومنین اپنی طرح طرح کی تصویر اتروا کر شغل بت پرستی کی بنیاد رکھنا جائز ہے، بلاضرورت و بلاحاجت عمارات بلند گھنٹہ گھر و یادگاری مینار جس کے نیچے جلسہ کا کمرہ ہو برخلاف تعلیم وحکم رسول اللہ ﷺ غریبوں سے چندہ کر کے بنواؤ وغیرہ، تو مولوی صاحب اس کی تائید وتصدیق سے بلا تامل پرہیز وحذر کریں اور مخالف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہونے کے باعث ان الہامات کو قبول نہ کریں بلکہ ان کی تردید کو فرض سمجھیں، نہ یہ کہ دوسرے بے بناوٹ غریب مومنین کے الہامات حقہ ومتفقہ کو محض مرزا صاحب کے خلاف عقل ونقل دعاوی کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کی مخالفت پر کمر باندھیں اور حق سے روگردانی کریں۔

باوجود ان اوصاف کے مولوی صاحب کی کتاب فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب کا نام خلاف محاورہ عربی وغلط ہونے پر جو اعتراض ہوا اس کا مولوی صاحب اب تک کچھ جواب نہیں دے سکے۔ نظر بریں حالات ایسا ذخیرہ معارف جس قدر کے لائق ہے وہ ظاہر وعیاں ہے۔ غرض یہ مولوی صاحب کے معارف کا نمونہ ہے جس کے لئے مرزا صاحب نے بھی بعینہ مخالفین اسلام کی طرز پر خود بدولت کی شان وفضیلت بڑھانے کے لئے ان کو مبالغہ سے ایسے عالی خطابات سے متصف فرمایا ہے کیونکہ یہ تو مخالفین اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہو کر ان کے ساتھ جا ملے تو ان کو اسلامی فضیلت کے خطابات دینے میں ضرور مبالغہ کرتے ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے مریدین کو محدث، حافظ، حاجی، مولوی، عالم، فاضل اور بالکل ناخواندوں کو امام فخر الدین رازی وغیرہ کے القاب عطا فرماتے رہتے ہیں جس کے واسطے خلاف واقعہ اور بموجب تعلیم رسول اللہ ﷺ مدح وثنا باعث خرابی وضرر ممدوح ہونے کے اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ نظائر مرقوم الصدر سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے کہ مولوی صاحب کیسے معارف دان فاضل وسلیم العقل ہیں اور ان کا ذخیرہ علم ومعارف غبطہ کے لائق ہے یا ایسا ہے جس کے لئے رسول کریم ﷺ نے دعا اللّٰھمّ

انّی اعوذ بک من علمٍ لا ینفع و من قلبٍ لا یخشع .. الخ (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خوف نہ کرے) تعلیم فرمائی ہے؟

مرزا صاحب تو مولوی صاحب کو ایک سیپارہ پڑھانا طنزاً فرماتے ہیں۔ گو عاجز تو واقعاً و مطلقاً کچھ چیز و حقیقت نہیں لیکن اگر کسی وقت میرے قادر قدیر مولی و محسن کو یہ کام بھی لینا منظور ہوا اور اس کا حکم آیا تو ایک سیپارہ کیا کل قرآن مجید، قرآن مجید والے کے حکم و فضل سے پڑھاوے گا۔ بارہا الہام تو ہوا ہے واللّٰہ یجتبیک ربّک و یعلّمک من تاویل الاحادیث۔ و اللّٰہ غالب علی امرہ و لکنّ اکثر النّاس لا یعلمون (اللہ تجھے برگزیدہ کریگا اور باتوں کی تاویل سکھادے گا اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور کیا عجب کہ مولوی صاحب کو پڑھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور جیسے عاجز کے پیر سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی کہ ان کی صحبت بابرکت میں اکثر احباب کو بغیر سلسلہ و مشقت تعلیم و تعلم خود بخود پڑھنا پڑھانا و حقائق و معارف بفضل اوسبحانہ وتعالی آجاتے تھے اسی طرح مولوی صاحب کو بھی خود بخود اس مالک علی کل شیءقدیر کے فضل و کرم سے سب کچھ آجاوے اور موجودہ ردی خیالات اور فاسد توہمات ان کے صفحہ دل سے زائل و محو ہوجاویں و ذالک علی اللّٰہ یسیر و ھو علی کلّ شئی قدیر (اور یہ اللہ پر آسان ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے) مرزا صاحب خواہ تعجب کریں، عاجز کے نزدیک تو یہ امر بالکل سہل اور ذرا بھی محل تعجب نہیں۔ ایام گذشتہ میں تو عاجز حسب استدعاء مولوی صاحب ان کے واسطے دعا کرتا رہا ہے جو شائد انکو یاد ہو اور آئندہ کی علیم و خبیر کو خبر ہے کہ کون کون بندگان اللہ تعالی عزوجل عاجز سے آن کرملیں گے کیونکہ ایک دو دفعہ اس خبر کی الہاماً اطلاع تو ملی ہے قال آمنتم بہ قبل ان آذن لکم (کہا تم میرے اجازت دینے سے قبل ہی اس پر ایمان لے آئے ہو) لیکن ابھی معلوم نہیں کہ اس کا ظہور و واقعہ کس طرح ہوگا۔

مولوی صاحب کا سب دیگر ملہمین راشدین سالکین تربیت یافتہ حسب سنت رب العالمین وطریقہ سید الاولین والآخرین کو چھوڑ کر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا مولوی صاحب کے اسی قول صادق کے موافق معلوم ہوتا ہے جو وہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ،

> بعض پنہانی قصور و گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ مرتکب کو کسی صادق کی صحبت میں ٹھہرنے نہیں دیتے۔

سونمعلوم کس پنہانی جرم وقصور کی پاداش میں مولوی نورالدین صاحب کو باوجود بہت

سے اولیاء اللہ صادقین مستغرقین ذکر اللہ تعالی کی صحبت کیمیا خاصیت میسر آنیکے بھی ان کو ان بزرگان عارفان باللہ کی خدمت میں (جن کی انہوں نے لمبی فہرست بیان فرمائی ہے) ٹھہرنا و مستفیض ہونا نصیب نہیں ہوا ؟ اور مکھن کے بال کی طرح کورے صاف نکل کر چلے آئے اور آخر ایک ایسی دلدل میں آن کر پھنس گئے جس سے رہائی کے واسطے اگر صدق دل سے انابت الی اللہ توبہ استغفار نہ کریں گے تو عاقبت محمود معرض خطر میں ہے ۔ اور اسلئے مولوی صاحب کی خدمت میں خیر خواہانہ و مخلصانہ نصیحت ہے کہ وہ آیت شریف الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ (کیا مومنوں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کرنے پر ان کے دل ڈریں) پر جو ایک دفعہ عاجز کو خاص ان کیلئے الہام ہوئی تھی بغور تدبر و تفکر فرماویں اور اپنے حسن خاتمہ کا فکر کریں ۔

مرزائی: پھر وہ (مولوی صاحب) آپ کے خیال میں دیوانہ ہیں جو گھر بار خانماں کو چھوڑ کر چلے آئے اور یہاں دیدہ دانستہ تکلیف گوارا کر رہے ہیں ۔

سنی مسلمان: مولوی نورالدین کی دیوانگی خانماں چھوڑ کر مرزا کے پاس رہنا ، کچے کوٹھوں میں بسر کرنا کچھ نیا نہیں ۔ اول تو ان کا خانماں عیال واطفال اکثر سب ان کے ساتھ ہی ہے ۔ دوم ، مرزا اور مولوی صاحب کا مذاق ملتا ہے کیونکہ مولوی صاحب میں مرزا صاحب سے پہلے ہی باتباع یا بمواففقت سرسید بالقابہ مسیح علیہ السلام کے مرنے مارنے اور ان کی قبر کھودنے کا خبط موجود تھا ۔ اب ان کو ایک مددگار وہم خیال مل گیا ۔ بلکہ اکثر تو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ چھیڑ انہوں نے ہی چھیڑی اور مرزا صاحب نے اس کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھا لیا اور شائد اور تعلقات بھی باعث ہوں ۔ اس لئے وہ مرزا صاحب کے گرویدہ ہیں ۔ اسی طرح بموجب عام قاعدہ کے دوسرے ہزاروں بلکہ لاکھوں مرید اپنے اپنے پیروں پر بباعث ہم مذاقی وہم جنسی کے فدا ہیں یہ کچھ تعجب واچنبا نہیں ، کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ، مشہور مقولہ ہے ۔

مولوی صاحب کا ڈیرہ لگانا تو ذرہ بھی تعجب خیز نہیں ان کی طبیعت و عادت قدیم سے ہی ایسی ہے ۔ کیا مرزا صاحب کو یاد یا خیال نہیں رہا کہ عمر گذشتہ میں انہوں نے کس کس جگہ ڈیرہ نہیں لگایا ۔ رام پور میں لکھنو میں حکیم علی حسن صاحب کی خدمت میں ۔ حتی کہ سرسید آنجہانی کے بھی جو مرزا کے دعاوی کے کبھی موافق نہیں ہوئے محبّ و معتمد رہ کر نہ صرف خود ہی ان کو مضامین و روپئہ سے امداد دیتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی موافقت و امداد کی دعوت و ہدایت امداد اسلام سمجھ کر کرتے وغیرہ ۔ انکے علاوہ دیگر مقامات واشخاص بھی ہیں جن کا ذکر مولوی صاحب نے اپنے خط اسمی عاجز

میں کیا ہے۔غرض صرف حسن عقیدت سے سب کچھ آرام آسائش رونق آمدنی وغیرہ فراموش کر کے ڈیرہ لگانا تو درکنار ان پر خوبی قسمت سے مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار دغا باز وفریبیوں کے فریب میں بھی آجاتے رہے اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتے رہے ہیں جیسا انہوں نے کئی مواقع خود بیان فرمائے ہیں اور اس لئے یہ بات سب میں ان کے دوستوں تک مشہور ہے کہ ان میں مادہ مردم شناسی ہرگز نہیں ہے۔ اور ان کی اس عالی حوصلگی اور نیک طبیعت کا (بشرطیکہ بے اختیاری نہ ہو) عاجز قائل ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ وہ تو سبھی مقامات طبیعت و مذاق پسند پر ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ابھی بشرط زندگی خدا جانے آئندہ کیا کچھ کریں گے پھر مرزا کے پاس کچے کوٹھوں میں رہنا کیا تعجب وانوکھی بات ہے؟

(عصائے موسیٰ۔ص۳۷۲)

امرتسر سیالکوٹ لدھیانہ میں آتھم کے جلوس

آج صبح سے امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر میلہ جم رہا ہے۔ نازنینان پری چہرہ حوروش یورپیئن اور کرسچیئن بناؤ سنگار کئے ہوئے، کوئی تنہا کوئی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے، ادھر کو رخ کئے چھتری کو پکڑے ایک ہاتھ سے سایہ کو اٹھائے، رف رف کرتی آرہی ہیں۔ سایہ کے ساتھ ہزاروں دل پامال ہو رہے ہیں۔کوئی کھڑ کھڑ کرتی ٹمٹم پاس سے نکل جاتی ہے،کوئی پیادہ پا خرام ناز سے قدم اٹھائے چلی جاتی ہے۔اسٹیشن پر کیا پریوں کا اکھاڑہ ہے۔ راجہ اندر کا دربار کہانیوں سنتے تھے آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پلیٹ فارم پر عجب جم گھٹا ہے قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

او ہو یہ تو انگریزی باجا بھی آرہا ہے اور شہر کے بے فکرے تماشائی پرا جمائے اڑے آرہے ہیں۔نہیں صاحب ان میں تو عمائد شہر اور رئیس و امراء بھی ہیں۔ مسلمانوں سکھوں آریوں سب فرقہ و مذاہب معزز اور واعظ ان میں شامل ہیں۔ آج کوئی تیوہار نہ عیسائیوں کا ہے نہ اور کسی مذہب وملت کا۔۶ ستمبر ہے، آج کے دن تو عیسائیوں کا کوئی تیوہار نہیں ہوتا۔

یہ ہاتھی پر کون کون آیا؟ یہ تو پادری صاحب ہیں۔خوب! ہاتھی پر پھولوں کا ہار پڑا ہے۔

بھائی یہ کیا بات ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتی جو بات ہے، ہے ہی۔

ریل کے آنے میں ابھی تو عرصہ ہے،کوئی نو بجے ہوں گے، چلو تو پلیٹ فارم دیکھیں۔

اللہ اللہ! یہاں تو نظر کو بھی دخل نہیں ملتا۔

لوگ لین کی طرف جھکے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کو دیکھ رہے ہیں ابھی گاڑی کہاں۔

۱۔کیا آج لیٹ ہوگئی جواب تک گاڑی نہیں آئی؟

۲۔ بھائی اپنے ٹائم پر آئے گی۔

۳۔کیا ابھی وقت نہیں ہوا؟ (گھڑی دیکھ کر) او ہو! ابھی تو ۱۰ منٹ باقی ہیں۔

۴۔انتظار کیا بری بلا ہے؟ حالانکہ ابھی ٹیم میں دس منٹ باقی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی لیٹ ہوگئی

۵۔ انتظار کیا، شوق کہو۔ بہتر تھا کہ تار دیا جاتا کہ سپیشل ٹرین میں آئیں۔

۶۔ بھائی کہا تو درست۔ لو وہ گاڑی آئی۔

(دیکھا اب تمام خلقت جھک رہی ہے اسٹیشن ماسٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے پیچھے ہٹ جاؤ پولیس ہے کہ ہٹا رہی ہے مگر آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے)۔

پولیس مین: اے بھائی کوئی گر کر کٹ جائے گا۔

اسٹیشن ماسٹر: گھبرانے کی کیا بات ہے، اب گاڑی تم لوگوں کے سامنے آئی جاتی ہے۔

(انجن نے سیٹی دی۔ او ہو! انجن کے اوپر بھی پھولوں کے ہار پڑے ہیں۔ گاڑی اسٹیشن کے روبرو کھڑی ہوئی۔ ایک صاحب اترے۔ آہا! یہ پادری ہنری کلارک ہیں، اور ان کے بعد ایک اور صاحب اسی گاڑی سے اترے۔ یہ تو ڈپٹی صاحب مسٹر عبداللہ آتھم ہیں۔

آدمی ہیں کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے وہ اس سے آگے، یہ اس سے آگے دوڑتے ہیں، مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے سر سے ٹوپی اتار کر سلام کیا۔ یکلخت ٹوپی اچھالی گئی اور ہرّے کے شور نے اسٹیشن کو گونجا دیا)۔

مرزائی۔ اس (مسٹر عبداللہ آتھم) کی نسبت تو حضرت اقدس نے پیش گوئی کی تھی۔ وہ تو مر بھی گیا۔

دوسرا مرزائی:۔ ربڑ کا آدمی بالکل عبداللہ آتھم کا ہم شکل بنا کر اس میں کل لگا دی، چلتا پھرتا ہے۔ دیکھو وہ بولا، وہی سفید بھویں، وہی چہرہ، وہی چتون، وہی پیشانی، کمر جھکی ہوئی، منہ پر جھریاں پڑی ہوئیں۔ ہاتھوں کی نسیں کھڑی۔ واللہ کمال ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیسرا مرزائی: انگریزوں نے صنعت میں تو کمال ہی پیدا کیا ہے اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلی انسان نہیں ہے، ربڑ کا بنایا ہوا پتلا ہے۔

چوتھا مرزائی: یہ اگر اصل عبداللہ آتھم ہو تو ہمارے حضرت اقدس کی پیش گوئی غلط ہو جائے۔ زمین ٹل جائے، آسمان ٹل جائے، مگر یہ بات کبھی ٹل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

اسٹیشن سے باہر جو باجے بجانے والے منتظر کھڑے تھے انہوں نے باجا بجانا شروع کیا مسٹر عبد اللہ آتھم کو ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ باجے بجاتے ناچتے گاتے عیسائی مرد اور عورت آگے غزل خوانان ہر کوچہ اور گلی بازاروں میں گشت لگانے لگے

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
ہوگیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی
ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات
اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی

ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی
کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو

ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

شہر سیالکوٹ میں ایک دھما چوکڑی مچی ہوئی، اور لوگ دوڑے جا رہے ہیں اور ایک مجمع کثیر جم غفیر ایک جگہ اکٹھا ہو رہا ہے۔

ا۔ارے بھائی کیا ہے کہاں جاتے ہو؟

۲۔وہ دروازہ کے پاس جو قصائیوں کی دکانیں ہیں وہاں چھچھڑوں پر لڑائی ہو رہی ہے اور چھری چل پڑی اس کا شور ہے۔

۳۔شہباز خان کے بازار میں ایک خانگی کو کسی نے قتل کر ڈالا وہاں یہ شور ہے اور لوگ جاتے ہیں۔

۴۔جو اس طرف سے آتا تھا، یہاں کچھ تماشہ ہے۔

۵۔یہاں سنا تھا کہ ریچھ کا تماشا ہے۔

دوکاندار۔ یہاں بازار میں ریچھ کے تماشے کا کیا کام، گلی کوچہ اور گھروں میں تماشہ بچوں کو دکھا کر تماشہ والے دانہ روٹی مانگ لاتے ہیں۔

۲۔ارے بھائی یہ تو پاگل ہے، ریچھ کے تماشے کے ساتھ یہ سامان، انگریزی باجا بجتا ہے، معزز و سفید پوش تماشائی ساتھ ہیں، ریچھ کے تماشہ میں لڑکوں کا ہجوم ہوتا۔

۳۔ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، دکان پر بیٹھے باتیں بناتے ہو، اٹھ کر دیکھو تو کیا عجیب تماشہ ہے۔

۴۔اوہو یہ تو عیسائی ہیں، سوانگ بنایا ہوا ہے، ایک شخص کو کمبل میں سر سے پاؤں تک لپیٹ رکھا ہے اور ریچھ کا چہرہ منہ پر لگا رکھا ہے، اور گلے میں رسی ڈالی ہوئی ہے، اور ایک عیسائی قلندر کا بہروپ بھرے ریچھ کو نچاتا ہے اور برابر گاتا ہے

ارے سن او رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی بڑھاپے میں ہے یہ جوش جوانی
نچادے ریچھ کو جیسے قلندر یہ کہہ کہہ کر تیری مر جائے نانی
نچادیں تجھ کو بھی اک ناچ ایسا یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

(پھر ایک لکڑی ریچھ کے مار کر رسی کو ہلاتا اور نچاتا ہے اور ریچھ غل مچاتا ہے)

قلندر: ارے سن او رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی

(پھر پیچھے کے لکڑی مار کر اور رسی ہلا کر)　تیری مر جائے نانی

دیگر عیسائی: (سب ایک آواز ملا کر) ارے سن او رسول قادیانی

غرض ایک شور و غوغا بلند ہوا، اور عیسائیوں نے اسلام کی توہین میں کچھ کلمے نکالے.. پولیس نے آکر اس ہنگامہ کو بموجب حکم ڈپٹی کمشنر فرو کیا کیونکہ منشی غلام قادر فصیح اڈیٹر پنجاب گزٹ میونسپل کمشنر اور دیگر میونسپل کمشنروں نے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں اطلاع کی کہ عیسائیوں نے یہ شور مچا رکھا ہے، اندیشہ ہے کہ مذہبی جوش میں فساد ہو جائے۔ پولیس نے خود آکر اس مجمع کو منتشر کر دیا

(سراج المنیر میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، غرض پادریوں نے آتھم کے معاملہ میں حق پوشی کر کے بہت شورش کی اور امرتسر سے شروع کر کے پنجاب اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ناچتے پھرے اور بہروپ نکالے اور ایسا شور و غوغا کیا کہ ابتدائے عمل داری انگریزی سے کوئی نظیر نہیں مل سکتی)

لودہانہ کے گلی کوچے میں ہر ایک کی زبان پر یہ نظم ہے

ارے او خود غرض خود کام مرزا　ارے منحوس نافرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو　رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر　بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاریٰ میں بآخر　مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے ہے　آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے　ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی　جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو　بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا　ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور　دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی　یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو　ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا　سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہو گی　کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار　رعایا کا نہیں یہ کام مرزا

تو ہے اک انبیاء بعل میں سے سلف کو دے رہا دشنام مرزا
زمین و آسمان قائم ہیں اب تک ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہیں سے ٹھگے تو نے مسلماں کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمد اللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

اور کہیں لوگوں کی زبان پر یہ غزل تھی

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

قادیانی تاویلات اور بٹالوی جواب

پنجاب کے شہروں میں پادریوں میں عموماً ایک شورش اور آوازہ شادمانی بلند ہے اور مرزائیوں میں خصوصاً ایک سناٹا ہے، اور سکوت کے عالم میں دم بند ہے، چلیں قادیان کا سین بھی دیکھیں وہاں کیا کیفیت ہے۔ مرزا صاحب کے دربار میں حوالی موالی حواریان عقیدت کیش ومشیران خیر اندیش چاند کے گرد ہالہ کی طرح گردو پیش بیٹھے ہیں، مگر سب ادب سے سر جھکائے خاموش صم بکم کا عالم ہر ایک: یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زبان منہ میں۔ چٹھی رسان نے ایک خط دیا

مرزا صاحب: (خط کا لفافہ پڑھا اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا افسوس ہے)

وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی

جسکی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خداتعالی کے حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اسکے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جوان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں جانتا جو پیش گوئی کے بعد فریق مخالف ظہور میں آئی اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لا علاج ہے (مولوی ثناء اللہ کہتے ہیں: اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ بلا مبالغہ انہیں کہتے کہتے یہ خبر بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ آج تک باوجود کامل نو سال گذر جانے کے وہ سخت حیرانی میں ہیں۔ الہامات مرزا کی طبع اول سے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی مزیدار ہیں آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان کیا تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو آتھم مجھ سے پہلے مر گیا۔ کیا ہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ ڈالا ہے۔ مرزا جی اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ الووں کی جیب کترنے میں آپ کا کمال ہے۔ الہامات مرزا۔ ص ۳۹) اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی، ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی، اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے، کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

اب یاد رہے کہ پیش گوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ سے مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔

ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبد اللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر ۱۵ دن جھگڑتا رہا مگر در حقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک

اوران کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جوایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کا کام معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہواور پیش گوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔

ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن خدا کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اسکے وعدہ موت اور کامل طور پر ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے۔

(ایک لمبی چوڑی تقریر میں الہام کا ترجمہ اور تفسیر فرما کر مرزا فرماتے ہیں) اس (پیش گوئی) کے الفاظ یہ ہیں کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن عبداللہ آتھم نے مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے پیش گوئی کی تعظیم کی (۔ پھر اس کی خوفناک حالت کی تقریر فرما کر مرزا لکھتے ہیں) توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا ہے، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود ہی نہیں (پھر کچھ کو طول دے کر مرزا صاحب فرماتے ہیں) پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی (پھر دور چل کر) یقیناً سمجھو کہ

اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔...

یہ تو عبداللہ آتھم کا حال تھا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا، یا بانی کار ہونے کا، یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا، یا سرگروہ ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا، اور ان سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ چکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالی نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان فانی سے گذر گیا۔ اور خدا تعالی نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچا۔

(صفحہ ۱ تا ۸۔ انوار الاسلام)

مرزا قادیانی: (پھر میاں محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کا خط پڑھ کر سنایا)

محمد علی خان: (کا خط بنام مرزا قادیانی یوں ہے)

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہو۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجا کھے کیئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے۔ اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاؤل کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی

کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔

راقم محمد علی خان۔ (الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: یہ جو کہا جائے کہ وہ (آتھم) میعاد کے اندر فوت نہیں ہوئے تو یہ صاف صاف ہے کیونکہ پیش گوئی نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ ضرور وہ میعاد کے اندر ہی فوت ہوں گے بلکہ پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے، ورنہ ان کی موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ ہاں کسی قدر ہاویہ کا بھی مزہ چکھ لیں گے۔ سو بلا شبہ پیش گوئی نے میعاد کے اندر اس ہاویہ کا مزہ ان کو چکھا دیا، جس ہاویہ کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوگئی۔ اور ضرور تھا کہ وہ پیش گوئی کی میعاد میں ہاویہ کے پورے اثر سے بچے رہتے کیونکہ انہوں نے اسلامی پیش گوئی کا ڈر اپنے اوپر ایسا غالب کر لیا کہ ایک قسم کی موت ان پر آ گئی اور وہ مردوں کی طرح چپ ہو گئے اور عیسائیت کے پلید عقاید کی حمایت میں جو پہلے تالیفات کرتے رہتے تھے دستکش ہو گئے، اور خوف کے صدمات نے ان کو سراسیمہ کر دیا۔ پس کیا ضرور نہ تھا کہ خداوند تعالی اپنے الہام کی شرط کے موافق موت کو دوسرے وقت پر ٹال دیتا۔ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں کہ ہر ایک شریف عیسائی کو اس بات کے سننے سے نہایت رنج ہوگا کہ آتھم باطل اندیش نے پیش گوئی کے چھپانے کے لئے کیا کیا، مکروہ اور نالائق افتراؤں سے کام لیا، اور کس طرح دلیری کے ساتھ بے بنیاد جھوٹ کو پیش کیا۔ نالائق آتھم نے سراسر بے وجہ مجھے زہر خورانی کے اقدام کی تہمت دی، میرے پر افتراء باندھا کہ گویا میں نے اس کے قتل کرنے کیلئے اس کی کوٹھی میں سانپ چھوڑے تھے، اور گویا میں ایسا پرانا خونی تھا کہ تین مرتبہ میں نے مختلف شہروں میں اس کے مارنے کے لئے اپنی جماعت کے جوانوں سے حملہ کرائے۔ الخ۔ (ص ۱۳۔۱۴۔ انجام آتھم)

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی ناسمجھ ہمارا پیرو مرید اس پیش گوئی کی غلط فہمی سے منحرف ہو گیا تو یسوع صاحب پر سب سے پہلے یہ الزام ہے کیونکہ یہودا اسکریوطی یسوع صاحب سے بڑے زور شور کے ساتھ منحرف ہوا تھا۔

 حکیم مظہر حسن کہتے ہیں: اب چلیں لاہور کی بھی سیر کریں وہاں کیا ہو رہا ہے:

ایک مختصر اور چھوٹا سا کمرہ، شاہجہانی عمارات کا یادگار، پرانی روش کا بنا ہوا، نہایت سادگی کے ساتھ آراستہ کیا ہوا، الماریاں کتابوں سے سجی ہوئیں، ایک دری کا فرش اس پر چاندنی بچھی ہوئی، ایک طرف مخملی قالین اس پر جانماز بچھی ہوئی، اس کے اوپر مولانا محمد حسین صاحب رونق افروز ہیں، اور ادھر ادھر دائیں بائیں اور آگے پیچھے علماء وفضلاء اور طلباء اور عمائد شہر کا مجمع ہے۔ تمام کمرہ ثقہ اور متقی مسلمانوں سے بھرا ہوا ہے، بحکم: جائے تنگ است ومردمان بسیار، قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ مولانا صاحب کے روبرو اشتہارات اور اخبارات کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ بعض بعض تو ابھی کھلے بھی نہیں، اسی ڈاک میں آئے ہیں۔ اہل مجلس کے ہاتھ بھی اشتہار یا اخبار سے خالی نہیں۔

سب خاموش سکتہ کے عالم میں سربگریباں، مراقبوں کی ہیئت میں بیٹھے ہیں۔ محفل کیا شہر خموشاں ہے، ہر ایک سر اٹھا کر مولانا صاحب کی طرف دیکھتا ہے، پھر بدستور مراقب ہو جاتا ہے۔ چندے یہی عالم سکوت رہا، آخر مولانا صاحب نے اس طلسم سکوت کو توڑا۔

مولانا بٹالویؒ: ۵، ۶ ستمبر تو گذر گئی، آپ لوگ ریلوے سٹیشن پر گئے ہوں گے، مسٹر عبداللہ آتھم فیروز پور سے آتے ہوئے گذرے تھے، اور کچھ دیر ریل یہاں ٹھہری تھی۔

۱۔ میں اس وقت سٹیشن پر موجود تھا جب فیروز پور سے گاڑی آئی تھی جس میں عبداللہ آتھم اور ڈاکٹر کلارک موجود تھے۔

۲۔ میں بھی گیا تھا، بڑا ہجوم تھا۔ عیسائی تو عموماً لاہور کے کیا، امرتسر گوجرانوالہ وغیرہ امصار قرب و جوار کے موجود تھے، قس علی ہذا آریہ بھی موجود تھے، اور ہندو مسلمان بھی موجود تھے۔ غرض ایک بڑا پر رونق میلہ تھا۔ عیسائیوں میں تو عموماً نعرہ شادمانی بلند تھے اور قوم کے لوگ اور خصوصاً مسلمانوں نے بھی اظہار مسرت کیا، عبداللہ آتھم اور کلارک صاحب پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے۔ عجب نظارہ تھا۔

مولا بٹالویؒ: آپ صاحبوں نے بچشم خود دیکھا اور اخبارات کا ملاحظہ کیا ہوگا عبداللہ آتھم اب تک زندہ ہے اور قادیانی پیش گوئی جھوٹی ہوئی۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں ہم نے مفصل اس کا حال لکھ کر اس شخص کے آلہ یا حربہ کا گلٹ یا ملمع کھول دیا ہے ...(مولانا بٹالویؒ نے لکھا ہے)

اس پیش گوئی میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر قادیانی نے بایں الفاظ کی ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ

میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا، تو کیا یہ سب آپ کی منشا کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں؟

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں:

حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر ومبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً وابداً صادق ومصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں۔

مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی وملہم ومبشر ہو، یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع و ظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے اور اپنے الہام و بشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار ونشان ٹھہراوے اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے، تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کر لونگا، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت وترویج کے لئے دیدونگا، جیسا کہ قادیانی کیا اور کہا ہے

اس پیش گوئی کو اسکی تفسیر میں قادیانی نے اس نشان موت کو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔ اور رسالہ حجت کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دونگا، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدونگا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت کے صفحہ ۳، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ نہیں حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے: ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس کافی کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالی سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایکسال کی معیاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے

بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالی نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے۔ پھر صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔،

اس دعوی و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے، جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے، سے تو انکار کیا مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے:

قولہ بہر کیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں، اس کو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔

اور رسالہ اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر: جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ عبداللہ آتھم۔

کسی دعوی و درخواست و تجویز و شرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ۶ میں کہا ہے

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔ پھر صفحہ ۷ میں اس کے جواب میں کہا: مگر تا ہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے....الخ۔

پھر اس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی صاحب سے سوال کیا ہے کہ

اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اور اس سے رسول

ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہوگی یا نہیں۔

اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین پر صاف ثابت وہویدا ہوگا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہوا، تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا اس کی طرف سے ملحوظ و برقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گو فریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا مگر اس بات کو تسلیم ہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائداد فریق مقابل کو دے گا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار نشان وشرط حقیقت اسلام قرار دے وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے۔ اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اور ان کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا ہے مگر در پردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان و دلیل کو شرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو اور مخالفین اسلام کو غلبہ وفتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی ملہم مبشر وپیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیش گوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعوی نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دونگا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار ہوا اور یہ ارشاد ہوا قل انما الآیات عند اللّٰہ وانّما انا نذیر مبین جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤنگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسے حد سے حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔ اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو حتی کہ نام کے مسلمان قادیانی کو بھی انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی ملہم مبشر پیش گو کو یہ جائز وحلال نہیں ہے کہ اپنے الہام وبشارت وپیش گوئی کے مضمون وصدق وتحقیق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق واعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی یا تحقق اس کے خلاف کے وہ اسلام کو سلام کرے۔ اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی تو اس کے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا

اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے، اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہوتو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیشگوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض و مزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے، اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیش گوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیش گوئی خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چہ جائے کہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید ومولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیش گوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت میں ہوا، تو پھر دوسرے لوگ گو فرضکے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعوی کرسکتے ہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسبات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیش گوئی پر زور نہ ڈالا جائے، اور تحکم کی راہ سے یہی دعوی نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیشگوئی کی صداقت میں شکوک پیدا ہوکر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جب کہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے، تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۲ میں کہا ہے:

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعوی نہیں، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالی اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالی کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا

تھا مگر ہمارے سید و مولا رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شائد پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے:

سو ان وقتوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگر چہ حالت نازک ہے مگر تو بباعث ضعف بشریت شک مت کر۔ یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

...قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے جب آنحضرت ﷺ صادق و مصدوق کی پیشگوئیوں کی نسبت قادیانی کا یہ اعتقاد ہے تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہوسکتا ہے۔ اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے، کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں۔ کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔ اور وہ اپنے الہام و پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے۔ اس کا اگر یہ دعوی ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ اور اگر وہ یہ دعوی نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنے کے یقین کے موجب و مثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتے ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلونگا اور دین اسلام چھوڑ دونگا، دیدہ دانستہ التزام و تسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ و علم عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سر دست کافر ہو جاتا ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی ص ۱۴۷۔ اس کے کفر میں کیا کسر رہتی ہے۔ اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاویگا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعوی نشان نمائی میں جنگ زرگری کیا ہے اور دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے اب اس کا کذب و افتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کے مدافعت عمل میں آتی ہے۔ اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔ اندرونی طور پر اس پیش گوئی کے دروغ و افتراء ہونے پر بہت سے دلائل و علامات خود اس پیش گوئی میں پائے جاتے ہیں جن سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں، شیطانی ہے۔

دلیل اول: اس کا مضمون (طالب نشان کے لئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبد اللہ آتھم) کو دکھایا گیا ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے

اور مسلمان ہو جانے کا اقراری تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے) پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا اور اس کا ظہور اس کے مر جانے کے بعد ہوا تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا۔ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا۔ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا۔ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائے گا، اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ اسی وقت (بعد الموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا، کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے شخص بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام کو ایسا نشان جو اسکے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا ادنی عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خدا تعالی حکیم وعلیم ورحیم کا کام کیونکر ہوسکتا۔ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا تعالی کی شان اجل وارفع ہے اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی وتذلیل کراتا ہے اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام ثابت ہو ،تو بھی خدا تعالی وتقدس کی شان سے بعید ہے ۔اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین ۔اور قادیانی نے بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام وایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہوسکتا خود اسکا مضمون اسکے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے

دلیل دوم: اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین وتشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان ومعاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص، پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبد اللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ ایم کلارک وغیرہ بھی داخل تھے، مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام وعدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق وانقضاء مدت عمر ڈپٹی عبد اللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا۔ ورنہ یہ کہہ دیا جائیگا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب وہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ وامرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے

بلکہ شیطان کی طرف سے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور ایسے دھوکہ دینے والا الہام اسی کا کام ہے۔

دلیل سوم: اس پیشگوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں (یعنی جہنم میں ڈالا جائے گا جو ہر ایک مخالف حق کا ٹھکانہ ہے) پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے اصل الہام و پیشگوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئیگا، جب کوئی ان میں سے مریگا۔ اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے، نہ خدائے رحمان کا۔

دلیل چہارم: اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، عمداً نہیں کرتے ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقیق و عدم تحقیق کا علم خدا تعالی کو ہی ہوسکتا ہے، نہ کسی بشر کو اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقیق یا عدم تحقیق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا۔ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

دلیل پنجم: اس پیش گوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ یوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا۔ ۱۳ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزا موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتے۔ ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے،، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتے اور اس میں تاخیر واقع ہوتی۔ اور یہ تاخیر سزا بتمادی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم و حلم و انعام الہی ہے۔ اور یہ خدا تعالی کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے، اتنے دن خدا تعالی اسکی سزا میں دیر کرے، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہ پانچ وجوہات و دلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن وحدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب وہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ واوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خودغرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنی درجہ کا مسلمان نہیں ہے، وہ خدا تعالی کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا تعالی کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کیلئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پائخانہ کہاں پھرتے ہوں وغیرہ۔ اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت وشان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت و رسالت بن بیٹھا ہے۔ اسی طرح وہ اور اصول واعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔ اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو، تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ بلاعوض عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے اور اس کی خودغرضی تو اس کی ہر ایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔ اور ہزار ہا روپیہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔ اور ہنوز ھل من مزید کی صدا جاری ہے۔ پھر ایسا بداعتقاد و بدخلق خودغرض، شرف خطاب الٰہی سے مشرف یونکر ہوسکتا ہے۔

یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے

ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے نہ کسی مسلمان کو یہ پہنچتا ہے کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے کیونکہ خدا اور اس کے رسول نے قادیانی کو پیشگوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما ینطق القادیانی عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے۔ و بناء علیہ یہ نہیں فرمایا، اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔ اور اس کی شکست و الزام کو کب اپنی شکست و الزام تسلیم کیا ہے۔ پادری لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نور افشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل

اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔ یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے۔ اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

اس پیش گوئی کا وقوع ہوا۔ یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم۔ یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہو گیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان ہو جانا تو متوقع ہی نہیں کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہو گئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی اور اگر عبداللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیشگوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی و ملہم وخطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے

اور اس اعتقاد سے وہ مرزا قادیانی کی پیروی و مریدی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے۔ لہذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے۔

یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آ گئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم و ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی و بیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی بلکہ ایک دروغ گوئی ولاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام وخطاب سے مشرف ہو سکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ وسوال پیدا ہو کہ پیش گوئی خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلے تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیشگوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے رسالہ نمبر ۱ و ۲ نمبر ۱۵ میں کئے ہیں۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن نجومی رملی جفری جوتشی پنڈت، سیئنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، دلیر بے شرم، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچے نکلتے ہیں۔...

قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا یعنی ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرہویں مہینے کی ٹھیک آخری دن فوت ہو جائے تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ چیز قابل وقعت نہ سمجھیں

گے ۔ اور قادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب وزندیق خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اسکی مضرت سے بچ جائینگے اور اپنے آپکو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائینگے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کو ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کے آگ میں جانا منظور کریں گے ۔ پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔...

اسی قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور ہیں ۔ اور کتب صحاح میں موجود جن کی نقل سے تطویل متصور ہے اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم جفر مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل وقیاس ومشاہدہ حالات عمر سے ہوسکتی ہے) سچے اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے ۔ اور اس کے عقاید کفریہ اور اخلاق وعادات شنیعہ کی نظر سے اسکی اس خبر کو اگر بالفرض صادق ہو گئے، کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے ۔ جو قادیانی کے مناسب حال ہے ۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۱۵ ص ۲۲۲ تا ۲۴۴ مختصراً ۔ بہاء)

غرض مولانا بٹالوی نے بڑا اطول طویل بیان فرمایا پھر اشتہاروں اور اخباروں کی آراء کا اظہار ہونے لگا۔ پہلے اشتہار پڑھے گئے ۔ مولوی ثناء اللہ کے اشتہار کا عنوان تھا:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا له لحافظون

آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا کیسے اپنے دین اسلام کی تصدیق کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں ۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا ۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے ۱۵ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے ۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جس کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۲۰ ۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے ۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے؟ حکیم نور الدین کہاں ہیں؟ احسن امروہی کہاں ہیں؟ ریاض ہند کے نوجوان اڈیٹر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے،

کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے معذور لیکچرار کہاں ہیں؟ خواجہ لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ...... الخ

ضیاء الاسلام: مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر
مثیل الدجال کی روسیاہی

یہ اشتہار مولوی حکیم ڈاکٹر غلام رسول نے شائع کیا۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو مرزا قادیانی کی روسیاہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے، یہاں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ لکھا ہے

ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہائت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے (اپنے) اشتہار کا نام ،**محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس**، رکھا، حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے ہیں کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے، پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ نے مجبور کیا ہو گا۔ چنانچہ پہلی خط فلپیون کے باب نمبر ایک کی آیت ۱۸ یوں ہے۔

پس کیا ہے، ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے، خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ الخ

اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کی کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دین داری میں ضرور دھبہ لگے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرنطیون کے پہلے خط کے باب ۹ آیت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہر گز، ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلنا تو ان پر فرض ہوگا کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

اثر مباہلہ عبدالحق غزنویؒ، بر غلام احمد قادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں آیت فبهت الذی کفر نقل کر کے یہ بیت لکھا ہے

کذبت واللّٰه فی دعوی نبوّتک
تبّت یداك ستصلی فی غد سقرا

یعنی بخدا تو نے (اے قادیانی) دعوی نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں اور شتاب دوزخ میں داخل ہوگا (یعنی اگر اس دعوی پر مرا)۔

اس کے بعد لکھا ہے:

کیوں مرزا جی! (میرے بالمقابل ۱۸۹۳ء میں) مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے؟ منہ اچھا کالا ہوا یا کچھ فرق ہے؟ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے یا خاتمہ ہے بے شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے، آپ کا دعوی و الہام و پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ آپ کا الہام کیوں فیل ہو گیا؟ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل اور سیاہ ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ؟ آپ نے جو مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ کیوں مرزا! جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں، آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں؟ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبروار ذکر کی جاتی ہیں۔

(اس کے بعد موت عبداللہ آتھم کی قادیانی پیش گوئی، جنگ مقدس سے بالفاظ قادیانی نقل کر کے کہا ہے)

اب وہ تاریخ گذری، آتھم آگے سے زیادہ قوی، تندرست، صحیح المزاج ہے، یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان، بدکار، لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسی مجدد مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا

گر نماندے از وجود تو نشان
نیک بودے زیں حیات چوں سگان
زاغ گر زادے بجائے مادرت
نیک بود از فطرت بد گوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا قادیانی کی شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۳ء صفحہ ۸۸ میں یہ لکھی ہے

پھر ماسوائے اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض

امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے، جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی۔ اور وہ راولپنڈی میں اپنے ماموں رسالدار کے پاس نوکر ہے، بالکل صحیح و سالم خوش و خرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے۔ و لکن اعمی القلب لیس بمھتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیوں کر ہو علاج
کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

پھر قادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے اخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائیوں کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ قادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اسلام قادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

مسیح کاذب خاکدانی: مرزا غلام احمد قادیانی

اس اشتہار کو منشی و مولوی سعداللہ سعدی لودیانوی اور دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے:

عوام و خواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی و عقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتوی دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجوہ اس کے دام تزویر میں آچکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔ اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلارک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ

تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔ اپنی خود کلامی وخود غرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔ اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا رد کون سی عجیب بات تھی، جو اب مرزا نئی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثہ میں (یہ مسئلے) خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبداللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب قادیانی نے یہ زٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائیگا۔ اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنیکی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکایا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ مجھے عیسی ومہدی و نبی ورسول مبشر عیسی کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آ کر اس عجز و نیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آ گیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا

کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔ خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔ آدھی رات گذر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود ہے۔ کوئی شخص بن آئی نہیں مر سکتا، خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم و عمل الترب وغیرہ سے کیا ہو سکتا ہے۔ لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کو خوب شرمندہ کیا اور ان کی روزمرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔ یہ تو ان کو حق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے، اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں۔ پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آ کر لکھ مارے جو ان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس مباحثہ میں کوئی مسلمان، عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔ تماشائی ہونا اور بات ہے، یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے۔ نہائت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے، اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے۔ یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتوی اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا۔ اور کچھ نہیں تو پادری کلارک کا اشتہار تو دیکھا ہوگا۔ جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے۔

(اور اس اشتہار کے اخیر میں سعدی لودیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کو اہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں۔ ازاں جملہ چند ابیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

در جوّ سماء چند بتابد شررے چند　　در باغ بماند شجرے بے ثمرے چند
مرزا توئی الحق فرط اعور دجال　　گشتند دوان در پس تو کورو کرے چند
تصدیق نصاری و یہود از عجب نیست　　دجالی و دجال دہد شان پرے چند
گرفت یکے در یتیم آملے از وے　　در سلک غزل سفت جو صائب گہرے چند
بنما بصاحب نظرے گوہر خود را　　عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند

فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لودہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتہرین نے قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح قرار دیا ہے،

نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام۔ اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا ارے پر فتنہ و مکار مرزا
مسیح کاذب و مہدی کذاب سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا
پڑیگی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفا مت ہو کہ عبدالحق سے تو نے طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحدالعین ترا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نوردین واحسن فصیح درامد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی انہیں سے کر تو استغفار مرزا

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم و اسود ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی

یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

نئے اور پرانے عیسائیوں کی جنگ مکدّر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو

اس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلّہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے اور اس میں اول سے آخر تک عیسائیت ہی پر لے دے ہوئی ہے، مرزا قادیانی کی بھی حسب ضرورت خدمت کی گئی ہے۔ اس کے ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے

محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحیوں اور محمدیوں کی جنگ مقدس کا نتیجہ، ہماری نظر سے گذرا۔ جو کچھ تم نے قادیانی صاحب کی نسبت لکھا ہے، اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ وجدال سے پہلے ہی قادیانی کو دجال، مردود، کاذب، بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ بالکل محمدی نہیں۔ اور تمہارا کروڑہا اہل اسلام (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) طرف سے (اس قادیانی کو) مناظر قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے۔ اور اس کی ہار جیت کو کل اہل اسلام کی ہار جیت تصور کرنا، اس سے بڑھ کر حماقت کی نشانی ہے۔

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب اخگر ساکن کٹرہ بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے۔ اس کے نصف حصہ میں قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا، جو دو ورقہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی کی ہے۔

غلام قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار درّۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پہلے مرزا قادیانی کی خبر لی ہے، پھر پرانے عیسائیوں پر لے دے کی ہے۔

اس قسم کے اور بھی اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔ اور ان میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر کسی مشتہر نے مسرت ظاہر کی۔

اخبار وفادار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں آتھم کے ایک خط کا خلاصہ بایں الفاظ نقل ہوا:

میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱، ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی

موت کی پیشین گوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے آپ کو معلوم ہے ۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے نہیں مرا ۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں، جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا ۔ اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سوتاویل کریں ۔ کون کسی کو روک سکتا ہے ۔ میں دل سے اور ظاہرا پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں ۔ اور خدا کا شکر کرتا ہوں ۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا ۔ اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے ۔ انگریز بڑے حکمت والے ہیں ۔ ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے ۔ ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے ۔ میں راضی وخوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے ۔ زندگی موت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے ۔ اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے ۔ اور جو کوئی چاہے پیش گوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں، سب مر جائیں گے ۔

(منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶)

 نور افشان لودھیانہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء، میں لکھا ہے:

اس مقام پر اس بات کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا کہ امرتسر میں ڈپٹی صاحب (آتھم) کے قتل کرنے کے لئے تین حملے کئے گئے چونکہ ان کا امرتسر میں رہنا باعث اندیشہ تھا اس لئے ڈپٹی صاحب ۳۰ ۔ اپریل کو امرتسر سے جنڈیالہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے لودھیانہ کو چلے گئے جہاں ایک شخص نے برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا لودھیانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروز پور میں رونق افروز ہے اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے بندوق کی بھی دو دفعہ گولی چلی ایک دفعہ ایک شخص گنڈا سا لئے ہوئے نظر آیا دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے پر مفرور ہو گئے اور انہی میں سے ایک دفعہ رات کے وقت تین آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیش گوئی کا آخری روز تھا) اس لئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے رات کے وقت حسب معمول پہرہ رہا۔

مسٹر عبداللہ آتھم امرتسر میں

مسٹر آتھم امرتسر میں منعقدہ ایک تقریب میں کہتے ہیں:

میرا خیال تھا کہ شائد میں مارا ہی جاؤں لیکن تس پر بھی کلیسا خدا کی کلام کو یاد رکھے..کہ اگر تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو، تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا کیونکہ خدا تمہارا تم کو آزماتا ہے۔

اور یہ جو مہینے گذرے ہیں اس کی بابت میں نے دو باتیں دیکھیں جن سے میری تسلی رہی ۔ تجھے خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون (یہ کہہ کر اس کے آنسو نکل پڑے، اور عیسائی جماعت کے آدمی بھی اشکبار ہوئے)

مولانا بٹالوی: قادیانی چونکہ ایسا شیر بہادر دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے اس نے عبداللہ آتھم کے اس بات کے کہنے کو کہ، میں مارا جاتا، اور اس پر رو دینے کو، اپنے دعوی کی دلیل بنا لیا اور یہ مشتہر کیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے ردّ و جواب اور قادیانی کی درخواست قسم وغیرہ کے جواب میں مسٹر عبداللہ آتھم کو یہ مشتہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ بلکہ تیرے ناجائز وسائل و تدابیر سے ڈرنا پڑا۔ اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے

خط عبداللہ آتھم: بخدمت مکرم اڈیٹر صاحب نور افشاں۔

بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب قادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اولین میں نجات کیلئے مدد نہیں لی۔ ہاں البتہ میں جناب کے خونی فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔خصوصاً چار مہینے آخری آپکے ۱۵ ماہ کی نبوت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور تثلیث میں کچھ تزلزل ہو کر (ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی) باقی رہی یہ بات کہ میں پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھونگا اور نہ آپ کے روپئوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں اس کے شامل میں نہیں۔

یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستّر برس کی تو عمر میری ہے۔ پھر

آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا جو ایک سال کی مہلت اور طلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو، میں تو موت کیلئے تیار ہی بیٹھا ہوں مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر و عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔

عبداللہ آتھم فیروز پور۔ محررہ ۷ استمبر ۱۸۹۴ء اشاعۃ السنۃ ج ۱۶ ص ۱۱۲ تا ۱۱۴۔



ڈپٹی آتھم کا خط ۲۷ ستمبر ۱۸۹۴ء

جناب محسن بندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور۔ تسلیم

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشان وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی، جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا، نہ ظاہرا، نہ باطن میں۔ تو اب فرمایئے کہ اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے اس سے صاف جان سکتا ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دے۔ سو صاحب من! میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔ متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت کھاؤ۔ ہاں کی ہاں۔ اور نہ کی نہ ہونی چاہیے اور ہزار دو ہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوا بازی ہے۔ میرے خیال اور میریمذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔ مرزا صاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔ میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالی، تو مرزا صاحب قادیانی پر رحم کر۔ اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے۔ اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخش۔ آمین۔ اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی ہوں قریب سترّ سال کی عمر کا ہوں۔ آخر کہاں تک جئوں گا کون جانتا ہے کہ کب خدا تعالی بلالے۔ زیادہ نیاز۔ آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ قادیانی کے اختیاری اسباب و تدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے، ہم ایک دیسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو (اگر وہ ادنی فہم و انصاف بھی رکھتا ہوگا) شک نہ ہوگا۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ

عبداللہ آتھم ایک مذہبی آدمی ہے اور وہ اپنے مذہب کی کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔ پس اگر اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔ اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لودہانہ کا رعب روک سکتا ہے نہ مسٹر میا داس اکسٹرا اسسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔ لہذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا۔ اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا۔ بلکہ وہ قادیانی کے اختیاری وسائل ومخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں)، لیجئے جناب قادیانی صاحب! یہ نقل مکانی آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈرنے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٹی آپ پر پڑی۔

اختیاری وسائل وتدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ میں ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا، چال چلن کے رو سے خونریز اور ڈاکو نہ تھا، پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی، اگر یہ حق کا خوف نہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً وعلماً تمہارے ڈاکو وخونریز ہونے میں کیا شک ہے۔ جب تم اپنی کتاب وساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف لکھ چکے ہو کہ کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی، خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کر دے۔ اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے، تو جمیعت کی کسر ہے۔ اور یہ بات مسلّم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت ومعلوم ہو گیا تو اب عمل میں بجز جمیعت کیا کسر رہی؟

ہم تھوڑی دیر کیلئے بطور فرض محال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر آتھم آپ کی پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیشگوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمریزسٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو ملہم مان کر اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشہر پھرا، بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیشگوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا اور اس کا مر جانا ضروری تھا۔ اولاً اسلئے کہ موت کا عذاب موعود ڈرنے سے نہیں ٹلا کرتا (جیسا کہ قوم عاد وثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلانے سے نہیں ٹلا) نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا)۔ ثانیاً اسلئے کہ اگر اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی

نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا کیونکہ اس شرط کا تحقق ہوگیا اور آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا، یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا صرف پیشگوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً صحیح نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام عارضی، جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے (جو منقول ہوئیں) ثابت ہوگیا ہے۔ اگر وہ الہام اور وعدہ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا، جو عالم الغیب تھا اور آتھم کی حالت بعد سے واقف تھا، تو ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا، اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔

از آنجا کہ آتھم باوجود تحقق شرط عذاب زندہ رہا، لہذا باوجود تسلیم وفرض اس امر کے کہ وہ اس پیشگوئی سے ڈر گیا، یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا، عذاب موت کا واقع نہ ہونا اور اس کا مارا نہ جانا، اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ قادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اسکے ملہم (معلم الملکوت) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے قادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہذا اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے قادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا، اور آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور درصورت انکار آتھم، اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا، حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

مزید اس قادیانی نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپیہ انعام تجویز کیا جس سے آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپوا دیا ہے۔ اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ عقل مند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپیہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے، وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپیہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا۔ اور اس امر کا قادیانی کو یہ یقین ہوگیا ہے تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔

مزید یہ کہ قادیانی نے اس دھوکہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے مریدوں کو اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۶ میں یہ کہا ہے کہ کیا میں پاگل ہوگیا ہوں، دیوانہ ہوں، کہ اگر قطعی طور پر یہ مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہوگیا ہوں؟

اس دھوکے کا ازالہ یہ ہے کہ قادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار، عیار ہیں اور اس انعام میں بڑھتے جانا آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی

طور پر علم و یقین ہے کہ آتھم اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلا خوف کیوں تعداد میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام میں نہ لاویں؟

مزید براں قادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیشگوئی کا ڈھکوسلہ بنا لیا، جس سے اپنے مریدوں کے پاؤں میں ایک اور رسہ ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے آتھم کے قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار و چار ہزار میں یہ الہامی پیشگوئی کی ہے کہ وہ قسم نہ کھائیگا اور قادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئیگا، بنا بریں اسکے مرید اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی الہامی نہیں اور آتھم کے قسم نہ کھانے کی خدا نے قادیانی کو خبر نہیں دی، تو وہ قسم کھا کر اس پیشگوئی میں قادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا؟

اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی عیسائیوں نے ایسا دیدیا ہے جس نے اس پیشگوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی ووافی ہے۔ ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر میں اشتہار چھپوا کر شائع کیا ہے جو یوں ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفر کا فتوی لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتوی غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آتھم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سور نہیں کھا سکتے، اسی طرح آتھم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں۔ عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں۔

اگر آتھم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے، پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں ورنہ بار بار قسم کے اشتہار آتھم صاحب کے نام دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے۔ سو معلوم ہو کہ اگرچہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبریل ہمارے پاس نہیں آتا، تو بھی ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز خنزیر کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان

ثابت نہ کرسکیں گے۔

الراقم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر (اشاعۃ السنہ ج ۱۶ص ۱۵ تا ۱۹)

نکاح آسمانی کی تاویل اور بٹالوی تبصرہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا　　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ادھر صبح ہوئی اور سورج کی کرنوں نے اپنا سنہری عکس دیواروں کی چوٹیوں اور درختوں کے پتوں پر ڈالا۔ اور روشنی نے اپنا قبضہ کیا ادھر حضرت اقدس امام ہمام مسیح وقت مہدی دوراں عشرت کدہ خاص میں برآمد ہوکر دربار عام میں رونق افروز ہوئے۔ مصاحب باتوفیق ورفقاء طریق اور خوش آمدی لنگر کے ٹکڑے کھانے والے مرید پیروں کو بے پر کے اڑانے والے پہلے سے منتظر چشم براہ حاضر تھے۔ سلام و مجرا ادا ہوا۔ نعت ومناقب نظم ونثر حضرت اقدس (مرزا) کی شان میں پڑھی گئی اپنے اور بے گانے اپنے اپنے پایہ اور ٹھکانے سے جاگزیں ہوئے دربار عام منعقد ہوا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ مرزا صاحب نے پہلے ذکر رقیب ہی چھیڑا۔

مرزا قادیانی: بہت لوگ دریافت کرتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد سلطان محمد ساکن پٹی کی نسبت جو پیش گوئی تھی اس کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان بھی نہیں۔ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے۔

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے پہلا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے ساتھ۔ اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا۔ یہ دونوں حصہ ایک ہی پیش گوئی اور ایک الہام میں داخل تھی۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور جیسا کہ پیش گوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کے حرج اور تکالیف مالی اور ناکامیاں دیکھیں۔ اور اس حصہ کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنے اشاعۃ السنہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ پیش گوئی تو پوری ہوئی مگر الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے دشمن بھی انکار نہ کرسکے کہ اس پیش گوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہوگیا

حاضرین جلسہ: آمنا وصدقنا۔ اس میں کیا شک ہے؟ ہر کہ شک آرد کافر گردد

غیر: حضرت جی! مرزا احمد بیگ کا مرنا تو عجائبات سے نہیں بلکہ ایک امر طبعی ہے اور ہر ایک ذی روح کے واسطے بحکم کلّ من علیہا فان ایک دن آنا ہے گفتگو تو یہ ہے کہ احمد بیگ کی وفات آپ کی پیش گوئی کا نتیجہ نہیں یہ آپ کا نرالا ڈھکوسلا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں اس پیش گوئی کے کسی حصہ کے پورا ہونے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۲۵ میں بسوال سوم مولانا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ

> اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں آپ نے پبلک میں شائع کیا تھا، اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں، کہ اس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص آدمیوں میں شائع کیا تھا جب کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ معلوم ہو چکا ہے۔

اس سوال سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ اشتہار جس میں یہ پیش گوئی درج ہے احمد بیگ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ اس صورت میں آپ ہی فرماویں کہ آپ کی پیش گوئی کی بنیاد اور الہام کی وقعت کیا ہے۔ جب کہ وہ بعد وقوع ظاہر کیا گیا۔ دوسرے حصہ سلطان محمد داماد احمد بیگ یا رقیب خود کی بابت جو پیش گوئی ہے خواہ الہام سے اور کچھ اور۔ حصہ اول مرقومہ جناب کی نسبت یہ کسی کو سوال ہے اور یہ اس کو نتیجہ آپ کی پیش گوئی کا کوئی شخص سمجھتا ہے۔ جب تک کہ آپ ثابت یہ کردیں کہ احمد بیگ کی وفات کی نسبت پیش گوئی اس کی وفات سے پہلے پبلک میں شائع ہو چکی تھی۔ اب آپ سے ان کے نکاح آسمانی اور آپ کی محبوبہ ومطلوبہ کے زوج ثانی کی وفات کی بابت سوال ہے ، جواب تک پوری نہیں ہوئی۔

مرزا قادیانی: اس شخص سے کہہ دو کہ خاموش بیٹھا ہماری تقریر سنے جاوے اور کچھ گفتگو دخل در معقولات نہ کرے ورنہ محفل سے: پابدست دگرے دست بدست دگرے، نکلوا دیئے جاؤ گے

حواریین: آپ سنتے نہیں کہ حضور کیا فرماتے ہیں۔ خاموش۔ دم درکش، ورنہ ہم کو مجبوراً تعمیل ارشاد میں آپ سے برا نہ بننا پڑے۔

غیر: ہم کو کیا غرض؟ ہم نے ایک حق بات کہی تھی اگر یہاں سچ بولنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور اس جرم میں گلے کٹتے ہیں، تو لیجئے ہمارا سلام۔

مرزا قادیانی: باقی رہا وہ حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ میعاد مقررہ میں پورا نہ ہوا بلکہ

میعاد کے بعد پورا ہوگا۔تو اس پر وہی لوگ اعتراض کرینگے جن کو خدا تعالی کی ان سنتوں اور قانون سے بے خبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں، جن کے ذریعے سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے اور ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرز سے ہوتی ہیں اگر وہ لوگ عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادت کی طرف پھر رجوع کرلیں۔یہی سنت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری انہی کی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے..

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیے کہ یہ پیش گوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا بطور عذاب کے وعدہ تھا...

پس خدا تعالی نے تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ : کذّبوا بآیاتنا وکانوا بها یستھزؤن فسیکفیکھم اللّٰه ویردّھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰه انّ ربّک فعّال لما یرید۔یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا، سو خدا ان کی شر دور کرنے کو، تیرے لئے کافی ہوگا۔اور انہیں یہ نشان دکھائیگا کہ احمد بیگ کی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی۔اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا۔یعنی وہ آخر تیرے نکاح میں آئے گی۔اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا، خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنی منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔سو خدا کی طرف سے یہ اس قوم کے لئے نشان تھا۔جو بے باکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔فقرہ فسیکفیکھم اللّٰه کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ معلوم ہوئی کہ خدا احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر....احمد بیگ نکاح سے چھ ماہ بعد فوت ہوگیا اور اس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔اور ایسے ہی اس کے بے دین اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا لیکن اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی، ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا۔وغیرہ... چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے۔جو ایک حکیم صاحب

باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنی توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے۔ سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں ... جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہیں۔ جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس اس پیش گوئی کا یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جاوے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سوان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے ہیں، اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر نہ کیا، جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنے پاک کلام کی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

میں اس عورت کو اسکے نکاح کے بعد واپس لاؤنگا اور تجھے دونگا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دونگا جو اس حکم کے نفاذ میں مانع ہوں

اب اس عظیم الشان پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سے قہری عذاب دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھائے گا وغیرہ وغیرہ۔...

اس کے بعد جو اس سے انکار کرے۔ ان کو صلواتیں سنا کر ایک لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب، اور مولوی رشید احمد صاحب کو مقابلہ پر پکار کر ایک ڈانٹ بتلائی ہے۔

معتقدین وخوش آمدی: سبحان اللہ! صل علی کیا کیا نکات فرمائے ہیں جو دل کے اندھے اور ختم اللّٰہ علی قلوبھم کے مصداق ہیں، وہ کیا خاک سمجھیں گے؟

(نکاح آسمانی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک قادیانی نے لکھا ہے:

اسی قسم کے اعتراض نبی کریم ﷺ کی پاک ذات پر دریدہ دہن آریہ اور عیسائی بھی کیا کرتے ہیں ...اس نکاح کے متعلق جب تک خود مسیح موعود اور موعودہ عورت زندہ ہیں کسی قسم کا اعتراض کرنا کھلی بے حیائی ہے۔ الحکم قادیان ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔ اور اب تو پیمانہ ہے نہ ساقی، اس لئے اعتراض کا جواب نہ دینا بے حیائی شمار ہوگا۔ بہاء

محمدی بیگم، مرزا صاحب کی چچا زاد بہن عمر النساء بیگم کی لڑکی ہے یعنی مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین و غیرہ کی حقیقی بھانجی ہے، ہماری تائی یعنی بیوہ مرزا غلام قادر، محمدی بیگم کی سگی خالہ ہیں، گویا مرزا احمد بیگ جو محمدی بیگم کا

والد تھا مرزا امام الدین وغیرہ کا بہنوئی تھا...مرزا غلام احمد کی اپنی حقیقی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا محمد بیگ کے ساتھ بیاہی گئی تھی مگر وہ جلد فوت ہو گیا۔ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۳۷۔

الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۔ عبدالکریم: رات اس فضول مضمون کا تذکرہ ہوا جو کسی امام دین لاہوری نے اخبار عام میں ابھی شائع کیا ہے کہ اس نے احمد بیگ والی پیش گوئی پر اعتراض کیا ہے۔فرمایا (مرزا نے) اگر کوئی شخص خدا تعالی کے خوف سے غور کرے کہ چار شخصوں کی موت کی نسبت ہماری پیش گوئی تھی جن میں سے تین ہلاک ہو چکے ہیں اور ایک (داماد) باقی ہے تو اس کی روح کانپ جائے گی کہ کس دلیری سے اور کیوں وہ اعتراض کر سکتا ہے۔اسے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا تعالی کے مصالح اس میں ہیں۔ پھر فرمایا خدا تعالی کی عادت ہے کہ راست بازوں کے مخالفوں کی عمریں بھی ان کے کارخانہ کی رونق کے لئے لمبی کر دیتا ہے۔ خدا تعالی قادر تھا کہ ابوجہل اور اس کے امثال پر مکہ معظّمہ میں یک جا اور ناگہاں بجلی پڑ جاتی اور بہت بڑی ایذا پہنچانے سے قبل ان کا استیصال ہو جاتا مگر ان کا تار و پود درہم برہم نہ ہوا جب تک بدر کا یوم نہ آیا اگر ایسی ایسی کاروائیاں جلد جلد پوری ہو جائیں تو نبی بہت جلد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور وہ گرمی ہنگامہ کیونکر رنگ آرائے چہرہ ہستی ہو۔جس کے قیام کے بغیر طرح طرح کے علوم و حکمتیں بروئے کار نہیں آ سکتیں۔فرمایا خدا تعالی صادق کو نہیں اٹھاتا جب تک اس کا صادق ہونا آشکارا نہ کر دے اور ان الزاموں سے اس کی تطہیر نہ کر دے جو ناعاقبت اندیش اس پر لگاتے ہیں۔اس پر پھر آپ نے کل کی اپنی رؤیا سنائی فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ محمود کی والدہ آئی ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک جوتی ہے۔ اور مجھ سے کہتی ہیں یہ نئی جوتی آپ پہن لیں اور پھر میرے ہاتھ میں دیکر کہا یہ جوتی آپ کے لئے ہے پہن لیجئے دشمن زیر ہے (یعنی سلطان محمد ابھی مر جائے گا، محمدی بیگم تمہیں مل جائے گی کیونکہ معاشرے کے ایک طبقے میں بیوی کو پاؤں کی جوتی بھی سمجھا جاتا تھا) (الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۔۲)

پیش گوئی چار کے مرنے کی تھی، تین مر چکے ہیں، ان کا حال یہ ہے، کہ سبھی جانتے ہیں کہ آتھم پیش گوئی کی مدت میں نہیں مرا۔اور پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، لیکھ رام کو خارق عادت عذاب کی پیش گوئی تھی، وہ چھری سے قتل ہوا۔چھری سے قتل ہونا کوئی خارق عادت بات نہیں ہے، اور عذاب تو وہ ہے جو زندہ رہتا اور بھگتتا۔موت کو تکالیف سے چھٹکارا سمجھا جاتا ہے، ویسے بھی محمد حسین نے اسے چیلنج کر رکھا تھا کہ آؤ کسی میدان میں ثابت کرو لیکن مرزا نے انکار کر دیا تھا۔ تیسرا فرد احمد بیگ جس نے پیش گوئی کے وقت سے تین سال میں مرنا تھا۔ اس پیش گوئی کا مفہوم یہ تھا کہ روز نکاح سے سلطان محمد ڈھائی سال میں مرے گا۔ احمد بیگ تین سال میں۔ یعنی پہلے باری سلطان محمد کی تھی جس نے ڈھائی سال میں مرنا تھا، اور پیش گوئی سے ظاہر ہوتا کہ اس کی موت کے بعد، اور پیش گوئی سے مدت پیش گوئی کی تین سال کی مدت میں سے جو وقت بچتا، سال یا دو سال یا چھ مہینے ان میں احمد بیگ نے مرنا تھا۔ اگر یوں

نہیں تھا تو پیش ئی یوں ہونا چاہیے تھی کہ سلطان محمد اور احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ پھر جو کوئی بھی پہلے مرتا ٹھیک ہوتا جو بعد میں مرتا ٹھیک ہوتا۔لیکن پیش گوئی میں دی ہوئی ترتیب کچھ بتا رہی ہے جس کو مرزا ملحوظ نہیں رکھ رہے۔ یوں احمد بیگ کی موت بھی پیشگوئی کے مطابق نہیں ہوئی کیونکہ سلطان محمد تو ابھی زندہ تھا۔ پھر مرزا کا یہ کہنا کہ صادق اس وقت تک نہیں مرتا جب تک ثبوت نہ مل جائے ،تو اس کا مطلب یہی ہے کہ سلطان محمد کے مرنے اور محمدی بیگم سے شادی تک مرزا صاحب نہیں مریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ صادق نہیں ہوں گے۔ نہ سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہوکر مرزا کے ہاں بیوی بن کر آئی ، اور مرزا صاحب چل بسے۔اس کا کیا مطلب ہے؟)

(حکیم مظہر حسن کہتے ہیں) ہم اپنے ناظرین کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کی مجلس وعظ کے کمرہ کی آج پھر سیر کراتے ہیں۔ مولانا ممدوح معہ چند عمایدشہر اور متبحر علماء اور طلباء کے معمول کے موافق رونق افروز ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصنفہ ایک رسالہ انوار الاسلام روبرو پڑا ہے اور اس کے چند اوراق ہاتھ میں ہیں۔ حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند   از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

از سخنے کہ غیر خموشی علاج نیست   پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

قادیانی کی فرضی وخیالی زوجہ مرزا احمد بیگ مرحوم کی دختر نیک اختر کے شوہر ثانی (بخیال مرزا جی) مرزا سلطان محمد بیگ ساکن پٹی علاقہ قصور ضلع لاہور کی نسبت قادیانی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جس تاریخ کو وہ قادیانی کی زوجہ مذکورہ اپنے نکاح میں لائے گا اس تاریخ سے اڑھائی برس کے عرصہ تک وہ فوت ہو جائے گا اور اس کے مرنے کے بعد پھر خدا تعالیٰ اس زوجہ قادیانی کو قادیانی کی طرف واپس لائے گا اصل عبارت یہ ہے جو اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا   قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا   کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں سیاہ کیا ہے ..اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تو نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔

تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے ... حضرت داؤد نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی .. جاننا چاہیے کہ بائیبل کی رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مہر لگا دی ہے ..

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ اور اب بھی رکھتے ہیں، چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اسکے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تب ہی تو نقارہ بجا کر اسکی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں ۔غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری

میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا۔ تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک ومروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنیکے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے کذبوا بآیاتنا و کانوا بها یستهزؤن۔ فسیکفیکهم اللّٰه و یردّها الیک۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰه۔انّ ربّک فعّال لما یرید۔ انت معی و انا معک۔ عسی ان یّبعثک ربّک مقاماً

محمو داً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا۔ اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کیلئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا، اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردّ و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔ اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی، یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیض و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے۔ اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جابجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک نے اس خط کے مضمون کی منادی کی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افترا کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اپنے قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیش گوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے

پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھ رام اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھ دار آدمی یہ کافی ہے پہلی پیش گوئی اس زمانہ میں کی ہے جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیش گوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی، تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۱۔ ۲۸۸)۔

(مولانا بٹالوی ؒ فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بیقرار ہوکر ناجائز وسائل وتدبیروں کے درپئے ہوگیا۔ پس پہلے تو اس نے احمد بیگ کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب وترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب وترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا۔ جب وہ صاحب بھی قابو نہ آئے تو قادیانی نے اپنی پرانی بیوی اور بچوں کو جو احمد بیگ کے صلاح کار تھے، گھورنا اور ڈرانا شروع کیا۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈرسنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کردینے کا۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کردو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرادیا جاوے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔ اور اسکے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔ مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم ومستحکم رہے۔ ان کے نام کے

خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف و اقرار تخویف (ڈرانے) و خطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:۔

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔ بلکہ وہ سب گستاخی و استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔ اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضا و قدر تقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

(مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں) ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح و نیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی و جفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہو سکتی۔ جواب میں قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے۔

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو

اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تیئں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:۔

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں . .

وازآنجا کہ خدا تعالی ہمیشہ جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے گو ایک وقت تک ان پر حمرۃ الخجل (نادم کی سرخی) رہی لہذا سات اپریل ۱۸۹۳ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئے مرزا سلطان محمد زندہ صحیح و سالم خوش وخورم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا تعالی نے ولد صالح بھی عطا کئے جس سے قادیانی کی دروغ گوئی اور ذلت اور رسوائی تمام دنیا پر ظاہر ہوئی اور اس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی مگر اے حضرات قادیانی بڑا صاحب حیا وحوصلہ وہاضمہ ہے کہ وہ اس ذلت اور رسوائی کو شیر مادر کی طرح کرکے نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اور اس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے تمام جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے

عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی اس کی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بے ہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ نے بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر چہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہو گا۔ میعاد میں پورا نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی) ۔عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے، اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہو گا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔

سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔ مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت ومعلوم ہے کہ خدا تعالی

موقت وموعودعذاب موت کولوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔ اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے ۔ لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہوتو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اوراس کا خلاف ہرگزنہیں کرتا۔

٦ ۔ اس سنت الہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری، اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں ۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں ۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں ، تو ہم دوسو روپیہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہدیں گے کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے اب ناظرین اس پر ہمارے ریمارکس (تشریحات) سنیں:

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیش گوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا، نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ص ۱۴۵، اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے خط ۴ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے مضمون صفحہ ۸۰ شہادت القرآن منقول صفحہ ۱۸۷ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے ملاحظہ سے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس آنا ہے۔موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔ اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے۔

☆ نمبر ۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کرلیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتادے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر ۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

☆ نمبر ۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے

متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا یہ سوال و جواب بالفاظ ذیل ہوئے

سوال: غلام احمد کے الہام سے آپکے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں

جواب۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گذار رہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان، پھر نوجوان، پھر انگریزی خواں، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

☆ نمبر۴ میں جو سلطان محمد کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ محض دروغ و مغالطہ ہے۔ عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل منداس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں۔ اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ، مقیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار و اظہار کیا کہ، ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں،۔ اور ان کی یہ روایت قادیانی کی تائید وتصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔

وجہ اول کہ ان خطوں میں بقول قادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور وتوبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنجا لیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون ومشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور وتوبہ اصل مباشر کے انکار واصرار کے مقابل کالم یکن و ناقابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ و

استغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اور وہ قادیانی کے چھپے حواری اور ذو الوجھین (دورخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد ومولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا، تو باوجودیکہ عاجز ولاجواب ہوگئے مگر پھر بھی ان باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ: جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔، اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً و احساناً بلا معاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تاکہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔ لہذا ان

کی روایت وشہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

☆ مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی ونقلی دلیلیں بیان کر کے جو قادیانی نے کہا ہے:

کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی، یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنی درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔ آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔ تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الٰہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنالیا۔

☆ نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

۶۔ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے، اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسو روپئہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسو روپئہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہو گا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈر سنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ کسی اور جگہ معروض ہو چکا ہے۔

مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام

وشرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اوراس پر وہی دوسو روپیہ جو آپ نے تجویز کیئے ہیں، انعام لیں۔ مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ و لامذہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسو روپیہ تو کجا، دوروپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

☆ اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔ وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اوراس پر قسم کھا جائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا کے موعود موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور وتعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان و کانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں۔ اوراشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں۔

اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہو گیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت وموعود عذاب موت کولوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافر رہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد و کانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ وعذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

☆ محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

☆ وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔ اوران کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔ اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور انکو ہمارے دلائل و جواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی، الہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر، دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا

چاہتے ہیں، قلم بند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے انکا جواب لیں۔ پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ و مقابلہ کر کے اسکے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

مولانا بٹالوی، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ

۱۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ

۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ

۳۔ حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

۴۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

کا پورا جواب لکھوائیں۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ و مقابلہ کر کے قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپئہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپئہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرا لیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے۔

یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرئت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ، خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے، کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین و طمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہیں اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیشگوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۹۔ ۱۹۶)

لیکھ رام کا قتل

شام کا وقت ہے، ۶ بج گئے ہیں، آریہ سماج لاہور کے احاطہ کے اندر سے ایک چیخ کی آواز سرد سے بھری ہوئی نکلی دوڑیو! مارڈالا۔ اور قاتل ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ ادھر ادھر سے تو چل، میں چل، آدمیوں کا انبوہ اکٹھا ہو گیا۔

ایک کمرے میں چارپائی پر ایک جوان پڑا ہائے ہائے کر رہا ہے اور خون کا پرنالہ جاری ہے ایک جوان اور حسین عورت پریشان حالت سر کے بال بکھرے ہوئے بال نوچ رہی ہے اور ڈھائیں مار مار کر روتی ہے اغلب کہ یہ آواز اس کی عورت کی تھی۔

ایک تماشائی: ارے بھائیو! کیا ہوا، خیر تو ہے۔ یہاں تو خون کا نالہ بہ رہا ہے، دیکھو تو کمرہ کے باہر تک آیا ہے۔

دوسرا: ارے غضب ہوا، دن دہاڑے لاہور بھی پشاور ہو گیا۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک خون سر بازار ہو گیا تھا، ان ظالم قاتلوں کو دوسرے کا درد، یا خدا کا خوف نہیں، اپنی جان کا بھی اندیشہ نہیں۔

تیسرا: کون مارا گیا، کس نے مار دیا، کوئی لڑائی فساد کا شور وغل ہی نہیں سنا، یہ کیا بات ہے۔ ابھی تو رات بھی نہیں جو کوئی چور مار گیا ہو۔

اندر جا کر دیکھا تو مجروح کے پیٹ میں چھری کا ایک گہرا زخم ہے فوراً ڈاکٹر صاحب کو خبر ہوئی۔

ڈاکٹر: زخم کاری ہے، امید نہیں کہ مجروح جانبر ہو سکے۔ مجسٹریٹ کو اطلاع دینی چاہیے۔

پولیس نے فوراً احاطہ کے گرد پہرہ قائم کیا اور مجسٹریٹ کو اطلاع دی جس نے مجروح کا بیان لیا۔

مجروح۔ میرا نام پنڈت لیکھرام ہے، میں آریوں کا اپدیشک ہوں، کچھ دن سے ایک شخص آیا، اس نے کہا کہ مجھ کو لوگوں نے مسلمان کر لیا تھا، پہلے میں ہندو تھا۔ اب میں پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ مجھ کو شدہ کر لیجئے۔ میں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرنے کو جگہ دی کہ تجھ کو شدہ کیا جائے گا۔

آج شام کو میں باہر سے آکر اپنے کمرہ میں لیٹنے کو آیا، بستر پر قدم رکھا کہ ظالم نے میرے پیٹ میں چھری ماری کہ تا بدستہ اندر چلی گئی، پھر مجھ کو خبر نہیں کیا ہوا؟ بیٹھا تو گرا، گرا تو بے ہوش۔

عورت: میں مجروح کی بیوی ہوں، میں دوسرے کمرے میں تھی جب ظالم نے ضرب لگائی اور ہائے کی آواز میرے کانوں میں پہنچی میں فوراً اس طرف آئی۔ قاتل مجھ کو دروازہ میں ملا، میں نے

اس کو پکڑا، مگر وہ جوان اور مضبوط مرد اور میں عورت ذات، مجھ کو دھکا دیا اور ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔

پولیس نے اور لوگوں سے دریافت کیا۔ سب نے لاعلمی بیان کی۔ تفتیش مقدمہ تلاش مجرم ہونے لگی۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔

مجروح کا نہایت سرگرمی سے علاج ہوا، مگر زخم کاری تھا جانبر نہ ہوا، دن نکلنے سے پہلے دم نکل گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے مقتول کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا اور نتیجہ پولیس میں بھیج دیا لاش ورثاء مقتول کو دی گئی۔ آریوں نے مقتول کے حسب دستور تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ کے آریہ بھی آ گئے تھے، بڑی دھوم دھام سے ارتھی نکالی گئی۔

پولیس کی تفتیش اور تلاش سے قاتل کا پتہ یا سراغ نہیں لگا۔

لوگوں کے دل پر اس ناگہانی موت کا سخت اثر ہوا، ہر شخص کی آنکھ سے آنسو جاری، ہچکی طاری ہوئی، اور مختلف لوگوں نے تعزیت کی۔

پہلا شخص:

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت ست کہ گویند جوان سنی

دوسرا شخص: بھائیو اس دنیا کیلئے بغض و عداوت حسد و کینہ سے تو تو میں میں کرتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ دنیا چند نفس ہے، اسکا اعتبار کیا ہے۔ ایک قدم اٹھایا دوسرے کا بھروسہ نہیں۔ یہ چل چلاؤ لگی ہوئی ہے۔ کل شام پنڈت لیکھرام بازار میں پھرتا تھا، اس کو خبر تھی کہ میں رات کو مر جاؤنگا۔ آج اس کو پھونکنے کیلئے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں خاک کے ڈھیر کے سوا نشان بھی نہ رہیگا۔ پھر وہ نہیں

افسوس کہ عمر رفت ہوشیاری ہست
دردا کہ خیال خویشتن داری ہست
فغاں کہ قافلہ عمر رفت نیم قدم
طریق راست نہ پیمود نفس کامل ما

تیسرا شخص: دنیا کے یہی کارخانے ہیں، ایک آتا ہے ایک جاتا ہے، کہیں شادی ہے کہیں غم ہے، کس کس کو روئیں اور کس کس کا غم کریں، آخر سب کے واسطے ایک روز یہ دن درپیش ہے

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کی جئو چشم تر ہرگز
بہت سا روئے اس پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں

چوتھا شخص: آدمی اپنی آن کا پورا تھا، کسی سے دب کے نہیں چلا۔

پانچواں شخص: جب ہی تو یہ روز بد دیکھا، اکثر لوگ اسی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے، خصوص غیر مذہب والے منہ، پھٹ تو تھا ہی جو زبان پر آیا بک دیا، تہذیب کلام یا زبان کو لگام تو تھا ہی نہیں۔

چھٹا شخص: ذاتی عداوت تو کسی سے تھی نہیں، مذہبی جوش میں ہر ایک سے اڑ جاتا تھا، اس واسطے سب سے برا تھا۔

ساتواں شخص:۔ مرزا قادیانی نے اس کے مرنیکی پیش گوئی کی تھی اور میعاد مقررہ قریب الاختتام ہے ڈپٹی عبد اللہ آتھم جو پیش گوئی کے موافق نہیں مرا تو قادیانی کو بڑی ذلت اور رسوائی ہوئی تھی اس نے خیال کیا اگر یہ پیش گوئی خالی گئی تو میری بڑی رسوائی ہوگی اور ہوا اکھڑ کر ساری دکانداری خاک میں مل جائے گی۔ ہمارے خیال میں ان میں کی سازش ہے۔

آٹھواں شخص: بعض کہتے ہیں کہ یہ عورت جو اس کے پاس ہے اس کی بیاہتا نہیں ہے، اس کے وارثوں کا کام ہے۔

(فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ہر ایک اپنی اپنی رائے زنی میں ہے۔ مقتول کی عورت کا حال نہایت ابتر تھا اس کے دیکھنے سے پتھر کے دل پانی ہوتے تھے اور اس کے بین سے سنگ دل سے سنگ دل بھی آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے)

عورت: (روکر) ہائے رے میرے پیارے! مجھ سے کیوں روٹھا۔ میری خطا تو بتا۔ کچھ بول تو سہی۔ ہائے اخیر وقت میں بات بھی نہ کی، اپنی کہی نہ میری سنی۔

چلے ہو کس لئے ہو کر خفا سنو تو سہی بتا دو پہلے ہماری خطا سنو تو سہی
جواب نہیں دیتے کچھ تو کہو مجھ کو کس پر چھوڑا کس کے سپرد کیا
چھڑا کر مجھ سے میرے خانمانکو چلا ہے چھوڑ کر تنہا کہاں کو

میں تیری منتیں کرتی ہوں مجھ کو بھی لے چل۔ یہ بے روئی خلاف امید مجھ سے نہ کر، مجھ سے کیا کیا وعدے وعید تھے سب بھلا دیئے

لوگ: آپ بدھ وان ہیں، آپ کومت دینا عقل کے خلاف ہے۔ صبر کرو۔

عورت: میں نے بہت ضبط کیا اب ضبط کا یارا نہیں رہا

اے جان غم فراق میں میں زہر کھا مروں اس کے سوا نہیں کوئی تدبیر دوسری

(غرض بڑی سوزشیں غم واندوہ کے ساتھ میت اٹھائی گئی اور مرگھٹ میں صندل کے ڈھیر میں رکھ کر آگ لگا دی گئی اور باہم گفتگو شروع ہوئی)

پہلا شخص: اس میں تو کلام نہیں کہ قادیانی کا الہام تھا، اس قتل میں اسکی سازش ہے۔ عام مسلمانوں کو بھی مقتول کی بدزبانی کا سخت رنج تھا، عجب نہیں کہ وہ بھی اس مشورہ میں شامل ہوں۔

دوسرا شخص: بھائی مرزا اور مسلمانوں پر ہی کیا حصر ہے، ہندو برہمو عیسائی سکھ کون سے اس کی تیغ زبان کے زخم سے بچے تھے، سب ناراض ہیں خوش کون تھا۔

آریہ: (جوش میں) مسلمانوں کے جس قدر لیڈر ہیں ان سب کو جام شہادت پلایا جاوے، تو سہی

مسلمان: بھائی مسلمانوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے، اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مقتول نے اپنی بے خبری اور زبان درازی سے مذہبی اور قومی وکیل بن کر سال ہا سال دل کھول کر اسلام اور اس کے ہادی ﷺ کو برا بھلا کہا، اور براہین احمدیہ کے جواب میں چند کتابیں جو فقط بدکلامی اور بے تہذیبی سے پر ہیں اور بڑا حصہ ان کا عیسائی متعصبوں کی تحریرات سے انتخاب ہوا ہے ادھر ادھر سے اکٹھا کر کے چھپوا کر شائع کرائی ہیں اور عام جلسوں میں زبانی تقریروں میں بھی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کو گالیاں سنائی ہیں، مسلمانوں کا دل دکھایا ہے تو ان سے اور مذہب والے کون خوش ہیں۔ وہ (مقتول) جوان چلتا پرزہ، منہ پھٹ، زبان دراز آدمی تھا۔ اس کی زبان طعن اور دشنام سے کوئی مذہب بھی باقی نہیں جس کو رنج نہ پہنچا ہو۔ پنڈت مقتول سے جیسے کہ مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ ممکن ہے کوئی ہندو ہی اس کا قاتل ہو۔ مذہبی جوش سب قوم میں ہے۔ یہ (مقتول) ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی پانی پی پی کر کوستا تھا جیسا کہ اوروں کے بزرگوں کو۔

آریہ: میاں جی! تمہارے ساتھ ہماری گفتگو نہیں ہے۔ براہین احمدیہ کا جواب پنڈت لیکھ رام نے سخت دیا تو کیا غضب کیا؟ اس نے بھی کتاب مذکور اور دیگر رسائل میں ہندوؤں کو کوسنا اور ان کی بہو بیٹیوں کو گالی دینا، اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا تھا۔ کلوخ انداز را پاداش سنگ ست

مسلمان: صاحب! اس کا تو ہم کو بھی اعتراف ہے۔ مرزا قادیانی کی بدزبانی اس بدگوئی کی علت ہے مگر قادیانی کا مسلمانوں سے کیا تعلق؟ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو الہامی قائل کو مسلمان سمجھتے ہوں، جمہور علماء اسلام ان کو اسلام سے خارج کر کے تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں۔ اور اس کو کافر کاذب کہتے ہیں اور اس (قادیانی) کی ایسی کاروائی ہے کہ وہ لوگوں کو گالیاں دیتا اور غیر مذاہب کے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ وہ بھی ناراض ہیں، جو اس کو کافر نہیں کہتے مگر گمراہ اور خطار کار سمجھتے ہیں۔

آریہ: وہ (قادیانی) اپنے آپ کو مسلمانوں کا وکیل امام اور مجدد بیان کرتا ہے اور خود مسلمان کہلاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس کی سازش سے یہ قتل واقعہ ہوا ہے کیونکہ اسکے الہام کی تصدیق اس قتل سے ہوتی ہے۔ گو دوسرا نہ مانے مگر وہ تو اپنے خیال میں یہ سمجھے ہوئے ہے اور تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ آتھم کی پیشگوئی جھوٹی ہونے پر اس کی کس قدر تذلیل اور تضحیک ہوئی۔

مسلمان: اس میں ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔ آپ اسکی نسبت اپنا اشتباہ ظاہر کریں یا یقین کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

قتل لیکھرام پر قادیانی تبصرہ

آج قادیان میں عجیب چہل پہل مچی ہوئی ہے در و دیوار سے فرح وانبساط کے آثار دکھلائی دیتے ہیں شادی و کامرانی کے چہچہے بلند ہیں۔ گو کچھ آریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے، سوگ کا سامان نظر آتا ہے۔ حضرت کا دربار شاہانہ اور جلوس ملوکانہ منعقد ہے، اور ہر ادنی و اعلی کی مارے خوشی کے باچھیں جارہی ہیں، ریشمہ خطمی ہو رہے ہیں، بند قبا ٹوٹے جاتے ہیں۔ کوٹوں کے بٹن ایسے اڑتے ہیں جیسے بوتل کے کاگ۔ ہر ایک سینہ ابھارے، نتھنے پھیلائے، سینہ کو چوڑائے بیٹھا ہے، اور چہرہ پر خوشی کے مارے ایک رنگ آتا اور ایک جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود امام زماں مرزا صاحب بھی رونق افروز ہیں۔ آج ادب و تعظیم معاف ہے قہقہہ اور خوش آوازیاں ہو رہی ہیں۔ چھوٹ ہے جو جس کا جی چاہے کہے، لیکھرام کے قتل کا ذکر نہایت رنگ آمیزیوں کے ساتھ ہو رہا ہے تہنیت اور مبارک باد کا شور ہے

مرزا قادیانی: (اخبار ملاحظہ فرماتے ہوئے) اخبار عام ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء ہماری نسبت اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ ایک عیسائی ڈپٹی صاحب کی پیش گوئی فوت ہونے کی درعرصہ ایک سال (۱۵ ماہ) مشتہر کی گئی ہے اور اخباروں میں اس کی چرچا تھی اور خدانخواستہ ان ایام میں اگر ڈپٹی صاحب کے ساتھ ایسا واقعہ ہو جاتا (یعنی قتل) جس کا خمیازہ لیکھرام صاحب کو بھگتنا پڑا ہے تب اور صورت تھی۔

اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اڈیٹر صاحب کی اس تقریر کا کیا مطلب ہے۔ بس یہی مطلب ہے کہ اگر ڈپٹی آتھم صاحب قتل ہو جاتے تو اڈیٹر صاحب کے خیال میں گورنمنٹ کو پیش گوئی کرنے والے کی نسبت فی الفور توجہ پیدا ہوتی اور وہ تفتیش ہوتی جواب نہیں ہے۔

حواری: اس تقریر سے اڈیٹر صاحب کی کوئی نیک نیت نہ ہوگی۔

مرزا قادیانی: نہیں یہ تقریر ایک سطحی خیال اور خلاف سمجھ کا داغ رکھتی ہے۔

حواری: اور یہ تو حضور نے غور نہیں فرمایا، افسوس تو اس کا ہے۔

مرزا قادیانی: ہاں ہاں میں خوب جانتا ہوں اڈیٹر صاحب کی تقریر سے پایا جاتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

حواری: یہی تو میں عرض کرتا تھا۔

مرزا قادیانی: ہم مختصراً یاد دلاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔ آتھم صاحب بڑے ایک پرانے ملاقاتی تھے انہوں نے ایک مرتبہ زبانی اور ایک خاص رقعہ کے ذریعے سے بھی الحاح کیا تھا کہ اگر میری نسبت کوئی پیش گوئی ہو اور سچی نکلے تو میں کسی قدر اپنی اصلاح کرونگا۔ سو خدا نے ان کی نسبت یہ پیش گوئی ظاہر کی کہ وہ ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ہاویہ میں گریں گے۔ مگر اس شرط سے کہ اس عرصہ میں حق کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا ہو۔ پس جو خدا کے وعدہ میں ایک شرط سے آتھم خوفناک ہوکر اس شرط کے پابند ہو گئے ضرور تھا کہ اس شرط سے فائدہ اٹھاتے اس شرط کی تاخیر (تاثیر) سے ان کی موت میں کسی قدر تاخیر ہوگئی۔

حواری: حضور اگر کوئی معترض اعتراض کرے کہ اس کا ثبوت کہ انہوں نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کیا اور ان پر اسلام کی پیش گوئی کا خوف غالب آگیا تھا

مرزا قادیانی: جب خدا نے ہم کو اطلاع دی کہ آتھم نے شرط سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کی موت میں ہم نے تاخیر ڈال دی تو ہم نے آتھم کو چار ہزار کے انعام پر قسم کھانے کے لئے بلایا اور وہ نہیں آیا اور نہ اس نے قسم کھائی۔ سراج منیر ص ۱۷۔۱۸۔ حالانکہ یہ ان کو صاف اقرار تھا کہ میں میعاد کے اندر ڈرتا رہا مگر الہامی ہیبت سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سانپ اور حملہ وغیرہ سے۔

حواری: آخر مر ہی گیا اس وقت نہ مرا چند ماہ بعد سہی۔

مرزا قادیانی: میرے الہام میں یہ بھی تھا اگر آتھم سچی گواہی نہیں دے گا اور قسم نہ کھائے گا تب سے اصرار کے بعد جلد مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر مر گئے۔ (سراج منیر۔ص ۱۸)

حواری: اس میں کیا کلام ہے؟ حضور آخر مرنا ہی تھا اور کیوں نہ مرتا۔ اور حضرت جی یہ سب تباہ ہوں گے یہ بھی اس ملعون (لیکھ رام) کی طرح لقمہ دہان اجل ہوں، تو حقیقت معلوم ہو۔

مرزا قادیانی: اللہ تعالی کا وعدہ ہے جو ہماری اہانت کریگا وہ ذلیل ہوگا اور پھر ذلیل ہوگا۔ اب اگر شیخ بٹالوی اور دیگر مولویوں نے اس الہام (قتل) کی تصدیق نہ کی، ان کو بھی یہ روز بد پیش آئیگا۔

(یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود قادیانی نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء ومیاں معراج الدین وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے قادیانی کے حواری حکیم نورالدین نے ایک خط کے ذریعے سے جو مرزا کے مرید میاں محمد صادق کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔ آخر مرزا نے بھی اشتہار متعلق لیکھرام مطبوعہ ۱۱۔اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں .اس کا جواب اس مضمون میں آگے آتا ہے۔ محمد حسین۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۸)

حواری: آمنا وصدقنا خدا کے نبی اور مرسل کی توہین نعوذ باللہ، توبہ ہزار توبہ

مرزا قادیانی: یہ آریہ لوگوں کی بالکل غلطی ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے خیال کرتے ہیں کہ لیکھ رام کے مقدمہ میں سعی نہیں کی ہے اور آتھم کے مقدمہ میں اگر وہ قتل ہو جاتا تو سستی نہ کرتی۔ ہم کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہندو مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھتی ہے لیکن گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے اور کون سی سستی کی، کس قاتل کو آریہ کس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرانا چاہتے ہیں جس کے پکڑنے میں تامل ہے لیکن خدا کی پیش گوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی وہ اہل کتاب ہے خدا سے منکر نہیں جو عالم الغیب آئندہ زمانیکی اس طرح خبر دے گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورت موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی ایسی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے؟ کیا دور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اسکی دنیا میں کوئی نظیر پیش کرو (ص ۱۵ سراج منیر)

حواری: اخبار والوں نے اس پیش گوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ایک منصوبہ تھا جو پیش گوئی کے طور پر مشہور کیا گیا۔

مرزا قادیانی: اس بات کو تو ہم خود مانتے ہیں کہ پیش گوئی کی تشریح میں تفہیم الہی سے بار بار ظاہر کیا ہے کہ وہ ہیبت ناک طور پر ظہور میں آئے گی اور نیز یہ کہ لیکھ رام کی موت کسی بیماری سے نہیں ہو گی بلکہ خدا کسی ایسے کو اس پر مسلط کریگا جس کی آنکھ سے خون ٹپکتا ہوگا مگر پنجاب سماچار نے جو عید کا

دن لکھا ہے یہ اس کی غلطی ہے الہام کی عبارت یہ ہے کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب یعنی اس نشان کو جو عید کی مانند ہے پہچان لیگا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی ۔ یہ خدا نے خبر دی ہے کہ عید کا دن قتل کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا (ص ۲۱۔ سراج منیر)

حواری: کوئی نہیں سوچتا ۔ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ تاریخ بتلائی گئی، دن بتلایا گیا، سبب موت بتلایا گیا اور اس حادثہ کا وقوع ہیبت ناک طرز ی ظہور میں آنا بتلایا گیا (اشاعۃ السنہ کے پرچہ پیش کر کے ۔) یہ حضور نے ملاحظہ فرمایا۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: چھکڑیوں والے الہام کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھ رام کا کہیں ذکر یا اشارہ تک نہیں اس کشف کے آپ نے سرمہ چشم آریہ میں کچھ معنی لئے ہیں اور قتل لیکھ رام کی بابت کچھ لئے ہیں براہین احمدیہ کے الہامات میں سے علی ہذا القیاس بعد قتل لیکھرام کے معنی گھڑ کر ڈالے گئے ۔ میں اس سے آپ کو یا آپ کے ملہم کے خیال میں ہے یہ معنی نہیں تھے اس باب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے سفید جھوٹ ہے ہاں اس قدر مسلّم ہے کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھ رام کے لئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آیا بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے چار سال کے بعد قتل وقوع میں آیا۔ اس سے وہ پیش گوئی جھوٹی ہے نہ سچی۔

جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے ۔ اس کے جواب میں الہامی صاحب یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے لہذا چار سال پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس بیس اور سو میں بھی داخل ہیں ۔ پھر کیا اس نظر سے جو واقعہ چار سال میں واقعہ ہونے والا ہو، اس کا دس بیس سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں ۔ اس سے تو تحدی اور کرامت باطل ہوتی ہے اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب اسی صورت میں متصور ہے کہ جو اس واقع کے وقعی کی اصلی حد ہو وہ بتا دی جائے ۔ کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی و خلاف کرامت ہے بلکہ وہ حکمت بھی بر خلاف ہے اور سرا سر حماقت اور سفاہت

ہے جو خدا حکیم و علیم و ملہم الصادقین کی شان کے مخالف ہے۔

اور اس کا عکس کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ میں بیان کرنا جس سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو عین حکمت ہے

اس اصول سے اسلام میں اور پہلے دینوں میں قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزار ہا برس گذر چکے ہیں اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس واقع ہونے والی تھی لفظ بضع سے اس کا اطلاق عرب میں تین سے نو سال تک ہوتا ہے اور اس لفظ کے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہو گئی تھی۔ اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا جس کی تفصیل ہمارے مضمون خط میں جلد ۱۷ میں ہے۔ الہامی صاحب نے موت لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور روحانی نہ تھی بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔ ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے اور سچی نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی ہے) الہامی صاحب نے آئینہ کمالات کے صفحہ اخیر میں ان الفاظ سے کہ وہ غیر معمولی اور خارق عادت ہو گی، تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو سمجھو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آیا ہے وہ معمولی کیفیت ہے۔ نہ نرالی۔ نہ غیر معمولی نہ خارق عادت۔ ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں ہسپتالوں میں جا کر زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صدہا کیس ملاحظہ کر لو۔ تھوڑی دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انار کلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔ اس سے پہلے چھاؤنی پشاور کے اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات کو آنکھوں سے دیکھنا ہو تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کر لو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل اور صاحب فہم معمولی سی نرالی اور خارق عات نہیں کہہ سکتا معمولی سے نرالے اور خارق عادت عذاب وہ تھا جو پہلے نبیوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دھنسایا گیا کوئی آسمانی سخت آواز سے ہلاک ہوا۔ کسی پر آسمان سے

پتھر برسے۔ اور کئی غیر معمولی طور پر بہیئت مجموعی غرق آب ہوئے جن کا ذکر قرآن میں سورہ عنکبوت کے رکوع ۲ میں ہوا ہے آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا حصہ اکیلا لیکھ رام کو پہنچتا تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھ رام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگوں کو لگتی ہے غیر معمولی اور خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے جو الہام سے ہوتا ہے اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی اور اسکے متعلق جس قدر الہامات الہامی صاحب نے بیان کئے ہیں وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب و فریب ظاہر ہوئے

حواری: حضور نے دیکھا جس قدر الہام و دلائل اس میں گذرے گویا وہ اپنے دلائل لاطائل سے باطل کر چکے براہین احمدیہ کے الہامات جو تیرہ برس اس واقع سے پہلے ہوئے اور سرمہ چشم آریہ کا کشف جو بارہ برس پیشتر ہوا اور الہامات سب کا بطلان کر دیا اپنے خیال میں شمہ لگا نہیں رکھا۔

مرزا قادیانی: خدا جانے یہ شخص کیسا ضدی ہے۔ اس کی چاپلوسی بھی کی ہے، طمع بھی دی کہ ہم کو الہام ہوا ہے مولوی محمد حسین صاحب رجوع کریں گے سراج المنیر میں شائع بھی کر دیا، مگر پتھر پر جونک کب لگتی ہے۔ کچھ اثر نہ پڑا۔ تلا ہوا بیٹھا ہے، بات منہ سے نکلے اور کاٹے۔ ہم نے ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں لکھا ہے کہ اگر جلسہ عام میں میرے روبرو مولوی محمد حسین قسم کھا کر یہ کہدے کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی، اور اگر خدا کی طرف سے تھی اور فی الواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کرینگے اور جس قدر ہمارے پاس اس بارہ میں الہام ہوں گے جلا دیں گے۔

حواری۔ غریب نواز! مولوی صاحب نے اس بات کا جواب بھی تو اس پرچہ میں لکھا ہے۔

محمد حسین بٹالوی: اگر آپ کا وہ الہام بھی سچا تھا جو تین بار آپ کو ہوا ہے اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفت اور مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپ کے ہاتھ آنے والا ہے.. لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ بھی موجود ہے وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی

غرض یہ ہے کہ خاکسار آپ کی پیش گوئی کی نکتہ چینی نہ کرے۔ پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے۔مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے
یہ خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے اور خدا تعالی کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم کے قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔وغیرہ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ ج ۱۸ ص ۵۱۔۵۲)

(مرزا صاحب کہتے ہیں: مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھ رام والی جھوٹی نکلی تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ہم خدا تعالی کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالی کی طرف سے تھی اور فی الواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے۔

☆ خاکسار محمد حسین اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپکے ہاتھ آنیوالہ ہے ۔پھر اس مخالفت سے آپکا کیا نقصان ہے، بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وقعت پیدا کرتی ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنیوالا آخر آپ کا تابع ہوگیا ہے چلو ہم بھی تابع ہوجائیں اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہوجاتے ہیں۔آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم و مباہلہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہام منامی آپ کا محض ڈھکوسلا اور خدا تعالی پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے۔آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپکے مخالف کا انجام نجات ہوگا اور آپ کی دعوت قسم و مباہلہ چاہتی ہے کہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپکی پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو، اس غرض سے آپ نے دعوت قسم و مباہلہ کی ہے تاکہ اس عذاب سے ڈر کر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے جبکہ مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں

عرض ہے کہ مباہلہ آپ کر چکے۔آپ کی شروط مباہلہ ہی طے ہونے میں نہیں آتے ۔ اس لئے مباہلے کی موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد فائز کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں، اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں سے کیوں آگاہ نہ کریں؟

یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو تھی ۔اب آپ کی دعوت قسم و مباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸۔ص ۴۳ تا ۵۱

نیز مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے، اور خدا تعالی کے ناصر و معاون حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے ۔اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بٹالہ میں جہاں آپ آسکیں) اس مضمون کی جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے، قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ

مجھے اس خدا تعالی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد میں یہ پیشگوئی متعلق لیکھ رام خدا کی طرف سے نہ تھی ۔ اور نہ سچی نکلی ۔اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنے والہ اس اعتقاد اور اخلاق کے ساتھ خدا کا ملہم ومخاطب اور الہامی پیشگوئیوں کا محل ومصدر ہوسکتا ہے ۔ اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی ،اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم ومخاطب ہے اور میں نے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے، تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر کہ جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔

مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کیلئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں ۔اور میرے قسم کھا لینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیشگوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بد دعا کا اثر ہے۔

ہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں بد دعائیں کرتے رہیں ۔اگر آپ کی بد دعا سے مجھ پر فوراً یا کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہو جائے گا، تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کر لے گی، اور آپ کو سچا کہے گی ۔اور اگر میں اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت سے اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح ومنکشف ہو جائے گا کہ آپ مفتری و کذاب ہیں، اور اس پیش گوئی لیکھ رام کے اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوی میں خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں۔

میں مدعی کرامت و نبوت کا نہیں کہ آپ کیلئے جلد عذاب کی دعا کروں ۔ ہاں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا، یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا ،یا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل ورسوا کرے گا جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا۔ اور اگر آپ میرے اس مضمون کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی یہ نئی شرطیں پیش کریں کہ۔ ۱۔ میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں۔ ۲۔ میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بددعا کریں اور اس بددعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں۔ ۳۔ پھر سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتاویں اور جس قسم کے معمولی امر کو آپ چاہیں اس بددعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دیدیں کہ یہی عذاب ہماری دعا کا اثر ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت و نبوت کا اظہار و اثبات کریں۔

تو اس صورت میں میری طرف سے: اول شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن آریہ کیلئے دس ہزار روپیہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے میری قسم کے عوض جمع کرادیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کرلیں کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپ کے وہ روپیہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کار خیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا۔

نیز اس صورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلا دینا قبول کیا ہے، اسکی یہ تشریح و تعمیم کردیں کہ میں اپنے جدید عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دیکر ان سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سرنو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً یا اشارۃً درج ہیں جلا دونگا۔ درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ ہی اس کے مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اس کی شرح و تعیین کردیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں، یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں، یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آچکا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے خاکسار کیلئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۴ میں آپ نے کہا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون

کے لکھنے کے وقت خدا تعالی نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی۔ اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراداھا نتک وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا، یا میدان سے بھاگ گیا، یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ میں بے شک کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہرونگا۔ کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا۔ اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔

پھر جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرت سر ہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے۔ مباہلہ سے فرار قادیانی نے کیا تھا، نہ کہ خاکسار محمد حسین نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا تو اس کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے، اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔ (حالانکہ یہ ساری باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ ہاں کابل میں بیمار رہا تھا۔ سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا۔ اور قادیانی کا ہر وقت مریض رہنا تو خود ان کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے) ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اس وقت کریں گے جب میعاد گذر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کر دیں۔

تیسری شرط۔ یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بددعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعوی ہو تو اسی قسم کھانے کے وقت دکھاویں جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کی آپ کے ملہم (جو ہمارے اعتقاد کے مطابق معلم الملکوت ہے) میں قدرت و طاقت نہیں، یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے وہ کسی قدر مہلت کا محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہو گی کیونکہ آتھم کے عذاب کیلئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں۔ اور اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۷ سطر ۱۵ میں لکھ چکے ہیں کہ ہم تین دن ہی منظور کر لیں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپ کے ملہم اپنے منکروں پر عذاب لا سکتے ہیں۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارا ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے

اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لیں گے۔ اور اگر آپ کو اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی ہے (چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے)۔ تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کریں گے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے، اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم اس شرط کو مان لیں گے۔ آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کر کے عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دیں گے تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

حواری: عجب دلیر اور ضدی آدمی ہے خدا کے نبی اور مرسل کے مقابلہ میں مباہلہ کو بھی تیار ہے

مرزا قادیانی: (آشفتہ خاطری سے) حاسد ہے۔ کم بخت اپنی جان کا بھی خوف نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ گویا خدا کا مقابلہ ہے۔

ظریف: حضور، گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، یہ ایک مشہور مثل ہے۔ وہ بھی تو آپ کے ہم مکتب ہیں۔ ساتھ کھیلے ساتھ پڑھے، ایک استاد کی شاگردی کی، ان کا رشک وحسد بھی بجا ہے، بے جا نہیں۔ آپ کے ایک بھائی مرزا امام الدین چوہڑوں کے پیر سلطان العارفین ہو جائیں اور ایک ہیجڑوں کے سردار، اور آپ کے مدارج علوی کا تو ذکر کیا ہے۔ امام مجدد محدث مسیح موعود مہدی بے نظیر انبیاء و اصفیا سے اولی وافضل بلکہ خدا اور خدا کے بیٹے اور خدا کے باپ بھی بن گئے جو آدم سے لے کر آج تک کسی کو یہ منصب نہ ملا اور نہ کسی نے یہ دعوی کیا۔

مولوی صاحب بے چارہ نے برسوں جان کھپائی، دماغ کھپایا، مغز کھپایا، گھر بار چھوڑا، اپنے بیگانہ کا رشتہ توڑا، استاد کی خدمت کی، جوتیاں اٹھائیں، مولوی کے مولوی رہے۔ جو حضرت (مرزا) کے دربار سے ہر ایک کندہ ناتراش کو بے چھیلے چھلائے خراد پر چڑھائے یہ خطاب عطا ہو جاتا ہے بس بیعت کی دیر ہے، ساتوں طبق کھلے، عالم فاضل بن گئے، حقائق ومعارف قرآنی اور نکات وحدیث دانی کے واقف اور ماہر ہو گئے۔ اور واقف بھی ایسے کہ صحابہ کرام اور تابعین کا کیا ذکر ہے نبی ﷺ کی بھی سمجھ میں جو بات نہ آئی وہ ان کو بتلائی گئی۔ مولوی صاحب بھی انسان ہیں کوئی فرشتہ نہیں۔

حواری: لو اور لیجئے! مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی پانچوں سواروں میں داخل ہو گئے وہ بھی اس پیش گوئی کے صادق ہونے کے منکر ہیں۔ (دیکھو ان کا رسالہ الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: سخت مشکل ہے سخت ہے بے داد ایک میں خون گرفتہ سو جلاد

تمام دنیا مسلمان عیسائی ہندو آریہ میری مخالفت پر روکھا کھائے بیٹھے ہیں اور یہ میرے ساتھ ہی مخصوص نہیں پہلے صادقوں اور خدا کے مرسل اور نبیوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہے۔ اب دیکھو اس تمام پیش گوئی کا ماحصل یہ ہے کہ ایک ہیبت ناک واقعہ ہوگا جو چھ سال کے اندر وقوع میں آئے گا اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا، یعنی ۲ شوال ہوگی (سراج منیر۔ص ۲۱) اس کا تمام نقشہ برکات الدعا کے مضمون میں دکھایا گیا ہے۔ کیا یہ کسی منصوبہ باز کا کام ہوسکتا ہے کہ چھ برس پہلے ایسے صریح نشانوں کے ساتھ خبر دے دے اور خبر پوری ہو جائے۔ توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیش گوئی کبھی پوری نہیں ہوتی خدا اس کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے، تا دنیا تباہ نہ ہو۔

حواری: انکی یہ بدگمانی ہے کہ حضرت کے کسی مرید نے لیکھرام کو مارا ہوگا، یہ کیسا شیطانی خیال ہے

مرزا قادیانی: ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مریدوں کا مرشد کے ساتھ ایک نازک تعلق ہوتا ہے اور اعتقاد کی بنیاد تقوی اور طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ جس قدر دنیا میں نبی اور مرسل گذرے ہیں یا اگلے ماموراور محدث ہوئے ہیں کوئی شخص ان کے مریدوں میں اس حالت میں داخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا جب کہ ان کو مکار اور منصوبہ باز سمجھتا ہو اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ بی اے، ایم اے، اور تحصیل دار اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کلکٹر اور بڑے بڑے تاجر اور ایک جماعت علماء وفضلاء کی، تو کیا یہ تمام لچوں اور بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذب اور پرہیز گار لوگ پر مشتمل ہے۔

کوئی ان سے پوچھے کہ ہندوؤں میں بھی بڑے بڑے اوتار گذرے ہیں جیسے رام چندر اور راجہ کرشن صاحب کیا آپ لوگ، ان کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ سے آریہ صاحبان کی تسلی دیں کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہے۔ ایک انسان کی جان سے ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیش گوئی سچ ہونے پر ہم خوش بھی ہیں۔ کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلی درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا انسان کا کام نہیں ہے۔ ہمارے دل کی عجب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی ہے۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھ رام رجوع کرتا، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا، اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تو زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ خوشی اس بات کی کہ پیش گوئی نہایت صفائی سے پوری ہوگئی۔ آتھم کی پیشگوئی پر بھی اس نے دوبارہ روشنی ڈال دی۔ (سراج منیر۔ص ۲۴)

حواری۔ ایک خاص بہادر مسلمان پیسہ اخبار کا اڈیٹر اپنی وسعت اور کثرت کی وجہ سے بڑا دلیر ہے اس نے پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں حضور سے ڈر کر التجا کی ہے کہ مجھے کچھ عرصہ کے لئے زندہ رہنے دیجئے اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا۔ اور ۲۷ مارچ کے پرچہ میں اس جواب کو معقول تسلیم کر کے تائید کرتا ہے۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس کی تردید کرتے ہیں۔

محمد حسین بٹالوی: حاصل جواب الہامی صاحب یہ ہے کہ اخبار پنجاب سماچار میں جو مجھ پر سازش قتل کا الزام لگایا......کوئی خاص پرخاش مقصود نہیں

(مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ قتل لیکھ رام کے بعد: ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے۔ اور تمام مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیں گے۔ ادھر ان کے اصلی مقابل اور ان کے مقتول کے حامی بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اور اس میں ہر کہ شک آرد کافر گردد کا مصداق بن کر انکار ظاہر کرے گا اس کو بھی ہم پنڈت لیکھ رام کے پاس پہنچا دیں گے۔

یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود الہامی قاتل نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء و میاں معراج الدین صاحب وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے الہامی قاتل صاحب کے خلیفہ اکبر و حواری اعظم حکیم نور الدین بھیروی نے ایک خط کے ذریعے سے جو الہامی قاتل کے مرید محمد صادق کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس اور میاں عبد الرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کے لئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔ آخر حضرت الہامی نے بھی اشتہار متعلق لیکھ رام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو سچا اور نہایت صفائی سے پورا ہونا سراج المنیر کے صفحہ ۱۹ سے اخیر کتاب تک بڑے زور سے ثابت کیا ہے اور سراج المنیر وہ کتاب ہے جو فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کے شائع ہونے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور ۱۸۹۷ء میں لیکھ رام کے قتل کے بعد ۴۷ صفحہ پر شائع ہوئی اور ان میں فقط لیکھ رام کی پیش گوئی کا ثبوت ہے یا کچھ پیش گوئیاں سابقہ اس کے ثبوت میں درج ہیں جس صاحب کو شوق ہو ملاحظہ کر سکتا ہے۔

قادیانی کا گورداسپوری لیکچر اور مقدمہ

گورداسپور کی ضلع کچہری کے احاطہ میں آج معمول سے زیادہ رونق ہے۔ ایک پر دس اور دس پر سو آدمی گرتا ہے جدھر دیکھو ٹرکی ٹوپی کے پھندنے اڑ رہے ہیں، کوٹ پتلون ڈانٹے جنٹل میں داڑھی کا صفایا کرائے، ایک طرف برابر جمگھٹ ہو رہا ہے جنٹل مین رف رف کرتے جاتے ہیں وعظ ونصیحت کی آواز آتی ہے۔ اہا ہا! یہ تو حضرت مسیح دوراں مہدی زمان مرزا صاحب ہیں سامعین ہر ایک زبان حال سے کہہ رہا ہے

برقعہ کو اٹھا چہرے سے کرتے ہیں وہ باتیں　　　اب میں ہمہ تن چشم بنوں یا ہمہ تن گوش

مسیح موعود: یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں تھیں ان کی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادت نہیں تھی انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں اور جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا کی طرف سے القاب ملتے ہیں اور یا جیسا کہ وہ لوگ خود عشق کی محویت میں محبت اور یک دلی کے الفاظ منہ پر لاتے ہیں ایسا ہی ان کا بھی حال تھا اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتے ہیں تو محبّ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اسکے محبوب کی روح ایک ہوگئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب بھی ایک ہی دیکھتا ہے جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں خدا تعالی مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور زمین وآسمان تیرے ساتھ جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں ہے اور دوسرے لوگ خشکی ہیں، اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا اور اس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے یعنی میں اپنے لئے تجھ کو پسند کیا ۔تو جہان کا نور ہے تیری شان عجیب ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔ اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھونگا تو برکت دیا گیا ہے۔... تو خدا کا وقار ہے پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا، تو کلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا۔ میں فوجوں

سمیت تیرے پاس آؤنگا۔میرا لوٹا ہوا مال تجھ کو ملے گا۔ میں تجھے عزت دونگا اور تیری حفاظت کرونگا۔ یہ ہوگا وہ ہوگا یہ ہوگا۔اور پھر انتقال ہوگا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں لوگوں کو کہدے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو، تا خدا بھی تم سے پیار کرے۔ تیری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر کیوں تم ایمان بھی نہیں لاتے ،تو میری آنکھوں کے سامنے میں نے تیرا نام متوکل رکھا خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے ۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں لوگ چاہینگے کہ اس نور کو بجھائیں مگر خدا اس نور کو جو اس کا نور ہے کمال تک پہنچائے گا ۔ ہم ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے ہماری فتح آئے گی اور زمانہ کا کاروبار تم پر ختم ہوگا اس دن کہا جائیگا کہ یہ حق نہ تھا میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے جس طرف تیرا منہ اس طرف خدا کا منہ۔

تجھ سے بیعت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔لو دور دور سے تیرے پاس آئیں گے اور خدا کی نصرت تیرے اوپر اترے گی۔ تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائیں گے تیری حمد لبوں پر جاری کی گئی۔اگر ثریا پر دین ہوتا تو تو اس کو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے ۔ تیرے باپ دادے منقطع ہو جائیں گے اور خدا ابتداء تجھ سے کرے گا میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھ کو پیدا کیا ہے ۔ ادھن (خدا تیرے اندر اتر آیا) خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا جب تک پاک اور پلید میں فرق نہ کرے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی تو مدد دیا جائے گا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہے گی تو حق کے ساتھ نازل ہوا اور تیرے ساتھ نبیوں کی پیش گوئیاں پوری ہوئیں خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے اس کو خدا نے قادیان کے قریب نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ اترا اور حق کے ساتھ اتارا گیا اور ابتدا سے ایسا مقرر تھا تم گڑھے کے کنارے پر تھے تمہیں خدا نے نجات دینے کے لئے اسے بھیجا، اے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے، میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا ،میں تجھے لوگوں کا امام بناؤنگا اور تیری مدد کرونگا، کیا لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں ۔ کہہ خدا عجیب ہے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا

۔خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا اور وہ تیری پناہ رہے گا، آسمان بندھا ہوا تھا اور زمین بھی، ہم نے دونوں کو کھول دیا۔ تو وہ عیسی ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائیگا تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جائے گا ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور یہ امر ابتداء سے ہی مقدر تھا تو میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے، تو دنیا اور آخرت میں وجیہہ اور مقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہے اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ و پائے محمد یاں بر مینار بلند محکم او فتاد

میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت سے تجھ کو اٹھاؤنگا، دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا، اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا، اس کے لئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے اعمال کی قوت سے نہیں پہنچ سکتا، تو میرے ساتھ ہے۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا تیری میری طرف وہ نسبت ہے جس کی مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اے لوگو! تمارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو۔ وغیرہ الخ ..

اور ان کے ساتھ اور مکاشفات ہیں جو ان کی تائید کرتے ہیں چنانچہ ایک کشف میں میں نے دیکھا کہ:

میں اور عیسیٰؑ ایک ہی جوہر کے جوہڑ ہیں اور اس کشف کو براہین میں چھاپ چکا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں۔ اور ہر ایک کشف سے جو آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی امر کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شیء کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو، اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کرلیا۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کرلیا، یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہیں رہا، اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اسکے کان اور میری زبان اس کی زبان

بن گئی ہے۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمہ میرے دل کے چاروں طرف لگے ہیں اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی۔ اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی، اور میں سر سے پاؤں کے ناخن تک اس کی طرف کھنچا گیا پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھا اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی پس میں اسی شئے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے اس حالت میں میں نہیں جانتا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں چنانچہ اس گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضا ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور مناع روکنے والا نہیں رہا خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اس کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے جو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق ان کی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں اور میں نے آسمان وغیرہ کو پیدا کیا اور کہا کہ انّا زیّنا السّماء الدّنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرح منتقل ہو گئی اور زبان پر جاری ہوا اردتّ ان استخلف فخلقت آدم انّا خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اب پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کیا یسوع کے وہ الہامات ہیں جن سے وہ اسکی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں، اگر کسی کو خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولی ثابت ہوسکتی ہے۔ اور ان سے بڑھ کر ہمارے سید و مولی رسول اللہ ﷺ کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ آپ کی وحی صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی، اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالی نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپ کے ہر فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر وما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی آپ کے تمام کلام کو اپنا کلام ٹھہرایا ہے بلکہ ایک جگہ اور تمام بندوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے قل یا عبادی، یعنی کہہ اے میرے بندو! بس ظاہر کہ جس قدر صراحت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی ﷺ کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔

بھلا اس سید الکونین ﷺ کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں پھر خود ہی منصف ہوکر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تئیں منصف مقرر کرکے میرے الہامات اور انجیل میں بھی یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری اور حلفاً یہ بیان کردیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالی کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالی ایک سال تک وہ عذاب ہم پر نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہوجائے اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو

قبول نہ کریں گے۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ جو مسیح کے منہ سے نکلا وہ تو حقیقت میں خدا کا کلام تھا اس لئے وہ دستاویز کے طور پر قبول ہوسکتا ہے لیکن جو تمہارے منہ سے نکلا وہ خدا کا کلام نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یسوع کے منہ سے جو کلام نکلا اس کے خدا کی کلام ہونے میں ذاتی طور پر تو حضرت عیسائیوں کو کچھ معرفت نہیں خدا نے بلا واسطہ ان سے باتیں نہیں کیں ان کے کانوں میں کسی فرشتہ نے آن کر نہیں پھونکا کہ یسوع خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ یسوع دنیا میں تولد پا کر ایک مکھی بھی پیدا کی۔ صرف چند کلمات ان کے ہاتھ میں ہیں جو یسوع کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن کو مروڑ تروڑ کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ ان سے خدائی ثابت ہوتی ہے۔

یہ کلمات اور مکاشفات جو میں نے پیش کئے ہیں وہ ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں پھر اگر اس خیال سے ان کلمات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ معجزات سے ثابت ہو چکے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یسوعی معجزات جو اس زمانہ کے لئے صرف قصہ کہانیاں ہیں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ان میں سے کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہے، گر وہ خوارق اور نشان جو خدا تعالی کے فضل سے مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں، وہ تو ہزاروں انسانوں کی چشم دید باتیں ہیں۔ پھر یسوع کے معجزات کو جو محض قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں بتلائی جاتی ہیں ان چشم دید نشانوں سے کیا نسبت۔ پھر جب کہ خدا تعالی کیلئے گذشتہ قصہ جن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہوسکتی ہے قبول کئے گئے ہیں تو موجودہ نشان بدرجہ اولی قبول کرنے کے لائق ہیں۔ اگر دنیا میں کسی عیسائی کے دل میں انصاف ہے تو میری اس تقریر کو نہایت منصفانہ تقریر سمجھے گا۔

میں دوبارہ لکھتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسی کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلطی ہے جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے، ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات میں پادری صاحبان سوچیں۔ اور خوب سوچیں۔ اور بار بار سوچیں کہ یسوع کے خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں ان سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میری الہامی کلمات کو ان کے کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں اور پھر انصافاً ڈگری دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جاوے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے

میرے الہامی کلمات قوی دلالت کرتے ہیں یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسی دلالت نہیں کرتے ۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جن کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے اور وہی کلمات بلکہ ان سے بڑھ کر جب دوسرے کے حق میں ہوں پھر اس کے اور معنے کیوں کیئے جاتے ہیں اگر کہو کہ پہلی کتابوں میں مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی تو میں کہتا ہوں کہ ان ہی کتابوں میں بلکہ مسیح کی زبان سے مسیح کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی ۔

اور وہ میں ہوں جیسا کہ انجیل میں لکھا تھا زلزلہ بھی آئے ایک قوم کی دوسری قوم سے لڑائیاں بھی ہوئیں سخت سخت وبائیں پڑیں ۔ اور آسمان سے ظاہر ہوئے غرض میں ہی پیش گوئیوں کے مطابق آیا ہوں ۔ (کتاب البریہ ۔ص ۷۵ تا ۸۲)

آرڈلی ۔ پادری کلارک اور مرزا غلام احمد حاضر ہے؟

مرزا قادیانی : حاضر (پادری کلارک پہلے سے کچہری کے کمرہ کے اندر تھے ۔ مقدمہ پیش ہوا)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مستغیث ۔ بنام مرزا غلام احمد قادیانی

جرم زیر دفعہ ۱۸۷ ضابطہ فوجداری ۔

بیان پادری کلارک باقرار صالح :

میں پندرہ سال سے ڈاکٹر مشنری ہوں ہماری واقفیت مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء سے ہے مسٹر عبداللہ آتھم اور ان کے درمیان مذہبی مناظرہ ہوا تھا اس کا میں صدر تھا ۔ مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعوی کیا تھا اس سے پہلے کہ مناظرہ ہو ہم نے ایک کتاب پیش کی جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھی ہوئی تھی اور اس میں اہل اسلام کے پیشواؤں نے قرار دیا کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں اور دجال کے چچا ہیں ۔

میں عیسائیوں کی طرف سے پریذیڈنٹ کمیٹی مناظرہ تھا دومرتبہ ہم کو مناظرہ میں بیٹھنا پڑا ۔ مرزا صاحب نے اظہار کیا کہ وہ معجزات دکھلاتے ہیں ہم نے اندھوں لنگڑوں کو اچھا کرنے کے واسطے کہا جو موجود کیئے گئے تھے مگر وہ نہ کر سکے ۔ پھر مرزا صاحب نے وہ پیش گوئی کہ عیسائی مخالف پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا ۔ یعنی جو شخص فریقین سے راستی پر نہیں پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا ۔

کتاب جنگ مقدس چھاپہ شدہ پیش کرتا ہوں اور جس جگہ مرزا صاحب نے یہ

پیش گوئی لکھی A کر دیا ہے ۔ بعد ازاں لوگوں کے خیالات عبد اللہ آتھم صاحب کی طرف تھے۔ عبد اللہ آتھم ضعیف آدمی تھا، تاہم عبد اللہ کی تیمار داری پر بھی عبد اللہ آتھم پر حملے کئے گئے جس سے اس کو اپنے مکان کی تبدیلی کرنی پڑی اور وہ امرتسر سے لدھیانہ اور لدھیانہ سے فیروز پور گیا اور پیشگوئی کے آخری دو ماہ میں خاص نگرانی بذریعہ پولیس دن رات کرائی گئی ۔ خاص حملہ جو کیا گیا ایک امرتسر میں ہوا تھا۔ ایک سانپ (کو برا) ایک برتن میں بند کر کے ایک شخص پادری عبد اللہ آتھم کے گھر ڈال گیا ۔ گو ہم نے خود نہیں دیکھا۔ مگر یہ امر سچ ہے کہ وہ سانپ مارا گیا تھا ،اور عام لوگ کہتے تھے مسٹر آتھم نے ہی ہمیں اطلاع دی کہ ایسا ہوا۔ فیروز پور میں دو دفعہ عبد اللہ آتھم پر بندوق چلائی گئی ..اور عبد اللہ آتھم کے سونے کے کمرہ کا دروازہ توڑا گیا۔ مرزا غلام احمد دولت مند آدمی ہیں وہ ہمیشہ اپنے دعاوی کی تصدیق کر کے واسطے بڑی بڑی رقمیں شرطیہ لکھتے ہیں ۔ چنانچہ اشتہار معیار الاخیار والاشرار میں پانچ ہزار (روپئہ) انعام کا وعدہ انہوں نے لکھا ہے ۔ مجھ کو علم ہوا ہے کہ وہ بہت روپئہ اپنے پیروؤں سے حاصل کرتا ہے۔ڈاک خانہ کی معرفت بہت روپئہ حاصل ہوتا ہے۔ عبد اللہ آتھم کی زندگی پر حملے جو ہوئے وہ عام طور پر مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ۔ اخباروں میں اسی طرح درج ہوتا رہا۔ مگر مرزا صاحب نے کبھی ان کی تردید نہیں کی بلکہ ایک طرح پر خوشی منائی ۔ اور یہ اظہار کیا کہ عبد اللہ آتھم اندر سے مسلمان ہو گئے تھے ۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کہتے ہیں ان کا مدعا یہ ہے کہ کا خوف پیدا ہو جاوے اور مسیح موعود ہونے کے دعوی سے لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کرے اور لوگ ان کے دعاوی کو مان لیویں

مرزا قادیانی : (عدالت کے استفسار پر) کتاب جنگ مقدس میں جو الہامی فقرات صفحہ ۱۶۔۱۷ پر درج ہیں وہ میری طرف سے ہیں اور اشتہار B جو پانچ ہزار کا وعدہ ہے وہ بھی میری طرف سے ہے ۔ اور کتاب شہادت میں صفحہ ۱۸۵ پر جو پیش گوئیوں کا ذکر ہے وہ قریباً میرے الفاظ ہیں ۔

پادری کلارک : کتاب شہادت میں پیش گوئیاں موت کی ہیں کئی مذاہب کے واسطے کی گئی ہیں ایک احمد بیگ کے داماد کی نست مسلمانوں سے ۔ دوسری لیکھ رام پشاوری کی نسبت ہندوؤں سے ۔ اور عبد اللہ آتھم کی نسبت عیسائیوں سے ۔ جس سے مرزا صاحب کی مراد ڈرانے کی تھی ۔ میں عبد اللہ آتھم کی حفاظت کرتا رہا اور جب عبد اللہ آتھم کی

نسبت پیش گوئی پوری نہ ہوئی، تو میں نے عام طور پر مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی بابت مشتہر کیا۔ اور عام جلسہ کئے گئے جس سے مسلمانوں نے مرزا صاحب کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھا اور ان کی بہت حقارت ہوئی۔ اور مرزا صاحب میرے سخت مخالف ہو گئے ایک شخص مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار چھاپا (حرف ڈی) جس میں مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے لکھا کہ اس نے آریہ وغیرہ کے بزرگوں کو گالیاں دلوائی ہیں پھر قرآن کا اردو ترجمہ پادری عمادالدین صاحب نے کیا جس سے آریوں نے مرزا صاحب کو کہا کہ کیوں پادری عمادالدین کو ابھارا کہ اس نے ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں ایک تعداد اشخاص کی عیسائی ہوگئی جن میں ایک شخص محمد یوسف خان جو ایک اچھا معزز آدمی ہے اور پرہیز گار اور دین دار مجاہد سمجھا جاتا تھا اور سکرٹری اور ایلچی مباحثہ میں رہا تھا، عیسائی ہو گیا۔ دوسرا آدمی میر محمد سعید تھا جو مرزا صاحب کی بیوی کا خالہ زاد بھائی تھا وہ بھی عیسائی ہوا۔ اور خاص ہمارے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ اور جس سے اور بھی مرزا صاحب ہمارے برخلاف ہو گئے۔ جب محمد یوسف خان عیسائی ہوا اس کو مسلمانوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی آتھم کی بابت پوری کرتے ہو۔ یہ بات خلوت میں انہوں نے پوچھی تھی۔ پیشگوئی جو نسبت احمد بیگ کے ہوئی وہ پوری نہیں ہوئی۔ پیشگوئی جو عیسائیوں سے آتھم کی بابت ہے وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عزت اور آمدنی میں فرق آ گیا۔ دکان اس کی بند ہوگئی اور لوگ ٹھٹھا کرنے لگے۔ اب صرف پیش گوئی برخلاف ہندوؤں کے باقی رہی ہے کچھ عرصہ گذرا ہے کہ لیکھ رام قتل کیا گیا ہے جس کے مرنے سے عام آگ ملک میں لگ گئی۔ حالات قتل کے عجیب ہیں۔ قاتل نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا اور کہا کہ مسلمان ہو گیا تھا اب پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رسوخ اور اعتبار لیکھ رام کے ساتھ پیدا کیا اور یہ واقعہ قتل اس کے چند ہفتہ بعد ظہور میں آیا قتل عام طور پر نسبت مرزا غلام احمد کے قریباً منسوب کیا جاتا ہے میں ایک کتاب مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش کرتا ہوں جس میں وہ مرزا صاحب کو اس قتل کا الزام لگاتے ہیں

مرزا قادیانی: میں نے کچھ کچھ کتاب حرف (ای) کو دیکھا ہے

پادری کلارک: مرزا نے ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایک بل (اشتہار) ضیاء الاسلام پریس قادیان سے

شائع کیا جو اس امر پر بڑا زور دیتا ہے۔ ہم کو خبر تھی کہ لیکھ رام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ۶ بجے شام کے وقت مارا جائے گا۔ مگر واقعہ کے بعد یہ بل (اشتہار) شائع کیا گیا۔ اور کہ یہ ہماری پیش گوئی کے مطابق تھا۔

مرزا قادیانی: ہم نے پہلے سے یہ پیش گوئی کی ہوئی تھی اور اس کے حوالے سے الہامی طور پر اشتہار دیا گیا ہوگا۔

پادری کلارک: قاتل کبھی نہیں ملے گا۔ یہ امر مرزا صاحب نے کہا تھا، عام مشہور ہے۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ لیکھ رام کا قاتل بھی قتل کیا گیا ہے جو کاغذات اس بارے میں ہمارے پاس تھے وہ سرکار میں ہم نے بھیج دیئے تھے اور ایک وجہ ہم کو ایذاء پہنچانے کے واسطے یہ تھی، کہ جب سے مسٹر عبداللہ آتھم انتقال کر گئے، صرف میں ہی اس مباحثہ کے متعلق ایک سرگروہ رہ گیا ہوں۔ اور مرزا صاحب ہر طرح سے ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہماری نسبت واہیات طریقہ اختیار کر رکھا ہے اپنے قلم اور زبان کو قابو میں نہیں رکھا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ایک کتاب انجام آتھم شائع کی ہے جو ہر قسم کی ہزلیات سے پر ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۴۴ پر اس قدر جرأت کی ہے کہ ہمارے حق میں لکھا ہے کہ مقابلہ کے واسطے آ ؤ۔ اس کتاب پر حرف (پی) لگایا گیا ہے

مرزا قادیانی: (تسلیم کر کے) واقعی یہ کتاب ہم نے شائع کی تھی ۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء کو شائع کی ہے۔

مجھ کو الہامی طور پر خبر دی گئی تھی کہ دیانند مر جاوے گا اور یہ خبر قبل از وقت دی گئی تھی اور بعض آریہ لوگوں کو علم تھا میں نے بعض کو اطلاع کر دی تھی۔

لیکھ رام کے مرنے سے قریب پانچ سال پہلے میں نے اس کے مرنے کی اطلاع کی تھی

سر سید احمد کی بابت میں پیش گوئی کی تھی کہ اس پر آفت آئے گی

احمد بیگ اور اس کی لڑکی کے بارے میں اور داماد کے بارے میں پیش گوئی تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بابت ۴۰ یوم کے مرنے یا تکلیف بابت کوئی پیش گوئی نہیں کی۔

(آئینہ کمالات اسلام۔۱۸۹۳ء)

عبداللہ آتھم کی بابت ایک ہزار اور دو ہزار اور تین ہزار اور چار ہزار روپیہ کے انعام کا وعدہ کیا

انجام آتھم شائع کیا جانا تسلیم ہے

پادری کلارک: انجام آتھم میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ ۹۴ مولوی ۶۸ چھاپہ والے ہمارے پر ایمان نہیں لائیں گے تو مر جاویں گے

مرزا قادیانی: نہیں یہ ہم نے نہیں کہا۔
پادری کلارک: اس پیش گوئی میں لیکھرام کے مرنے کی بابت وہ لوگوں بلاتے ہیں کہ مباہلہ کرو
مرزا قادیانی: تسلیم کیا۔ گنگا بشن مولوی محمد حسین بٹالوی، رائے چنداسنگھ پیشگوئی بابت لیکھ رام کے مباہلہ کے واسطے بلانا تسلیم ہے۔
شیخ مہرعلی کو دھمکی دی گئی کہ اگر وہ بیعت نہ کریں تو عذاب ان پر نازل ہوگا۔ تسلیم نہیں کیا۔
(پیش گوئیاں مذکورہ بالا دستی تحریر شدہ کاغذ.. میں درج ہیں جو عدالت میں داخل کیا گیا ہے)۔
پادری کلارک: لیکھ رام کے قتل کے بعد مخفی طور پر آگاہ کیا گیا کہ تم کو خبردار رہنا چاہیے۔ مبادا مرزا صاحب نقصان پہنچادے۔ ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا کہ کچھ حصہ کفر کا مٹ گیا ہے اور کچھ حصہ جلد مٹنے والا ہے۔ وہ لیکھ رام کی بابت ہے۔ اور جو باقی ہے وہ میری نسبت ہے۔ اور اسلیئے میں نے سرکار میں اطلاع دی تھی کہ اشتہار وغیرہ جو میرے پاس آتے ہیں وہ ہمیشہ قادیان سے آتے ہیں حالانکہ میں نہ چندہ دیتا ہوں اور نہ کوئی تعلق ہے۔ بعد مناظرے کے ہماری خط و کتابت چند عرصہ تک رہی اور پھر بعد ازاں ہر طرح سے ہم نے خط وکتابت وغیرہ کا مرزا صاحب سے قطع تعلق کر دیا۔ سہ ماہ گذشتہ میں ہم نے کوئی اشتہار وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے وصول نہیں پایا جس سے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ میری طرف سے وہ غافل ہیں۔ ۱۶ جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک شخص جوان عمر میرے پاس آیا اور اس نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔ اس نے اپنا نام عبدالمجید بتلایا اور اس نے کہا میں جنم کا برہمن ہوں اور میرا ہندو نام رلیارام ہے۔ والد کا نام رام چندر ہے۔ اور کھجوری دروازہ بٹالہ کا رہنے والا ہوں ...سال کی عمر میں مرزا نے مجھے مسلمان کیا تھا جس کو ۶ سال گذرے ہیں وہ ایک ہندو دوست کی ترغیب سے مسلمان ہوا تھا، اور وہ دوست بھی اسی وقت مسلمان ہو گیا تھا۔ میرا دوست اروڑہ قوم کا تھا اور کرپارام اس کا نام تھا، اب عبدالعزیز ہے اور بٹالہ میں کپوری دروازہ کے اندر تمباکو کی دکان کرتا ہے۔ سات سال کے عرصہ میں مرزا صاحب کے یہاں میں طالب علم رہا اور قرآن کی تعلیم پاتا رہا۔ حال میں جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت الہامات باطل ثابت ہوئے ہیں تو اس کو یقین ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ اور اس نے خیال کیا کہ مرزا صاحب اچھے آدمی نہیں ہیں اور شرانگیز ہیں سیدھا قادیان سے آیا ہوں۔ اور عام طور پر علانیہ میں نے مرزا صاحب کو گالیاں دی ہیں۔ جب وہاں سے چلا تھا اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا۔ خداوند یسوع کا قول ہے کہ سب کچھ چھاڑ کر پیچھے چلو میں کچھ اور نہیں چاہتا صرف بپتسمہ لینا

چاہتا ہوں اپنی معاش ٹوکری اٹھا کر قلی گری کر کے بسر کرونگا۔ ہم کو کوئی کافی وجہ اس نے نہ بتلائی کیوں آیا ہے کیونکہ بٹالہ اور گورداسپور میں مشنری موجود ہیں اور نہ اس نے کوئی خاص وجہ بتلائی کہ وہ کیوں خاص کر میرے پاس آیا ہے جب کہ اور بھی مشنری صاحب موجود ہیں۔ اس نے صرف یہ کہا کہ اتفاقیہ ایک شخص کے آپ کی کوٹھی بتلانے پر آیا ہوں۔ جب ہم نے اس سے پوچھا کہ تم نے ریل کا کرایہ کہاں سے لیا تو وہ بتلا نہ سکا۔ ان باتوں پر ہماری خاص توجہ غور کے واسطے ہوئی، اور غور طلب معاملہ ہم نے سمجھا۔ اور یہ میرے دل میں گذرا کہ اس کے بیانات لیکھ رام کے قاتل کے بیانات سے عجیب تشبیہ رکھتے ہیں۔ پس ہم نے اس کی طرف خاص دھیان رکھا۔ پس اس سے گفتگو کر کے ہم نے قصد مذکور کیا۔ اس شخص نے کچھ واقفیت دین عیسوی بھی ظاہر کی ہم نے پوچھا کہ تم نے کہاں سے یہ واقفیت حاصل کی۔ اس نے کہا قادیان میں ایک عیسائی بٹالہ کا رہتا ہے جو مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے ہاں رہتا ہے۔ نام اس کا سائیاں ہے۔ اس کے پاس انجیل مقدس تھی اور مطالعہ کیا کرتا تھا جہاں سے مجھے شوق و رغبت ہوئی۔ میں نے اس نوجوان کو مہاں سنگھ کٹڑہ والا شفاخانہ میں بھیج دیا کہ وہاں طالب علموں کے پاس رہے اور تعلیم پائے۔ اور ہم نے اس کو بوتلوں کے صاف کرنے وغیرہ کا کام دیا۔ قریباً پانچ چھ یوم تک وہ اس جگہ رہا۔ اول قابل توجہ ہمیں یہ بات تھی کہ وہ مرزا صاحب کے حق میں بہت ہی برا بکتا تھا۔ دوم وہ بپتسمہ لینے کی از حد خواہش رکھتا تھا۔ اور سوم بلا وجہ اور بلا طلبی ہماری کوٹھی پر آ کر گشت اور سیر اور ملاقات چاہتا تھا۔ اور باوجودیکہ ۱۵ سال کی عمر میں وہ محمدی ہوا تھا، اپنی گوت (برہمن) سے ناواقف تھا، اور نانکوں سے ناواقف تھا۔ اور مختلف اشخاص سے اپنی نسبت کہانی بیان کی۔ مثلاً ایک شخص سے اس نے اپنے دوست کا نام ایشرداس بجائے کرپا رام بتلایا۔ بعد انقضائے پانچ روز ہم نے اپنے ہسپتال واقع بیاس پر اس کو بھیج دیا۔ وہاں بھی میرے طالب علم پڑھتے تھے۔ جاتے ہی اس نے ایک خط مولوی نورالدین کے نام جو مرزا صاحب کے دہنے ہاتھ کا فرشتہ ہے، لکھا۔ یہ اسی شخص کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خط اس نے لکھا ہے۔ مطلب اس خط کا یہ تھا کہ میں عیسائی ہونے لگا ہوں۔ آپ روک سکتے ہیں، تو روک لیں۔ یہ مطلب بھی اس کی زبانی معلوم ہوا تھا، اور دیگر شہادت بھی تھی۔ باعث خط لکھنے کا یہ تھا کہ ہم نے اس کو کہا تھا کہ یہ بہتر ہوگا کہ ہم مرزا صاحب کو خط لکھیں کہ یہ شخص عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ کل کو یہ نہ کہیں کہ تم ان کے چور ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود لکھتا ہوں۔ اور اس نے خط لکھ کر بیرنگ ڈاک میں ڈالا تھا۔ اور مجھے خط کے لکھنے سے منع کیا تھا جب تک میرے بپتسمہ کا وقت ہو۔ وہ خط ہمارے پاس ہے۔ ہم پیش

کریں گے۔ پھر ہم نے اس نوجوان لڑکے کی بابت دریافت کرنا شروع کیا۔ ایک آدمی بٹالہ میں دریافت کے واسطے بھیجا گیا۔ اس آدمی کا نام عبدالرحیم ہے۔ اس نے بٹالہ کے متعلق حالات عبدالمجید کے محض جھوٹے پائے۔ ذرا بھی اس میں سچ نہ تھا۔ تب مولوی عبدالرحیم (عیسائی) سیدھا قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور مکان پر پہنچ کر دریافت کیا کہ آیا کوئی شخص عبدالمجید نام یہاں پر ہے۔ ایک لڑکا وہاں تھا اس نے کہا کہ ہاں تھا۔ مگر مرزا صاحب کو گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ پھر مولوی عبدالرحیم مرزا صاحب کے پاس گیا اور دریافت پر کہا کہ میں عیسائی ہوں اور عبدالمجید کی بابت دریافت کیا۔ مرزا صاحب نے کہا وہ جھوٹا ہے۔ پیدائشی مسلمان ہے اور اس کا پیدائشی نام عبدالحمید ہے۔ اور وہ مولوی برہان الدین جہلمی کا بھتیجا ہے۔ اور وہ راولپنڈی میں عیسائی ہوا تھا اور یہاں قادیان میں آکر پھر مسلمان ہوگیا تھا اور کچھ عرصہ ٹوکری اٹھانے کا کام کرتا رہا۔ اور قریباً سات آٹھ یوم سے یہاں سے چلا گیا ہے۔ اور یہ عرصہ اس سے مطابق ہے جب وہ ہماری کوٹھی پر آیا تھا۔ اور آخر کار مرزا صاحب نے کہا اس کی اچھی طرح خاطر اور مدارات کرو۔ اور خوراک پوشاک عمدہ دو، وہ تمہارے پاس رہے گا۔ پھر ہم نے جہلم سے دریافت کیا۔ وہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا نام عبدالحمید نہیں ہے اور اس کا باپ مرگیا ہے اور اس کی ماں نے اس کے ایک چچا سے نکاح کرلیا ہے اور دوسرا چچا اور خاندان کا ممبر برہان الدین ہے جو مولوی برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے وہ قوم کے گکھڑ ہیں۔ برہان الدین مع کل خاندان کے نہایت ہی پکے محمدی ہیں۔ برہان الدین مجاہدین سے ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو مجاہدین سرحد پر ہیں ان سے اس کا واسطہ تعلق رہا ہے۔ وہ بڑا لادہڑک ہے۔ اگرچہ اب عمر رسیدہ ہے جہاں تک سنا ہے نیک معاش ضرور ہے، اور نسبت سب خاندان کے برہان الدین مرزا صاحب پر جان نثار ہیں۔ نوجوان آدمی کی کچھ حقیقت نہیں جانتا قریباً ... بیگھہ اراضی ہے اور کچھ نقد بھی ہے جو بوقت وفات اس کے والد کے اس کے چچوں کے قبضہ میں آیا۔ یہ تحقیقات محمد یوسف خان نے کی تھی جو مرزا صاحب کا سابق مرید تھا اور خود بھی مجاہدوں کی بو رکھتا تھا۔ اور برہان الدین کا دوست قدیمی تھا۔ اس کا خط ہمارے پاس ہے جو پیش کیا جاتا ہے۔ مکرر ضرورت پیش کرنے کی نہیں۔ اس نوجوان کو کبھی بپتسمہ نہیں دیا گیا تھا۔ اور وہ نہایت بری اور ناشائستہ زندگی بسر کرتا تھا اور اس نے اپنے چچا کے ۴۰ روپیہ چوری کرکے شہوت پرستی میں خراب کیئے، رات دن وہ بدمستوں اور عیاشوں اور رنڈی بازوں میں پھرتا رہتا تھا پھر ہم نے اس کے عیسائی ہونے کے متلاشی ہونے کی بابت گجرات سے دریافت کیا، بذات خود ہم نے

دریافت کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ گجرات کے ضلع میں مونگ کے ریلیف ورکس پر میٹ رہا تھا۔ اور روز شادی کے وقت آکر پادری صاحب یا عیسائیوں کو دق کرتا تھا اور اپنی بہن کے پاس جو کھوا میں رہتی تھی، سکونت رکھتا تھا اور کہا کہ ایک روز میں انجیل پڑھتا تھا ایک دن بہنوئی نے نکال دیا۔ اور پادری صاحب کے پاس گجرات آیا۔ ہماری دریافت کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لڑکا نہایت بدچلن اور مشکوک سا آدمی گجرات میں تھا۔ اور اس لئے زناکاری کی علت میں گجرات سے مشن والوں نے نکال دیا تھا۔ کسی صورت میں اسے عیسائی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ نہایت برا محمدی سمجھا جاتا تھا۔ گجرات میں اس کی ایک دوست بازاری عورت تھی۔ ایک شخص میراں بخش جولاہا تھا جو مرزا کا سخت عقیدت مند مرید ہے۔ جب ہم نے یہ باتیں سنیں تو ہمارا اشتباہ مرزا صاحب کی نسبت اور زیادہ ہوا کہ وہ قادیان میں ٹوکری اٹھاتا رہا تھا اور آخر کار گالیاں دے کر چلا آیا ہے جس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس امر کا اشتباہ نہ ہو اس نوجوان کی مرزا صاحب سے سازش ہے۔ اور مرزا سے جو دریافت کیا گیا، تو جو معلوم تھا کہدیا تھا۔ ہم نے جرائم کے ارتکاب کے اصول کا جو قانون ہے اس کا مطالعہ کیا ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ بموجب اس علم کے جو شخص زنا پر آمادہ ہو، اس کو قتل پر آمادہ کرنا آسان ہے۔ نیز ایسے اشخاص جن کو حوران بہشت کی تمنا ہو۔ اور ایسے نوجوان جن کو زنا کی لت ہو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں یعنی ایسے شخص کو حوران بہشت کا خیال بڑھ کر لقمہ ہے، جان جائے تو چلی جائے حوران بہشت تو ملیں گی۔ نیز ہم کو یہ بھی علم ہوا کہ وہ نوجوان ایک نکمے مسلمان خاندان جہلمی سے تھا جن کو مرنے کا ذرا خوف نہیں ہے اور اگر وہ بطور مرید مرزا صاحب مرتا، تو مرزا صاحب کی عزت تھی، اور اگر وہ بطور مسلمان مرتا تو شہید کہلاتا۔ اور اگر یوں ہی مرجاتا تو اس کی جائداد سے اس کے چچوں کو فائدہ تھا ان باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم بیاس گئے اور روبروئے گواہان کے ہم نے اس نوجوان سے گفتگو کی۔ اور میرے وعدہ پر کہ ہم تمہارا برا نہیں چاہتے اس لڑکے نے پانچ کس گواہان کے روبرو اقرار کیا اور خود لکھ کر دیا حرف ایچ جو ہمارے روبروئے اس نے لکھا تھا۔ اور پھر روبروئے ڈپٹی کمشنر امرتسر تصدیق بھی کرا دیا تھا علاوہ اس اقرار نامہ کے اس نوجوان نے خود مجھے کہا کہ میں بایمائے مرزا جان بوجھ کر ان کو گالیاں دے کر آیا تھا۔ اور یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ ریل کا کرایہ بطور مزدوری ٹوکری اٹھانے کے مرزا صاحب نے دیا ہے اور پھر یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ جو خط مولوی نورالدین کے پاس بھیجا تھا اس غرض سے بھیجا تھا کہ میری سکونت کا اس کو پتہ ملے اس نے یہ بھی کہا کہ مولوی نورالدین کو اس سازش کا کچھ علم نہیں ہے اور نہ اس نے کبھی اس بارہ میں کہا تھا۔ پریم داس کی زبانی ہم

کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کے پیچھے دو آدمی اور پھرتے تھے اور ہمارا خیال لیکھ رام کے قاتل کے نہ پائے جانے پر غور کر کے یہ تھا کہ وہ دو آدمی اس کو بھی مار ڈالیں گے بعد اس کے کہ مجھے قتل کرے اس لئے ہم نے بڑے خرچ اور احتیاط سے اس نوجوان لڑکے کی جان کی حفاظت کی۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء کو ہم اس کو پھر امرت سر لے گئے اور حکام ضلع کو اطلاع دی پھر تحقیقات ہوئی جس کا ہم کو حال معلوم نہیں۔ اور ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ اور بھی سازشیں کرنا چاہتا ہے جو پیش گوئی مرزا صاحب نے ہماری نسبت کی ہے وہ ہتک آمیز ہے اور ممکن ہے کہ ہماری طرف سے وہ نقض امن کرانا چاہتے ہوں کہ میں خود ان کی بے عزتی الفاظ دیکھ کر نقض امن کروں۔ ہم اپنی حفاظت کا اکثر انتظام کرنا پڑتا ہے چونکہ ہم ڈاکٹر ہیں ہم کو اکثر اوقات ہر قسم کے اشخاص سے تعلق پڑتا ہے اور اس قسم کا اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ شاید نقض امن ہو جاوے ہمارے خیال میں آئندہ کے لئے کوئی پیش گوئی جو میرے نقصان یا موت وغیرہ کی جائے اس کو نقض امن تصور کیا جائے بیاس پر ایک زندہ سانپ پکڑا گیا تھا تو عبدالمجید نے بڑی منت اور زاری کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی سانپ پکڑا جاوے ہمارے پاس لانا حالانکہ ہم نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ (کتاب البریہ۔ ص ۱۴۰ تا ۱۵۴)

بیان مرزا غلام احمد بلا حلف۔ ۱۳۔ اگست ۱۸۹۷

ہم نے کبھی پیش گوئی نہیں کی کہ ڈاکٹر صاحب مر جائیں گے۔ ہرگز ہمارا منشاء کسی لفظ سے یہ نہ تھا کہ صاحب موصوف مر جاویں گے عبداللہ آتھم کی نسبت شرطیہ پیش گوئی کی تھی کہ اگر رجوع بحق نہ کرے گا، تو مر جاوے گا عبداللہ آتھم کی درخواست پر پیش گوئی صرف اس کے واسطے کی تھی کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیش گوئی نہ تھی لیکھ رام کی درخواست پر اسکے واسطے بھی پیش گوئی کی گئی تھی، ہم نے کی تھی چنانچہ وہ پوری ہوگئی۔ دستخط حاکم ۱۵۔ اگست ۱۸۹۷ء (کتاب البریہ ص ۱۷۳)

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح

عبدالحمید ولد سلطان محمد ساکن جہلم ذات گکھڑ عمر... سال بیان کیا کہ میں متلاشی عیسائی ہوں پہلے محمدی تھا میں عیسائی لوگوں کے پاس گجرات میں گیا تھا چار ماہ ہوئے ہیں اس وقت مرزا سے میری واقفیت نہیں تھی۔ ریلیف ورکس پر جان محمد بابو کے تحت میٹ تھا دو تین ماہ عیسائیوں کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ وہاں محمدی لوگوں نے مجھے بلا لیا، اسلئے گجرات میں چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے بہت مرید گجرات میں ہیں، انہوں نے مجھے قادیان میں بھیجا، جب میں وہاں گیا میرا چچا برہان الدین اس وقت وہاں نہ تھا، مجھے صلاح دی گئی کہ جو شکوک تمہارے ہیں قادیان جا کر رفع کر لو مجھے

نور الدین اور مرزا نے سکھلایا تھا۔قرآن کی تعلیم نہیں دی تھی گجرات سے آکر صرف چار دن تک قادیان میں رہا تھا میں جہلم واپس چلا گیا تھا اور چچا لقمان کے گھر میں جا کر رہا تھا، برہان الدین کے گھر میں گیا تھا، میرا چچا مولوی برہان الدین غازی ہے اور مرزا صاحب کا مرید ہے دوسرا چچا میرا لقمان ہے مگر وہ مرید مرزا کا نہیں ہے، میری ماں نے میرے والد کے مرجانے کے بعد لقمان سے نکاح کرلیا ہوا ہے اور اس سے اولاد بھی ہے۔ میری دونوں نے پرورش کی دو تین روز جہلم رہ کر پھر میں قادیان میں چلا آیا، مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ایک روز ایک علیحدہ مکان میں مجھے لے گئے اور کہا کہ جاؤ امرتسر میں ڈاکٹر کلارک صاحب کو پتھر مار کر ماردو۔ میں نے کہا کہ میں کیوں یہ کام کروں؟ تو مرزا نے کہا کہ اگر دین محمدی پر ہو کر تم یہ قتل کروگے تو تم مقبول ہو جاؤ گے۔ پہلے مجھے پڑھایا کرتے تھے پھر جب مجھے قتل کرنے کے واسطے مرزا نے کہا تو مجھے یہ کہا کہ اب تم چار پانچ روز مزدوری کرو تا کہ لوگ یہ کہیں کہ مزدوری کرتا آیا ہے۔ پھر یہ کہا کہ جب تو جانے لگے تو ہم کو گالیاں نکال کر جائیو۔ میں امرت سر چلا گیا اور ڈاکٹر صاحب مستغیث مقدمہ ہذا کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیسائی ہونے آیا ہوں ڈاکٹر صاحب نے میری خاطر وتواضع کی اور مجھے ہسپتال میں بھیج دیا۔ مجھے مرزا نے کہا تھا کہ پہلے اپنا نام رلیا رام بتانا، پھر عبدالمجید بتلانا کہ مسلمان ہو کر یہ نام حاصل کیا ہے۔قریب ایک ماہ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس امرتسر میں رہا، پہلے پانچ چھ روز امرتسر رہا، پھر بیاس پر رہا، کاغذ ایچ مشمولہ میرے قلم کا لکھا ہوا ہے جو بطور اقبال کے میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت موجود تھے جب لکھ کر میں نے دیا تھا۔ بیاس سے ایک خط میں نے مولوی نور الدین کو لکھا تھا کہ میں عیسائی ہو جاؤنگا۔ یہ سچا دین ہے محمدی دین سچا نہیں ہے، ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ مرید مرزا کا ہمارے پاس آیا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کو عیسائی بنائیں یا نہ جب مولوی نور الدین کو خط لکھا تھا ڈاکٹر صاحب کو علم نہ تھا اور عیسائیوں کو بتلایا تھا کاغذ حرف ایچ کے لکھنے سے پہلے خط مولوی نور الدین کو لکھا تھا۔بھگت رام اور ایک اور منشی جس کا نام یاد نہیں دیکھ رہے تھے۔قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ میں قادیان سے روانہ ہو کر امرتسر مرزا صاحب کے پاس سے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا۔ مولوی نور الدین کی طرف خط بھیجنے سے یہ مطلب تھا کہ ان کو معلوم ہو جاوے کہ میں بیاس میں ہوں جب قادیان سے امرتسر گیا تھا۔۴۔آنے کرایہ دیا تھا اور قادیان میں ٹوکری اٹھانے کی اجرت ۱۲۔آنے مرزا نے مجھے دیئے تھے۔ میں نے آتھم کی بابت سنا ہے، دیکھا نہیں اس پر حملے کئے جانے کی نسبت مجھے کوئی علم نہیں کہ کب حملے ہوئے اور کیا

کیا حملے ہوئے، اور کس نے حملے کئے۔ جب میں پہلے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میرا ارادہ مارنے کا نہیں تھا۔ بعد میں ارادہ بدل گیا۔ مجھے لقمان نے مرزا کے پاس نہیں بھیجا تھا اور نہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ سارے خاندان میں کوئی رنج برہان الدین کے..مرزا صاحب کا مرید ہو جانے سے نہیں ہے۔ نعمان اس وقت جہلم میں ہے اور برہان الدین کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ وغیرہ بعد بیان کے عرض کیا، چونکہ میں نے صاف حالات بیان کر دیئے ہیں مجھ کو اندیشہ جان ہے۔

کلارک: ہم اسکو اپنی حفاظت میں رکھنا چاہتے ہیں (چنانچہ گواہ کو اجازت ڈاکٹر کے پاس رہنے کی دی گئی)

اور گواہان کے اظہار اور خرچ فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے کہا۔ اور عبدالمجید یا عبدالحمید گواہ استغاثہ کو پولیس میں بھیجا گیا وہاں اپنے بیان کو بالکل بدل دیا۔ اور جو بیان عدالت میں لکھایا تھا محض کہانی اور غلط بیان کیا۔ اگر کل کاروائی بلفظہ درج کی جائے تو بذاتہ ایک کتاب ہو جاتی ہے۔

عدالت نے کل کاروائی مقدمہ اور وجوہات کو درج کر کے فیصلہ دیا:

یہ ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئیاں ڈیلفی کے الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کچھ اور۔ اس صورت میں اس امر کا ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے معنی ٹھیک ہوں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر کلارک کی نسبت کوئی پیش گوئی نہیں کی اور جس قدر مطبوعہ شہادت پیش کی گئی ہے ہم منجملہ ان کے کسی میں بھی کوئی صاف اور صریح امر نہیں پاتے جس سے مرزا صاحب کے بیان کی تردید ہوتی ہو۔ غلام احمد نے اپنے اظہار میں بیان کیا ہے کہ ان کو ان حملات کا بھی علم نہیں جو آتھم کی جان پر کئے گئے۔ مگر کہا کہ لیکھ رام کی نسبت اس کو علم تھا کہ وہ مر جائے گا اور نیز اس نے دن اور گھنٹہ کی پیش از وقت اطلاع دے دی تھی جہاں تک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کیلئے ضمانت لی جائے۔ یا یہ کہ مقدمہ پولیس سپرد کیا جائے، لہذا وہ بری کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا ہے اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور پر متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں

جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔ جو اثر اسکی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔ اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ ان کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔ فروری ۱۸۹۷ء۔ دستخط ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور۔ (کتاب البریہ۔ ص ۲۵۸ تا ۲۶۱)

ثنائی ورود قادیان

جاڑا ہے کہ زمہریر کا طبقہ ٹوٹ گیا ہے ہوا کے سناٹے سے کان بہرے ہوتے ہیں بڑے بڑے تناآور درخت بید کی طرح کانپ رہے ہیں درختوں کے پتوں پر برف جو جم گیا ہے ایک دوسرے سے وصلی کاغذ کی طرح چمٹے ہوئے بزبان حال کہہ رہے ہیں

جیسے کہ وصل کی شب ان سے لپٹتے ہیں ہم
یوں وصلی کے بھی کاغذ چسپاں بہم نہ ہوں گے

پرند پروں میں سر چھپائے آشیانہ میں بیٹھے ہیں، منہ باہر نہیں نکالتے، انسانوں کی بغلوں سے ہاتھ جدا نہیں ہوتے، کنار دلدار کا مزہ لے رہے ہیں، دم تقریر دودِ جگر منہ سے نکل کر دھواں دھار ہو جاتا ہے، بات دم گفتار زبان سے نکل کر لبوں پر جم جاتی ہے، سامع کے کان تک جانے کا بار نہیں پاتی ہے۔ دانت سے دانت بجتے ہیں صبح ہوگئی ہے خورشید خاور حجرہ افق سے نکل آیا ہے مگر ڈر کے مارے چادر کہر سے منہ چھپائے کانپ رہا ہے۔ کہر کا غبار چاروں طرف چھا رہا ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو رہا ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ مارا نظر نہیں آتا، راستہ کا تو کیا ذکر ہے۔ انگیٹھیوں میں آگ ٹھنڈی ہوگئی ہے لوگ ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں مگر حرارت نہیں آتی۔ ایک کچی سڑک پر کیچڑ میں ایک یکہ پھنسا کھڑا ہے گھوڑا جان توڑ کر زور لگاتا ہے مگر پہیہ حرکت کیا جنبش نہیں کھاتا۔ گویا برف میں جم گیا ہے یکہ والے کی آواز کانپ رہی ہے ہاتھ پاؤں شل ہو رہے ہیں مگر تاہم وہ کوشش کر رہا ہے تین چار آدمی کالی وردی پہنے کمبل کی بارانی میں لپٹے یکہ کو زور لگا کر دھکیل رہے ہیں مگر یکہ بھی نہیں ہلتا۔

ایک صاحب شنگرفی رنگ کی پشمینہ کی چادر سے منہ سر لپیٹے یکے کے اندر بیٹھے ہیں آنکھ اور ناک سے

پانی جار ہا ہے رومال سے پونچھتے پونچھتے ناک گوشت کی بوٹی کی طرح لال ہوگئی ہے۔

سپاہی: اجی حضرت مولانا! آپ کو تو ضرورت ہوگی، ہم غریب سپاہیوں کو ناکردہ گناہ کیوں عذاب میں پھنسایا؟

دوسرا: یہ تو یکہ میں منہ سر لپیٹے ہاتھ پاؤں چھپائے بیٹھے ہیں۔ چلو یہ پاس گاؤں ہے وہاں چل کر آگ اور لکڑیاں لائیں سینک کر ہاتھ پاؤں کھولیں۔

تیسرا: یہ بزدلی خوب نہیں۔ اگر کوئی معرکہ آرائی ہو تو تم کیا کرو

چوتھا: حوالدار صاحب! ان میں سے ایک آدمی کو ضرور بھیج دینا چاہیے جب تک دھوپ نکلے آگ جلا کر سینکیں گے۔ جب دھوپ نکلے گی تو یکہ کو گھوڑا کھینچے گا۔

حوالدار: اچھا تم سے ایک آدمی جاؤ۔ مولوی صاحب آپ حقہ تو نہیں پیتے؟

مولوی صاحب: نہیں صاحب میں حقہ تو نہیں پیتا مگر آگ تو ضرور منگانی چاہیے

حوالدار: حضرت مولانا صاحب! اس موسم میں سفر؟ ہم لوگ تو ملازم پیٹ کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں آپ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی۔ جو اس قدر تکلیف شاقہ گوارا کی۔

مولوی صاحب: کیا کہیں۔ تم مرزا کو تو جانتے ہو گے؟

حوالدار: واہ صاحب! آپ نے مرزا کے جاننے کی بھی ایک ہی کہی وہ تو شیطان سے زیادہ مشہور ہے، اسے کون نہیں جانتا۔

(خوب! یہ مولانا صاحب تو ہمارے مخدوم مکرم معظم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ہیں۔ یہ اس وقت یہاں کہاں؟)

مولوی صاحب: میں نے قادیان جانا ہے مرزا قادیانی نے ایک رسالہ اعجاز احمدی چھاپا ہے جس میں ہم کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

> اگر یہ (ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔
>
> (اعجاز احمدی۔ ص ۱۱)
>
> مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں۔ رسالہ نزول مسیح میں میں نے ڈیڑھ سو پیش گوئی لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت

ہے پس اگر میں مولوی صاحب کے لئے اپنے مریدوں سے ایک ایک روپیہ لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ (اعجاز احمدی۔ص ۲۳)

اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائیگا تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

۳۔ اور س سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۳۷)

حوالدار: اجی حضرت! کیا آپ مرزا کے وعدوں سے واقف نہیں اگر وہ ایسے وعدہ وفا ہوتے تو یہ جائداد، اور زیورات اور حلوائے تر اور قورما اور پلاؤ کہاں سے اڑاتے، آپ نے سنا نہیں کہ بخیل نے کسی شخص سے کہا کہ ہمارے گھر ہمارے دادا کے وقت کا اچار ہے۔ کسی نے کہا، ارے میاں ہمیں بھی دکھانا کہ اس کا کیسا ذائقہ ہے۔ بخیل نے کہا، جو اس طرح دکھاتے تو وہ کیونکر رہتا۔

سو حضرت! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور ہیں۔ مرزا ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے جو کسی کے دم میں آ جائیں۔ اچھوں اچھوں کو اس نے دم دیا ہے کسی کے قابو میں نہیں آتے، لاکھوں انعام کے اشتہار شائع ہو چکے کسی کو کوئی پیسہ ملا؟ سینکڑوں آدمی مناظرہ کیلئے بلائے گئے کسی سے کسی بات کا فیصلہ ہوا؟ آخر کو للو نکل گئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہے

(اس عرصہ میں سورج نے منہ دکھایا، دھوپ کی گرمی سے ذرا ہاتھ پاؤں کھلے، یکہ معہ مسافران آگے کو روانہ ہوا کبھی ٹیلہ پر یکہ چڑھا اور کبھی گڑھے میں دھڑام کر کے گرا

مجھ ناتواں کی چال ہے جوں مرغ بسمل کی تڑپ — ہر ہر قدم پر ہے گماں یہ رہ گیا وہ رہ گیا

غرض بصد حیرانی صبح سے چل کر قریب عصر قادیان پہنچے ..خدا کا شکر بجا لائے ..مرزا کو بذریعہ رقعہ اطلاع دی)

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع

رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم ۔ ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔

از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت یونس علیہ السلام پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین

مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم اندنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں' میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتّبع الھدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

❁ جواب الجواب ۔ امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہوگئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔ کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

رقعہ آدمی نے جا کر مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نہایت طیش وغضب میں آئے، اور ہزاروں بے نقط سنائیں۔ پھر حوارین کو حکم دیا کہ جواب لکھ دو۔ جو یوں ہے:

❁ مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز

تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تاکہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

مرزا قادیانی: خبیث گستاخ حفظ مراتب تو جانتے ہی نہیں اس سور سے کوئی دریافت کرے کہ خدا کے مرسل اور نبیوں کو اسی طرح شوخی اور شرارت سے گستاخانہ خط لکھا کرتے ہیں۔

حواری: حضور یہ کیا، اس کے ہم خیال یہودی صفت علماء اسلام کل دریدہ دہن گستاخ ہیں۔ خدا کے مسیح موعود اور مرسل صادق اور نبی برحق کی شان میں بے ادبی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ رکھا ہے خدا ان کو سزا بھی تو نہیں دیتا۔

مرزا قادیانی: ان گونہہ خور یہودیوں کے بڑے بھائیوں کو عنقریب کتے کی موت مارے گا کہ بد ذات اونٹوں کی طرح سوتے رہ جائیں گے۔

حواری: ہم اس کو کبھی نہیں بولنے دیں گے۔ گدھے کی طرح دم لگا کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے لعنت ہی لے کر جائے گا۔

مرزا قادیانی: اس نابکار سے کہہ دو کہ وہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔

حکیم محمد صدیق: (جو مولوی صاحب کا خط مرزا صاحب کی خدمت میں لے گئے تھے، ان مغلظ دشنام کو سن کر سخت حیران ہو کر واپس آئے، مولوی صاحب سے)، حضرت سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بڑا فرق ہے ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی...سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

محمد ابراہیم: (یہ بھی حکیم صاحب کے ساتھ تھے) میں بیان نہیں کر سکتا جو الفاظ مرزا صاحب نے علماء اسلام کی نسبت عموماً اور آپ (ثناء اللہ) کی نسبت خصوصاً فرمائے ہیں۔

حواری: (مولوی ثناء اللہ سے) یہ خط حضرت اقدس امام ہمام نے بجواب تمہارے خط کے دیا ہے۔

مولوی صاحب: (خط دیکھ کر) چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ان کے ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے اس خط کو قبول کرتا ہوں۔ ان حضرات مرسلین رقعہ یا گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر مولوی یا عالم سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز کا نام ہے رشیدیہ جو علم مناظرہ میں ایک مستند کتاب ہے اس میں صاف مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی کے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونا اسی کا نام مناظرہ ہے۔

حوالدار: مولوی صاحب سلام۔ کیوں صاحب! ہم کیا کہتے تھے حضرت! ہم ایسے لکھے پڑھے نہیں مگر اردو کی کتابیں دیکھ کر اپنا مطلب سمجھ لیتے ہیں مرزا صاحب کا حال کوئی مخفی راز تو ہے نہیں روزاخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے ہیں کسی اقرار پر کسی جگہ قائم رہے ہیں جو آپ سے وعدہ وفا کرتے:

کرے ایفا وعدے کا اقرار کر کے　　　　کوئی اور ہوگا وہ مرزا نہ ہوگا

حکیم محمد صدیق: حضرت بندہ نے امرتسر سے چلتے وقت عرض کیا تھا کہ آپ کیوں ناحق خراب ہوتے ہیں مرزا صاحب ہرگز آپ کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے اور نہ وہ گفتگو کرینگے۔ یہ ان کی عادت مستمرہ ہے دعوت تو دے بیٹھتے ہیں مگر پھر بہزار حیلہ گریز کر جاتے ہیں۔

مولوی صاحب: ان کی حجت تو پوری کرنی تھی یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ مقابلہ پر وہ نہ کبھی پہلے آئے ہیں نہ اب آئیں گے۔ رسالہ اعجاز احمدی میں لکھا ہے:

> ہم کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں۔ اگر یہ (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔
>
> اور مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں۔ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی

اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہو گا۔

مولوی صاحب: ہم مرزا صاحب کی صداقت اور راست بیانی کے ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بیشک یہ لکھتے ہیں:

ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس کتاب (انجام آتھم) پر گو تاریخ طبع نہیں ہے مگر اس کے اول صفحہ سے ۱۸۹۶ء معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے واسطے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء! اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں پھر ان پر واجب ہو گا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہو گا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کر لیں

۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے۔ ۲۔ عقل کی رو سے۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامات کی رو سے۔

کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں ماموریں کے پرکھنے کیلئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا یا اگر ان تینوں سے صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہرونگا لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور نیز وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تو لازم ہو گا کہ تمام مخالف مولوی اور ان کے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

کیا مرزا جی نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا، یا ان سے مجلس میں دلائل طلب نہیں کیئے، کیا ان کو بحث کے لئے نہیں بلایا، کیا قادیان میں ۱۹۰۰ء، ۱۸۹۶ء سے پہلے ہونے کی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے یا نہیں، تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کو مناظرہ تو کیا زیارت سے

بھی محروم رکھا۔ ہائے

وصال یار میسر ہو کس طرح ضامن   ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسمان صیاد

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزا جی نے اس کو عملی طور پر منسوخ کر کے ردی کی صندوق میں ڈال دیا ہے اس لئے تو ندوۃ العماء کے جلسہ منعقدہ امرتسر کے موقع پر ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا جی کے نام ۴۳ علماء نے مشترکہ نوٹ دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔ (الہامات مرزا)

بٹالوی، زٹلی، تبّتی کی ذلت کی پیش گوئی

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے   حسود را چہ کنم کوز خود برنج درست

مرزا صاحب دربار برخاست کر کے صبح کی سیر سے فراغت پا کر بیت الفکر میں بیٹھے ڈاک کا، جو آج ہی آئی ہے، ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ منی آرڈر اور روپئوں کا مقابلہ اور پڑتال اور میزان اور ٹوٹل ملا کر رکھ دیئے ہیں۔ خطوط کے ملاحظہ سے بھی فرصت پالی۔ ایک اشتہار کا ملاحظہ بڑے غور کے ساتھ ہو رہا ہے اور اسکے مضمون سے چہرہ پر تغیر محسوس ہوتا ہے اشتہار کو پڑھ کر رکھ دیا۔

افسوس یہ سب فتنہ انگیزی اور کارستانی شیخ بٹالوی کی ہے اور اسی کے ایماء سے یہ اشتہار چھاپا گیا ہے اور اس کو آتش حسد نے ایسا جلایا ہے کہ خدا کی پناہ۔ میں نے کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی کہ اس کے بغض وحسد کو فرو کیا جائے مگر بمصداق جبل گردد جبلت نہ گردد۔ ضد اس کے خمیر میں گھونٹی کے ساتھ مخمر ہو گئی ہے، نہ دھمکانے اور ڈرانے کا اثر، نہ طمع کا، پھر کیا کیا جائے ملا محمد بخش اور ابوالحسن تبّتی اور ساتھ لگ گئے ہیں۔

ایک عرصہ انہی خیالات اور رد وبدل کے بعد قلم دوات لیا اور کاغذ اٹھایا ایک اشتہار لکھنا شروع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین آمین۔

ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں

اور مبارک وہ کہ خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنہ دیکھے ہوں گے

وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ان کا اشاعۃ السنہ کفّ لسان اور تقوی اور پرہیز گاری کے طریق کا موید تھا اور کفر کے ننانوے وجوہ کو ایک ایمان کی وجہ پائے جانے سے کالعدم قرار دیتا تھا، اور آج وہی پرچہ ہے کہ جو ایسے شخص کو کافر اور دجال قرار دے رہا ہے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کا قائل اور آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا اور تمام ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور ان کلمات کو سن کر شیخ صاحب اور ان کے ہم زبان یہ جواب دیتے ہیں کہ تم لوگ دراصل کافر اور منکر اسلام اور دہریہ ہو، صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہو۔ گویا شیخ صاحب اور ان کے دوستوں نے ہمارے سینوں کو چاک کر کے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے اندر کفر بھرا ہے۔ خدا تعالی نے اپنے بندے کی تائید میں اپنے نشان بھی دکھلائے مگر وہ نشان بھی حقارت اور بے عزتی کی نظر سے دیکھے گئے اور کچھ بھی ان نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ مسلمانوں میں آپ کے فتوی کفر کی وجہ سے روز بروز تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اب اس بات سے نومیدی کلی ہے کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کو مان سکتے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لئے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے لیکن تاہم آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مباہلہ کا اثر تین دن یا ایک دم ہی رہنے دیں کیونکہ مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بددعا کا نام ہے۔ آپ اپنی بددعا کے اثر کی مدت قرار دینے میں اختیار رکھتے ہیں۔ ہماری بددعا کے اثر کا وقت ٹھہرانا آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم وقت ٹھہراویں۔ اس لئے آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیے آپ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ شخص ملہم کو جہاں تک شریعت کی سخت مخالفت پیدا نہ ہو اپنے الہام کی

متابعت ضروری ہے۔ لہذا ایک سال کی شرط جو الہام کی بنا پر ہے اس وجہ سے ردّ نہیں ہوسکتی کہ حدیث میں ایک سال کی شرط بصراحت موجود نہیں، کیونکہ اول تو حدیث مباہلہ میں ایک سال کا لفظ موجود ہے اور اس سے انکار دیانت کے برخلاف ہے۔ پھر اگر فرض کے طور پر حدیث میں سال کا لفظ موجود بھی نہ ہوتا تو چونکہ حدیث میں ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو سال کی شرط کو حرام اور ممنوع ٹھہراتا ہو اسلئے آپ ہی حرام اور ناجائز قرار دے دینا امانت سے بعید ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی عادت فوری عذاب تھا تو قرآن شریف میں یا تعلیم رسول اللہ ﷺ میں اس کی تصریح ہونی چاہیے تھی لیکن تصریح تو کیا بلکہ اس کے برخلاف عمل درآمد پایا گیا ہے دیکھو مکہ والوں کے عذاب کے لئے ایک برس کا وعدہ دیا گیا تھا، یونس کی قوم کے عذاب کے لئے چالیس دن مقرر ہوئے

بلکہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بعض عذابوں کی پیش گوئی صدہا برس کے وعدوں پر کی گئی ہے۔ پھر خواہ نخواہ کچی اور بے ہودہ بہانے کر کے اور سراسر بددیانتی کو شیوہ ٹھہرا کر فیصلہ سے گریز کرنا ان علماء کا کام نہیں ہوسکتا جو دیانت اور امانت اور پرہیز گاری کا دم مارتے ہوں۔ اگر ایک شخص درحقیقت مفتری اور جھوٹا ہے تو خواہ مباہلہ ایک سال کی شرط پر ہو خواہ دس سال کی شرط پر، افتراء کرنے والا کبھی فتح یاب نہیں ہوسکتا۔

غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی ہے شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن کی مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں، زیادہ نہیں۔ حالانکہ حدیث میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام ونشان نہیں۔ اور اگر فرض بھی کرلیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی تحدید نہیں ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں، تاہم ایک شخص جو الہام کا دعویٰ کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء امت کا حق ہے کہ اس پر حجت پوری کرنے کے لئے ایک سال ہی منظور کرلیں۔ اس میں تو حمایت شریعت ہے تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔، خدا لکھ چکا ہے کہ، میں اور میرے نبی اور میرے پر ایمان لانے والے غالب رہیں گے۔، سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتّی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالی سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ کہ :

میرے ذوالجلال پروردگار، اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر، اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولی میرے معم میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ (۱۳) مہینوں میں (یہ تیرہ مہینے خدا تعالی کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے۔) جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیز گار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا (ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے)۔ اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں.........

یہ خدا تعالی کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابو

الحسن تبّتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں ان میں سے جو کاذب ہوگا وہ ذلیل ہوگا ۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا ۔ (اس فیصلہ کو خدا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے ۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا ۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے ۔ جھوٹے کی کبھی تائیدنہیں کرے گا ۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا ۔ خدا سچوں کو فتح بخشے ۔ آمین)

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خدا تعالی کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے حق کے طالب عبرت اور نصیحت پکڑ ں ۔ اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا ۔ اور میعاد پندرہ ..دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ۔ اور ۱۴ دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مہلت ہے ۔ فقط

۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب
دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس ، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا ۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا ۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں ۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں ۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے ۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے ۔

اس کے چند نائین لاہور ولدھیانہ وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کرلیں۔ اوراس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کرکے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کرچکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے، پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد ، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کردے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط ومیعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں (جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے تسلیم کیے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کردے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کرچکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے۔ اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو

جنگ مقدس میں آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔جن کو ان کے چاروں مواضع کے مرید آپ کی نذر کریں۔اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند
مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی
بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار
کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا
روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبّتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔اکتوبر ۱۸۹۸ء

نوٹ: ا۔نائبین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔یہ محض دروغ ہے۔مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نور الحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھتا تھا۔اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے جس کی شکایت اس شعر میں ہے: کس نیاموخت علم تیراز من۔کہ مرزا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔قلمی خط تو ایک طرف رہا

کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب و ہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ۱ جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔

۵۔ مولوی سید ابوالحسن صاحب تبّتی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف و نفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنھوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام، پٹیالہ والوں کو، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو، اور پٹیالہ والے، لدھیانہ

والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ: ۲۸۶) ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

الراقم احقر ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۔ ۶۷)

(مرزا صاحب زلزلوں کی پیش گوئیاں بھی کیا کرتے تھے، ان کے مقابل منشی محمد بخش نے زلزلہ نہ آنے کی پیش گوئی بایں الفاظ شائع فرمائی:

میں آج ۶ مئی ۱۹۰۵ء کو اس امر کا بڑے زور اور دعوی سے اعلان کرتا ہوں اور تمام لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں اور خوفناک اور بجھے ہوئے دلوں کو اطمینان اور تسلی دیتا ہوں کہ قادیانی نے ۵، ۸، ۲، ۲۹، اپریل کے اشتہاروں اور اخباروں میں جو کہا ہے کہ ایسا سخت زلزلہ آئیگا جو ایسا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا۔ کرشن قادیانی زلزلہ کے آمد کی تاریخ یا وقت نہیں بتلاتا مگر اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ زلزلہ ضرور آئیگا، اس لئے میں ان بھولے بھالے سادہ لوح آدمیوں کو جو قادیانی کی صرف لفاظیوں اور اخباری رنگ آمیزیوں سے خوفناک ہورہے ہیں بڑے زور سے اطمینان اور تسلی دیتا ہوا خوش خبری سناتا ہوں کہ خدا کے فضل وکرم سے شہر لاہور وغیرہ میں یہ قادیانی زلزلہ نہیں آئے گا نہیں آئے گا اور نہیں آئے گا۔ آپ ہر طرح اطمینان اور تسلی رکھیں مجھے یہ خوش خبری حقیقی نور الٰہی اور کشف کے ذریعہ سے دی گئی ہے جو انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہوگی میں مکرر سہ کرر کہتا ہوں اور نور الٰہی سے جو مجھے بذریعہ کشف دکھلایا گیا ہے مستفیض ہو کر اور اس کے اعلان کی اجازت پاکر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ قادیانی ہمیشہ کی طرح اس زلزلہ کی پیش گوئی میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور خداوند تعالی حضرت خاتم المرسلین اور شفیع المذنبین کے طفیل سے اپنی گنہ گار مخلوق کو اپنے دامن عاطفت میں رکھ کر اس نارسیدہ آفت سے بچائے گا اور کسی فرد بشر کا بال تک بیکا نہ ہوگا۔ ملا محمد بخش حنفی سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور۔ اخبار بدر ۱۸ مئی ۱۹۰۵ء ص ۵۔

اڈیٹر اخبار بدر قادیان نے ایک مرتبہ لکھا: ۱۶۔ اگست کے اخبار بدر میں اخبار وطن کے آرٹیکل لکھتے ہوئے جو لکھا گیا تھا کہ، لاہور میں ایک میاں جعفر زٹلی (اخبار) تھے معلوم نہیں اب یا نہیں کیونکہ وہ پہلے اس سلسلہ کی مخالفت میں واہی تباہی لکھنے اور ڈھنڈورا پیٹنے میں شب وروز سرگرداں رہا کرتے تھے اب کچھ عرصہ سے معلوم نہیں کیا سبب خاموش ہیں، سو خدا نے ہمارے لئے اس کا نعم البدل پیدا کر دیا۔ (یعنی اخبار وطن چل نکلا ہے)...، اس کے

متعلق ہمارے پاس ایک کارڈ پہنچا ہے جو ملا محمد بخش جعفر زٹلی کی طرف سے ہے، اس کارڈ میں لکھا ہے،

میں تو جیتا جاگتا صحیح سلامت ہوں خدا نے جس کام کے واسطے پیدا کیا ہے میں اس میں ہمیشہ سرگرم ہوں اور جب تک میرے دم میں دم ہے مرزا کا پیچھا نہ چھوڑونگا۔،

خوب ہے کہ آپ زندہ ہیں مگر ہم نے کب کہا تھا کہ آپ مرگئے ہیں۔آپ جیسے مخالفین کی کاروائیاں تو اس سلسلہ کو رونق دے رہی ہیں خدا اپنے صادق کے لئے اس کے دشمنوں سے بھی کام لیتا ہے (بدر ۳۰۔اگست ۱۹۰۶ء ص ۹)

مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی: ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا اور ملا محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین نے اس دجال کو اس کے کفریات پر بحث کے لئے للکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اس کے پیچھے ہولئے اور تالیاں بجاتے، اور وہ بھاگا، پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور مورخہ.. ۱۸۹۷ء میں کہا ہے:

مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔اکتوبر کو لاہور میں پہنچے۔سنہری مسجد کے سامنے لکھی کے مکان پر اترے۔ ہر چند میں نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔ بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوی کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔غرض مرزا جی جیسے آئے تھے ویسے ہی بیک بنی و دو گوش گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکر ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مرزا جی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ : مرزا کی بو...الخ

منشی الہی بخش لاہوری نے عصائے موسی میں لکھا ہے: مرزا نے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۱ میں بضمن تشریح پیش گوئیاں تحریر فرمایا ہے کہ

آخری زمانہ میں علماء اس امت کے یہود کے مشابہ ہوجائیں گے اور دیانت اور تقوی ان میں سے جاتی رہیگی جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے انکا دین ہوگا۔اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہوجاویں گے

سو افسوس کہ اب وہی کاروائی اور منصوبہ بازی دنیوی لالچوں میں گرفتاری وغیرہ مرزا کی طرف سے بھی ظاہر ہونے لگی۔یعنی مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو کافر بنانے کیواسطے اور کل الہامات واشخاص مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھوڑ کر صرف ایک دو ہی جز، جزاء سیّئۃ سیئۃ بمثلھا کو نیز ترھقھم ذلّہ کو کسی ضرورت کے سبب پورا کرنے کیلئے ایک مرید کی معرفت ایسی کاروائی کی گئی اور اس نیک بخت راست باز مرید نے خلاف ضمیر و

خلاف راستی بیان وحیلہ حوالہ کر کے امرتسر سے فتوی حاصل کیا جو بظاہر راست بیانی وصحیح طور سے بھی حاصل ہوسکتا تھا کیونکہ فتوی میں اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا، تو جواب وہی تھا جواب ملا ہے، تو پھر اس الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والے کو بجائے ۱۳ ماہ کے چندروز ہی میں پورا فرمانے کی سعی وتکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر الہام الٰہی تھا تو ضرور خود بخود پورا ہوتا۔ یہ امر کس قدر قابل غور وافسوس ہے، اور کبھی کسی اہل اللہ نے کبھی ایسی کارروائی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔

قابل غور ہے کہ اس اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشانی پر مرزا صاحب نے کہا ہے:

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔

پھر اس میں خود بدولت کو ایک طرف اور مولوی محمد حسین، ملا محمد بخش جعفر زٹلی، مولوی ابوالحسن تبّتی کو دوسری طرف، خدا کے حکم کے نیچے بیان کر کے عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہہ لکھا: جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔

میعاد تیرہ ماہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک الہام سے مقرر فرمائی اور لکھا کہ:

اس فیصلہ کو اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب آسانی سے مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آگیا۔ خدا سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس محکمہ عالیہ میں مقدمہ دائر تو کر دیا لیکن اس کے بعد بایں دعوی توکل واقبال علی اللہ وغیرہ تقرب وفضائل بے شمار معہ یقین صدق وراستی خود بدولت پھر خدا تعالی جل جلالہ عم نوالہ کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے انتظار کیوں نہ کیا۔ حالانکہ جو الہامات اس اشتہار میں ہیں ان میں یہ الہام بھی ہے فاصبر حتّی یاتی اللّٰہ بامرہ ۔جس پر مرزا صاحب کو ضرور کاربند ہوکر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔

پھر یہ بھی الہام اس میں ہے انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا وّ الّذین ھم محسنون اور چونکہ مرزا صاحب تمام دنیا کے متقین محسنین سے اپنے آپ کو اعلی وافضل مانتے ودعوی کرتے ہیں لہذا ان کو اس الہام پر بھی امید کر کے کہ فتح ضرور ہماری ہوگی، انتظار کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ ان سب امور کو بالائے طاق رکھ کر وبازیچہ طفلاں سمجھ کر گھبراہٹ سے اس اشتہار کے متعدد الہامات میں سے صرف ایک دو الہام کو فوراً پورا کرنے کے واسطے بھی ناجائز کاروائی حصول فتوی کیلئے کرتے۔

پھر اس خلاف راستی کاروائی سے کئی الہاموں میں سے صرف ایک دو الہام ایک شخص محمد حسین کی نسبت بایں کوشش پورے تو فرمائے لیکن دوسرے دو کس فریق ثانی میں سے جو باقی ہیں ان کا کیا ہوا؟ معافی کے لائق تو وہ بظاہر اس لئے نہیں کہ بقول مرزا گند اور گالیوں سے پر اشتہار تو ان دونوں ہی کی طرف سے نکلا تھا جس پر مرزا نے

فیصلہ خدای پر چھوڑ کر اشتہار شائع فرمایا تھا۔ نیز باقی ماندہ الہامات کا بھی حال معلوم نہ ہوا کہ کیوں واپس لئے گئے تھے

مرزا نے جو فرضی دل خوش کن ذلت ان کی حصول فتوی سے کی اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے مرید نے جھوٹ موٹ مرزا کا مخالف وسائل بن کر جو استفتا پیش کیا تھا، وہ مرزا کے دستخطی انکار مہدی پر عائد ہوتا ہے جیسا کہ مرزا نے خود استفتاء مشتہر ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو ظاہر و باطن خلیفہ برحق بنی فاطمہ سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ تمام اہل سنت کو سراسر لغو و بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت والحاد خیال کرتا ہے، کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے و راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اجماع کا چھوڑنے والا وملحد و دجال ہے۔ بینوا و توجروا۔

پھر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

بالآخر ہم مردانہ طور اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی بنی فاطمہ سے خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا، جبر سے دین کو غالب کرے گا، بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے۔

اس پر مفتیان نے جو فتوی دیا وہ صریحاً بحق مرزا ہوا، نہ بحق مولوی محمد حسین۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنا الہام و اشتہار سچا کرنے کیلئے وہ فتوی مولوی محمد حسین بٹالوی پر چسپاں کر دیا اور مشتہر کرتے وقت بجائے اصل نام سائل اس مرید کے خلاف واقعہ خود بدولت کو بالقابہ السائل لکھ کر اشتہار شائع کر دیا جس کا حال مولوی عبدالحق غزنوی کے اپنے اشتہار ۹ جنوری ۱۸۹۹ء میں اور کچھ ایک کتاب، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں درج ہے۔ لہذا اس میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا کیا بگڑا، بلکہ از دست مرزا صاحب کی عجلت و کاروائی حصول فتوی لوگوں کو جب معلوم ہوئی پھر دوسرے دوکس اشتہار دہندگان راضی خوشی اسی طرح مستعد و مقابل مرزا صاحب قائم ہیں، کسی قسم کی ذلت ان کو بھی نہیں پہنچی۔

دوسری طرف اس میعاد اشتہار میں جو کامیابی بحق مرزا صاحب ہوئی، وہ یہ ہے۔

اول۔ مقدمہ صرف بنام مرزا صاحب قائم رہ کر مولوی محمد حسین صاحب اس میں بطور گواہ پیش ہوئے اور اخیر پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب سے قسمیہ اقرار نامہ لیا گیا کہ کسی کو ذلت پہنچنے کی خبر والی پیشگوئی شائع نہ کریں اور خدا تعالی کے پاس فریاد (اپیل) کرنے سے بھی اجتناب کریں۔ مباحثہ میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ بھی استعمال نہ کریں مولوی محمد حسین بٹالوی یا ان کے کسی دوست پیرو کو مباہلہ کیلئے نہ بلائیں ان کی نسبت کافر، دجال، کاذب، بطالوی نہ لکھیں۔ وغیرہ۔ دوم۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حالات و کمالات ایک خط وکتابت موسومہ خلاف بیانی میں شائع ہو کر مظہر حقیقت ہوئے۔ سوم۔ مرزا صاحب کے مرید کے اشتہار مرہم عیسی والی کی اشاعت

دل آزار خیال ہو کر حکماً بند کی گئی۔ چنانچہ اب اس کا مقدمہ مرزا صاحب کے مرید کی طرف سے چیف کورٹ میں دائر ہے۔ یہ اس معیاد کے اندر کا ذکر ہے اور جو کچھ ہوگا اس میعاد سے باہر ہوگا۔ چہارم۔ پھر ایک مرزا صاحب کا مرید، جو سنا ہے کہ مرزا صاحب کو رقم ماہوار نذرانہ بھیجتا تھا، قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔

باقی حالات اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم ہیں۔اب ناظرین دیکھ لیں کہ تیرہ ماہ والے اشتہار کا نتیجہ کس کے حق میں ہوا۔ آیا مرزا کے یا ان کے مخالف فریق کے حق میں)

گورداسپوری لیکچر اور اقرار نامہ

گورداسپور کے ضلع کی کچہری کے احاطہ میں ہمارے ناول کے ہیرو حضرت امام زمان مجدد دوراں مہدی مسعود اور مسیح موعود مرزا صاحب رونق افروز ہیں اور حواریان ذوالاقتدار اور رفقاء و الاتبار اور صحابہ باوقار اپنے پایہ اور قرینہ پر متمکن کچھ ادھر ادھر انصرام کام میں پھر رہے ہیں۔ کچھ گفتگو ہو رہی ہے حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے اور غیر بھی تماشائیوں کے طور پر تقریر دلپذیر سننے کے واسطے حلقہ کئے کھڑے ہیں۔

پہلا۔ (سامعین) یہاں کوئی عیسائی تو نظر نہیں آتا پھر کیوں حضرت عیسیٰ کو صلواتیں سنائی جاتی ہیں اور اگر کوئی عیسائی بھی ہوتا تو کیا ایک اولوالعزم نبی کی شان میں یہ الفاظ جائز ہیں؟

دوسرا: یہ اس چودھویں صدی کے مسیح جو ٹھہرے اور کیا ذکر کریں

تیسرا: بھائی رقابت جو ہوئی ان (مسیح ابن مریم) کی وفات اور نفی معجزات نہ ہو، تو ان (مرزا) کی فضیلت ان پر کیونکر ہو سکتی ہے اور ان کا اعتقاد اور محبت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں کیسے جم سکتا ہے

چوتھا: یہ پورانے خیالات (عیسیٰ بن مریم کی حیات الی السماء معہ بجسد العنصری پھر نزول) دلوں سے نہ نکلیں ان (مرزا) کو کوئی مسیح موعود نہیں مان سکتا۔ اس واسطے یہ لازم ہوا کہ ہر ایک وعظ اور تقریر اسی بارہ میں ہو۔

مسیح زمان: عیسائی کہتے ہیں کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے بارے میں بہت کچھ ثبوت رسالہ انوار الاسلام اور رسالہ ضیاء الحق اور رسالہ انجام آتھم میں دے چکے ہیں۔ اور اب بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس پیش گوئی کی بنیاد نہ آج سے بلکہ پندرہ برس پہلے سے ڈالی گئی تھی جس کا مفصل ذکر

براہین احمدیہ میں بصفحہ ۲۴۱ موجود ہے۔ سوایسے انتظام کے ساتھ پیش گوئی کو پورا کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔

یسوع کی تمام پیش گوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیش گوئی بھی اس پیشگوئی کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جاوے تو ہم ہر ایک تاوان دینے کو تیار ہیں۔ اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں، صرف یہی کہ زلزلہ آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی۔ پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے، کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟

پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔ محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے، اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں، ان کو کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا۔ دیکھو یسوع کو کیسی سوجھی اور کیسی پیش بندی کی۔ اب کوئی حرام کار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا ورد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آ جائے گا، بشرطیکہ پڑھنے والا اولاد حرام کی نہ ہو۔ اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا۔ آخر ہر ایک کو یہی کہنا پڑتا تھا کہ ہاں صاحب نظر آ گیا۔ سو یسوع کی بندشوں اور تدبیروں پر قربان ہی جائیں اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کیسا داؤ کھیلا۔ یہی آپ کا طریق تھا۔ ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لئے سوال کیا کہ اے استاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟ آپ کو یہ سوال سنتے ہی جان کی فکر پڑ گئی کہ کہیں باغی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں۔ سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا اس جگہ بھی وہی کاروائی کی کہ قیصر کا قیصر کو دو اور خدا کا خدا کو دو۔ حالانکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ یہودیوں کے لئے یہودی بادشاہ چاہیے نہ کہ مجوسی۔ اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے، شہزادہ بھی کہلائے مگر تقدیر نے یاوری نہ کی۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ جاہل عورتوں اور

عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جنّ کا آسیب خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے، مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے، ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہوگئیں اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی کی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شائد اسلئے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں، عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچہ مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت تھی کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہر حال آپ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا چنانچہ آپ ایک مرتبہ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونے کے لئے بھی تیار ہوگئے تھے

آپ کی انہیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپکے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالی شفا بخشے۔

عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور

ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوگا یہ بالکل جھوٹ نکلا، کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہو رہی ہے، ہزار ہا مرتے ہیں، ایک پادری گو کیسا ہی موٹا ہو تین رتی اسٹرکنیا کھانے سے دو گھنٹہ تک بآسانی مر سکتا ہے، پھر یہ معجزہ کہاں گیا۔ ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ، اور وہ اٹھ جائے گا۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے، بھلا ایک پادری صرف بات سے ایک الٹی جوتی کو سیدھا کر کے تو دکھلائے۔ ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو، یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو، مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اسی تالاب کی مٹی ہی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس ہے کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوگی، آپکا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اسکے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہوسکتا ہے۔

آپ وہ ہی حضرت ہیں کہ جنھوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے کہ میں پھر واپس آجاؤنگا۔ حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں اس کے بعد بھی انیس صدیوں میں مرچکیں۔ مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو وفات پاچکے مگر اس جھوٹی پیش گوئی کا کلنک ایک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے۔

سوعیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی پیش گوئیوں پر ایمان لاویں۔مگر آتھم کی پیش گوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہوگئی ،اب تک انہیں شک ہو۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ تا ۸ حاشیہ)

اردلی: مرزا غلام احمد و مولوی محمد حسین وغیرہ

مرزا قادیانی: حاضر (سب کچہری کے اندر داخل ہوئے)

ڈپٹی کمشنر: بہتر ہے کہ تم ایک اقرار نامہ لکھ دو۔

مرزا قادیانی: بہت بہتر جیسا حکم۔

مولانا بٹالوی: مجھ کو کوئی عذر نہیں ۔اس اقرار نامہ پر دستخط کردونگا میں پہلے سے اشاعۃ السنہ میں شائع کرچکا ہوں کہ اب میں مرزا قادیانی کو اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتا۔

ڈپٹی کمشنر: یہ بہت اچھا بات ہے کہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

ہم نے اقرار نامجات کا مسودہ مشتمل بر چھ شرائط تیار کیا ہے جس کو غلام احمد قادیانی اور ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے منظور کرلیا ہے ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی حال مسدود کی جائے لہذا ہم مرزا قادیانی کو رہا کرتے ہیں ۔جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء

اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیش گوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنیکے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے

برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعما ل نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اس کی نجی زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کے لئے بلا وٗں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاوٗں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہوسکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کیلئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔

دستخط مجسٹریٹ ضلع مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بھی دستخط ہیں۔ فقط یہ فرق یہ ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے کادیان نہ لکھیں۔

چندوں کی مار

ایک پرانا کچی عمارت کا مکان ہے جس کا بڑا وسیع اور فراخ صحن ہے جس میں آم اور بیری وغیرہ کے چند درخت کھڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی مکان نے تعمیر کے وقت صحن میں مختصر سا پائین باغ بھی لگایا ہوا ہے جس کی اب زمانہ کی گردش وتغیر وتبدل قصبہ وملک کے سبب اب وہ صورت نہیں رہی۔ ڈیوڑھی کی بغل میں ایک چھوٹا سا کوٹھہ ہے جس کا دروازہ ڈیوڑھی کے اندر ہے اور ایک دروازہ اور دو طاقیاں (چھوٹے دروازے) سڑک یعنی کوچہ کے سنٹر کی طرف ہیں ان میں بوسیدہ اور ٹوٹے ہوئے کیواڑ لگے ہوئے ہیں، جس سے عیاں ہے کہ یہ مردانہ نشست کا مکان ہے، اندر گاڑھ سفیدی ہوئی ہے۔ پرانی اور بوسیدہ چھت کا عیب چھپانے کو سرخ کاغذ کی چھنگیری جس کے چاروں طرف سبز کاغذی حاشیہ خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ لگا ہوا ہے ایک طرف دیوار میں ایک رنگ دار کپڑا جس پر ریشم کے پھول سجے ہوئے اور شیشہ کے ٹکڑے لگے

ہوئے تھے جن میں رات کو لمپ کی روشنی کا عکس پڑ کر جگنو کی طرح چمکتی ہیں دروازہ پر ایک خوش نما پردہ لٹک رہا ہے جو ٹوٹے ہوئے کیواڑوں کی پردہ پوشی کرتا ہے دہلیز کے دروازہ کے دونوں گوشوں میں دو میز رکھے ہیں۔ایک کے اوپر دو ایک کانچ کے لمپ اور کچھ چینی کے گلدان مگر سب مجروح ۔کسی کا کنارہ ٹوٹا ہے اور کسی کی گردن ندارد ہے۔

دوسری میز پر ایک بڑا آئینہ اور کچھ چینی کے ضرب کھائے برتن پڑے ہیں۔طاقوں میں سفید رنگ کی بوتلیں ہیں، جن میں سرخ وسبز رنگ کا پانی بھرا ہے، دیواروں پر طغرائے خط کے کتبہ چوکھٹ و آئینہ میں جڑے ہوئے لٹک رہے ہیں، ایک طرف حضرت اقدس امام زمان مسیح دوراں مہدی وقت مجدد جہان جناب مرزا صاحب کے دربار کی عکسی تصویر آویزاں ہے، غرض کہ اس خستہ اور شکستہ مکان کو اپنے مذاق کے موافق آراستہ و پیراستہ کر کے سجایا ہوا ہے جو مکین کی شکستہ حالی اور زندہ دلی پر بزبان حال گواہی دے رہا ہے کہ: تونگری بدل است نہ بمال

دس بارہ آدمی خشخاشی داڑھی جڑھ سے ملی ہوئی ٹرکی ٹوپی پھندنے دار لال ٹوپی سر پر اور کوٹ نصرانی قطع کا اور بر ڈھیلی پتلون یہودیوں کی وضع زیب تن کئے بیٹھے ہیں ایک صاحب لباس میں تو ایسے نہیں مگر داڑھی مقصر کراتے ہیں اور ایک صاحب داڑھی اور لباس میں کلی مغائر رکھے ان میں شامل ہیں باقی سب صاحب ایک وضع اور ایک قطع پائے باہم بیٹھے خوش گپیں اڑا رہے ہیں۔ایک صاحب دہلیز کی جانب سے داخل ہوئے۔

شخص: السلام علیکم! مزاج شریف

حاضرین: وعلیکم السلام کوتوال صاحب (شخص آنے والا) مزاج بخیر

کوتوال: الحمدللہ علی کل حال اگر آپ صاحبوں کا مخل اوقات اور ہارج کار نہ ہوں تو حاضر ہوں

حاضرین: آیئے تشریف لایئے۔یہ آپکے فرمانے کی بات ہے۔ہمارا کیا ہرج ہے عین راحت بلکہ فخر اور عزت ہے:

رونق منظر ما چشم آشیانہ تست	کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہء تست

کوتوال: بتسلیم مشکور ہوں۔مگر

دوستو! درد کو محفل میں نہ تم یاد کرو	نہ کہیں عیش تمہارا بھی منغض ہووے

دیکھئے نا میرے آنے سے آپ سب خاموش ہو گئے پہلے بلبل کی طرح چہک رہے تھے۔

ہمارے خان صاحب (مکین) تو آپ کے ایسے چنگ پر چڑھے ہیں کسی قماش کے بھی نہیں رہے

جب سے مرزا صاحب سے دست بیع ہوئے بدون آپ کے حکم کے کسی سے ملنا تو کیا سلام علیک کے بھی روادار نہیں۔

خان: بھائی! میرا دل بجھ سا گیا، دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہو گیا، کسی سے ملنے اور میل ملاپ رکھنے کو دل نہیں چاہتا، جب سے حضرت اقدس (مرزا) سے بیعت کی دنیا و مافیہا سے طبیعت بیزار ہو گئی اب گوشہ تنہائی اور یاد الٰہی کو ہی دل چاہتا ہے۔

کوتوال: ہاں یہ امر تو محتاج بیان نہیں آپکے حالات ہی شاہد ہیں، قال اللہ اور قال الرسول کے سوا اور کوئی ذکر نہیں تھا، اور اب اس جلسہ کے بعد بھی آپ عبادت الٰہی کے واسطے جائیں گے تو ایک بجے کے قریب ہی واپس آئیں گے۔ ہم تو ان شغل کے لائق نہیں جس میں آپ مشغول تھے نہ دوسرے شغل میں جو اس کے بعد ہو گا ہم سے آپ کی طبیعت کیوں ملنے لگی۔

حاضرین: نہیں اس میں تو کلام نہیں کہ ہمارے حضرت اقدس کی بیعت کا یہ تو فوری اثر ہے ادھر بیعت ہوا ادھر تائب ہوا اور کل منہیات سے متنفر۔

کوتوال: صاحبان! آپ میں سے کوئی ولایت سے تو آیا نہیں سب اس جگہ کے رہنے والے یہیں پیدا ہوئے، یہاں ہی پرورش پائی ہوش سنبھالا، میں بھی ولایت سے نہیں آیا جو آپکے حالات سے بے خبر ہوں، دائی سے پیٹ تو نہ چھپایئے۔

خان: جناب بھائی صاحب یہ بات تصنع اور مبالغہ سے نہیں کی گئی اور بالکل صحیح ہے اگر آپ کو اس میں کلام ہے ہم اتنے شخص بیٹھے ہیں ان میں سے کسی کا نام لے دیجئے، مگر بیعت کے بعد کی بدی، اس سے پہلے کی نہیں۔

کوتوال: نہیں صاحب گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل؟ بیعت کے بعد بھی پرانی سڑی بسی باتیں ہیں ہفتہ عشرہ کی میعاد لگائی اور جس کی نسبت ارشاد ہو اس کا حال ظاہر کروں مگر میں نہیں جانتا گناہ کس گناہ کو کہتے ہیں قتل کو یا ڈکیتی کو۔ پہلے اس کی شرح فرمایئے

خان: اول تو یہ لیجئے! ادنی بات ہے کہ ہماری جماعت میں کوئی جھوٹ نہیں بولتا۔

کوتوال: گستاخی معاف! کوئی صاحب رنج نہ کرے اگر کسی کو ناگوار خاطر ہو تو آپ فرما دیجئے۔

تیر از شست رفتہ باز بدست نمے آید

حاضرین: (بالاتفاق) نہیں صاحب! بے تکلف فرمایئے اس میں رنج کی کیا بات ہے ہماری طرف سے اجازت ہے۔

کوتوال: اچھا تو اول مولوی صاحب سے ہی شروع کرتا ہوں کیونکہ یہ آپ سب صاحبوں کے مقتداء (پیشوا) کے سوا مرزا صاحب کے حواری خاص اور مقرب بھی ہیں اگر اصحاب اربع سے نہیں تو عشرہ مبشرہ میں سے تو ضرور ہیں۔ حضرت آپ ہی فرمایئے کہ آپ نے جو مسجد کے مقدمہ میں اظہار دیا تھا کتنی باتیں سچی کہی تھیں اور آپ کو حلف پہلے دیا گیا تھا۔ میں بھی عدالت میں موجود تھا اگر آپ خود انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں تو خیر، ورنہ جہاں تک میرا حافظہ یاری دے گا بیان کردونگا۔

قادیانی مولوی: نہیں صاحب! دنیا میں رہ کر بغیر جھوٹ کے کاروائی اور مقدمہ میں تو ممکن ہی نہیں۔ کہ سچ ہی سے کام نکل سکے۔ سچے کو بھی بغیر جھوٹ کے چارہ نہیں سچ سے تو مقدمہ کی روداد بدل جاتی ہے۔

کوتوال: دوسرے یہ منشی ہیں، یہ فرمائیں کہ انہوں نے غریب اندھے کی دکان دبالی، اور سینہ زوری سے دعوی کر کے ڈگری لے لی۔ انہوں نے عرضی دعوی میں کتنا صحیح لکھوایا اور کس قدر بیان حلفی میں سچ بولا اور جو گواہ انکی طرف سے گذرے انہوں نے کتنا سچ بولا اور جنہوں نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے ڈگری دلائی انہوں نے سچ کا کس قدر استعمال کیا یہ والسّابقون الاولون بھی ہیں دوسرے اس مہاجن کے روپئہ کو جواب دے دیا اس مقدمہ میں کتنا صحیح تھا۔

قادیانی مولوی: اجی آپ تو مقدمات کی نظیر پیش کرتے ہیں یہ جائداد کا معاملہ ہے اور عدالت میں بغیر جھوٹ بولنے کے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور ملکیت کی جو آپ کہیں تو حقیقی مالک ہر چیز کا اللہ تعالی ہے۔ نافرمان بندہ کی ملکیت سے نکال کر خواہ تلف کرادے یا کسی کو دلادے۔

کوتوال: پھر یہ کہیے کہ از روئے نبی کوئی گناہ نہیں پھر ایسا دین کیوں نہ اختیار کریں۔

(کھٹ کھٹ کی اندر سے آواز آئی۔ خان صاحب اندر گئے اور ایک ٹرے (خوان) میں چاء کی پیالیاں اور دہلی کی مشین کے بسکٹوں سے بھری ہوئی دو قاب آئے، گرما گرم دودھ چائے تھی، سب صاحبوں نے نوش فرمائی اور جلسہ برخاست ہوا اور ہمارے خان صاحب کوٹ ڈانٹ اور ٹوپی سر پر رکھ کر ڈنڈا ہاتھ میں پکڑ کر گشت کو روانہ ہو گئے)۔

صبح کا وقت ہے، ابھی آٹھ تو نہیں بجے۔ خاں صاحب کے دروازہ پر پولیس موجود ہے اور مکان کے ادھر ادھر قریب قریب کچھ وردی والے، داہنے ہاتھ میں ڈنڈا لئے کنسٹیبل چکر لگا رہے ہیں، اور سفید پوش پولیس کے بھی جوان پھر رہے ہیں۔ اور ایک حواری مرزا بھی دروازہ پر بیٹھے ہیں۔ کیا آج ٹی پارٹی عام ہے جو احمدی لوگ اور تھانہ دار پولیس کنسٹیبلان حاضر ہیں۔ دیکھیں تو چائے کا سامان تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمارے خان صاحب نیچے ملزموں کی صورت بنائے بیٹھے ہیں۔

تھانہ دار: دیکھو اس میں تمہاری بہتری ہے کہ تلاشی سے پہلے تم دے دو تو ہم اٹھ جاتے ہیں اور اگر تلاشی کے بعد تم نے اقبال کیا اور مال مسروقہ دیا اور ضرور ایسا ہو گا تو بہتر نہ ہو گا۔

خان: نہیں صاحب! مجھ کو کیا خبر ہے؟ میں چور نہیں چور کا بھائی نہیں۔ بھلا ہم ایسا کام کر سکتے ہیں ہم مرزا صاحب کے مرید۔

تھانہ دار: حضرت آپ کا مدعی بھی مرزا صاحب کا مرید ہے۔ بے الہام تو اس نے بھی استغاثہ نہیں کیا۔ آپ دونوں الہام لڑاؤ جس کا الہام غالب رہے وہی جیتے کیوں حافظ صاحب (مدعی)

حافظ: میں تو کہتا ہوں کہ مجھ سے یہ کہہ دیں میرے پاس نوٹ اور روپیہ ہے۔ اگر ان کے پاس سے خرچ ہو گیا ہے تو مجھے رفتہ رفتہ دے دیں۔

تھانہ دار: اچھا تم جانو اپنا کیا پوؤ گے۔ اور انسپکٹر صاحب کے روبرو تم گئے تو سب بھول جاؤ گے (کنسٹیبل کی طرف مخاطب ہو کر) ان کو لے جاؤ اور شاہی کمرہ (حوالات) میں ان کے واسطے فرش وغیرہ کر کے رکھیئے۔

جب حضرت نے حوالات کے کمرہ کی ہوا کھائی تو کل کیفیت کہہ سنائی۔ پانی کے نالے سے کمر کمر پانی میں دفن کیا ہوا بکس نکال کر اور اپنے مکان کی زمین کھود کر روپیہ اور نوٹ جو تین سو کے قریب تھا حوالہ پولیس کیا۔ اب ہر چرچا ہے، فلاں خان صاحب جو مرزائی تھے چوری کی علت میں پکڑے گئے

۱۔ ارے میاں اس نے تو تھوڑے دنوں سے غدر مچا رکھا تھا، ایک بساطی کی دکان سے بٹنوں کے بکس اٹھا کر ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیئے پھر وہ پہچانے گئے مگر اس بیچارہ نے لحاظ کیا اور خاموش ہو رہا۔

۲۔ ریاست جموں میں ایک دوست سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اس کی ایک گھڑی اور دس روپئے کا نوٹ اڑا لیا۔ وہ بھی بے چارہ چپ ہو گیا۔

۳۔ پرسوں رات کا ذکر تو تم نے سنا ہی نہیں ایک خانساماں سے ان کی بڑی گہری دوستی ہے۔ رات کو گیارہ بجے مرزائی پارٹی کی چائے پارٹی سے جب ان کو فرصت ملتی تو یہ وہاں پہنچتے اور ایک ایک دو دو بجے رات تک شطرنج بازی ہوتی تھی۔ بعض رات حضرت وہاں ہی آرام فرما ہو جاتے تھے اور چند روز سے تو گویا یہ مقرر کر لیا تھا کہ اب کون جائے، پرسوں رات سے شطرنج سے فارغ ہو کر چارپائی بچھا، دونوں صاحب دراز ہو گئے۔

خان: کچھ دیر تامل اور استراحت کے بعد اٹھے اور اپنے حریف شاطر کو غافل پا کر کنجیوں کو تکیہ کے نیچے تلاش کیا اور ان کو بہم پہنچا اور دروازہ کا قفل کھول کر اندر داخل ہوئے اور صندوق کا قفل کھول اور نوٹ اور نقد جو نو سو روپیہ سے کچھ زیادہ تھا اور زیور طلائی اور نقرئی پر قبضہ کیا۔

خانساماں: (خواب میں) رجو کی ماں تم کہاں! تمہارے بعد ہم کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا بچوں کی مٹی خراب ہوئی۔

عورت: (ایک طمانچہ رسید کرکے) تو غافل سوتا ہے اور صندوق کی صفائی بھی ہوگئی، کل کو میرے بچوں کو کیا کھلائے گا، نوکری بھی چھوڑ دی۔

خانساماں: (طمانچہ کی ضرب محسوس کرکے) گھبرا کر اٹھے اور خود دروازہ کی طرف دیکھا، کھلا پایا کنجیوں کی جگہ ہاتھ مارا، ندارد۔ آنکھ کھلی تو خان صاحب کی چارپائی بھی خالی پائی۔ سمجھے حریف کام کر گیا۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو خان صاحب ابھی گئے نہیں موجود ہیں۔

خان: (پاؤں پر گر کر) بھائی مجھ سے خطا ہوگئی بخش دو۔ ضرورت نے بے ایمان کر دیا نوٹوں کا لفافہ اور زیور کی پوٹلی آگے رکھ دی۔

خانساماں: ارے ظالم تو دو ڈیڑھ روپے روز کا کاریگر ہے دو میاں بیوی کا خرچ عمدہ سے عمدہ ۴ میں نہیں آٹھ آنے میں کھانے کا انصرام ہو سکتا ہے۔ تجھ کو ایسی کیا ضرورت داعی ہوئی جو اس جرم کا مرتکب ہوا۔ میرا تو صفایا کر دیا تھا۔ صبح کے کھانے کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ خواب میں رجو کی ماں (خدا اس کو بخشے)، نے مجھے خبر کی اور جگایا تو آنکھ کھل گئی۔

خان: بھائی جی جب سے میں مرزا صاحب سے بیعت ہوا، میرا خرچ بڑھ گیا اور آمد کم ہوگئی۔

خانساماں: یہ کیونکر الٹا معاملہ ہوا، انکی بیعت کے یمن و برکت سے فراخی رزق ہوتی نہ کہ برعکس۔

خان: حضرت میری جماعت کے قریباً کل آدمی صبح و شام میرے مکان پر کرم فرماتے ہیں ان کی خاطر داری دو روپیہ صرف ہو جاتے ہیں اور روز روز کا چندہ، آج شامیانہ مسجد کے واسطے ... اکٹھے ہوئے، کل حافظ غلام رسول کے واسطے ... جمع کر کے دیئے گئے ہیں کہ ان کو مقدمہ کا اپیل کرنا ہے کہیں بیت مال کے، کہیں توسیع مکان کے واسطے چندہ ہو رہا ہے، اور ماہواری لنگر اور مدرسہ وغیرہ کا چندہ مستزاد، اور جب سے ہماری جماعت میں مقدمہ بازی کا صیغہ جاری ہوا ہے تب سے تو چندہ کی بھرمار نے مار ہی دیا۔ اب میری عزت اور آبرو اور جان آپ کے رحم کے حوالہ ہے۔

خانساماں: (نوٹ اور زیور سنبھال کر اور قابو کرکے) چلو اٹھو میں تمہیں کچھ نہیں کہتا مگر احتیاط رکھو۔

خان: بھائی جی تم مجھ کو ابتداء سے جانتے ہو میری آپ کی قدیمی ملاقات ہے، میں بدمعاش نہیں چور نہیں مگر ضرورت نے مجبور کیا۔

خانساماں: پھر وہی میاں تو دو روپیہ روز کا کاریگر ہے، تیری دکان اچھی چلتی تھی اب کیا ہو گیا۔

خان: یہ آپ کا قیاس درست ہے مگر دکان پر بیٹھوں تو بے شک دو روپیہ روزانہ کم پیدا نہیں کر سکتا

خانساماں: (ہنس کر) کیا یہ بھی مرزا کی بیعت میں شرط ہے کہ اپنا کاروبار نہ کرو اور عند الضرورت لوگوں کا مال مارو۔

خان: نہیں یہ تو نہیں مگر بات یہ ہے کہ چند مدت ابتداء میں نیا چاؤ تھا، نماز وغیرہ سے فرصت ملی تو وعظ میں چلے گئے، یہاں روز وعظ ہوا کرتے تھے اور وعظ میں بیان ہوتا اس مسئلہ کا بیان فلاں کتاب میں ہے اس میں دیکھو اور اس مسئلہ کو اس کتاب میں دیکھو، مکان پر آ کر تمام دن کتاب بینی اور مطالعہ میں گزرتا، جو بات سمجھ میں نہ آتی اور اکثر ایسا ہوتا اس کے سمجھنے کو کبھی کسی کے پاس جا اور کسی پاس جا۔ جب کسی سے تسلی نہ ہوتی تو مولوی صاحب کے پاس جا کر سمجھتے۔ غرض یوں ہی رات دن شوق اور چاؤ میں گذر جاتا۔ آخر جب روز کا چائے پانی اور ذاتی خرچ دستور رہا تو آمد بند ہو گئی کچھ عرصہ جو دکان کا سرمایہ تھا فروخت کر کے کھایا، پھر القرض نصف الروزگار پر عمل کیا اب قرض کا دروازہ بھی مسدود ہو گیا۔ دکان پر بیٹھیں تو کچھ مزدوری کریں دو پیسہ کمائیں، مگر دکان پر قرض خواہ پاؤں نہیں جمنے دیتے، اب کیا کریں ضرورت نے اس پر مجبور کیا

(بازار میں اپنی اپنی حکایتیں اور تازہ تازہ روایتیں بیان ہوتی تھیں آخر پولیس نے تحقیقات کے بعد مقدمہ چالان کیا)

مجسٹریٹ: نے استغاثہ کی شہادت لے کر ملزم پر فرد قرارداد جرم لگا کر اظہار لکھا۔

ملزم: بے شک مجھ سے قصور ہوا مجھ کو ضرورت نے مجبور کیا قرض مجھ کو کہیں سے نہ ملتا تھا مستغیث میرا دوست تھا اس نے میرے روبرو روپیہ و نوٹ مستغیث بافتہ ایک بکس میں بند کر کے الماری پر رکھا، میرا دل بے ایمان ہو گیا رات کو مستغیث کی دکان پر جا کر دروازہ کی چٹخنی اکھاڑ الماری کا قفل کھولا اور بکس اٹھا لیا۔ اب عدالت کے رحم کا خواستگار ہوں۔

مجسٹریٹ: نہایت رحم دل آدمی ہیں۔ ملزم کی صاف بیانی پر رحم فرما کر تادیباً ایک ماہ کی قید کی ملزم ضلع کے جیل خانہ میں بھیجا گیا۔

(داروغہ جیل نے بھی چند معززین کی سعی سفارش سے جس کام کا ملزم دستکار تھا اسی کام کی مرمت کے کام پر لگا دیا)

جلسہ لاہور ۱۹۰۰ء

لاہور کے موچی دروازہ محمدن ہال انجمن اسلامیہ میں بڑا مجمع ہے کمال رونق ہے میلہ کا سا اہتمام ہے بڑے بڑے علماء اور فضلاء باکمال اور نامی گرامی صوفیاء وہاں موجود ہیں اور رؤساء اور عمائد شہر کا پرا جما ہوا اس طرف کو جا رہا ہے عوام تو ذکر ہی نہیں۔

پہلا شخص: کہو بھائی آج کوئی جلسہ ہے یا کوئی لیکچرار آیا ہے۔

دوسرا شخص: نہیں کوئی لیکچرار وغیرہ تو نہیں آیا مگر کیا تم کو خبر نہیں، یہ بات زبان زد عام ہے، اس امر میں تو مدت سے اشتہار بازی ہو رہی ہے، لاہور کے گلی کوچے میں اشتہار لگا ہوا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی بحث ہوگی۔

پہلا شخص: ہاں رات منادی تو میں نے بھی سنی تھی کہ شاہی جامع مسجد میں جلسہ ہوگا اور وہاں سب لوگ جمع ہوں گے مگر یہ لوگ محمدن ہال کی طرف کیوں دوڑے جا رہے ہیں۔

دوسرا شخص۔ ہاں جلسہ تو وہیں ہوگا مگر حضرت پیر صاحب یہاں قیام پذیر ہیں اور یہ علماء عظام اور صوفیا کرام کچھ تو حضرت پیر صاحب کے ہمراہ آئے ہیں اور کچھ دیگر بلاد و امصار سے۔

پہلا شخص۔ اچھا تو پیر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ اور مرزا صاحب کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

دوسرا شخص۔ مرزا صاحب تو ابھی آئے نہیں اور نہ آئیں گے۔ ان کا تو ہمیشہ یہی قاعدہ ہے اشتہار شائع کیا اور موقع پر کوئی بات رکھ کر طرح دی جاتی ہے۔ پہلے کیا مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے ساتھ یہاں اور لدھیانہ اور دہلی میں یہی معاملہ نہیں ہوا۔ کہیں تو مرزا نے بالمقابل گفتگو نہیں کی۔

پہلا شخص۔ پھر کیوں یہ اشتہار مشتہر کر دیتے ہیں کیا پیچھے ان کو ندامت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بایں شورا شوری، یا یہ بے نمکی

دوسرا شخص۔ میاں ان کا الو تو سیدھا ہو جاتا ہے ان کی غرض فقط شہرت سے ہے وہ خوب ہو جاتی ہے پھر لطف یہ کہ دوسروں کے روپئوں سے۔ اس اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں بھی تو مرزا صاحب نے پیر صاحب کو لکھا کہ پانچ ہزار کاپی اس مباحثہ کی چھپوا کر دور دراز ملکوں میں شائع کرا دیں۔ کیا آپ نے وہ اشتہار نہیں دیکھا۔

پہلا شخص۔ ہاں خوب یاد آیا لکھا تو ضرور تھا بڑی دور کی سوجھتی ہے۔

دوسرا شخص۔ اگراتنی دور کی نہ سوجھتی تو نبوت کا دعوی کیونکر ہوتا۔ یہ ہزار ہا روپیہ مسلمانوں کا کیونکر کھایا جاتا، یہ لنگر مطبع کہاں سے جاری ہوتا، یہ بڑھاپے اور ناتوانی میں باکرہ عورتوں کی تلاش اور ان کے واسطے ہزاروں روپئے کے طلائی اور مرصع زیور کیسے بنتے، یہ لنگڑے لولے اندھے کانے خوش آمدی دروازہ پر بیٹھ کر ٹکڑے کہاں سے توڑتے۔ حضرت یہ سب اسی دور کی سوجھنے کا نتیجہ ہے۔

پہلا شخص۔ بے شک جب سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے روبرو مرزا صاحب ایک اقرارنامہ لکھایا گیا ہے تب سے اسے سکوت کرنا پڑا جس سے اس کی دکانداری پھیکی پڑ گئی تھی اتنے دن اس اقرارنامے نے چپ رکھا ورنہ چپ رہنے والے آسامی تو نہ تھے۔

دوسرا شخص۔ مرزا صاحب آدمی بڑا عقل مند ہے بڑے بڑے آدمیوں سے مٹھ بھیٹ کرتا ہے جب علماء سے منہ کی کھا چکا تو صوفیوں کی طرف رجوع ہوا حضرت پیر صاحب کو مخاطب کیا ہے ہمیں تو امید نہیں کہ وہ لاہور تک بھی آویں۔ مناظرہ اور مباحثہ تو شئے دیگر ہے۔

پہلا شخص۔ سکوت میں سارا کارخانہ درہم برہم ہونے لگا تھا اگر کسی سے چھیڑ چھاڑ نہ ہو تو مطبع بیکار اشاعت بند تبلیغ کا سلسلہ مسدود آگے ترقی محدود، پچھلے بھی ٹھنڈے ہو کر کچھ بے دم اور کچھ ففرو ہو جائیں۔ غرض کہ شہرت کا کیا کل وسائل کل صیغوں کا مدار اسی چھیڑ چھاڑ پر ہے کسی کو موت کا الہام دے کر ڈرایا کسی کو عزت کے زوال سے دھمکایا۔ اب اقرار کے اوپر دستخط کرنے سے یہ صیغے تو سب بند ہوئے نہ کسی کی نسبت موت نہ زوال عزت کا الہام کرتے ہیں مباحثہ میں زبان روک دی گئی اس واسطے حسب صوابدید یاران محرم ومشیران خوش فہم صوفیوں کی طرف توجہ فرمائی۔

دوسرا شخص۔ اس کو یہ خبر تھوڑی تھی کہ پیر صاحب لاہور آجائیں گے وہ تو یہ سمجھتا ہوگا صوفیا کرام کا مسلک مرنجا مرنج ہوتا ہے ان کو بحث ومباحثہ اور مناظرہ سے کیا تعلق؟ ان کے اشغال واذکار ان کو اس بات کی فرصت ہی کب دیتے اور نہ وہ ان باتوں کو پسند کرتے ہیں ذکر الٰہی پر مباحثہ کو کیوں ترجیح دینے لگے ان باتوں کی طرف ان (پیر صاحب) کی توجہ نہ ہوئی، ہماری بات بن جائے گی آؤ دیکھا نہ تاؤ، دعوت دے بیٹھا۔

پہلا شخص: یہ تو یقین ہے کہ وہ مقابلہ پر نہیں آئیگا اور ضرور نہیں آئیگا مگر بعد کو دیکھنا کیسے اشتہارات اور تاویلیں ہوتی ہیں۔

وہ چند صاحب کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ آہا یہ تو حافظ صاحب اور مفتی صاحب میں گفتگو ہو رہی ہے، چلو پاس چل کر سنیں یہی معاملہ ہوگا اور یہ تیسرے صاحب مولوی محمد حسن ہیں۔

حافظ صاحب ۔ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مرزا ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۳۰۷ ضابطہ فوجداری بعدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا اور اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک مفصل اقرار بوجہ بریت لکھنا پڑا جس کی تین شرطیں حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ وہ ایسی پیشین گوئی کرنے سے پرہیز کرے گا جس کے معنی یہ خیال کئے جا سکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا ۔

۲ ۔ وہ خدا کے پاس اپیل کرنے سے اجتناب کرے کہ وہ کسی شخص کے ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان کرنے سے کہ مورد عتاب الٰہی ہے یا یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے

۳ ۔ کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا ۔

اس اقرار کے بعد کچھ دن مرزا چپ رہے مگر جب آمدنی میں فتور اور الہامی یا فتوں میں قصور واقع اور معتقدان میں انتشار پیدا ہوا ، پرانے رفیق منشی الٰہی بخش ملہم ، منشی عبدالحق اکونٹنٹ ، حافظ محمد یوسف ضلعدار ، ڈپٹی فتح علی شاہ وغیرہ پیرو و معاون علیحدہ ہونے لگے تو پھر مرزا صاحب کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اور رفتار اختیار کریں ۔

تب اشتہار منارۃ المسیح ، معراج یوسفی ، معیار الاخیار نکالی مگر اس سے بھی مطلب براری نہ ہوئی تو سوچ سوچ کر پیر مہر علی شاہ و ۸۶ علماء کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی عام علماء و صوفیاء پنجاب و ہند کو مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا جس کے عدم شیوع کی نسبت وہ اقرار نامہ مذکور الصدر میں اقرار کر چکے تھے اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تحریری و تقریری (تفسیر القرآن) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے سے بالکل ناکام رہیں گے بلکہ یہاں تک کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک نہیں آئیں گے اور اگر وہ ایسا کرینگے تو میرا غالب آنا تصور ہوگا ۔ چنانچہ لکھا ہے میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب آنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں گے اور ایسی تحریر جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر صاحب بھی اپنے تئیں مومن و مستجاب الدعوۃ جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے مامور و مرسل

کے دشمن ہیں اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

مولوی صاحب: مرزا نے یہ اشتہار دے دیا اس کو یہ امید تو ہرگز نہیں تھی کہ پیر صاحب اپنا وقت عزیز ایسے جھگڑوں میں ضائع کرنے کے واسطے میرے مقابلہ میں مباحثہ کو آ جائیں گے، مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب، اس لئے کہ مرزا کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے، بمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی مباحثہ کے لئے آمادہ ہو گئے اور حسب درخواست ان کے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مقرر کر کے لاہور تشریف لے آئے۔ مرزا صاحب ہیں کہ بغلیں جھانکتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کیا ہو گیا میں نے جانا تھا کیا۔ خود کردہ را علاج نیست سب پکار پکار کر کہتے ہیں ہائے افسوس وائے ناکامی

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　　　سعدی از دست خویشتن فریاد

اور بیت الفکر سے قدم باہر نہیں نکالتے

حافظ صاحب: مرزا صاحب کا اصلی منشاء تو شہرت اور تشہیر کا تھا۔ یہ مطلب تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا، باقی رہا واقعی مقابلہ، سو اسکا جاں گداز خیال مرزا کو لاہور دہلی لودہانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پردرد نظارہ کا سماں جس میں اسکی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا، دکھائی دیتا تھا اسلیئے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔

مفتی صاحب: (نہایت جوش کے لہجہ میں) پیر مہر علی شاہ میں اتنی لیاقت تو ہے نہیں کہ عربی میں تفسیر لکھیں یا معارف بیان کریں اور نہ اتنا بھروسہ خدا پر ہے کہ خدا اس کی دعا قبول کرے، جیسا کہ ان کے مریدوں نے اشتہار دیا ہے، اس واسطے انہوں نے سوچا کہ اگر ہم تفسیر میں مقابلہ منظور کر لیں گے تو خواہ مخواہ بے عزتی ہو گی، اور اگر نہ مانیں گے تو مرید بھاگنے شروع ہو جائیں گے۔ اس واسطے چار و ناچار ایسی بات نکالو جس سے معاملہ بھی ٹل جائے اور مقابلہ بھی نہ ہو پس انہوں نے کہا کہ ہم کو سب شرطیں منظور ہیں مگر ایک شرط ہماری بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر سے پہلے ایک تقریری مباحثہ ہو اور اگر حکم (ثالث) ہمارے حق میں فیصلہ کر دیں تو مرزا صاحب ہمارے ہاتھ پر بیعت کر لیں وغیرہ

(رسالہ واقعات صحیحہ۔ ص ۲۴۔۲۵)

حافظ صاحب: یہ بالکل غلط ہے مرزا نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری پیر صاحب بشمولیت نام دیگر علماء کرام و مشائخ عظام کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا نے اپنی عادت کے موافق اپنے مرسل من اللہ اور مجدد اور مہدی و مسیح ہونے کے ثبوت بخیال

مخبوط خود دلائل پیش کئے اور پیر صاحب اور دیگر علماء اسلام کو لکھا کہ میرے دعوی کی تردید میں کوئی دلیل آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب مقابلہ پر لاہور میں چالیس آیات قرآنی کی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورقوں میں لکھی جاوے اور میں (مرزا) انہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھونگا۔ ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں فیصلہ کیلئے پیش کی جاویں جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط نہ رکھتے ہوں۔ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارہ میں مذکور ہے۔اس حلف کے بعد جو فیصلہ ہر سہ علماء فریقین کی تفسیروں کی بابت صادر فرماویں وہ فریقین کو منظور ہوگا ان ہر سہ علماء کو جو حکم تجویز ہوں گے فریقین کی تفسیر کے متعلق فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے۔

یہ چٹھی ۱۲ صفحہ کی تھی مگر اس کی دل خراش گالیاں ناجائز نا مشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔ پیر صاحب نے حسب درخواست مرزا جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار بتاریخ ۲۔ اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا صاحب نے اختیار تقرر تاریخ پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجاویں گے، آپ بھی مقررہ تاریخ پر تشریف لے آویں۔

چونکہ مرزا نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے، چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور نہ کسی زمانے میں عیسیٰؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانے میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو ایسی حدیث پیش نہیں کرتے ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر .....کا راز نہیں سمجھتے میری مسیحیت اور مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا دیکھ چکے ہیں پر نہیں مانتے، صدی سے سترہ سال گذر گئے پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا نے اس طریق فیصلہ کی

طرف دعوت کرنے سے پہلے اس چٹھی میں تحریر کئے اور صرف ایک طریق فیصلہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی تھیں اس سے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب تسلیم کیا اور پسند فرمایا کہ مرزا بھی اس کے استدلالات جو اپنی چٹھی تحریری میں فیصلہ سے پہلے پیش کئے ہیں سن لئے جائیں اور مسیح کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کے نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے حدیث کی جستجو کی جائے یا کیا سمجھ میں نہیں آتا نزول کے معنی جواب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین و محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہوں گے اور یہ ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف وخسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے احقاق حق کی غرض سے پیر صاحب، مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کریں اور مرزا کی قرار دادہ شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

مفتی صاحب: پیر صاحب کے جواب کا ضمیمہ جو اس کے ساتھ ہی ایک اشتہار میں مولوی غازی کی طرف سے شائع ہوا، اس کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ پیر صاحب ہرگز تفسیر قرآن میں مرزا صاحب کے ساتھ مقابلہ کرنا نہیں چاہتے ہیں اور صرف انہوں نے ٹالنے کا طریق اختیار کیا ہے ہم اشتہار کی چند عبارتیں نقل کر دیتے ہیں پبلک خود اندازہ کر لے گی کہ ایسا اشتہار دینے میں پیر صاحب اور ان کے مریدوں کی کیا نیت ہے۔

ا۔ صفحہ ۶۔ بھلا یہ تو فرما دیجئے کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہو کر کیا کریں گے صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر منہ دیکھتے رہیں گے کہ کس کے قلم کا زور چلتا ہے اور کون سی دلچسپی ہے اور کون سا اہم علم ہے جس کی شہادت کے واسطے آپ اس قدر علماء کو بصورت حاضری پیر صاحب طلب کرتے ہیں۔

۲۔ صفحہ ۱۴۔ مگر شرط یہ ہے کہ قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری دعوی مسیحیت و مہدویت وغیرہ عقاید مرزا صاحب پر جو تعداد میں ۱۳ کے قریب ہیں اور ان کی الہامی کتب میں درج ہیں بپابندی امور ذیل ہو جائے

الف۔ تعین اور تقرر حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا

ب۔ بحث تقریری بحث تحریری سے اول ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہ ہوگی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہے گی۔

ج۔ جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا اس کو بیعت کرنا فوری لازمی ہوگا۔

د۔ چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین سے ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دیدیں۔

ھ۔ مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اس بحث کے وقت یا دوران بحث اگر کوئی الہام اس قسم کا ان کو ہو جائے جو مبدل یا ناسخ شرائط مباحثہ ہو، مرزا صاحب مباحثہ کو حسب شرائط مقررہ حال بند نہ کردیں گے اور الہام تار خط پیام وغیرہ پر کاربند نہ ہوں گے۔

اگر مرزا صاحب اب بھی تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر ان میں کوئی حیلہ حجت کریں گے یا اب شرائط میں کسی قسم کی پیچیدگی پیدا کردیں گے جس سے اس معاملہ کا غیر وقوع اغلب ہو جائے تو پھر سمجھا جاوے گا اور اس کا نتیجہ فطری طور پر یہ ہوگا کہ مرزا صاحب کی الٰہی طاقت مغلوب ہوگی۔ تم کلامہ۔ (واقعات صحیحہ۔ص ۲۷ تا ۲۹)

حافظ صاحب: اس عرصہ میں آج تک مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ وہ اس کا جواب دے کر فیصلہ کرتا۔ البتہ ان کے حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں۔

مولوی صاحب: مرزا کو اپنی شہرت کی خواہش ہے وہ جانتا تھا کہ پیر صاحب عزلت نشینی کو ترجیح دیں گے اور میدان ناظرہ میں قدم نہ رکھنا پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظر میں مرزا کی فتح یابی کا نشان ہوگا۔ نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کے ساتھ رکھنا بھی راز رکھتا ہے۔ کوئی بتلا سکتا ہے کہ مرزا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں اب تحریری سے مباحثہ نہیں کرتا۔...

مفتی صاحب: پیر صاحب اور ان کے مولوی غازی کے اس اشتہار مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں مولوی سید محمد احسن امروہی نے ایک اشتہار قادیان سے ۱۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو نکالا جس میں سید صاحب موصوف نے پیر صاحب اور غازی صاحب ہر دو کی تمام باتوں کے مفصل جوابات نہایت عمدگی سے دیئے۔ اور پھر اتمام حجت کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر پیر صاحب سیدھی طرح حضرت امامنا کے مقابلہ پر تفسیر لکھنا نہیں چاہتے تو مباحثہ کے واسطے میں حاضر ہوں اور ساتھ ہی محمد احسن نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر وہی تین مولوی جو ہمارے مخالف اور پیر صاحب کے موافق ہیں اس وقت مجوزہ قسم کھا کر یہ شائع کردیں کہ پیر گولڑوی نے رعب میں آکر مقابلہ تفسیر کو ٹالنے کے واسطے یہ

تجویز نہیں بلکہ انہوں نے نیک نیتی سے یہ کاروائی کی تھی تب بھی ہم مان لیں۔ اس پر نہ تو مولوی محمد احسن کے ساتھ (مباحثہ) منظور کیا گیا اور نہ ان مولویوں سے بھی کسی کو قسم دلائی گئی۔

حافظ صاحب: ان تحریروں کو اسلئے بے معنی خیال کیا گیا کہ خود مرزا نے اپنے اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ ہر دو امور کا فیصلہ علی الترتیب مطلوب ہے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی محمد غازی نے مرزائی جماعت کو صاف طور پر مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ مرزا صاحب خود میدان میں آوے یا کچھ تحریری بحث کرے۔ ورنہ نہیں۔ پس پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا صاحب کے نام پر تھی بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے باوجود عرصہ مدید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا بلکہ اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے

مفتی صاحب: پیر صاحب تو خاموش رہے لیکن راولپنڈی سے ان کے ایک مرید نے (حکیم سلطان محمود خان) گند کا بھرا ہوا ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مولوی محمد احسن کے ساتھ مباحثہ نہیں کرتے، مرزا صاحب سامنے آئیں۔ اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنی طرف سے اخیر میں مضحکہ کے طور پر (حکیم سلطان محمود) نے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر مرزا صاحب نہیں مانتے تو پیر صاحب کو ساری شرائط منظور ہیں ہم نے بذریعہ اشتہار درخواست کہ جو کچھ آپ کا مرید کہہ بیٹھا ہے آپ اپنی زبان مبارک سے فرما دیں کہ ہم کو سب شرائط مرزا صاحب کی بلا کم وبیش منظور ہیں مگر مجال کیا ہے کہ پیر صاحب ایسا کہتے بلکہ وہ دل ہی دل میں حکیم سلطان محمود پر خفا ہوتے ہوں گے کہ وہ بے مراد بغیر ہماری اجازت ایسا کہہ بیٹھا اس کے بعد پیر صاحب لاہور میں آئے تو پیر صاحب کے مریدوں نے پھر وہی اشتہار مباحثہ کا دیا۔ (از واقعات صحیحہ)

حافظ صاحب: تمہاری زبان سے خود اقرار ہے کہ حکیم سلطان محمود نے اشتہار شائع کیا۔ اصل یہ ہے کہ میں نے خود ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا کے نام بھیجی اور عام مشتہر کی۔ اس کا بھی کچھ جواب نہ آنے پر رجسٹری شدہ چٹھی نمبر ۴ چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی۔ اس کے جواب کا بھی انتظار ہی رہا۔ مگر مرزا کو کہاں ہوش و تاب کہ کچھ جواب دیتا۔ تاہم اس کا رہا سہا عذر رفع کرنے کو حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا کے پاس روانہ کر دیا جس کا آخری مضمون یہ تھا۔

اگر مرزا کی علمی اور عملی کمزوریاں اس کو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتی اور اسی ضد (اوں اوں) ہماری ہی پیش کردہ شرائط تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں، خیر یہ ہی سہی ۔ پیر صاحب تمہاری پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح تم نے پیش کی تھیں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقرر تاریخ یعنی ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آ جاؤ علاوہ ازیں پیر صاحب نے مجھ کو ایماء فرمایا کہ ہماری طرف سے مرزا کی جملہ شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ بندہ نے حسب ایماء پیر صاحب بذریعہ اشتہار ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴ بجے شام کی ٹرین سے ... پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے۔ اور محمدن ہال انجمن اسلامیہ واقع موچی دروازہ میں بغرض انتظار مرزا صاحب قیام فرماویں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام گاڑی میں معہ دو تین سو علماء مشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرمائے لاہور ہوئے۔

حضرت کی زیارت اور استقبال کیلئے اس شوق و ولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا، شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے حضرت اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ استراحت فرما کر محمدن ہال موچی دروازہ میں مقیم رہے۔

لاہور کے علماء کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کے ساتھ شامل ہو گئے نیز اور بھی علماء اور مشائخ و معززین اسلام پشاور پنڈی جہلم سیالکوٹ ملتان گجرات گجرانوالہ امرتسر وغیرہ سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہو کر آ پہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا کے نام خطوط ضروری و تار روانہ کئے بلکہ بعض گرم جوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیان پہنچے اور ہر چند اپنے پیرو مرشد کو لانے کی لئے منت و سماجت کی مگر دلی کمزوری نے (مرزا) کو اپنے ضدی پیروؤں کی طرف مائل نہ کیا۔

پیر صاحب ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے اس وقت تک انتظار کیا جاتا ہے مگر ادھر سے صدائے برنخواست، کا معاملہ ہے۔ یہ حقیقت میں خود مرزا صاحب کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت و جلال کا کھلا کھلا نشان تھا جس نے مرزا کی جھوٹی اور بے جا شیخی کو کچل ڈالا اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت الفکر کے تمام دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہی و قذف فی قلوبھم الرعب .... کا مضمون دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور میں آیا برخلاف اس کے پیر صاحب کے دست پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا و کان حقاً علینا نصر المومنین میں جس کا

وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ کی مقدس اور پاک ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں جس طرح سے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو اپنی غیرت سے اور خود ان کے اپنے کفر وغرور سے انہیں ذلیل وخوار کر دیا ہے ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت اور رسالت مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ کی مخصوصہ شناخت اور مفوضہ مراتب کے اندر بے جا مداخلت کرنے والے اسی طرح علی رؤس الاشہاد روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے کیا غور وعبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود پیر صاحب اور نیز ہندو پنجاب کے تمام مسلّم الثبوت مشائخ وعلماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا اعلان جس کی ہزار ہا کاپیاں ہندو پنجاب کے تمام اضلاع واطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی وقرآن دانی میں وہ درافشانی کی کہ جس خواب میں خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا ۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں جھوٹا، مردو اور ملعون ۔ اس شد و مد کے اشتہار کے بعد جب اس کو پیر صاحب نے بمعہ دیگر علماء بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو فرار کے سوائے بزدلانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی ۔ سخت افسوس کا مقام ہے کہ مرزا کے مرید انہیں دنوں میں جب کہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اس معنوں کے اشتہارات شائع کرتے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے سبحان اللہ ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی ہو۔ دروغ گوئند برروئے ما

اس موقع پر مرزا مسیحی تعلیم پر سخت افسوس کرتا ہے کہ کیا امام الزمان کی تعلیم کا بھی یہی اثر ہونا چاہیے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے اور زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ ہندو اخبار بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے تھے اور ہنسی اڑا رہے ہیں ۔

سلسلہ تقریر ختم ہوا اور سب لوگ جامع مسجد شاہی میں جمع ہوئے اور کارروائی جلسہ شروع ہوئی

مولوی محمد علی نے در بارہ عقاید مرزا قادیانی کچھ وعظ فرمایا کہ یہ اس کے عقاید ہیں جو صریحاً مخالف قرآن شریف وسنت اجماع امت ہیں۔

مولانا عبدالجبار غزنوی نے وعظ فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے افعال واقوال یہ تھے۔ پس جو شخص ان کے مطابق چلنے والا ہے، وہ ان کا پیرو ہے اور جو ان کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے افعال واقوال قطعاً مخالف سنت نبویہ و

روش صحابہ کرام ہیں اس لئے اہل اسلام کو اس سے بچنا چاہیے
مولوی محمد حسن فیضی نے ایک پر زور تقریر میں اصحاب جلسہ کا شکریہ ادا کیا خصوصاً ان صاحبوں کا جو دور دراز بلاد و امصار سے تشریف لائے تھے۔
مولوی تاج الدین نے مولوی محمد حسن کی تائید کی اور مرزا کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کاروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔
مولوی عبدالخالق سجادہ نشین نے مرزا اور اس کی بے ہوہ کاروائیوں کی نسبت ریمارک دیئے۔
مولانا ابوالوفا ثناء اللہ نے مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیاں غلط ثابت ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک ہے اور ان کی شان سے بعید۔
مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے چند آیات قرآن کریم و احادیث نبویہ اور نیز دلائل عقلیہ سے مرزا قادیانی کے عقاید کی نسبت تردید کی۔
مولوی احمد دین ساکن موضع شاہاں، جہلم نے مرزائی خیالات کی تردید میں ایک پر اثر تقریر کی آخر میں **پیر مہر علی** صاحب نے دعاء خیر کی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کئے۔

(ہمارے حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مرزا صاحب بیت الفکر میں تنہا مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہیں پاؤں کی چاپ ہوئی سر اٹھا کر جو دیکھا۔تو خادم ہے)

خادم: حضور مبارک۔ پیر مہر علی شاہ بھاگ گئے۔

حضور۔فالحمد للّٰہ علی ذلک (دل میں، رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت) کب بھاگے؟

خادم: کل، اور ایسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ پیچھے پھر کر نہیں دیکھا۔

حضور: ذرا ہوش و حواس درست کر کے عمامہ سر سے اتار کر پھر سر پر رکھا۔ آئینہ سے اس کو درست کیا۔ لنگی کا طلائی پیچ سنبھالا، رومال سے منہ صاف کر کے باہر تشریف لائے۔

تمام حواری اور مصاحب جو مردہ صد سالہ کی طرح بے جان پڑے تھے، اٹھے سب کے قابوں میں جان آ گئی، ہنس کر بیٹھ گئے اور کھڑے ہو کر سروقد تعظیم دی اور مبارک سلامت کا شور بلند ہوا۔

حواری: و قذف فی قلوبھم الرعب بما کفروا۔حضور کا رعب چھا گیا، سب ملاں (علماء) اور جو سجادہ نشین جو آئے تھے سب بھاگے۔ اگر حضور لاہور تشریف لے جاتے خدا جانے ان کی کیا کیفیت ہوتی۔

مرزا صاحب: یہ بھی ایک نشان آسمانی ہے کہ ہم نہ جائیں اور ہمارا دشمن ڈر کر بھاگ جائے۔
مشیر اعلی: اب وہ اشتہار شائع کرادیجئے۔اب کیا انتظار ہے، پیر صاحب تو اب بھاگ ہی گئے۔
مرزا صاحب: ایک اشتہار اس مضمون کا لکھ دو کہ میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ہمراہ ہیں اور ایسے ہی لاہور کے بھی۔ پس اس اشتعال کے وقت میں بجز لاہور کے رئیسوں کی پوری ذمہ داری کے میرا لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔
مخالفین: سبحان اللہ تقریر کا عذر رفع ہونے پر اب معززین اسلام کی ذمہ داری اور تشریف آوری کا حیلہ نکالا۔اور قادیانی اور چال چلا۔
کیا پہلے اس کے الہامی خدا نے اسے خبر نہ دی تھی۔ پس حیلہ سازیوں سے بجز رسوائی کے اس (یعنی مرزا کو) کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

قادیان میں طاعون

مرزا صاحب نے پہلے اسلام کی طرف سے وکیل ہو کر بمقابلہ مخالفان اسلام ھل من مبارز کی آواز بلند کی، پھر تو ملہم مجدد اور محدث ہونے کا دعوی کیا، اور چار جانب دعوت بیعت کے اشتہار دیئے، اور ایک سفر ملک پنجاب وغیرہ کا کیا، اسکے بعد اپنی پیش گوئیوں اور مستجاب الدعوات ہونے کا اعلان دیا۔ پھر دعوی نبوت بقید مسیح مشتہر کر کے علماء اہل اسلام کی مخالفت میں مناظرہ بازی شروع کی۔ لاہور لدھیانہ دہلی وغیرہ میں اشتہارات کے ذریعہ سے تاریخ مجالس مناظرہ مقرر کیں تو قیود شرائط کی وجہ سے بالمقابل مناظرہ تو کہیں نہیں ہوا مگر فریقین کے اشتہاروں کی اشاعت نے مرزا صاحب کو تمام دنیا میں مشہور کر دیا اور یہی ان کی غرض تھی اس میں بھی مرزا صاحب کو کامل طور سے کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر لوگوں کی نسبت موت اور ذلت اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے الہام اور پیش گوئیاں شروع کیں۔ ان پیش گوئیوں کے ظہور یا عدم ظہور کی نسبت ہم کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے۔ ناظرین خود اپنے اپنے مذاق کے موافق نتیجہ نکال سکتے ہیں مگر شہرت ان میں بھی خوب ہوئی کوئی مذہب اور ملت ایسی نہ ملے گی جس میں کوئی کتاب یا رسالہ مرزا صاحب کے حالات کا شائع نہ ہوا ہو مگر آخر کار مرزا صاحب کو ایسی پیش گوئی اور الہام کے اظہار اور اشاعت نہ کرنے کے

بارے میں ایک اقرار نامہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں لکھنا پڑا۔اس واسطے مرزا کو دوسرا پہلو اپنے خیالات کی اشاعت کے واسطے بدلنا پڑا۔ ایک رسالہ ماہواری غیر ملکوں (یورپ) میں انگریزی میں نکالا گیا ہفتہ وار الحکم اور البدر دو اخبار ہندوستان کے واسطے جاری کئے اور واعظوں کو بھی مقرر کیا گیا کہ جاہلوں کی ترغیب وتحریص کے واسطے یہ امر ضروری تھا۔

ایک رسالہ دافع البلاء نام چھاپا جس کی پیشانی پر سرخی (طاعون) لکھا ہے اس ہولناک مرض کے بارے میں جو ملک میں پھیلتی جاتی ہے لوگوں کی مختلف آراء ہیں:

۱۔ پہلے ڈاکٹر اور حکماء کے خیالات دو صفحوں میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

۲۔ پھر مسلمانوں کے خیالات لکھے ہیں۔

۳۔ پھر آریہ سناتن دھرم کے فرقہ بندوں میں سے ہیں اور عیسائیوں کے خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ پھر فرمایا ہے

اب اے ناظرین خود غور سے سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی فروغ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقاید کا فیصلہ کرے، خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اس لئے وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد تر سمجھ میں آسکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔

چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو دفع کردے گا۔

مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو، خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم انّہ آوی القریۃ

یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے

مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھے گا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، مگر قادیان طاعون سے پاک ہے، بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہوگا....اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں

پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے:

ما کان اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم انہ آوی القریۃ۔ لو لا الاکرام لھلک المقام ۔انّی انا الرحمن دافع الاذی انّی لا یخاف لدیّ المرسلین انّی حفیظ انّی مع الرّسول اقوم ۔ الوم من یلوم افطر و اصوم غضبت غضباً شدیدا الامراض تشاع و النفوس تضاع ۔ الا الذین آمنوا و لم یلبس ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون ۔ انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا انّی اجھز الجیش فاصبحوا فی دارھم جاثمین ۔ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم نصر من اللّٰہ و فتح مبین ۔ انی بایعتک بایعنی ربی ۔انت منّی بمنزلۃ اولادی انت منّی و انا منک عسی ان یّبعثک ربک مقاماً محموداً الفوق معک و التحت مع اعداءك فاصبر حتّی یاتی اللّٰہ بامرہ۔ یأتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد ۔

تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمان ہوں جو دکھ کو دور کرنیوالا ہے میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں، میں نگاہ رکھنے والا ہوں میں اپنے رسولوں کے ساتھ کھڑا ہونگا، اور اس کو ملامت کرونگا جو میرے کو ملامت کرتا ہے۔ میں وقتوں کو تقسیم کر دونگا کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کرونگا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کر دونگا اور کچھ

حصہ برس کا میں روزہ رکھونگا یعنی امن رہے گا، اور طاعون کم ہو جائے یا بالکل نہیں رہے گی ۔میرا غضب بھڑک رہا ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہونگی مگر وہ لوگ جو ایمان لائیں گے، اور ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا وہ امن میں رہیں گے اور ان کو مخلصی کی راہ ملے گی یہ خیال مت کرو جرائم پیشہ بچے ہوئے ہیں، ہم ان کی زمین کے قریب آتے جاتے ہیں ۔ میں اندر ہی اندر اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں یعنی طاعونی کیڑوں کو پرورش دے رہا ہوں پس وہ گھروں میں ایسے سو جائیں گے جیسا کہ اونٹ مرا رہ جاتا ہے ہم اپنے نشان پہلے تو دور دور کے لوگوں کو دکھائیں گے پھر انہی میں ہمارے نشان ظاہر ہونگے یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہونگے ۔ میں نے تجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے، یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا، تو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہدے کہ خدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی ہے، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کرونگا کہ دنیا تیری حمد وثنا کریگی فوق تیرے ساتھ ہے اور تحت تیرے دشمنوں کے ساتھ ۔ پس صبر کر جب تک کہ وعدہ کا دن آ جائے طاعون پر ایک ایسا وقت بھی آنیوالا ہے کہ کوئی بھی اس میں گرفتار نہ ہوگا یعنی انجام کار خیر وعافیت ہے ۔

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

ا۔اول یہ کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا وغیرہ

۲، دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے وغیرہ

۳۔ یہ کہ خدا بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اسکے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے

اب اگر خدا تعالی کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہے اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اس رسول کے طاعون دور ہوسکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں ۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے اب بہت اچھا موقعہ ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی

سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے

اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیش گوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیے کہ کسی اور شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیش گوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہیے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو الہام کا دعوی کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرت سر کی نسبت پیش گوئی کر دیں اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دہلی ہے اسلئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دہلی کی نسبت پیش گوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اسی سال یا اس سے آئندہ سال میں قادیان میں چند کیس طاعون کے ہوئے مگر مرزا صاحب نے رسالہ مذکور کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے طاعون کی قسموں سے وہ طاعون جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والا، جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔

اس واسطے اس طاعون کا ذکر جو سنین گذشتہ میں ہوا ان کا حال جو درج پیسہ اخبار ہوا یا صحیفہ بجنور وغیرہ میں درج ہوا بوجہ طوالت کے نہیں کرتے ۔ اس سال یعنی ۱۹۰۴ء میں قادیان میں طاعون پھوٹا، ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔

۔اللہ تعالی کے امر ومنشاء کے ماتحت قادیان میں مارچ کی آخری تاریخوں میں پلیگ پھوٹ پڑی ۔ ۴۔۶ کے درمیان روزانہ اوسط موتوں کی وجہ سے بازار بند ہوگیا ہے ڈسٹرکٹ پلیگ افسر کو بذریعہ چٹھی قادیان کو ڈس انفیکٹ Disinfect کرنے کی درخواست کی گئی تھی مگر ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی گئی اور پھر باشندگان قصبہ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں بھی ایک درخواست دی تھی جو غالباً منظور ہوچکی ہے مگر ابھی تک کوئی ڈاکٹر قادیان میں صفائی مکانات وغیرہ کے واسطے نہیں آیا۔ باشندہ گاؤں کو چھوڑ کر دن بھر باہر کھیتوں اور میدانوں میں بسر کرنے لگے ہیں، وہ ہنسی ٹھٹھا جو چندروز پیشتر تھا اب کم ہوگیا ہے اور جو لوگ کہتے تھے کہ ہمارے گھروں میں طاعون بے شک پڑ جائے لیکن مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط ہو جائے وہ اپنے ایسے دعووں پر پچھتاتے ہیں کیونکہ ان کا بڑا نقصان ہوا۔ طاعون بھی پھوٹ پڑی اور پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ حضرت اقدس نے کبھی یہ نہیں فرمایا تھا کہ قادیان میں طاعون نہ ہوگی ۔ بہر حال اس وقت قادیان پر طاعون کا حملہ ہو رہا ہے ۔ تعلیم الاسلام سکول آخر اپریل تک فی الحال بند کر دیا گیا ہے آج کل دارالامان میں آنے والے احباب فی الحال اپنے ارادے کو ملتوی رکھیں تو مناسب ہے۔

خدا تعالی کا شکر ہے کہ ہمارے ڈیرہ میں اس وقت تک پوری خیریت ہے۔ کوئی بیمار بھی نہیں اور کوئی فوت بھی نہیں ہوا سب تندرست ہیں اور اللہ جل شانہ سب کو بامن وامان رکھے

ہاں قصبہ کے اندر ایک احمدی کی بیوی جو بہت دنوں سے بیمار چلی آتی تھی اور آخر اس کے سینہ سے خون آنے لگا وہ فوت ہوگئی ۔ (الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۴ء)

قادیان میں طاعون

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے ۔۔۔ تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اللہ اللہ! ابھی کل کا ذکر ہے کہ قادیانی مسیح للکار للکار کر کہتا تھا کہ قادیان میں طاعون نہ آوے گا۔ کوئی ہے کہ ہماری طرح الہام سے دعوی کرے کہ انّه آوی القریة، کوئی ہے کہ بتلاوے قادیان سے دو دو کوس پر طاعون نے جو حشر قائم کر رکھا ہے قادیان میں

کیوں نہیں آتا؟ خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء)۔ اللہ اللہ

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے　　وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

آج کوئی قادیان میں جا کر طاعون کی تباہی کو آنکھوں سے دیکھے کہ تین ہزار کی آبادی سے بمشکل تین سو آدمی نظر آتے ہیں، دکانیں بند ہیں، بازار ویران اور سنسان نظر آتے ہیں۔ مراسلہ مندرجہ ذیل کو پڑھئے:

جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث۔ تسلیم۔

قادیان میں آج کل سخت طاعون ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی نور الدین کے سوا تمام مرید قادیان سے بھاگ گئے ہیں۔ مولوی نور الدین کا خیمہ قادیان سے باہر ہے۔ اوسط اموات ۲۰۔۲۵ یومیہ ہے۔ مولوی نور الدین کی سالی کا لڑکا منظور الحق بھی چل بسا۔ مرزا جی نے اپنے گھر میں بالکل بندش کر دی ہے کہ کوئی آدمی نہ آنے پاوے۔ حکیم نور الدین اور قطب الدین کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مریض کے مکان پر نہ جائیں۔ مرزا جی کا سکول بھی بیماری کی وجہ سے بند ہے۔ نامہ نگار قادیان ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء

اخبار البدر قادیان ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء میں بھی کمال صفائی سے اڈیٹر نے طاعون قادیان کو تسلیم کیا ہے　　(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

❁ پیسہ اخبار لاہور میں ایک خبر یوں شائع ہوئی:

چہار در قادیان بنی

دار الامان آج کل پنجاب میں اول نمبر پر طاعون میں مبتلا ہے ..قصبہ میں ہل چل مچی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح اور ان کے خاص حواری متفکر اور حواس باختہ ہو رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جو شخص حضرت امام حسین سے برتری کا مدعی ہو، اتنے ہنگامہ میں بے اوسان ہو جائے۔ اگر کربلا کے مصائب میں سے ایک چھوٹی سی ساعت بے بس مرزا کے سامنے آجاتی تو خبر نہیں غریب کی کیا حالت ہوتی۔ بے محل نہ ہوگا اگر الحکم اپنا ماٹو بدل دے اور

چہ گوئم با تو گر آئی چہار در قادیان بنی　　دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

کی جگہ:

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی، و با بینی بلا بینی غرض دار الزیاں بینی

لکھا کرے۔ بڑی بے موقعہ اور خلاف ہے کہ مرزا صاحب کو ایسے نازک وقت میں یہ کہہ کر سنائیں کہ آپ کی پیش گوئی کے خلاف یہ کیا آفت نازل ہو رہی ہے بلکہ اس وقت میں ان کی دست گیری اور مدد کرنی چاہیے کہ وہ آڑے وقت ہمارے کام آئیں۔

(پیسہ اخبار لاہور۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

قادیان میں طاعون

اڈیٹر الحکم قادیان نے درج بالا عنوان کے تحت لکھا ہے:

کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا — رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم

مندرجہ بالا عنوان پر ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے اہل حدیث میں استہزاء کے رنگ میں ایک نوٹ لکھا ہے۔ اہل حدیث نے بہت سے دیسی اخباروں کے خلاف اپنے یوم اجراء سے یہ التزام کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق مرسل مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نسبت سخت کامی اور غیظ سے زہر اگلتا ہے اور ایک سر آشفتہ کی طرح چودھویں صدی کے مجدد خدا تعالیٰ کے مسیح و مہدی کی عزت پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرنا ایک فرض سمجھتا ہے جس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ

مقتضائے طبیعتش این است — مقتضائے عقرب نہ از پئے کین است

ہم کو نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ باوجود ادعائے تقویٰ و دیانت ایسی تحریریں شائع کرتے ہوئے ذرا بھی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور نہ قوم کے سامنے ایسی جرأت اور دلیری کرتے ہوئے شرماتے ہیں ہم حضرت مسیح موعود اور طاعون کے متعلق ایک مبسوط آرٹیکل لکھنا چاہتے ہیں اگر خدا نے ہمیں توفیق دی تو اس مضمون پر سیر حاصل بحث کریں گے اور اس جلیل القدر نشان کو پیش کریں گے اس وقت ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی قادیان میں طاعون نہ ہونیکے متعلق حضرت اقدس مرزا نے کوئی پیش گوئی یا الہام شائع کیا ہے یا نہیں؟ حضرت حجۃ اللہ کی کوئی بات مخفی راز نہیں ہے بلکہ ایسے تمام الہامات اور پیش گوئیاں قبل از وقت ہم شائع کرتے رہے ہیں، اس لئے کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم الحکم کی ایک سال کی فائل میں سے چند اقتباس دانش مند اور انصاف پسند پبلک کے سامنے رکھتے ہیں اور پھر اہلحدیث کے اڈیٹر سے پوچھتے

ہیں کہ اگر خدا کے سامنے حاضر ہونے کا کچھ بھی خوف ہے تو بتاؤ یہ کہاں کہا گیا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گا؟

دافع البلاء صفحہ ۵ حاشیہ: آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون جو سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے جا بجا لوگ بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے، پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے لو لا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ کچھ ہرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

۲۔ بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اس سلسلہ کے خطرناک دشمن جن دیہات اور شہروں میں رہتے ہیں ان کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے ہم نے آوی کے لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانیوالی ہوتی ہے مگر اسکے مقابل دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کیلئے یہ وعدہ ہوا۔ فالحمد للّٰہ علی ذلک۔ الحکم ۱۹۰۲ء...

قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے کوئی جگہ باقی نہ رہیگی .. ان من قریۃ الانحن مھلکوھا قبل یوم القیامہ او معذبوھا.. الآیۃ اس سے لازم آتا ہے کہ کوئی قریہ مسّ طاعون سے باقی نہ رہیگا اس لئے قادیان کی نسبت یہ فرمایا انّہ آوی القریۃ یعنی اس کو انتشار اور افراتفری سے اپنی پناہ میں

لے لیا۔ سزائیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک بالکلیہ ہلاک کرنے والی جسکے مقابلہ میں فرمایا لولا الاکرام لھلک المقام ۔ یعنی یہ مقام اہلاک سے بچایا جاوے گا۔ دوسری قسم کی سزا بطور تعذیب ہوتی ہے غرض خدا تعالی نے قادیان کو ہلاکت سے محفوظ رکھا ہے اور تعذیبی سزا ممنوع نہیں بلکہ ضروری ہے۔

یہ حضرت اقدس کے ملفوظات ہیں جو مندرجہ بالا تاریخ کو شائع ہوئے ۔ کیا اس سے صاف طور پر نہیں نکلتا کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضروری ہے۔ اور اس طرح پر قادیان میں طاعون کا آنا مصدق پیش گوئی ہے نہ مبطل

پھر الحکم مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء میں مندرجہ ذیل ڈائری حضرت اقدس کی درج ہے:

۵ مئی ۱۹۰۲ء کو تین بجے حضرت اقدس کو الہام ہوا انّی احافظ کلّ من فی الدار الّا الّذین علوا با لاستکبار یعنی میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کرونگا سوائے جنہوں نے تکبر کے ساتھ علو کیا۔

فرمایا علو دو قسم کا ہوتا ہے ایک جائز اور ایک ناجائز ۔ جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا۔

اور فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد یہ الہام ہوا انّی اری الملا ئکة الشداد یعنی میں سخت فرشتوں کو دیکھتا ہوں جیسا کہ ملک الموت وغیرہ ہیں۔

فرمایا کہ خدا کے غضب شدید سے بغیر تقوی و طہارت کے کوئی بچ نہیں سکتا پس سب کو چاہیے تقوی و طہارت کو اختیار کریں۔ وغیرہ

لیکن انّه آوی القریة میں یہ امر نہیں، وہاں انتشار اور ہل چل شدید سے بچنے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے..

اس گاؤں میں دراصل اس قسم کے سخت دل اور مخالف دین اسلام لوگ آباد ہیں کہ اگر اس سلسلہ کا اکرام نہ ہوتا تو یہ سارا گاؤں ہلاک ہو جاتا اور اب بھی اگرچہ ممکن ہے کہ بعض وارداتیں ہوں مگر تاہم اللہ ایک ما بہ الامتیاز قائم رکھے گا..

(اڈیٹر الحکم نے ایک بڑی طول طویل بحث کی اور اڈیٹر اہل حدیث کو ایک سخت ڈانٹ بتائی ہے اور اس دعا پر ختم کیا ہے):

اے خدائے قدیر و حکیم تو اس امت کی آنکھیں کھول کہ تیرے مامور و مرسل کی شناخت

کریں اوراس طوفان عظیم سے نجات پائیں۔آمین

اس کے بعد چہادر قادیان بنی کی سرخی لکھ کرا ڈیٹر پیسہ اخبار اور نامہ نگار سیاح کی خوب خبر لی ہے۔ (الحکم قادیان ۲۴، اپریل ۱۹۰۴ء)

 مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیان میں طاعون

بیا با چشم روشن تا چہادر قادیان بینی خزاں بینی و بابینی غرض دار الزیاں بینی

مثل مشہور ہے دہقان کی پینتالیس عزتیں ہوتی ہیں اس لئے وہ ایک دو بلکہ تین چار بلکہ پانچ سات آٹھ ہوتو ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو ذلیل نہیں جانتا جب تک کہ حسب تعداد عزتہا ذلیل ہوکر سلب کلی نہ ہولے۔ پھر یہ بھی شرط ضروری ہے کہ کسی حساب میں اس کو غلطی نہ ہو جائے یہی حال ہمارے مرزا صاحب کا ہے ایک دفعہ دو دفعہ نہیں دس بیس دفعہ نہیں مرات کرات دفعہ آپ کی خاطر خواہ عزت ہوتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مرزا زبان حال سے کہا کرتے ہیں

جوہر تو مجھ تھے ملکوتی صفات کے مرزا بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

کون سا مہینہ کون سا سال ہے جس میں ہمارے مرزا جی بحکم آیت کریمہ افلا یرون انّھم یفتنو ن فی کل عام مرۃ او مرتین دو تین دفعہ ابتلاء میں نہ آتے ہوں۔ سالہائے گذشتہ کی رپورٹ دہرانا فضول ہے، اسی سال کی سناتے ہیں۔ ۲۲۔اپریل کے اہل حدیث میں قادیان میں طاعون ہونے کا واقعہ درج کیا گیا تھا اس پر بحکم الحق مر، مرزائی اخباروں میں ایک غیر معمولی طیش پیدا ہوا اور اہل حدیث جیسے راست باز حق شعار پرچہ کی نسبت بہت کچھ زہر اگل رہے ہیں چنانچہ الحکم سوال کرتا ہے کہ اہل حدیث کو اگر خدا کا خوف ہے تو بتلا وے کہ کہاں کہا گیا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گا (۲۴۔اپریل)

گو ناظرین اس عبارت سے مرزائیوں کی بے بسی معلوم کر سکتے ہیں کہ قادیان میں طاعون ہونے کا کس لطیف پیرایہ میں اقرار ہے اس لطیف سے الطف پیرایہ ایک اور ہے جس کو سن کر ناظرین اس پاک جماعت کی چالاکی اور شرم وحیا سے انگشت بدنداں ہوں گے اخبار البدر قادیان کے دفتر سے ۲۵۔اپریل کو خریداروں کو اطلاع دی گئی کہ اخبار یکم مئی (۱۹۰۴ء) تک بند رہے گا مطبوعہ کارڈ میں لکھتے ہیں: کہ طاعون حضرت مسیح موعود کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے

اللہ اللہ! کس دبی زبان سے اور کس انداز و انداز معشوقانہ ادا میں تسلیم کیا گیا ہے اب سنیئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آپ کے سوال کا جواب دیتے ہیں:

دافع البلاء صفحہ ۵ کو پڑھو کیسا صاف لکھا ہے کہ قادیان کے چاروں طرف تمام پنجاب میں پھیل گئی ہے اور دوسری طرف باوجودیکہ قادیان کے دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت ہو گا۔

اسی صفحہ پر لکھا ہے:

کہ قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول قادیان میں تھا۔

پھر صفحہ ۷ پر ایک الہام کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ، خدا تعالی ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا) اسی میں رہتا ہے۔

پھر صفحہ ۱۰ پر اپنے مخالفوں کو ڈانٹ بتلائی ہے کہ میاں شمس الدین ...وغیرہ فلاں فلاں شہروں کی نسبت پیش گوئی کریں کہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر سمجھا وے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

یہ ہیں مرزا جی کی تعلیاں! ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان عبارات کا کیا مطلب ہے۔ ہاں ہم اس سے انکاری نہیں کہ مرزا جی کو چونکہ اندر کا چور ڈرا رہا تھا کہ میری باتیں تو جیسی ہیں وہی ہیں اس لئے بطور پیش بندی یا بحکم لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ یہ بھی مرزا جی نے لکھا تھا کہ کچھ حرج نہیں کہ آسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذو نادر ہو جاتی جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ (دافع البلاء حاشیہ ص ۵)

ناظرین! الہامی صاحب کی اس عبارت کو بھی ہماری سفارش سے الہامی مان لیں لیکن مطلب اس کا خوب یاد رکھیں۔ بھولے ہوں تو ہم پھر بتلائے دیتے ہیں کہ قادیان میں شاذو نادر وار دات ہوں گی جو ایسی قلیل ہونگی کی کالعدم تصور ہوں گی۔

اس کلام کے بعد قادیانی عادل گواہ کی گواہی سنیئے جس کا نام اخبار البدر ہے آپ ۱۶۔ اپریل کے پرچے میں لکھتے ہیں:

یوگندر پال (آریہ) نے بڑے دعوی سے پیشگوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے، تو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی (اخبار مذکور۔ص ۷)

اب ناظرین! اس شاذو نادر کو اور اس صفائی کو ذرا صفائی سے دیکھئے تا کہ کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے۔ اللہ اللہ! کہاں یہ دعوی کہ قادیان سے دو دو کوس تک طاعون ہے جو بیمار اندر آتا ہے اچھا ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام دارالامان رکھا گیا تھا، پھر یہ ترمیم کہ شاذو نادر واردات ہوگی جو معدوم کے حکم میں ہونگی جس کا انجام یہ کہ بقول اڈیٹر البدر طاعون سے صفائی ہوگئی ۔ناظرین منتظر ہوں گے کہ یہ صفائی کس حد تک ہوئی تو ان کی آگاہی کے لئے ہم اتنا بتلاتے ہیں کہ مارچ اپریل کے دومہینوں میں قادیان میں ۳۱۳۔آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی قادیان کی تین ہزار ہے۔

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو اک گونہ بےخودی مجھے دن رات چاہیے

ناحق لوگ لڑتے مرتے ہیں۔ قادیان طاعون سے صاف ہو جاوے تو کیا اور پاک رہے تو کیا۔ حضرت اقدس مرزا کے الہام اور تشریح میں دونوں باتیں درج ہیں (قادیان طاعون سے محفوظ بھی رہے گا اور طاعون آئے گا بھی، نہ ہی بالکل انکار ہے نہ اقرار، دونوں مترادف ہیں) ہاں خاندان رسالت میں طاعون کا دخل ہو جاوے تو محل اعتراض ہے وہ بھی چہار دیواری کے اندر اگر ان میں بھی طاعون گھس جائے تو مرزا صاحب کی پیش گوئی کا کیا قصور؟ حضرت اقدس نے بچنے کی تدابیر بتا دی تھیں اس کو کوئی نہ مانے تو ان کا قصور۔ اگر چہار دیواری مستحکم ہو جاوے اور پھر طاعون آجائے تو ہم ذمہ لیتے ہیں۔ بررسولاں بلاغ شد وبس۔ ما علینا الا البلاغ۔ ناظرین ان اشتہاروں یا درخواست اور اس کی تردید کو ذرا غور سے پڑھ کر خود ہی منصف ہوں اس میں کس کا قصور ہے

درخواست چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جاوے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے، اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں

کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں، میری دانست میں یہ حویلی جو ہمارے مکان کا ایک جزء ہوسکتی ہے، دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الہی کی خوش خبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا نہ معلوم کس کس کو اس بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا، اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے یہی دیکھا ہے کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی

(المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ کشتی نوح۔ص ۷۶)

ہمارے خیال میں تو ساری بحث کے معنی اس اشتہار کے مضمون سے سمجھ آ سکتے ہیں آئندہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔

اس میں حضرت اقدس کے اوپر کیا الزام ہے؟ کیوں جذبہ دل کا قصور اس نے نکالا، الٹا پھر اگر قادیان میں طاعون صفائی نہ کرے تو خدا کے مرسل کی نافرمانی اور گستاخی کا کیا نتیجہ ہو۔

حضرات! انصاف اور غیرت الہی کو اسی کی مقتضی تھے کہ قادیان مع خاندان رسالت صاف ہو جاتا چنے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے پھر بھی اللہ تعالی نے اپنے مسیح موعود اور مرسل صادق کا اکرام کیا جو اتنی ہی ہل چل پر بس فرمایئے

جواب درخواست چندہ

برخوردار مرزا غلام احمد قادیانی طال عمرہ

بعد دعائے درازی عمر کے واضح ہو کہ میں تمہارے دعوی ہمیشہ سے سنتا ہوں اور دور دور تک تمہاری خبر پہنچی ہوئی ہے اور لوگ جوق در جوق آتے ہیں مگر افسوس ہے میں تمہارا بڑا بھائی اور بزرگ ہوں میری طرف تم نے کوئی خاص توجہ نہ کی جو تمہاری نالائقی کا ثبوت ہے آخر میں بھرے دل سے از خود تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں تمہارے ذاتی عیوب سے قطع نظر تمہاری پیش گوئیوں کو ایک گوز شتر سمجھتا ہوں تم نے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری کو فی پیش گوئی سو روپئہ دینا کیا تھا جو ان کے آنے پر تم گھر سے نہ نکلے مگر میں تم کو فی پیش گوئی ہزار روپئہ دینے کا وعدہ کرتا ہوں اگر تم میری پیش کردہ پانچ پیش گوئیاں بھی مجھے سچی کر دو تو فی پیش گوئی ہزار روپئہ تم کو دونگا۔ اور اگر ثابت نہ کر سکو تو صرف تم

کومسلمان ہونے کی دعوت دیتا ہوں پس ایک ہفتہ تک اس دعوت کا جواب بذریعہ اشتہار جلدی دینا کیونکہ خداوند تعالی نے قرآن مجید میں اپنے نبی ﷺ کو یہی حکم فرمایا ہے و آت ذا القربی حقّہ یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرو۔ قریبیوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ کشتی نوح کے اخیر صفحہ پر تو ہم کو اپنا شریک اور قرابتی بناؤ اور ظاہر کرو کہ ہمارے شرکاء مکان دینے کو راضی ہیں دو ہزار روپیہ چندہ جمع کرلیا ہے حالانکہ ہمیں اس کی کوئی خبر بھی نہیں اور نہ ہی ہم دینا چاہتے ہیں ایسے جھوٹ کا بھی کوئی علاج ہے خیر ان باتوں کے ذکر کو تو ایک دفتر چاہیے جو میں الگ کسی وقت تفصیل سے بیان کرونگا سردست میں اس اشتہار کے جواب کا منتظر ہوں۔

رقیمہ۔مولائی مرزا امام الدین برادر کلاں مرزا غلام احمد از قادیان۔۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء ،مطبوعہ اہل حدیث پریس۔

بھلا صاحب! خدا را انصاف! ان تحریروں کو ملاحظہ فرما کر خدا لگتی کہنا۔آخر کسی چیز کی حد بھی ہے اور ان خطوں کی بنیاد قادیان سے بھی ہے پھر کب تک غیرت الٰہی جوش میں نہ آوے کون کہہ سکتا ہے کہ قادیان کا تختہ الٹ دینے کے قابل نہیں۔ اگر قادیان میں طاعون آ گیا تو کیا عجب اور کب خلاف الہام ہوا۔الہام میں کہاں لکھا ہے کہ قادیان بالکل طاعون سے پاک رہے گی۔

یہ انسان کا کام ہے اتنے دنوں پیشتر ایسی پیش بندی کر دے دیکھو صفحہ ۵ کے حاشہ دافع البلاء میں کیا لکھا ہے۔اگر یہ معنی نہ ہوتا تو لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ نذیر کا کام ڈرانا ہے جیسا موقعہ دیکھے لوگوں کو ڈراوے جس غرض سے ڈرایا گیا وہ پوری ہوگئی۔اس الہام کا جھوٹ معترض نے کیا ثابت کیا؟

اخبار الحکم لکھتا ہے: لیکن یہ ترقی بمقابلہ اس عظیم الشان ترقی کے جو گذشتہ سال کے اخیری حصہ میں اس فرقہ نے کی ہے بہت ہی کم ہے جیسا کہ ایک طرف طاعون کے خطرناک حملوں سے پنجاب کی تمام مردم شماری میں کمی آتی گئی فرقہ احمدیہ کی تعداد بڑے زور سے بڑھتی گئی کیونکہ لوگوں نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ طاعون سے بچاؤ کی صرف ایک صورت انہیں نظر آئی ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو قبول کرلیا جائے اس لئے طاعون کی ترقی کے ساتھ جوق در جوق لوگ جماعت احمدیہ میں داخل

ہوتے گئے۔ (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۳)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: اب ناظرین بہ نظر غور و انصاف دیکھیں اور حق کی کہیں، قادیان کیا ہزاروں قادیان جیسی بستیاں مع خاندان رسالت کے لقمہ طاعون ہو جائیں تو کیا الہام جھوٹا ہوسکتا ہے۔ نہیں کبھی نہیں۔ وہ سب جھوٹے جو الہام کو جھوٹا کہیں۔ مرزائی کیا اندھے تھے جو بن دیکھے کنویں میں گر پڑتے۔ کوئی بات تو ہے جو اس پیش گوئی کی سچائی پر ایمان لائے ہوں گو عام اس کو نہ دیکھ سکیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء)

تمت

(چودھویں صدی کا مسیح، جلد اول کا اختتام طاعون کے مضمون پر ہوتا ہے، اس لئے اسی موضوع پر چند خبریں بسلسلہ طاعون اسی دور کی ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔ بہاء)

کرشن قادیانی سے ہم کیوں بیعت کریں؟

جناب اڈیٹر صاحب! السلام علیکم۔

کرشن جی مہاراج یہ طمع دیتے تھے کہ میری بیعت کرنے والوں کو آسمان پر طاعون کا ٹیکہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب ہم نے دیکھا تو یہ ثابت ہوا کہ جس مرزائی کو طاعون ہوا وہ نہ بچا۔ یہاں تک کہ کرشن جی کے دائیں ہاتھ پر بیٹھنے والا اخبار البدر کا اڈیٹر محمد افضل قادیاں میں مرا اور امرتسر میں بھی جس مرزائی کو طاعون ہوا نہ بچا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری بیوی کو طاعون ہوا۔ لیکن محض خدا کے فضل سے بچ گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم کرشن جی کی بیعت کیوں کریں؟ امید ہے کہ مرزائی اس کا جواب دینگے۔ (خاکسار محمد بخش امرتسر کٹڑہ خزانہ)۔

(اہل حدیث امرتسر **جلد ۳۔ نمبر ۲۶۔ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۰۶ء** ص: ۸)

❁ مرزا کے زمانہ حیات میں جو قادیانی طاعون سے مرتے تھے ان کی موت کی خبریں مرزا صاحب اور دیگر قادیانیوں کے لئے بوجوہ بہت پریشان کن ہوتی تھیں۔ اور قادیانی پریس ان کی اہمیت کو کم کرنے، اور مرزا صاحب کے الہام کہ ان کے مرید (جسے انہوں نے بعد میں پختہ مرید سے حصر کر لیا تھا) اس سے محفوظ رہیں گے، کی تکذیب سے بچنے کے لئے ہر قسم کے پاپڑ بلا کرتے تھے جیسا کہ ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے، وکیل اور ہم، کے عنوان سے ایک مرتبہ لکھا:

معزز ہم عصر وکیل نے ۱۹ فروی کی اشاعت میں مولوی بدرالدین احمدی ساکن قادر آباد

کے طاعون سے مر جانے پر نوٹ لکھا ہے اور اس میں الحکم کو یوں مخاطب کیا ہے:

یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے کہ مرزا صاحب کے اس دعوی پر کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے نہیں مریگا ان کے مرید طاعون سے فوت ہوں کیا ان کی جماعت کا آرگن اخبار الحکم قادیان اس کا کوئی تسلی بخش جواب دے سکتا ہے؟ ہم ممنون ہوں گے اگر وہ اس عقدہ کو کما حقہ حل کر کے لوگوں کی حیرت کو دور کر دے گا اور ہمیں اس دقت سے نجات دلائے گا کہ لوگ بار بار اس قسم کے سوالات پیش کرتے ہیں اور ہم کو مجبوراً سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔

...ہم کو لائق اڈیٹر وکیل پر افسوس ہے کہ انہوں نے باوجودیکہ قرآن شریف میں لا تقف ما لیس لک به علم پڑھا ہوگا پھر بھی انہوں نے بلا سوچے سمجھے اور بغیر ذاتی تحقیق یہ لکھ دیا کہ: یہ امر واقعی حیرت انگیز ہے...طاعون سے فوت ہوں۔ دانشمند اور خدا ترس اڈیٹر کا فرض ہونا چاہیے تھا کہ وہ پہلے اپنی جگہ دیکھ لیتے کہ کیا واقعی مرزا صاحب نے کوئی ایسا دعوی کیا بھی ہے کہ میری جماعت کا کوئی آدمی اس وبا سے فوت نہیں ہوگا اگر یہ دعوی ہی کبھی اور کہیں نہیں کیا گیا تو پھر اعتراض بجائے خود بودا اور کمزور ہو جاتا ہے بلکہ رہتا ہی نہیں۔...

قادر آباد کے تمام باشندے اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مولوی بدر الدین ایک اپنے ایک عزیز طاعون زدہ کے گھر دوسرے گاؤں میں جہاں طاعون پڑا ہوا تھا گئے خود انہوں نے اس طاعون زدہ کو غسل دیا۔ یہ ایک واقعہ ہے جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا

اور قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے لا تلقوا با یدیکم الی التهلكة اور پھر آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے پاک ارشاد کے موافق منع فرمایا ہے کہ جہاں طاعون زور سے پھیلا ہوا ہو وہاں مت جاؤ، انہوں نے اس حکم نبوی کی بھی خلاف ورزی کی پھر کیا ضروری نہ تھا کہ ان قواعد و احکام کو توڑنے کی وجہ سے اس بیماری میں اسباب عادیہ کے ماتحت مبتلا ہوتے۔... (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء ص۱۲)



محو نا نار جهنم

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب پر:

یکم اپریل ۱۹۰۵ء رات کے وقت نزول وحی ہوا محو نا نار جهنم۔ ہم نے

جہنم کی آگ کومحو کیا۔فر مایا (مرزا صاحب نے) اجتہادی طور پر ایسا خیال آتا ہے کہ شاید اللہ تعالی اب قریباً طاعون کو دنیا سے اٹھانے والا ہے واللہ اعلم۔ یا یہ کہ اس گاؤں (قادیان) سے اٹھانے والا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۵ء۔ص ۱۲)

مرزا کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قادیان طاعون کی لپیٹ میں تھا جیسا کہ درج ذیل خبروں سے بھی معلوم ہوتا ہے:

(مرزا صاحب کے برادر نسبتی) محمد اسحاق کو سخت بخار ہو گیا اور اس بخار کے ساتھ رانوں میں دو گلٹیاں نکل آئیں جس سے قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ طاعون ہے اور ایک نہایت خوفناک امر پیش آ گیا اور گھر میں ایک دہشت طاری ہوئی اور مولوی حکیم نور الدین معالج تھے مگر ہر دو بن ران میں دو گلٹیوں کے نکلنے سے وہ بھی دہشت زدہ ہو گئے تب حضرت مسیح موعود نے دعا کرنا شروع کیا اور نہایت اضطراب سے سے توجہ کی تب خدا کے فضل سے اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی دو یا تین گھنٹہ سے زیادہ نہیں گذرا ہو گا کہ بخار بالکل ٹوٹ گیا اور پھر گلٹیاں بھی گم ہو گئیں گو یا مرض کا نام ونشان نہ تھا اور تمام آثار طاعون کے جاتے رہے اور اب میاں محمد اسحاق بخیر و عافیت باہر پھرتے ہیں

(اخبار بدر قادیان ۱۳ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

ہفتہ زیر اشاعت میں بھی بارش ہوئی اور بادوباراں کا خوفناک طوفان آیا اردگرد سے ژالہ باری کی خبریں بھی آئیں۔گاؤں میں طاعون کی وارداتیں ہوئی ہیں مگر خدا تعالی کا شکر ہے کہ مہلک اور خوفناک نہیں بحالیکہ نواح کے بعض دیہات میں خوفناک بازار موت گرم ہے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۲)

اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

قادیان میں اب پلیگ نسبتاً کم ہے لیکن دیہات میں بہت ہے اور مطبع بدر کے ملازم دیہات سے ہی آتے ہیں یہی سبب ہے کہ یہ اخبار پورا چھپ نہیں سکا کئی روز مطبع بندر ہا

(بدر ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱)

میر ناصر نواب بتاتے ہیں:

جلسہ اول جو ۱۸۹۲ء میں ہوا اس میں مجھے حق کھلا اور میں دوبارہ احمدی بنا اور جب میں نے پنشن لی اور قادیان میں آ کر رہا تو زیادہ فائدہ پہونچا... میرے بیٹے محمد اسحاق کو

حضرت صاحب کی دعا سے دو دفعہ طاعون سے رہائی ہوئی ..مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن کو جب یقین ہو گیا کہ مجھے طاعون ہے اور میں رخصت ہونے والا ہوں اور وصیت لکھوانے لگے اس وقت ان کو حضرت صاحب نے یقین دلایا کہ تمہیں طاعون نہیں اور تم طاعون سے نہیں مرو گے ورنہ میں جھوٹا ہوں ..(بدر ۲۹ جون ۱۹۱۱ء ص ۹)

اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کل ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قریب عشاء میاں محمد یسین مہاجر سہارن پوری نے پلیگ سے وفات پوئی ۔ مرحوم ایک مخلص مہاجر تھا جو اپنے بہت سے دنیاوی مفاد اور رشتہ داروں کو محض خدا تعالی کی رضا کے لئے چھوڑ کر مع اپنے بھائی محمد یامین کے چلا آیا تھا۔ مرحوم نے نہایت استقلال کے ساتھ اس جام موت کو پیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفة المسیح کے ارشاد سے الوصیت سے قواعد کے ماتحت اسے اماناً دوسری جگہ صندوق میں دفن کیا گیا مرحوم کا استقلال اور اخلاص قابل رشک تھا اس کی ہجرت اللہ تعالی کے لئے تھی اور وہ آخر دم تک اس پر قائم رہا خدا تعالی اس پر اپنے برکات نازل کرے اور اس کے بھائی کو سکینت اور اطمینان دے۔

(الحکم ۲۱ ۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء ص ۵)

مرزا کہتے ہیں کہ انہوں نے دافع البلاء ص ۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بر بادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں ۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے (اور کم سے کم آبادی کا ایک عشر لیتی ہے ورنہ نصف تک یا تیں حصے پانچ حصوں میں سے کھا جاتی ہے) (یہ عبارت دافع البلاء میں نہیں ہے، تاہم اس میں مرزا نے بتایا کہ جہاں آبادی کا ایک عشر طاعون کی نذر ہو جائے ، وہاں طاعون جارف ہوگا ۔ اور قادیان کی کل آبادی ۳۰۰۰ میں سے تین سو کے طاعون سے مرنے کی خبریں موجود ہیں ۔یعنی یہ عبارت مرزا صاحب نے اپنے دعوی کے خلاف شہادت پیش کردی ہے ۔ بہاء) پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی ....جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش او شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں ان کے شہروں اور دیہات میں ضرور بربادی بخش

طاعون پھوٹ پڑے گی (اگر توبہ کریں) اور یہاں تک ہوگا کہ لوگ بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگیں گے اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنیوالی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اسکے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی (اگر توبہ نہ کریں) دافع البلاء کی عبارت ختم ہوئی۔ (اور مرزا صاحب نے دوجگہ بین القوسین عبارت، اگر توبہ نہ کریں، اضافہ کردی ہے۔ بہاء)

اس کے بعد مرزا لکھتے ہیں: یہ عبارت جو صفحہ مذکور میں درج ہے جس کو ہم نے لفظ بلفظ اس جگہ نقل کر دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارا ہرگز یہ دعوی نہ تھا کہ قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہے گی۔ ہم عام لوگوں کے سامنے یہ عبارت جو دافع البلاء میں شائع ہو چکی ہے رکھ دی ہے، تاخود لوگ پڑھ لیں اور پھر انصافاً بتلاویں کہ ہمارے پر یہ الزام کہ گویا ہم نے اس رسالہ (دافع البلاء) میں یہ دعوی کیا ہے کہ قادیان کے نزدیک طاعون نہیں آئے گی اور ایک بھی کیس نہیں ہوگا، کیا یہ ایمان داری ہے یا بے ایمانی؟ ہم خود منتظر ہیں کہ اس وحی اللہ کے مطابق قادیان میں صاف اور صریح طور پر بعض کیس ہوں

(نزول المسیح۔ص ۹۔۱۰)



مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالی کے س مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالواحد غزنوی جو مولوی عبداللہ صاحب کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعوی کر کے مولوی عبداللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور

ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے ان سب کو چاہیے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیرخواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی اور ولی سمجھے جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے (دافع البلاء۔ص ۱۸)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا نے چند شہروں کے رہنے والوں یا ان کو متبرک جاننے والوں کو اس مضمون کا چیلنج کیا ہے کہ قادیان کو میں نے شفاعت کر کے طاعون سے بچا لیا ہے تم لوگ مجھے جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا جانتے ہو، تو تم بھی ان مقامات کو شفاعت کر کے طاعون سے بچا لو اور قسمیہ اشتہار کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرو کہ فلاں فلاں مقامات طاعون سے بچ جائیں گے ۔تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے جھوٹے ہونے پر مہر لگا دو گے ۔

میرے علم و خیال میں اس احمقانہ چیلنج کا اس کو کسی شخص نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ کوئی صاحب مذہب و عقل و شرم ایسے بے ہودہ اور بے شرمی کے بھرے ہوئے چیلنج کو قبول کرے گا۔ جن لوگوں کو اس نے اس چیلنج میں مخاطب کیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند و معتقد ہیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت سے خدا تعالی پر تحکم نہیں کرتے اور کوئی حکم لگانے کی جرئت نہیں کرتے ۔ اور دنیا میں شرم و آبرو رکھتے ہیں، لہذا ایسی بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جس کا وقوع ان کے اختیار میں نہ ہو۔ مرزا چونکہ کسی مذہب کا معتقد نہیں اور اس کا اسلام کا دعوی صرف احمق مسلمانوں سے مال مارنے کیلئے اور روٹیاں کھانے کیلئے ہے، اور شرم و حیا دنیا کا نہ ہونا تو اس کے مذہب جدید کا، جو اس نے نکالا ہے، ایک جزو یا لازمی امر ہے ۔ لہذا ایسا دعوی اسی کے منہ سے بار بار نکلتا اور سجتا ہے۔ وہ اس چیلنج کے وقت یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اور آخرت کے حساب اور جھوٹ وغیرہ گناہوں پر عذاب کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ۔ رہا نتیجہ دنیا، سو اگر میرا دعوی سچا نکلا اور قادیان میں بحسب اتفاق طاعون نہ آیا، جیسا کہ بہت سے مقامات میں اس وقت تک نہیں آیا، تو میرے وارے نیارے ہیں۔ اور اگر وہاں طاعون آ گیا اور میں خود شکار طاعون ہو گیا تو میرے مردہ کو کس نے کچھ کہنا ہے ۔کوئی ایسا کرے تو مجھے کیا، اور اگر میں بچ گیا اور میرے خاص کنبہ میں اور اخص خلفاء میں سے طاعون آ گیا تو پھر تاویل کا دروازہ میرے لئے کھلا ہے ۔

اس کا خیال ہے کہ عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کے وقت میں اپنے گروہ میں جھوٹا نہ ہوا،

اور میں نے اپنی جماعت کو پھسلنے نہ دیا، سنبھال لیا، تو طاعون کے آنے پر ایسے سادہ لوحوں کو سنبھال لینا کیا مشکل ہوگا میرے پیروان کا ہیولہ ایسا قابل ہے کہ اس پر جو صورت یا رنگ میں چڑھاؤں، بآسانی چڑھ سکتا ہے۔ اگر میرے کنبہ یا خاص کسی خلیفہ مثلاً خلیفہ اول مولوی حکیم نور دین یا خلیفہ دوم ملا محمد احسن امروہی یا خلیفہ سوم محمد علی خان کوٹلوی یا خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی پر طاعون آیا تو میں پہلا عذر منجملہ عذرات اربعہ کردونگا اور کہوں گا کہ وہ میری چار دیواری میں نہ تھے، جس وقت ان کو طاعون نے پکڑا اس وقت وہ کہیں سیر گلشن کرنے کو یا پائخانہ پھرنے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے کہ طاعون نے ان کو دبوچ لیا۔ اس تاویل کو اگر کسی نے غلط ثابت کیا اور شواہد سے ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ لوگ عین چار دیواری کے اندر طعمہ طاعون ہوئے ہیں، تو پھر میں دوسرا عذر پیش کرونگا اور یہ کہہ دونگا کہ وہ لوگ بظاہر میرے مرید و خلیفہ تھے مگر درحقیقت وہ دل سے مرید نہ تھے اور در پردہ منافق تھے۔ اس تاویل کو بھی کسی نے رد کر دیا اور ان لوگوں کے اخلاص پر میرے ان الہامات و بشارات کو جو ان کے حق میں سنا چکا ہوں، پیش کیا یا بطور کرامت وخرق عادت کوئی مردہ ان میں سے بول اٹھا انا علی ملّۃ غلام احمد یعنی میں مرزا کے دین پر ہوں، تو پھر تیسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دونگا کہ یہ لوگ تعداد میں میرے مخالفوں کی نسبت نادر اور کم ہیں والنادر کالمعدوم، اور اگر اس کو بھی کسی نے ردّ کیا اور سرکاری رپورٹوں کی رو سے میرے اموات طاعون زدہ کی جانب کثرت ثابت کر دی تو میں چوتھا عذر پیش کردوں گا اور یہ کہوں گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی وجہ مخفی ہے اور وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اور چونکہ یہ باتیں کسی اہل عقل سے جو کسی قدیمی مذہب کا بھی قائل ہو، سرزد ہونی ناممکن ہیں لہذا نہ کسی نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آئندہ کسی کے قبول کرنے کی امید ہے۔



اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

مسیح موعود ہیں یا آریہ؟

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے براہین لکھی تو اکثر حصے آریوں کے جواب اور ردّ میں تھے۔ سرمہ چشم آریہ لکھا تو اسی گروہ کے جواب میں تھا۔ تصدیق (براہین) لکھوائی تو اسی فرقہ کے ردّ میں۔ حکیم نورالدین، نے نورالدین لکھا تو اسی مذہب کے جواب میں۔ نیوگ ناول بنا تو اسی گروہ کو شرمندہ کرنے، اور ان کے حیا سوز مسئلہ نیوگ کے نتائج قبیحہ دکھانے کو نسیم دعوۃ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔

مرزا صاحب نے اپنے لاہوری لیکچر میں کہتے کہتے بے ساختہ کسی جذبہ میں کہہ مارا کہ خدا چونکہ قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں۔

مطلب مرزا صاحب کا یہ ہے کہ موجودہ دنیا گو قدیم نہیں لیکن اس سے پہلی دنیا اور اس سے پہلی دنیا، علی ہذا القیاس دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یا یوں کہیے کہ خدا کی قدامت اور دنیا کی نوی کی قدامت برابر چلی آئی ہے۔

اب اسی مسئلہ کی بابت سوامی دیانند بانی آریا سماج کی کتھا بھی سنیے

جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن اور نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش کے بعد فنا اور فنا کے بعد پیدائش کا دور چلا آتا ہے اس کا شروع یا انتہا نہیں۔ البتہ جیسے دن اور رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور فنا کا آغاز اور اختتام ہے (ستیارتھ۔ صفحہ ۲۹۵)

اگر ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں، لفظ بے شک مختلف ہوں گے مگر مضمون بالکل ایک ہے۔ بعد غور کرنے کے ہمارے مضمون کی تصدیق کا ایک کارڈ ہم کو لکھیں کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے یا مرزا صاحب خود ہی دل سے آریوں کی حمایت میں ہیں۔

آریا اس موقع پر مرزا صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھیں تو بجا ہے:

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

آریا اور مرزائیوں کے اس وحدت الوجود پر تو ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن مسئلہ کی غلطی اظہار کرنے کو مختصراً اتنا کہتے ہیں کہ نیوگ کی سچائی کے بعد بھی ایک مسئلہ ہے جو آریا سماج کو اہل علم کے ماننے کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ ایک مرزا صاحب نہیں بیسیوں مرزا بھی مل کر اس مسئلہ میں حامی اور مددگار بن جائیں، جو کچھ امداد کریں گے اس سے زیادہ نہ ہوگی   سگ چوتر شد پلید تر باشد

سنئے کچھ شک نہیں کہ دنیا اجسام کا نام ہے (مادہ اگر آریوں کے خیال میں کوئی شئے ہے تو اس کا نام دنیا نہیں وہ ایک مفرد حالت میں ہے) اور اجسام کتنے ہی ہوں مگر سب مرکب ہیں اور مرکب کوئی بھی ہو حادث ہے، کیونکہ اس کی ترکیب ہی بتلا رہی ہے کہ میرے اجزاء ایک وقت میں ازہم جدا تھے۔ نتیجہ صاف ہے کہ کوئی جسم قدیم نہیں، دنیا قدیم نہیں، دنیا کا سلسلہ قدیم نہیں۔

علاوہ اس کے جب دنیا کا ہر فرد حادث ہے تو مرزا صاحب کی یا آریہ سماج کی کون سی منطقی دلیل ہے کہ اس کے نوع کو قدیم کہا جائے۔ کیا کسی نوع کا وجود خارجی بغیر کسی فرد کے ہوسکتا ہے؟ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سلسلہ کے تمام افراد تو حادث ہوں مگر سلسلہ اس کا قدیم ہو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۴ کتوبر ۱۹۰۴ء۔ منقول از شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴۔۵)

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک مثل ہے کہ جب بلی تنگ آتی ہے تو ستون کو نوچنے لگتی ہے یہی حال آج کل ہماری قادیانی پارٹی کا ہے۔ جب سے اہلحدیث میں ان کا باقاعدہ تعاقب شروع ہوا ہے۔ کئی پہلوؤں سے اُنہوں نے اِس مثل کو پورا کیا ہے مگر خدا کے فضل سے ایک بھی نہیں چلا۔ اب ایک تازہ مکر نکالا ہے۔

۱۷-اپریل کے الحکم میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے ''اہلحدیث امرتسری سے استفسار۔'' ہم نے جب اِس مضمون کو دیکھا تو خیال ہوا کہ شائد کوئی معقول سوال ہوگا۔ مگر افسوس کہ زنگ آلودہ قادیانی مشین میں کسی معقول بات کا خیال ''چیلوں کے گھونسلوں سے ماس کی تلاش'' کے برابر ثابت ہوا معقول ہو یا نا معقول جواب تو دینا ضروری ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اہلحدیث امرتسری سے استفسار: قبل ازیں ہم نے ثناء اللہ امرتسری کی اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء کے سوال نمبر ۴۴ کے جوابات بغرض تحریر جواب بجواب بھیج دیا تھا۔ جن کو آج تک فاضل صاحب نے ہضم کرکے ڈکار تک نہ لیا۔ اب پھر ہم امرتسری ٹھیکہ دار سے مطالبہ اس مضمون کے جواب کا کرتے ہیں اور دو امور اور استفساراً پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ ایمانداری سے اس کا بھی کوئی جواب دیتے ہیں یا حسب عادت خود دم سادھ لیتے ہیں۔

سنئے۔ مرزا صاحب نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۴ پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

یہ میں نے سُنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور سے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔'' انتہی بقدر الحاجۃ صفحہ ۱۴ سطر ۸۔

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے

''اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اون کو اجازت ہے کیوں کہ اُن کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔''

یہ مولوی ثناء اللہ اگر چاہیں تو بذات خود آزمالیں۔ اُن کو مولوی غلام دستگیر سے کیا کام۔''

''کیوں کہ وہ خود کو اِس کے لئے مستعدی بھی ظاہر کرتے ہیں'' صفحہ ۱۵-۳۷۔ سطر ۲۰ میں یہ پیشگوئی بھی درج فرمادی ہے کہ ''میری اگر اِس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ (ثناء اللہ) پہلے مرینگے۔''

یہ عبارات صاف طور پر اپنا مدعا اور مطلب بیان کر رہی ہے۔ کہ حضرت اقدس نے لوگوں کی زبانی بھی سُنا ہے کہ ثناء اللہ ایسے مباہلہ کے لئے مستعد ہے اور خود ثناء اللہ کے دستخطی تحریر بھی ملاحظہ

فرمائی ہے کہ وہ ایسے مقابلہ کے واسطے تیار ہے۔ نیز یہ بھی ان سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے بڑی فراخ حوصلگی سے ایسے مقابلہ کو منظور فرمالیا ہے اور ثناء اللہ کو اجازت بھی دیدی ہے۔ کہ وہ ضرور ایسے میدان میں نکلے اور یہ بھی علی الاعلان فرمادیا ہے کہ اگر ثناء اللہ اِس چیلنج پر آمادہ ہوگیا تو ضرور پہلے مرجائے گا۔ اب اس کا جواب بصورت اقرار مندرجہ ذیل ہونا چاہئے تھا۔ کہ بیشک میں (ثناء اللہ) اِس مقابلہ کے واسطے تیار ہوں اور اشتہار حسب تصریح مندرجہ صفحہ ۱۵- اعجاز احمدی شائع کرتا ہوں۔''

غنیمت ہے کہ جو جواب اہلحدیث کی طرف سے اِس غلط گوئی کا ہونا تھا وہ راقم مضمون نے خود ہی لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور بصورت انکار یہ جواب ہوتا کہ میں نے آج تک کبھی ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ نہ کسی کے سامنے یہ ذکر آیا۔ مرزا صاحب نے کس سے سنا ہے اُس کا نام بتلا دیں ورنہ یہ غلط بیانی تصور ہوگی۔ (وہ مضمون وفات مسیح کے متعلق تھا۔ چونکہ میں بتحقیق جان چکا ہوں کہ مرزائیوں سے وفات مسیح کے متعلق مباحثہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ بلکہ تضیع اوقات ہے اس لئے جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ وفات مسیح سے مرزا کے صدق وکذب کو کوئی بھی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کا صدق یا کذب تو اون کی پیشگوئیوں اور الہاموں پر ہے۔ چنانچہ وہ خود بھی رسالہ شہادت القرآن کے صفحہ ۸۰ پر یہی لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو جانچو پھر نہیں معلوم مرزائی لوگ ایسے بے سود اور پُر فضول مسئلہ کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ اور پیشگوئیوں کی تحقیق سے کیوں جی چراتے ہیں جیسے عیسائی تثلیث سے اور آریہ نیوگ سے۔ محمد حسین صاحب مرزائی کے مضمون مندرجہ بدر ۲۶- اپریل کا جواب بھی بس یہی ہے۔ ثناء اللہ)

(۲) میری کوئی تحریر دستخطی نہیں ہے جس میں میں نے ایسے مقابلہ کے واسطے مستعدی دکھلائی ہو۔ اگر میری ایسی تحریر ہے تو مرزا صاحب پیش کریں۔ ورنہ یہ بھی جھوٹ سمجھا جاویگا۔''

پس اس پر میرے بھی دستخط ہیں کہ یہ سب کچھ کارستانی تمہاری پیر مغاں کی ہے جس نے سب سے اوّل خدا پر افترا کیا اُس سے بعد اُس کے رسولوں پر اُن سے بعد مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری پر بہتان باندھا کہ وہ میرے ساتھ مباہلہ کر کے مرگئے۔ جس کا ثبوت دینے پر حضرت کو پانسو روپیہ کا انعام ملتا ہے اور مرزائیوں کو ۲ سو کا اشتہار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ؎ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اندا۔

اب یہ نیا شگوفہ خاص میری ذات کے متعلق ہے۔ پس اگر تم اپنے باپ کے سپوت اور پیر کے مخلص مرید ہو تو میری تحریر حرف بحرف کرشن جی سے شائع کراؤ۔ پھر ایک عام مجمع میں جو تمہاری

خاطر قادیاں کے قریب بٹالہ ہی میں کیا جائیگا۔ اُس تحریر کا معائنہ ہوگا۔ اُس سے بعد جواب دونگا۔ لیکن یاد رکھو ایسی تحریر تم کو میری دستخطی نہ ملے گی بلکہ یہ سب کرشمے اُسی دجال اکبر کے ہیں جس کی شان میں بالکل صحیح ہے۔

جفا جو، سنگدل، بے رحم، کاذب　　　لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پس تمہارا پہلا فرض ہے کہ تم اپنے بوڑھے باپ کی اور اپنے پیر مغاں کی عزت بچالو۔ ورنہ دنیا جان جائیگی کہ قادیانی مشن میں بجز اِس کے کچھ نہیں کہ۔

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی اُن سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۲۶۔ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۰۶ء ص:۱-۲)

مرزا قادیانی کے متعلق فیصلہ کی صورت

مکرم بندہ جناب مولانا مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ایک عرصہ سے خاکسار آپ کے اخبار اہلحدیث کو پڑھتا ہے اور خصوصیت سے وہ مضامین جو کہ میرزا قادیانی کے بارہ میں لکھے جاتے ہیں اُن سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے آپ نے جو کئی دفعہ مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ انہوں نے ہرگز ہرگز مباہلہ ان الفاظ میں جو مرزا قادیانی اور اُن کے مرید لکھتے ہیں نہیں کیا۔ اور اُدھر سے مرزا قادیانی اور اُن کے مرید اِسی بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ضرور بضرور مباہلہ کیا ہے۔ اور میرزا جی نے کہا ہے جو کوئی میرے لئے بد دعا کریگا۔ وہ خود ہی ہلاک ہوگا۔ سو اب چونکہ یہ ایسے امور ہیں کہ طالب صادق کے فیصلہ کی کوئی راہ نکل آتی (آپ بھی غضب کرتے ہیں۔ بدیہیات میں بھی جس شخص کو فیصلہ کرنے کی راہ نظر نہیں آتی اُس سے کیا توقع ہے۔ صاف بات ہے کہ ایک ہاتھ میں مرزا صاحب کی کتاب لو جہاں اُنہوں نے ہر دو مولوی صاحبان کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی اور دوسری ہاتھ میں مولوی صاحبان کی کتابیں لے لو۔ اور عبارت کا مقابلہ کرلو۔ دونوں کی تصنیف عام زبان اردو میں ہے۔ کوئی مشکل کام نہیں۔ پھر جو شخص ایسی آسان راہ کو بھی اختیار نہ کرے اُس کی بابت کیا کہا جائے۔ کہ اُسے بھی حق طلبی ہے۔ اڈیٹر)۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ میرزا جی سے اُس طریق پر جو اُنہوں نے اعجاز احمدی میں تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ مباہلہ کریں۔ تو صادق طالب کے لئے راہ کھل جاوے۔

کیوں کہ جب آپ کے نزدیک مسلم امر ہے آپ کا اِس پر پورا پورا یقین ہے کہ مرزا قادیانی دراصل کاذب ہے اور دجال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دراصل آسمان پر ہیں اور وہی کسی زمانے میں آسمان سے نازل ہوکر وغیرہ وغیرہ امور انجام دینگے تو کیوں آپ اِس سیدھی راہ پر آکر مرزا جی سے مباہلہ نہیں کرتے۔ کیا جناب کا خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ صادق کو کاذب کے سامنے ہلاک کردے گا۔ ہم نہیں خیال کرتے کہ خدا تعالیٰ ایسا ظلم کرے کہ صادق کو ہلاک کرے اور کاذب کو زندہ رکھے امید ہے کہ جناب ضرور ایسا مباہلہ کرکے عامہ مسلمین کو گمراہ ہونے سے بچائیں گے کیوں کہ جو سینکڑوں مسلمان مرزا قادیانی کے جال میں آئے دین پھنستے چلے جاتے ہیں۔ وہ گمراہ ہونے سے بچ جائیں گے اور مجھ جیسے جو کہ تذبذب حالت میں ہیں اور جھوٹ اور سچ میں تمیز نہیں کرسکتے (آپ جیسے تعلیمیافتہ اگر اردو مضمون کو بھی نہ سمجھ سکیں تو افسوس کا مقام ہے۔اڈیٹر) بے ایمان ہونے سے بچ جائیں گے کیوں کہ جب آپ کی تحریر دیکھی جاتی ہے وہ وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ اور جب مرزا صاحب کی تو وہ سچی معلوم ہوتی ہے لہذا امید ہے۔ آپ ضرور بضرور مباہلہ کرکے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہونچائیں گے اور ہزار ہا مسلمانوں کا جو کہ آئے دن گمراہ ہوتے جاتے ہیں اور مرزائی عقیدہ اختیار کرے جاتے ہیں۔ گناہ آپ کے گردن پر ہوگا (مَیں تو جھوٹے کو قادیان تک پہونچا آیا۔اب بھی مجھ پر گناہ رہے گا۔ چہ خوش۔اڈیٹر)۔ اور امید ہے کہ جناب میری اس خط کا جواب مثبت میں دے کر مجھے اور عامہ مسلمین کو ممنون احسان بناوینگے۔ اعجازی احمدی کی عبارت ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ وہو ہذا:

"اگر ایک کذّاب دنیا سے کوچ کرجائے اور باقی لوگوں کو ہدایت ہوجائے تو ایسے مقابلہ والا اس کا اجر پائے گا۔ لیکن ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ وہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لئے مجبور کریں۔ خواہ مولوی ثناء اللہ ہوں یا اور کوئی ایسا مولوی ہو جو مشاہیر میں سے ہو اور اپنی جماعت میں عزت رکھتا ہو جس کے بارہ میں کم سے کم پچاس معزز آدمی اس کے اشتہار پر تصدیقی شہادت ثبت کردیں۔ اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں (بالکل جھوٹ محض افترا ہے سچے ہو تو ثابت کرو۔اڈیٹر)۔ پس ہمیں اِس سے کوئی انکار نہیں۔ کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اُن کو اجازت ہے کیوں کہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ

کوئی موت قتل کے رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا اور کسی بیماری سے تا ایسی کارروائی حکام کے لئے تشویش کا موجب نہ ٹھیرے اور ہم یہ بھی دعا کرتے رہیں گے کہ ایسی موتوں سے فریقین محفوظ رہیں صرف وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے۔ اور یہی مسلک فریق ثانی کو اختیار کرنا ہوگا۔'' الراقم خاکسار علی احمد حنفی کلرک سٹیشن سپلائی آفس میانمیر چھاؤنی

جواب: سنو! جو طریقہ ہم کو پیغمبر خدا ﷺ نے نہ سکھایا ہو۔ ہم اُس کو ایجاد نہیں کر سکتے ہم کو تحقیق مذہب کے لئے اِس قسم کے مباہلوں کی تعلیم نہیں دی کہ ہم اِس قسم کی دعا کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ ہاں ہم کو سکھایا ہے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ علاوہ اس کے ایسے مباہلوں سے آپ جیسے تیسرے شخص کو کیوں کر فائدہ ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے تیسرا ان دونوں سے پہلے مر جائے اور تذبذب ہی میں چلا جائے۔ آپ کو کیوں کر یقین ہوسکتا ہے کہ آپ یا آپ جیسے اور تماشہ بین دونوں میں سے جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیں گے پھر اُس سے بعد کچھ وقت راستباز کی صحبت سے مستفیض ہونگے۔ بتلائے جس راہ میں اتنی خس وخاشاک ہوں کہ نہ مجھے اپنی موت کا علم نہ آپ کو پھر میں اگر ایسے مباہلہ پر جرأت کروں تو حقیقت میں مجھ جیسا احمق کون ہوگا۔ اور اگر آپ بھی باوجودیکہ موت کا آپ کو علم نہیں کہ شاید دونوں سے پہلے چل بسیں اپنی تحقیق کو مباہلہ کے انجام پر ملتوی رکھیں تو آپ جیسا بھی کون عقل کا دشمن ہوگا۔

سنئے! یہ کرشن قادیانی کے احمقوں کو پھاندنے کے لئے آئے دن نئے ہتھکنڈے ہیں۔ اور اپنی پیشگوئیوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے لکھتا تھا کہ میری پیشگوئی کا انتظار کرو۔ اور انہی سے مجھ کو پہچانو۔ چنانچہ رسالہ شہادت القرآن کے ... پر اِسی پہلو پر بڑا زور دیا ہے پھر جب پیشگوئیاں بھی محض ......تو سہ سالہ میعاد کا ایک اشتہار دیا کہ اِس مدت میں میرا اور میرے مخالفوں کا فیصلہ ہوگا۔ آخر جب وہ بھی یوں ہی چر گیا۔ تو یہ پخ نکالی کہ آؤ ایسا مباہلہ کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ اب ایسا کون دانا ہے جو ان تمام واقعات سے چشم پوشی کر کے اِس نئے فضول جھگڑے میں دخل دے۔ مختصر یہ کہ ایسا مباہلہ کرنے کی اجازت ہم کو شرع شریف سے نہیں ملتی۔ اور نہ کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ ان حضرت کی ذات شریف کو پہچاننے کے لئے ان کی پیشگوئیاں ہی کافی ہیں۔ جن پر ان کا صدق وکذب موقوف ہے بس وہی دیکھئے اور اِس کے لئے رسالہ الہامات مرزا غور سے پڑھئے۔ (اہل حدیث امرتسر **جلد ۳۔ نمبر ۲۹۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۰۶ء** ص: ۳-۵)

مرزا قادیانی اور احمد مسیح دہلوی

۲ مئی ۱۹۰۶ء کی ڈاک میں ۱۰ بجے کے قریب دہلی سے آیا ہوا مجھے ایک پیکٹ ملا جو احمد مسیح واعظ نے شائع کیا ہے اور جس میں میرے ساتھ مباہلہ کی درخواست کی ہے اگر چہ اک عرصہ گذر چکا ہے کہ میں اللہ کے الہام اور ایماء کے موافق اس ذریعہ سے تمام پادریوں اور دوسرے مخالفین اسلام پر حجت پوری کر چکا ہوں اور کوئی شخص مباہلہ کے لئے نہیں آیا پادریوں نے تو ہمیشہ یہ عذر کر کے ہی اس پیالہ کو ٹالا کہ ہمارے مذہب میں درست نہیں مگر اب معلوم نہیں کہ احمد مسیح نے اس کے جواز کا فتوی کہاں سے حاصل کیا۔ ..میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گمنام آدمی سے مباہلہ کا کیا فائدہ ہوگا ..اور علاوہ بریں وہ تو پہلے ہی سے اندھا ہے ...اور کوئی وجہ نہیں بتا تا کہ وہ میر قاسم علی سے کیوں مباہلہ نہیں کرتا جب کہ مباحثہ اسی سے کیا ہے ...اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس سورت میں منظور کرسکتا ہوں جب لاہور کلکتہ مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان ..ایسی درخواست کریں کیونکہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہوگا ..پس اگر احمد مسیح میرے ہی ساتھ مباہلہ کا شائق ہے ..تو اس کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا بشپ صاحبان کی دستخطی درخواست میرے پاس بھجوادے ..مرزا غلام احمد ۵ مئی ۱۹۰۶ء (بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء ص ۱۔۲ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۴۔۵۵۵۔

آج میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مباہلہ کے واسطے خود احمد مسیح نابینا کے بالمقابل ہی طیار ہوں بشپ صاحبان اگر پسند نہیں کرتے تو وہ بالمقابل اپنا نام پیش نہ کریں بلکہ اپنی تحریری سند دے کر بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے اخبار پائونیر یا سول میں صرف یہ شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب ہونا ہر چہار بشپ صاحبان کا مغلوب ہونا سمجھا جاوے گا۔ ...مکرراً یہ کہ اگر ہر چہار بشپ منظور نہ کریں تو صرف لاہور کے بشپ صاحب کی ہی تحریر کافی سمجھی جائے گی۔ مرزا غلام احمد ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء (بدر ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء ص ۳۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۶۔۵۵۷)

❁ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: دہلی میں ایک حافظ احمد مسیح عرصہ سے عیسائی ہیں اُن کی طبیعت میں مذہبی مناظروں کا ذرہ شوق ہے۔ ہوتے ہوتے دہلی میں کہیں مرزائیوں سے بھی اُن کی گفتگو ہوگئی۔ گفتگو کا انجام یہاں تک پہنچا کہ حافظ جی نے مرزا صاحب کو ''مباہلہ'' کیلئے بلایا۔

کہاں تو مرزا صاحب ہمیشہ اپنے مخالفوں کو مباہلہ کے لئے بلایا کرتے تھے (گو ان کی تیاری پر چُھپ بھی جاتے ہیں) کہاں یہ حالت ہوگئی کہ حافظ احمد مسیح خود ان کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں جس کی جواب میں مرزا جی نے اشتہار دیا کہ میں حافظ احمد مسیح سے تب مباہلہ کرونگا کہ اُس کے ساتھ فلاں فلاں پادری اور بشپ ہوں۔ تاکہ مباہلہ کا اثر سب قوم پر پڑے اِس کے جواب میں حافظ احمد مسیح نے پھر ایک اشتہار دیا جس میں کئی ایک طرح سے جواب دیئے کہ تمہارا یہ لکھنا کہ فلاں فلاں پادری اور بشپ میرے ساتھ ہوں۔ گویا مباہلہ کو ٹلانا ہے یہ ہے وہ ہے۔''

اِس میں شک نہیں کہ احمد مسیح کا دعویٰ سچا ہے مگر نہ اور کسی دلیل سے بلکہ اُس ایک ہی دلیل سے جو اہلحدیث بتلا دیگا جس کا بتلانا خاص اہلحدیث کا حق ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اہلحدیث کے سامنے مرزا جی اور مرزا جی کے اڈیکانگ دم بخود ہیں اور سرکلر ہو رہے ہیں کہ اہلحدیث کا جواب مت دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ پوری پتہ کی کہتا ہے۔

سنو! مرزا جی نے ایک دفعہ پہلے مباہلہ کیا ہے۔ کس سے؟ صوفی عبدالحق غزنوی حال ساکن امرتسر سے۔ اُس کے ساتھ کون بڑے بڑے علماء تھے؟ کوئی نہیں بلکہ وہ اکیلا تھا کسی اور کی شہادت تو تم کاہے کو سنو گے۔ خود تمہاری ہی شہادت پیش کرتا ہوں۔ پس سنو! رسالہ ریویو قادیانی بابت جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہے کہ:

''آتھم کے مباحثہ کے بعد (یہ بھی غلط، بعد نہیں بلکہ درمیان میں) عبدالحق غزنوی نے آپ (مرزا جی) سے بمقام امرت سر مباہلہ کیا۔ مگر یہ مباہلہ صرف عبدالحق کی طرف سے تھا۔''

پس جس طرح تم نے پہلے صرف عبدالحق سے مباہلہ کیا۔ اسی طرح اب صرف احمد مسیح سے کرو۔ پہلی نظیر کافی ہے پس اب حافظ احمد مسیح سے مباہلہ نکرنے کی وجہ بجز اس کے کیا ہے کہ کرشن جی نے سمجھا کہ پہلے مباہلہ میں چونکہ عبدالحق اکیلا مقابل تھا۔ اس لئے اُس کی صحت سلامتی سے کوئی داؤ نہ چلا کہ کسی در پر مباہلہ کی آفت گراتے۔ لہذا بہتر سمجھا کہ آئندہ کو ایک جماعت کثیر سے مباہلہ ہو۔ ممکن ہے اُن میں سے کوئی خود مرے کسی کا کوئی متعلق مرے یا بیمار ہو۔ نزلہ ہو یا زکام ہو۔ طاعون ہو یا ہیضہ ہو۔ تپ ہو یا کھانسی ہو۔ مقدمہ ہو یا شہادت ہو۔ غرض کچھ نہ کچھ تو بھوں میں ضرور ہو کر رہیگا۔ بس پھر تو یاروں کی چاندی کھری ہے حمقا تو پہلے ہی سے تیار ہیں کہ سنتے ہی کہیں آمنّا وصدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین... سچ ہے ؎ چو احمق در جہاں باشد کسے بے زر نمی ماند

مختصر یہ کہ حافظ احمد مسیح کا دعویٰ صحیح اور قادیانی کا اشتہار محض فرار۔ پس حافظ صاحب کو

چاہیئے کہ صوفی عبدالحق کے مباہلہ کی نظیر پیش کر کے مرزا جی سے مباہلہ کا تقاضا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۳۷۔ مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص:۱-۲)

کیا ایڈیٹر الحکم مرزائی ہے

جن دنوں مرزا صاحب قادیانی کے مقدمات گورداسپور میں تھے اور خاکسار بطور شہادت جاتا تھا اُنہی دنوں مولوی سید سرور شاہ مرزائی مدرس سکول قادیاں سے اثناء گفتگو میں ذکر آیا کہ اڈیٹر الحکم کو لوگ مرزائی نہیں جانتے تو مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا بیشک ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ شخص مرزا جی کا پکا مرید اور معتقد نہیں۔ میں نے کہا اس پر کیا دلیل ہے وہ تو بڑا جان فشاں ہے۔ مرزا جی کے حق میں اس کا یہ اصول ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں   بباید گفت اینک ماہ و پروین

تو مولوی سرور شاہ نے کہا ایک واقع اس کے ثبوت میں کافی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر اُنہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایڈیٹر الحکم یعقوب علی کو بلایا کہ مجھے مل جاؤ۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں اجازت لینے کو حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا دیکھو اگر وہ میرے نام کا کوئی خط دیں تو مت لانا۔ بہت تاکید سے کہا۔ پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ اخیر وقت پھر بلایا اور تاکیدی حکم دیا کہ خبردار میرے نام کا کوئی خط مت لانا۔ مگر ایڈیٹر مذکور جو گیا تو بٹالہ سے ایک خط مولوی محمد حسین صاحب کا لے آیا۔ جس کے لفافہ پر لکھا تھا کہ چھ مہینے تک یہ خط مت کھولنا۔ امانت رکھنا چھ مہینے کے بعد کھولنا۔ یہ خط دیکھ کر مرزا صاحب بڑے خفا ہوئے کہ میں نے تم سے اتنی تاکید کی تھی کہ ہرگز کوئی خط میرے نام کا نہ لائیو مگر تم پھر بھی لے آئے۔ یہ بیان کر کے مولوی سرور شاہ نے کہا کہ اس واقعہ سے ہم جانتے ہیں کہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم مرزا صاحب کا معتقد نہیں بلکہ معتقد ہوتا تو ایسے موکد حکم کے خلاف نہ کرتا۔

خیر یہ تو ایک واقعہ زبانی ہے۔ اُسی کے وزن کا بلکہ اس سے بھی قوی تر ہم ایک تحریری واقعہ پیش کر کے ایڈیٹر موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ تم حلفی بتلاؤ کہ تم دل سے مرزا قادیانی کو مسیح اور کرشن اور خدا کا بیٹا جانتے ہو وہ واقعہ یہ ہے کہ اپریل ۱۹۰۵ء کے الحکم میں تم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے حکم دیا ہے کہ اہلحدیث وغیرہ مخالفوں کے جوابات مت دو۔ خدا خود ان کا فیصلہ کرے گا۔ تمہارا جواب خدا کے جواب کے برابر نہوگا۔ اس لئے میں (اڈیٹر الحکم) مامور من اللہ کے حکم کی تعمیل

کرنے کے کو کبھی جواب نہ لکھوں گا۔ لیکن باوجود اس موکد وعدہ کے یہ کیا ماجرا ہے کہ تم نے کئی ایک دفعہ اہلحدیث اور دیگر مخالفین کے برخلاف آرٹیکل لکھے۔ پچھلے تو جانے دو تازہ مثال سنو:

۷ر ستمبر کے الحکم میں تم نے لکھا ہے۔ پس غور سے سنئے:

تِلکَ اذاً قسمةٌ ضیزیٰ: اختلاف رائے اگر نیک نیتی اور حق جوئی کی غرض سے ہو اور محض اللہ تعالیٰ کے رضا مقصود ہو تو وہ اختلاف مبارک اور نتیجہ خیز ہوتا ہے لیکن جب اختلاف کی بنیاد عداوت اور بغض ہو تو وہ اختلاف قوم اور ملک کے لئے کبھی مفید اور مبارک نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود کے ساتھ جو مخالفت علماء اسلام (اگر انہیں علماء کہا جائے) کررہے ہیں وہ ایک لمبی دوڑ اور تجربہ کے بعد ثابت ہوگئی ہے۔ کہ شق ثانی کے ماتحت ہے۔ میں اس کا نہایت ہی مختصر نمونہ مولوی ثناء اللہ کی تحریر میں دکھانا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنے ۷ر ستمبر کے اخبار میں غلام قادر قادری امرتسری کے حضرت مسیح موعود کے خلاف دو الہام شائع کیے ہیں پہلے الہام میں ظاہر کیا ہے کہ کسی علاقہ میں ان کے مریدوں کا کم از کم ایک حصہ پھر جائیگا۔ اور دوسرا الہام یہ شائع کیا کہ تین ماہ کے اندر مرزا صاحب ایک خوفناک بیماری ادھرنگ میں مبتلا ہوں گے اور آنکھوں کا نور کم ہوجائیگا۔

ان الہامات کو شائع کرکے مولوی فاضل صاحب نوٹ دیتے ہیں: ’’سردست ان الہاموں کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے بجز اس کے کہ ان یک کاذباً فعلیه کذبه‘‘ فی الحقیقت یہ رائے قابل قدر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود کے الہامات پر بھی اسی طرز سے کبھی ریمارک کیا؟ ہرگز نہیں۔ تلک اذاً قسمةٌ ضیزیٰ۔ اسی اخبار میں اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالحکیم خان والی پیشگوئی پر ریمارک کیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کو تمام وکمال درج کیا جاتا اور اس کے آخر میں بھی یہی نوٹ ہوتا۔ مگر نہیں اس پیشگوئی کا نہایت ہی مختصر خلاصہ جس میں اصل پیشگوئی کو بالکل نہیں چھوڑا درج کرکے نکتہ چینی شروع کردی ہے اور سہ سالہ پیشگوئی کا حوالہ دے کر جو چاہا لکھا۔ کاش! اس عقل کے اندھے کو اتنا ہی معلوم ہوتا کہ یہ پیشگوئی اس لئے نہیں کی گئی کہ اس سے پہلے آپ کی صداقت ظاہر نہیں ہوچکی کیا آنحضرت ﷺ نے ساری عمر میں ایک ہی نشان دکھایا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ اور فی الحقیقت کثیر التعداد دکھائے تھے تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ

پہلے نشان نشان نہ تھے؟ فاضل صاحب! نشانات کا ظہور واقعات پیش آمدہ کی بنا پر ہوا کرتا ہے اور ہر نشان مامور کی صداقت کو واضح کیا کرتا ہے۔ اسی طرح پر یہ نشان ہے۔ ڈاکٹر نے خود لکھ دیا ہے کہ کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ اب زمانہ دیکھے گا جو ظاہر ہوگا اگر تقویٰ اور خدا ترسی تیرے مزاج اور فطرت میں ہوتی تو تو انتظار کرتا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا۔مگر جب حالت یہ ہو صمّ بکم عمی فھم لا یرجعون۔تو ایسی امید ہو تو کیوں کر! انا للّٰہ وانّا الیہ راجعون.

اڈیٹر صاحب اپنے ہی کہے پر عمل نکرنا۔ کھوجی کون دھرم ہے۔خیر اس بحث کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں تم جانو اگر مرزائی ہو تو بھی نقصان میں اور نہیں ہو تو بھی نفاق سے خالی نہیں۔تم جانو اور تمہارے پیر بھائی مولوی سرور شاہ جانے۔اب سنو! اپنے سوال کا جواب:

صوفی غلام قادر امرتسری کے الہامات کی بابت جو میں ان یّک کاذبا لکھا تھا تو قبل از ظہور کذب کے لکھا تھا جس کا وہ محمل تھا۔ جب اُس کا کذب ظاہر ہو جائے گا۔تو یہ الفاظ اُس کے حق میں نہو نگے بلکہ وہی ہونگے جو جھوٹوں کے لئے ہوتے ہیں یعنی لعنت اللّٰہ علی الکاذبین.

اب سنو اُس کے مقابلہ پر اپنے پیر مغاں کی کیفیت کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے اُن کا نکاح آسمان پر ہوا جس کی میعاد بھی گزر گئی مگر تا حال ؎

جدا ہوں یار سے ہم اور نہوں رقیب جدا   ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

جب لوگوں کے اعتراض ہوئے کہ آپ کی آسمانی منکوحہ تو دوسرے سے بیاہی گئی بلکہ صاحب اولاد بھی ہوگئی۔تو پیر مغاں جی نے رسالہ انجام آتھم میں الہام ظاہر کیا سنعیدھا سیرتھا الاولی۔ جس کی تفسیر کی کہ خدا اُس کو پہلی حالت پر یعنی کنواری بنا کر لائیگا مگر آج تک بھی نہ آئی۔

پھر آتھم کے متعلق پیشگوئی کی کہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں مرجائیگا۔مگر وہ زندہ رہا ہے۔اسی طرح پنڈت لیکھرام کے متعلق خرق عادت عذاب کی پیش گوئی کی مگر وہ مرنے تک خرق عادت عذاب سے خالی رہا۔ پھر مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبّتی اور ملا محمد بخش لاہوری کی نسبت پیشگوئی کہ تیرہ ماہ کے عرصہ میں مبتلائے عذاب ہونگے مگر وہ بھی صحیح سالم رہے۔ بلکہ آج تک ہیں۔ پھر خاکسار کی نسبت بڑہانکی کہ تم قادیان میری پیشگوئیوں کی تحقیق کرنے کے لئے نہ آؤ گے۔مگر جب میں بلائے بے درماں کی طرح جا پہونچا تو آپ گدھے کے سینگوں کی طرح الوپ ہو گئے۔ پھر سہ سالہ پیشگوئی کہ تین سالوں میں میرا اور میرے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا آخر وہ تین سال بھی

گذر گئے۔ لیکن مخالفوں کی نزاع کے لئے ہنوز روزِ اول ہے۔ وغیرہ وغیرہ مفصل کے لئے رسالہ الہامات مرزا مصنفہ خاکسار بغور دیکھو۔

پس بتلاؤ جس شخص کے اتنے کذب بلکہ کذبات مکرر سہ کرر ثابت ہوئے ہوں اُ سکیلئےبھی ایسے الفاظ لکھا کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ ایسے مفتری اور کاذب کیلئے تو صاف یہ لفظ ہوتے ہیں۔

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

بس یہی جواب تمہارے نامہ نگار میر قاسم علی دہلوی کا ہے جس نے الحکم میں چند ایک سوال کئے ہیں کہ فلاں پیشگوئی مرزا صاحب کی سچی ہے یا نہیں، فلاں سچی ہے یا نہیں۔ اُس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کی مثال تمسکات میں پوری ملتی ہے کہ تمسک کی غلطی کے لئے ایک سطر بلکہ ایک جملہ بلکہ ایک لفظ بھی کافی ہے۔ جس طرح تمسک کا غدار یہ عذر نہیں کرسکتا۔ اور حاکم سے یہ فیصلہ نہیں کراسکتا کہ انگلی رکھ رکھ کر پوچھے کہ حضور یہ سطر اس کی صحیح ہے یا نہیں بلکہ اُس کا فرض ہے کہ جو غلطی اُس کی پکڑی گئی ہے اُس کی صفائی کرے جب تک اس کی صفائی نہ کرے گا ایسی باتیں عدالت میں دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھینگی۔ اسی طرح جب تم لوگ مع کرشن جی مہاراج کے اُن اعتراضات کے جواب صحیح نہ دو گے تمہارا حق نہ ہوگا کہ یوں سوال کرو۔ کہ فلاں پیشگوئی مرزا نے کی تھی کہ کل پانچ روپیہ کا منی آرڈر آئیگا پوری ہوئی یا نہیں۔ پس اصول کو یاد رکھو اور آئندہ ہوش سے سوال کیا کرو۔

(اہلحدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۴۸۔ مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۲۴ھ مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۲-۴)

یک طرفہ دعا یا مباہلہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے آخری دور میں مولانا ثناء اللہ اور مرزا صاحب کے مابین مباہلے کی بات چلتی رہی۔ کبھی مرزا صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہو جاتے، اور جب جواب میں مولانا کو بھی تیار پاتے، تو گریز کی راہیں ڈھونڈنے لگتے۔ بالآخر انہوں نے مباہلہ سے کنی کترا کر اپنے گھر میں بیٹھ کر یک طرفہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تو سچے اور جھوٹے کا خود ہی فیصلہ فرما دے اور سچے کی زندگی میں جھوٹے کو دنیا سے اٹھا لے۔ انجام کار وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہو گئے جب کہ مولانا ثناء اللہ زندہ تھے۔ ذیل میں یہ داستان قادیانی روایات سے بیان کی جاتی ہے۔

❁ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی ۲۶ فروری ۱۹۰۷ء کی ڈائری میں بعنوان: قادیان کے آریہ و ثناء اللہ امرتسری، لکھتے ہیں:

اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی ہے قادیان کے آریوں نے حضرت مرزا صاحب کے جو نشانات دیکھ کر تکذیب کی اور کر رہے ہیں اس رسالہ میں ان سے مباہلہ کر دیا ہے اس میں آریوں کو اعلان کیا ہے کہ اگر انہوں نے نشانات نہیں دیکھے ہیں تو قسم کھا جاویں کہ یہ نشانات صداقت اسلام کے ہم نے نہیں دیکھے۔ اب ثناء اللہ کو بھی چاہیے کہ اپنے دوستوں قادیان کے آریوں کو اس قسم کے لئے آمادہ کرے اور ان کے پاؤں پڑے ورنہ ان کی قسم کے گریز سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگ گئی۔ اور ثناء اللہ نے بھی کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت نہیں دیکھا ہے تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالی کس کی حمایت کرتا ہے اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے۔ (الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

❁ مفتی محمد صادق قادیانی نے قادیانی اخبارات میں ذیل کا اعلان شائع کرایا:

مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا

مولوی فاضل ابو الوفا ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی تازہ تصنیف قادیان کے آریہ اور ہم، کا ذکر کرتے ہوئے اور آریوں کی قسم کھانے کے متعلق اپنی پرانی عادت کے مطابق بے جا نکتہ چینی کرتے ہوئے اخیر میں لکھتا ہے:

ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو تیار ہیں۔ آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوا لو مگر پہلے یہ شائع کرا دو کہ اس قسم کا کیا نتیجہ ہو گا ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ اعلی درجہ کا جھوٹا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔ مرزائیوں سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے، ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کاروائی ہو گی مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے کرا دو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں

رسالہ انجام آتھم میں مباہلی کی دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہوسب امت کیلئے کافی نہیں ہوسکتا۔

اس مضمون میں سے بے جا طعن و تشنیع کو چھوڑ کر جس کے جواب کی ضرورت نہیں اصل مطلب کی بات صرف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود کی تکذیب پر ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اس پر خدا تعالی کی قسم کھانے کو تیار ہیں اور اس مباہلہ کے واسطے حضرت مرزا صاحب کو بلاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس مباہلہ کے واسطے امرتسر یا بٹالہ میں طرفین کا جمع ہونا تجویز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور اسکے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چندروز کے بعد ہوگا جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شائع ہو جاوے گی اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے

ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا افترا ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنة الله علی الکاذبین اور اس کے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں ان اشتہارات کے شائع ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا۔ ہاں اتنی بات ہم اس پر اور بڑھا دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو اقی رہا یہ امر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا مولوی ثناء اللہ کو واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنة الله علی الکاذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالیٰ ن لعنت کو قائم مقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتی ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان انمیں سے کسی کو خود دیکھ لے گا ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کے لئے ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہو کہ جس کو دیکھ کر ایک زمانہ بول اٹھے کہ یہ ایک صادق کی تکذیب کی سزا ہے معمولی تکلیفات یا مکروہات کا لاحق ہو جانا فی الواقع تاثیر مباہلہ نہیں ہوسکتا۔ مولوی ثناء اللہ جو چاہے اپنے لئے کذب کی سزا میں عذاب تجویز کر لے لیکن خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں وہ اپنے مصالح آپ سمجھتا ہے انسانی گورنمنٹ کسی مجرم کو سزا دینے میں مجرم کے منشاء کا لحاظ نہیں کرتی تو وہ احکم الحاکمین خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ پورے کرے۔ فی الواقعہ یہ ایک قسم کی شوخی اور گستاخی ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیت مباہلہ کے مقابل تشریحات کے طالب ہوں البتہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال لیا تو پھر اللہ تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا ہی نشان ظاہر کریگا جو صدق و کذب کی پوری تمیز کرے گا آخر درخواست کنندگان عرب نے تو اپنے لئے یہ عذاب چاہا تھا کہ ان پر پتھر آسمان سے برسائے جاویں خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا لیکن پتھر برسانے کی ضرورت نہ سمجھی (؟) ...اور دراصل مولوی جس صورت میں ہمارے کذب

پر علی وجہ البصیرت ایمان رکھتا ہے تو اسے مناسب ہے کہ جو شرط ہم کریں وہ قبول کرے اور ہم کو کسی گریز (بزعم خود) کا موقع نہ دے اور وہ منظور کر کے ہم کو اطلاع دے کہ ہم بروقت طیاری کتاب حقیقت الوحی کا ایک نسخہ اس کو بغرض مباہلہ بھیج دیں اور ساتھ ہی لکھ دے کہ کتاب کے پہنچنے پر وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھے گا اور پھر وہ اشتہار مباہلہ میں اعلان کر دے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کتاب حقیقۃ الوحی کو شروع سے آخر تک پڑھ لیا اور میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کو مفتری اور فریبی سمجھتا ہوں اور اس کے تمام الہامات اور پیش گوئیوں کو افتراء سمجھتا ہوں اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اللہ تعالی مجھے لاوے

امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی۔ امرتسر یا بٹالہ میں مجمع کرنے کی جو تجویز انہوں نے بمراد حصول شہرت پیش کی ہے اس سے بڑھ کر اس طرح ان کی شہرت ہو جائے گی کیونکہ اشتہار کے اندر جو مباہلہ ہوگا وہ تمام دنیا میں شائع ہو جائے گا اور ہمارے انگریزی رسالہ ریویو کے ذریعہ سے یورپ امریکہ اور جاپان تک بھی مولوی ثناء اللہ کا نام پہونچ جائے گا۔ اس زمانہ میں بہ سبب مطبع اور ڈاک کے ایسے امور میں تشہیر کے لئے میدانوں میں جمع ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اس مباہلہ کی تازہ مثال اس وقت قائم بھی ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوئی کے ساتھ (جو امریکہ کے ملک میں تھا اور مدعی نبوت تھا) حضرت اقدس کا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اول تو وہ ولدالزنا ثابت ہوا جس کا اقرار اس نے خود بھی کیا اور پھر اسکے مریدوں نے اس کو تمام جائداد سے بیدخل کر دیا اور بالآخر فالج میں مبتلا ہو کر خستہ وخراب حالت میں مر گیا۔ وہ امریکہ میں تھا اور حضرت قادیان میں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب زمین خدا کی ہے اور سب لوگ اس کے دست تصرف کے نیچے ہیں خواہ کوئی امریکہ میں ہو یا ایشیا میں امرتسر میں ہو یا قادیان میں۔

امید ہے کہ اب اس کے بعد مولوی ثناء اللہ کوئی نیا عذر نہ گھڑیں گے اور حقیقت الوحی کے ملنے اور اس کے تمام وکمال پڑھنے کے بعد فوراً مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیں گے۔

مولوی صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید کی

ہے امرت سر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا ایک قسم کے فتنہ کو برپا کرنا ہے کیا ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایام رمضان میں امرت سر آنا مولوی ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا اور جو درندگی اس وقت مولوی ثناء اللہ کے اہل وطن سے ظاہر ہوئی تھی اس کو بھول گئے ہیں کیا مولوی ثناء اللہ حفظ امن کا امرت سر یا بٹالہ میں ذمہ دار ہوسکتا ہے۔ مولوی مذکور کی جو ذاتی وجاہت ہے اس سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن ایسے مباہلہ میں تو ان کی وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو جہلاء کا مقابلہ نہ کرسکے گی۔ مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کرکے اپنی فطرت کا اظہار کردیا۔ کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے۔ مولوی صاحب اگر آپ نے امرت سر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے لیکن اگر آپ اس بات پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہوکر زبانی مباہلہ ہو تو پھر آپ قادیان آسکتے ہیں اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لاسکتے ہیں اور ہم آپ کا زادراہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپئہ تک دے سکتے ہیں لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہوجاویں اور الفاظ مباہلہ تحریر ہوکر اس تحریر پر فریقین اور ان کے گواہوں کے دستخط ہوجاویں گے۔ اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقت الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آسکتا ہے البتہ اپنے آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے۔

ڈوئی والی پیش گوئی کے متعلق بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک فٹ نوٹ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اصل پیش گوئی کے الفاظ معہ تاریخ کے ظاہر کرو (کسی دوسری جگہ الحکم میں اس کا مختصر سا جواب بھی دیا ہے۔ اڈیٹر) تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ اس کے

جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ڈوئی کے متعلق عنقریب ایک مفصل اشتہار نکلے گا اس میں سب کچھ درج ہوگا لیکن اب جب کہ آپ نے خود ہی خدا کے ساتھ لیکھا ڈالنے کی نیت کر لی ہے تو اب ڈوئی کو آپ کیا کہتے ہیں جب تن بیتی آپ کو مل جائیگی تو جگ بیتیوں کے سننے سے کیا فائدہ۔ راقم مفتی صادق اڈیٹر اخبار بدر قادیان۔

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۹۔۲۰) (بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴۔۵)

(بدر میں شروع میں لکھا ہے، حضرت مسیح موعود کے حکم پر لکھا گیا)۔



چند روز بعد مرزا قادیانی نے ذیل کا اعلان اپنے اخبارات میں شائع کرایا

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونک احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے

طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگا تا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا

ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

چند روز بعد مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

چند روز اڈیٹر بدر قادیان نے لکھا:

کیا ثناء اللہ مان لے گا؟

امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ امرتسری عجیب وغریب مذبوحی حرکات کرنے کا عادی ہے اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو وہ اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیتا ہے۔ سحر مستمر۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا دشمن اگر سخت کلامی کرے تو اس کے مقابل سختی کرنے سے فائدہ نہیں کیونکہ سخت الفاظ سے برکت دور ہو جاتی ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جائے۔ (اخبار بدر قادیان ۹ مئی ۱۹۰۷ء ص ۵)

چند روز بعد اڈیٹر بدر بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء کو فرمایا:

...دو فریق ہوتے ہیں جن میں مقابلہ ہوتا ہے مگر آخرکار فتح وہی پاتے ہیں جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ موسیٰ بظاہر فرعون کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے مگر خدا نے اپنی عجیب در عجیب قدرتوں سے فتح بخشی۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ مخالف اپنے دوسرے ہلاک شدہ بھائیوں سے ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ ایک بولتا ہے تو دوسرا اس کی تائید کرتا۔ یہ آریہ ہوں یا مسلم یا ہندو یا سکھ ہماری مخالفت میں سب ایک ہو جاتے

ہیں (ایک حدیث میں مسیح موعود کا یہ نشان بھی ہے کہ کینہ وبغض باہمی چلا جائے گا اور ایک اور حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے) حالانکہ یہ صرف اس بات پر تقوی خداترسی کے ساتھ غور کریں کہ ۲۶ برس کا زمانہ کوئی تھوڑا زمانہ نہیں بلکہ اس میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر بالغ ہوسکتا ہے اب وہ زمانہ آتا ہے کہ آخری فیصلہ کر دیا جائے اور وہ فرقان حاصل ہو جو انبیاء اور ان کے مخالفین میں ہوا کرتا ہے پہلے خدا تعالی کو یہ پسند ہے کہ دونوں فریق آپس میں کشتی کریں پھر آخر میں وہ وقت آتا ہے کہ ایک فریق کی حمایت کر کے اس کو کامیاب کرے اور دوسرے کو فنا یا مغلوب کرے۔ (اخبار بدر قادیان ۳۰ مئی ۱۹۰۷ء ص ۳)

خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب

اوپر ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ان کی کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوتے ہی مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی۔ وہ اسے غور سے پڑھیں اور اگر ان کا اطمینان نہ ہو تو پھر مباہلہ ہوگا۔ مولانا امرتسریؒ نے مناسب مدت تک انتظار کر کے قادیانیوں کو خط لکھا کہ حقیقۃ الوحی بھیجی جائے تاکہ مباہلے کا پہیہ حرکت میں آئے۔ جواباً مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ مرسلہ ۳ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر کا حوالہ دے کر کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا ہے اسکے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے ،مگر چونکہ آپ نے (بدیں خیال کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن وحدیث کے برخلاف تو کرنا ہی نہیں، آؤ ایک ایسی بات پیش کریں کہ کسی طرح یہ پیالہ ٹل جاوے) اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے فرار کی ایک راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے کے واسطے جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ اقرار کرنے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔

باقی رہی یہ آپ کی دھمکی کہ میں یہ لکھونگا اور وہ لکھونگا، سو اس کا کسی کو یہاں خوف نہیں۔

آپ کا جو جی چاہے لکھیں اور اسی تقوی سے کام لے کر لکھیں جس کے ذریعے سے ایک مسلمان آپ کے عقاید کے مطابق جھوٹ بولے، چوری کرے، زنا کرے، جو چاہے کرے متقی کا متقی بنا رہتا ہے۔

بدر اخبار آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ نئے ممبران سلسلہ عالیہ کے نام لکھے جاتے ہیں اگر چہ وہ نام سب کے نہیں ہوتے تاہم آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جتنے سالوں سے آپ نے مخالفت میں کمر باندھی ہے اب تک یہاں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ خدا کے کام بندوں سے رک نہیں رک سکتے آپ کا جہاں تک جی چاہے زور لگائیں اور دوسروں کو بھی ساتھ ملائیں اور یاد رکھیں کہ جیسا آج تک کچھ بگاڑ نہیں سکے ایسا ہی آئندہ بھی آپ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

خادم مسیح موعود۔ محمد صادق قادیان ۵ جون ۱۹۰۷ء (اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس خط کا مطلب یہ ہے کہ اب مباہلے کی بات ختم۔ مرزا صاحب اب یک طرفہ دعاؤں سے کام لے رہے ہیں۔

❁ مرزا اپنا الہام بتاتے ہیں: الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ۔ انک بمنزلة رحی الاسلام ۔ آثرتک واخترتک ۔ ترجمہ: تو نے دیکھ لیا یعنی تو ضرور دیکھے گا کہ اصحاب الفیل یعنی وہ جو بڑے حملے والے ہیں اور جو آئے دن تیرے پر حملہ کرتے ہیں اور جیسا کہ اصحاب الفیل نے خانہ کعبہ کو نابود کرنا چاہا تھا وہ تجھے نابود کرنا چاہتے ہیں، ان کا انجام کیا ہوگا؟ یعنی ان کا وہی انجام ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا۔

پھر فرمایا؟ و ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء یا تون من کل فج عمیق ۔ یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے۔ وہ دور دراز جگہوں سے تیرے پاس آویں گے۔ اس جگہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالی نے مجھے بیت اللہ سے مشابہت دی کیونکہ یا تون من کل فج عمیق خانہ کعبہ کے حق میں ہے پھر فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ اسلام کی چکی کے ہے اس چکی میں جو پڑے گا وہ آخر کو پیسا جائے گا یعنی تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے (اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۹۔۵۹۰)

❁ مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ براہین احمدیہ میں خدا

تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے:

ولا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شکائت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ میں ان کو غرق کروں گا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۶)

اور ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے میں تیری دعا سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں ربّ انّی مغلوب۔

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ ص ۴)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حضرت نوحؑ کی دعا کی طرف کچھ تو مرزا صاحب نے منقولہ اقتباس میں اشارہ کیا ہے اور کچھ الفاظ ہم نقل کرتے ہیں۔ حضرت ممدوح کی دعا اور اس کا انجام قرآن مجید میں مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال نوح ربّ انّھم عصونی واتّبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الّا خساراً و مکروا مکراً کبّاراً۔ و قالوا لا تذرنّ الھتکم ولاتذرنّ وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسراً۔ و قد اضلّوا کثیراً ولا تزد الظّالمین الّا ضلالًا۔ مما خطیئتھم اغرقوا فا دخلوا ناراً فلم یجدوا لھم من دون اللّٰہ انصاراً۔ و قال نوح ربّ لا تذر علی الارض من الکفرین دیّاراً۔ (نوح)۔ یعنی نوح نے ہماری جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہانہ مانا۔ اور ان (نابکار لوگوں) کے کہنے پر چلے جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے (فائدہ کی جگہ الٹا) اور نقصان ہی پہنچایا۔ اور انہوں نے (میرے ساتھ) بڑے بڑے فریب کیئے اور ایک دوسرے کو بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ نسر کو اور یہ (لوگ ایسی باتیں سمجھا کر) بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی گمراہی اور (روز بروز) بڑھتی ہی چلی جائے (کہ آخر کار مستوجب عذاب ہوں۔ چنانچہ) اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے (اور) پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور خدا کے سوا کوئی مددگار بھی ان کو ہم سے نہ پہنچے اور نوح نے (ان کے حق میں یہ بھی بد)

دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا نظر آئے۔

ان آیات قرآنیہ میں ممّا خطیئتھم سے انصاراً تک دعا کا نتیجہ ہے۔ یعنی حضرت نوح نے قوم کی نافرمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر ان کے حق میں بد دعا کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غرق کئے گئے اور ان کی وہی حالت ہوئی جو مرزا صاحب نے قرآن کی آیت میں بتائی ہے کہ حضرت نوحؑ کو فرمایا میں ان کو غرق کروں گا۔

اس دعا کو مرزا صاحب کی دعا کے سامنے رکھ کر پڑھیں تو دونوں دعاؤں کا مضمون ایک ہی پائیں گے کہ اہل کفر و اہل باطل کو ہلاک کر۔ نتیجہ بھی دونوں کا واحد ہوا کہ اہل باطل اہل حق کے سامنے ہلاک ہو گیا۔

اڈیٹر بدر قادیان بتاتے ہیں:

جس نوجوان کے حضرت مسیح موعود سے ملاقات کے واسطے قادیان آنے کا ذکر اور حضرت کی تقریر ہم نے اخبار بدر مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں درج کی تھی اس نے اپنی رائے قادیان کے متعلق اخبار وکیل امرتسر میں چھاپی ہے جو یہاں نقل کی جاتی ہے:

میں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا مرزا صاحب سے ملاقات کی مہمان رہا... آج کل مرزا صاحب قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں قیام پذیر ہیں بزرگان ملت بھی وہیں قادیان کی آبادی تقریباً ۳ ہزار آدمیوں کی ہے۔ مگر رونق اور چہل بہت ہے نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی شاندار اور بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے راستے اور کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قایان تک آئی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے آتے ہوئے یکہ میں مجھے تکلیف ہوئی تھی نواب صاحب کی رتھ نے لوٹتے وقت اس میں نصف تخفیف کر دی اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا... (مرزا صاحب) بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں جسم مضبوط اور محنتی ہے سر پر پنجابی۔ وضع کی سپید پگڑی باندھتے ہیں سیاہ یا خاکی لمبا کوٹ زیب تن فرماتے ہیں پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے عمر تقریباً ۶۶ سال کی ہے...۔ راقم: ا۔ ہ۔ دہلوی (بدر ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء ص ۷)۔

یعنی مئی ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی عمر تقریباً ٦٦ سال تھے، تین سال بعد مئی ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر تقریباً ٦۹ سال ہوگی۔

مرزا صاحب کے سسر میر ناصر نواب لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔

(حیات ناصر۔ طبع ۱۹۲۷ء ص ۱۴)

اڈیٹر بدر بتاتا ہے کہ مرزا صاحب کا الہام تھا:

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

ایک معنی یہ ہیں کہ قبل موت مکی فتح نصیب ہوگی دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ قبل از موت دلی فتح نصیب ہوگی کہ خود بخود دل لوگوں کے ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اب تیسرے معنی اس الہام کے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، واقعات یا یوں کہو کہ خداوند تعالی فعلی شہادت سے یہ ثابت ہوئے ہیں کہ مکہ سے مراد قادیان اور مدینہ سے احمد یہ بلڈنگ لاہور۔ کیونکہ الہام میں اس بات کی طرف صاف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ اپنے وطن مکہ میں فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے انصار کے شہر یعنی مدینہ میں فوت ہوئے اسی طرح یہ بروز محمدی قادیان میں فوت نہیں ہوگا بلکہ ایسے شہر میں فوت ہوگا جہاں اسکے انصار رہتے ہوں۔ (بدر ۲۰۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۵)

بدر قادیان میں الحق الصریح فی تصدیق المسیح کے زیر عنوان لکھا ہے:

موافق اور مخالف اخبارات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد ۲۵ مئی کو دستوں کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اسی بیماری سے ۲٦ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے بمقام لاہور انتقال فرمایا آپ کا جنازہ بذریعہ ریل گاڑی بٹالہ تک اور وہاں سے معمولی طور پر قادیان لایا گیا اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے...

حضرت مرزا کی کتاب براہین احمدیہ ..میں چھپی ۔اس کتاب میں حضرت مرزا نے اپنی وفات کے متعلق یہ الہام لکھا ہے یا عیسی انی متو فیک و رافعک الیّ اور حدیث شریف میں آیا ہے المبطو ن شہید یعنی جو دستوں کی بیماری میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے ۔(بدر ۲۰۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۳)

کافر اس بیماری سے مرے تو شہید نہیں ہوتا ۔جیسا کہ خود مرزا صاحب فرماتے تھے کہ صرف قادیانی ہی طاعون سے مرنے کی صورت میں شہید ہوتا ہے غیر قادیانی نہیں ۔یوں اس حدیث سے مرزائی کیوں کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہوا ہے ۔

مرزا قادیانی کی موت کے بعد شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم ،مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے اشتہار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی وفات پر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے ثناء اللہ نے استشہاد کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا وفات پا جانا ثناء اللہ کی سچائی کی دلیل ہے۔اس اشتہار پر بہت کچھ بحث کی جا سکتی ہے ،اور وہ نفسانیت یا دھڑہ بندی کے رنگ میں نہیں بلکہ حقائق نفس الامری کے طور پر،مگر میں اس وقت اس کے مختلف پہلوؤں کو چھوڑ کر صرف ایک پہلو پر بحث کرونگا و باللّٰہ التّو فیق ۔

میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نے اس اشتہار میں ایک دعا کی تھی اور ثناء اللہ کو اس میں مخاطب کیا تھا (دعا میں مخاطب نہیں کیا بلکہ اسے اپنے اخبار میں شائع کر دینے کی ہدایت کی تھی جو اس نے کر دیا تھا ۔بہا) کہ: اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا (یہ پیش گوئی ہے۔بہاء) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی ۔اور آخر وہ ذلت وحسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے ۔الخ

(اگر مولانا ثناء اللہ یا انکے نائب اڈیٹر نے اس کے خلاف کہا تو یہ دونوں فریق کے یقین ایمان اور معلومات کا امتحان ہے کہ مفسد صادق کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے یا نہیں ۔اگر غلام احمد کی معلومات درست ہیں تو وہ ہلاک ہو گیا ۔اگر ثناء اللہ وغیرہ کی معلومات درست ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب غلط ہیں، اور وہ غلط بات کو درست کہہ رہے ہیں اور غلط دعوی کر

رہے ہیں ۔ اور پھر باقی ماندہ مدت میں انہوں نے ازخود یا وحی کے زیر ہدایت اپنی غلط معلومات کی اصلاح بھی نہیں کی۔ نائب اڈیٹر وغیرہ تو مرزا کو بچا رہا تھا یہ کہہ کر کہ پہلے مرنے والا ضروری نہیں جھوٹا ہو۔لیکن مرزا صاحب کا اصرار تھا کہ پہلے مرنے والا یقیناً جھوٹا ہے۔
اب نائب اڈیٹر کو جھوٹا کہو یا مرزا کو۔ مرزا صاحب دونوں صورتوں میں جھوٹے ہیں۔یعنی اگر نائب اڈیٹر جھوٹا ہے تو بھی مرزا صاحب کا دعوی کہ جھوٹا پہلے مرتا ہے، جھوٹا ہے۔ اور اگر مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو پھر تو وہ جھوٹے ہی ہیں ۔ یہ ہے خدا کی پکڑ کہ مخالف خواہ جھوٹا ہو یا سچا دونوں صورتوں میں مرزا صاحب ہی جھوٹے نکلتے ہیں۔ بہاء)

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ اشتہار بجائے خود ایک خاص بحث چاہتا ہے اس کے ایک ایک لفظ میں صداقت اور حق کی روح بول رہی ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کے صدق دعوی پر روشن دلیل ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی فیصلے کو اپنے لئے آخری فیصلہ قرار دیا تھا۔ اگر نہیں تو اب اس سے تمسک کرنا کس قدر شرارت اور بے حیائی ہے۔لیکن اگر ثناء اللہ اس سے ہی تمسک کرنا چاہتا ہے تو میں انشاء اللہ اسی فیصلہ کی رو سے ثابت کر دکھاؤنگا کہ ثناء اللہ مفسد اور نافرمان ہے نہ کہ صادق اور مصلح اور اس فیصلہ میں میں کسی غیر کی شہادت کی ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ خود ثناء اللہ کا اپنا ہی فیصلہ پیش کرونگا۔

اس فیصلہ کے اندراج سے پہلے میں ایک امر ظاہر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین اسے بخوبی سمجھ لیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا نام نور ہے اور وہ ظلمت اور ضلالت کو نور اور ہدایت سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ کسی معاملہ کو ملتبس کرے اور حق و باطل کو ایسے طور پر ملا وے کہ لوگ شبہ میں پڑ کر ہلاک ہو جائیں، اور اس لئے ان علماء سوء کو جو حق باطل کو ملا دینے میں مشاق ہوتے ہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون ۔ ان علماء سوء نے فقیہوں اور فریسیوں کی صورت میں خدا تعالی کے ایک برگزیدہ بندے مسیح ابن مریم کے مقدمہ کو جس طرح ملتبس کرنا چاہا وہ تاریخ الانبیاء کا ایک نمایاں صفحہ ہے مگر خدا تعالی کی متمیز حکومت ہے اسی نے آخر دکھایا کہ وہ حاملین تورات جبے اور دستار پہن کر نکلتے تھے اور الواح موسی کے شارح اور مفسر کہلانے ہی پر اکتفا نہ کر کے نحن ابناء اللہ وا

حباء ہ کہتے تھے آخر اس ناصری نبی کے بالمقابل ذلیل ہوئے اور ایسے ذلیل ہوئے کہ وہ قوم آج روئے زمین پر ضربت علیھم الذلۃ و المسکنۃ کا زندہ نمونہ موجود ہے (یہ تحریر آج کے ماحول میں پڑھی جائے تو دیکھیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ یہودی قوم دنیا کی سب سے امیر اور با اثر قوم ہے۔ بہاء) اسی طرح پر مسیح ناصری کے نام سے آنے والے احمدی مسیح کے دعوی کو مٹا دینے کیلئے شیطان اور اس کی ذریت نے زور لگایا اور پورا زور لگایا اس لئے کہ یہ آخری جنگ آدم اور شیطان کی تھی جس میں اس خلیفۃ اللہ نے اس کی تیز کچلیوں کو ہمیشہ کیلئے کچل دیا ہے شیطان مختلف راہوں اور طریقوں سے اس کی ایڑی کاٹنے کو نکلا مگر ہر طرف سے اس پر لعنت کی مار پڑی اور وہ ناکام و نامراد رہا۔ اب شیطان کا آخری حملہ باقی تھا۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر اس نے نیا بہروپ بدلا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آدم اور اس کی ذریت پر ڈنگ چلائے مگر خدا تعالی کے صلوۃ اور سلام ہوں خلیفۃ اللہ آدم ثانی پر جس نے اس کے تیز زہر ہلاہل سے بھرے ہوئے دانتوں کو پہلے سے توڑ ڈالا ہے۔

یہ فیصلہ جو حضرت مسیح نے شائع کیا تھا یہ بھی ایک حربہ تھا شیطان کو کچلنے کیلئے اور باطل کی ہلاکت کی خاطر۔ لیکن امرتسری منکر نے سعی کی کہ اس کو مشکوک اور بے اثر کر کے دکھا دیا جائے تا کہ لوگ اس فیصلہ کے صدور پر ہدایت نہ پا جائیں۔ اس فیصلہ کا جو جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں شائع کیا تھا وہ سارا ہی انشاء اللہ وقتاً فوقتاً درج کرونگا مگر اس وقت میں اس کا ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں جو حضرت مسیح موعود کے اس فقرہ پر دیا گیا ہے:

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی،۔

اس پر جو نوٹ امرتسری مولوی فاضل کے نائب نے دیا ہے اور جو اسی اڈیٹوریل میں درج ہے جس پر فاضل اڈیٹر کی کوئی جرح نہیں وہ ناظرین کے لئے قابل غور ہے اور یہی نوٹ اس سانپ کے دانت توڑنے کے لئے زبردست ہتھوڑا ہے اور طرح پر ثناء اللہ کی جوتی اور اسی کا سر ہمارے سامنے ہے۔ وہ نوٹ یہ ہے: آپ اس دعوی میں ... ذلک مبلغھم من العلم۔،

یہ نوٹ ہے جو اس فیصلہ پر دیا گیا ہے فیصلہ کی راہ یہ تھی کہ صادق کی زندگی میں کذاب

اور مفتری ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور کذاب اور مفتری اور مفسد کو لمبی عمر نہیں دی جاتی حضرت مسیح موعود اس دعا کے ذریعہ جو اس اشتہار میں کی گئی تھی یہ چاہتے تھے کہ مفسد اور کذاب کو لمبی عمر نہ دی جائے لیکن ثناء اللہ کے دل میں چور تھا اور جسے اپنے کذب وفساد پر اعتماد تھا اور جو یقیناً جانتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی یہ دعا خالی از اثر نہ رہے گی اور ثناء اللہ کا بیڑہ پار کر دے گی وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے مقابلے میں آنے والے ہلاک ہو چکے تھے اس لئے ثناء اللہ نے اپنے متعلق اس فیصلہ آسمانی کو ملتبس کرنے کے لئے یہ راہ نکالی کہ مفسد اور کذاب اور نافرمان کو لمبی عمر دی جاتی ہے ۔اب معاملہ بالکل صاف ہے میں اسے سنجیدہ مزاج پبلک کے سامنے رکھتا ہوں کہ کیا وہ شخص جو حضرت اقدس کی اس دعا کے نتیجے سے خائف اور متردد ہو کر قبل از وقت یہ عذر تراشتا ہے کہ صادق کی زندگی میں کاذب کا ہلاک ہو جانا کوئی دلیل فارق نہیں؟ وہ اس امر کی کوشش نہیں کر رہا کہ یہ حق باطل کے ساتھ ملتبس ہو جاوے؟

ضد اور عداوت کے تاریک بخار سے دماغ کو صاف کر کے سوچو کہ اگر ثناء اللہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا تو ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے ۲۶۔ اپریل کے اہل حدیث میں مندرجہ بالا نوٹ پڑھا ہوا تھا یہ صداقت مشکوک ہوتی یا نہ؟ (ثناء اللہ پہلے مر جاتا تو مرزائی کیا کہتے؟ بہا) پس خدائے تعالی جو حق اور باطل کو ملنے نہیں دیتا اور ایک امتیازی رنگ پیدا کر دیتا ہے اس نے نہ چاہا کہ معاملہ کو مشکوک بنا دے (یعنی مرزا کی دعا مسترد کر دی، قبولیت کے وعدہ کے باوجود۔ بہاء) اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود کی وفات اور اجل مقدر کے قریب ہونے کی وحی بھی ہو چکی تھی اس لئے حضرت مسیح موعود خدا تعالی کے وعدہ کے موافق اپنے رفیق اعلی سے جا ملے اور ثناء اللہ کو روسیاہ کر گئے۔

ثناء اللہ پر اس کی اقبالی ڈگری موجود ہے اس کی رو سے وہ خود نافرمان مفسد اور دغا باز ہے جن آیات کو اس نے حضرت مسیح موعود پر چسپاں کر کے آپ کی صداقت کو مشکوک کرنے کا ارادہ کیا تھا اسی رنگ میں خدا تعالی نے انی مهین من اراد اھانتک کا کرشمہ آپ کی وفات پر دکھایا اور اس کا مصداق اول ثناء اللہ امرتسری ٹھہرا۔اب اسی کی جوتی ہے اور اسی کا سر احمدیوں کے اختیار میں ہے جس طرح پر چاہیں اس کے دماغ

کا تنقیہ کریں۔ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ثناء اللہ کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے استشہاد کر کے کوئی امر لکھے اس کہ وہ اشتہار جلی حروف میں ثناء اللہ کے خلاف اسی کی تحریر سے فیصلہ دیتا ہے۔ثناء اللہ کے شیدا ئیو! اوراس کے قدیم آشناؤ! کیا تم کوشش کرو گے کہ ٹھنڈے دل سے اس نوٹ کو پڑھو۔الیس فیکم رجل رشید)۔ (الحکم ۱۴ جون ۱۹۰۸ء ص ۱۔۲)

⚘ اکبر شاہ خان نجیب آبادی (جب وہ قادیانی تھے) انجم اوراس کا سقوط، کے زیر عنوان لکھتے ہیں: اڈیٹر انجم لکھتا ہے کہ:

یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعووں کی تائید میں کیا دلائل پیش کئے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ کسی کو دکھایا۔ان کا دارو مدار پیش گوئیوں پر تھا انہیں پیش گوئیوں کو وہ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل سمجھتے تھے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صرف پیش گوئی کا کسی سے صادر ہونا اس کی نبوت کی دلیل ہوسکتا ہے بلکہ پیش گوئی کا پورا اترنا البتہ ایک بات ہے مگر مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی کبھی پوری نہیں ہوئی جو پیش گوئی انہوں نے کی وہ غلط ہوگئی۔

ایک مسلمان اڈیٹراخبار کی مذہب سے اس قدر ناواقفیت سخت حیرت میں ڈالنے والی اور نہایت ہی موجب حسرت و ملال ہے اڈیٹر انجم پیشگوئی کو دلیل نبوت نہیں سمجھتا اور ایک بے حقیقت چیز جانتا ہے لیکن اسکو یہ معلوم نہیں کہ نبیوں اور رسولوں کی نبوتیں اور رسالتیں ثابت کرنے کیلئے سب سے زبردست دلیل پیش گوئیاں ہی ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کے متعلق بہت سے انبیاء سابقین نے پیش گوئیاں فرمائی تھیں اوران پیش گوئیوں ہی سے بہت سے مسلمان ہوئے اب بھی جن لوگوں کے دلوں میں حضور نبی کریم ﷺ اوران کی پیش گوئیوں کی عظمت ہے انہوں نے مسیح موعود کو جو اپنے وقت پر آیا قبول کرلیا جو لوگ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کو ایک معمولی سی بات سمجھتے ہیں ان کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

اڈیٹر انجم کے دل میں اگر قرآن کریم کی عظمت ہوتی اوراس نے کبھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں تدبر کیا ہوتا تو کبھی وہ پیش گوئی کو ایک معمولی بات نہ سمجھتا...

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی بے شرمی کی بات ہے۔اگر

اڈیٹر النجم نے تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی وغیرہ مرزا صاحب کی بے نظیر تصانیف نہیں دیکھی ہیں تو اس کو چاہیے کہ اول کم سے کم ہر دو مذکورہ بالا کتابوں کو مطالعہ کرے..

اڈیٹر النجم کی تنگ نظری اسی سے ثابت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ کسی سے مناظرہ کیا نہ کوئی معجزہ دکھایا۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ اڈیٹر النجم نے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف اوران کے کارناموں کو ہرگز نہیں دیکھا اور ویسے ہی خواہ مخواہ دوسرے جاہلوں کی آواز میں سر ملانے کے لئے ایک بے معنی راگ الاپ دیا ہے ورنہ ممکن نہیں کہ گذشتہ پچاس سالوں کی مذہبی جنگ و جدال کو جس شخص نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے وہ یہ کہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی مناظرہ نہیں کیا (کوئی کامیاب مناظرہ نہیں کیا۔ جو بھی شروع کیا نامکمل چھوڑا۔ بہاء)..

اڈیٹر النجم کا یہ کہنا بھی کہ مرزا صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تعجب انگیز ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے معجزے دیکھنے کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ کم ازکم وہی دو کتابیں پڑھ لے جن کا میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں۔

اڈیٹر النجم نے نکاح والی پیش گوئی پر جو اعتراض کیا ہے وہ بھی اس کی قلت تدبر کا نتیجہ ہے وہ لکھتا ہے: اس پیش گوئی کا غلط ہونا اظہر من الشّمس ہو گیا۔،...

النجم چونکہ سرے سے ہی پیش گوئی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے لہٰذا اس کو پیش گوئیوں کے متعلق اگر کوئی سمجھ اور واقفیت نہ ہو تو تعجب نہیں اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ اس نے نکاح والی پیش گوئی پر اعتراض کیا ہے۔ اس پیش گوئی کے متعلق اول تو حضرت مرزا صاحب خود ہی حقیقۃ الوحی میں بصراحت لکھ گئے ہیں اب کسی کو اس کے متعلق زیادہ لکھنے اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہی (پھر حکیم نورالدین نے کیوں نئ توجیہہ کی کہ محمدی بیگم کی لڑکی، کی لڑکی، کی لڑکی وغیرہ سے مرزا صاحب کے لڑکے، کے لڑکے، کے لڑکے وغیرہ کی شادی ہو جانے سے بھی یہ پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔ بہاء) پھر یہ کہ خدا تعالی کے کلام میں کبھی کسی خاص شخص سے اس کا مانند اور کبھی اولاد میں سے کوئی شخص کبھی وہ شخص اور اس کے امثال دونوں مراد ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمارے مقتداء و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح اپنے ایک رسالہ میں مفصل لکھ چکے ہیں یہاں مجھ کو اعادہ کی ضرورت نہیں...

ادیٹر النجم نے کس قدر بے حیائی کو کام فرمایا ہے وہ لکھتا ہے: عبداللہ آتھم کے متعلق جس

قدر پیش گوئیاں مرزا صاحب نے کیں وہ سب غلط ٹھہریں۔
میں کہتا ہوں کہ کیا اس نے عبداللہ آتھم اور مرزا صاحب کے تمام واقعات کو بغور پڑھ کر ایسا لکھا ہے یا کسی بھنگڑ خانہ میں سن کر انجم میں درج فرما دیا ہے؟ کیا اڈیٹر انجم نے مرزا صاحب کے وہ ایک ہزار دو ہزار تین ہزار روپئے وغیرہ کے انعامی اشتہارات پڑھے ہیں کہ کس کس طرح عبداللہ آتھم کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا مگر وہ قسم نہ کھا سکا یا انجام آتھم وغیرہ رسالہ ملاحظہ کئے ہیں؟...
اپنے مضمون کے بعد اڈیٹر انجم نے ثناء اللہ امرتسری کے بھیجے ہوئے کسی مضمون کا حصہ لکھا ہے اس کی طرف ملتفت ہونے کی مجھ کو اس لئے مطلق ضرورت نہیں کہ میرے کرم فرما جناب اڈیٹر صاحب الحکم نے ۱۴ جون کے الحکم میں ثناء اللہ کی کافی مزاج پرسی کر دی ہے اور آئندہ بھی وہ اس کی مناسب تواضع کرنے کو تیار ہیں۔
راقم: اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۶ جون ۱۹۰۸ء (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۶۔۷)

اخبار وکیل امرتسر نے مرزا قادیانی کی موت پر لکھا:
وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور جس کی آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیڑیاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والی کی ہستی تہ خاک پنہاں کی ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جاگتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں اس کی یاد تازہ رکھے گی... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا کے کسی حصہ میں انقلاب کر کے دکھا جاتے ہیں۔ میرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا

ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے... مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا... آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے

(بدر ۱۸ جون ۱۹۰۸ء ص ۲۔۳ ملخصاً)

منشی سراج الدین احمد اخبار زمین دار میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی کی صبح کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ آپ ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے...

۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ۱۸۸۱ یا ۱۸۸۲ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان دیا۔ ہم اس کتاب کے اولین خریداروں میں تھے لیکن افسوس کہ مرزا صاحب کی عمر تمام ہو گئی اور کتاب ناتمام رہی۔ ۱۸۹۲ء کے قریب جب ہم کشمیر میں افسر محکمہ ڈاک و تار تھے تو ہم نے سنا کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا جس پر وہ اخیر عمر تک قائم رہے بلکہ پچھلے پانچ چار سال میں آپ نے سری کرشن مہاراج کا اوتار ہونے کا اعلان بھی دیا۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی کو جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعوی انا الحق تھا... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل و معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔

ہم نے ایک بار آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا کہ اگر ان بحثوں کو جو اپنے ہم مذہبوں یا غیر مذہبوں سے کی جاتی ہیں چھوڑ کر آپ اپنی زندگی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھ جائیں

اور سر سید میموریل فنڈ کی تائید کر کے علی گڈھ کالج کو یونیورسٹی تک پہنچا جائیں تو آپ کے یہی دونوں دینی اور دنیاوی کام اعجاز مسیحائی سے کم نہ ہوں گے۔اس پر مولوی عبد الکریم نے ہمیں لکھا کہ حضرت اقدس آپ کو قادیان میں بلاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم وہاں تک نہ پہنچ سکے۔مرزا صاحب اپنے بزرگوں کی طرح گورنمنٹ انگریزی کی پوری وفادار رعایا اور تمام ملکی بہی خواہوں کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے خواہاں تھے چنانچہ اپنے آخری وقت پر لاہور آکر بہت سے اراکین قوم ہنود سے اس غرض کے لئے بھی ملتے رہے۔ (بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء ص ۱۳)

مذکورہ بالا دونوں آرٹیکل اس لئے نقل ہوئے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس دور میں مسلمانوں کے بعض طبقات میں مرزا صاحب کے لئے ابھی نرم گوشہ باقی تھا۔ بہاء

اڈیٹر بدر قادیان مفتی محمد صادق لکھتے ہیں:

کیا دعا والا اشتہار پیش کرنیکا کوئی حق مولوی ثناء اللہ کو حاصل ہے

برادر مکرم حافظ صاحب...مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق میں آپ کو اپنے گذشتہ خط میں اختصاراً لکھ چکا ہوں اب مفصل عرض کرتا ہوں۔آپ لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا گیا تھا کہ اگر بدر نے جو کچھ لکھا ہے وہ جھوٹ ہے تو تم نالش کرو سارا خرچہ عدالت میں دونگا۔اس پر مولوی صاحب نے مقدمات کی تکلیف اور عدیم الفرصتی کا عذر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر میں نے ایسا اشتہار دیا تھا تو دکھاؤ۔

برادر من اول تو میں آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ حقہ کی صداقت کے واسطے ایک سچا جوش عطا کیا ہے اور آپ نے اس عاجز پر اس حسن ظن سے کام لیا جو کہ ایک مومن کو دوسرے پر کرنا چاہیے آپ کی ایسی ہی کوئی نیکی اس بات کا ذریعہ ہوئی ہے کہ آپ کو سلسلہ حقہ کی طرف کھینچ لائی ورنہ اس ظلمات کے زمانہ میں سچائی کو قبول کرنا ایک بہت مشکل امر ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک زمانہ میں خدا کے برگزیدہ آدمی ناپاک لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ دیئے جاتے ہیں۔سو میں آپ کو مبارکباد کہتا ہوں کہ اس میدان میں یہ آپ کی پہلی فتح ہے کہ آپ نے ایک حق کے دشمن کو کئی ہزار روپئے اپنے پاس سے دینا منظور کیا کہ وہ اپنی سچائی کا ثبوت دے سکے۔مگر اس سے بن نہ پڑا اور اس کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کو قبول کرتا الاعمال بالنیات۔عمل نیتوں پر موقوف ہیں گو مولوی صاحب نے قبول نہ کیا مگر آپکا تو ثواب ہو ہی گیا۔

مولوی صاحب کا عذر دراصل عصمت بیوی از بے چادری والا معاملہ ہے جب کہ ان کا دل ان کو ملزم کر رہا ہے تو وہ عدالت میں کیوں کر جاویں۔ آخر سرکار انگریزی کی عدالت ہے کوئی سکھا شاہی تو ہے نہیں۔ علاوہ اس کے خود مولوی صاحب کے اپنے الفاظ جو اس جماعت کے متعلق اور اسکے مقدس امام کے متعلق وہ اپنی اخبار میں چھاپتے رہے ہیں ان کی وہ درافشانیاں ان کو بخوبی یاد ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کے وہ بکھیرے ہوئے کانٹے عدالت میں جا کر انہیں کس طرح میلنے پڑیں گے پھر یاد رکھیں کہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے اور آخر یہ سب کچھ ان کے سامنے آ ہی جائے گا اور جو کچھ انہوں نے لکھا اور بولا ہے اس کی جواب دہی ان کو کرنی ہی پڑے گی۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب میں کیا چالاکی اختیار کی ہے اور پبلک کو کس قدر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جن دنوں میں حضرت مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو دعا کے ذریعہ سے فیصلہ کر لینے کے واسطے لکھا تھا ان ایام میں مولوی صاحب نے اخبار میں لکھنے کے علاوہ کئی ایک اشتہار اپنے مطبع اہل حدیث میں چھپوا کر الگ بھی شائع کر دیئے تھے اخبار اہل حدیث میں جو کچھ سخت گوئی اور بدزبانی کا وہ استعمال کیا کرتے ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے مگر انہوں نے اس سے بڑھ کر ایک درجہ بدزبانی کا رکھا ہوا ہے اور اس کے واسطے ان کا ہتھیار ان کا ایک نائب اور ان کی انجمن نصرۃ السنہ کا سکرٹری کوئی حکیم محمد دین نام ہے مولوی صاحب موصوف کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ اخبار میں مضمون لکھنے سے ماقبل ایک نہایت پاک الفاظ کا بھرا ہوا اشتہار میاں محمد دین کے نام پر شائع کرا دیتے ہیں مثلاً اسی محمد دین کے نام پر انہوں نے ان ایام میں ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس کے بعض الفاظ نمونتہً یہ ہیں:

> کرشن قادیان بغلیں جھانکنے لگے ... آخر اشتہار دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا طاعون سے مرجائے ... ارے طاعون سے مرنا کون سی بڑی بات ہے ... بتلاؤ اگر تم طاعون سے پہلے مر گئے تو ... کیا تمہاری قبر پر آن کر ... کرینگے ... تف۔ کرشن جی کے اشتہار کا مفصل جواب اخبار اہل حدیث میں شائع ہوگا۔

ایسا ہی انہوں نے میاں محمد دین کے نام پر ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس میں یہ الفاظ ہیں: کرشن جی ہمیشہ کہا کرتے ہیں ... کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا ہے ... مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تھا ... جو آنحضرت ﷺ کے بعد زندہ رہا ... کرشن جی کی چالیں تو ایسی ہیں ... مختصر یہ ہے کہ موت اور زندگی کا وقت خدا کے علم میں ہے ... جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار

اہل حدیث میں اس کے جواب میں مفصل مضمون لکھا ہے۔

ایسا ہی انہوں نے ایک اشتہار اسی مضمون کا اپنے اسی حکیم محمد دین کے نام پر شائع کیا تھا جس میں لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے۔ میں نے اپنے مضمون اخبار میں یہ لفظ نہیں لکھے کہ مولوی ثناء اللہ نے وہ اشتہار اپنے نام پر شائع کیا تھا بلکہ میں نے یہ لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے ایسا اشتہار شائع کرایا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں صفائی کے ساتھ یہ نہیں لکھا کہ میں نے کوئی ایسا اشتہار شائع کیا یا کرایا نہیں بلکہ ایک پیچ دار بات کی کہ وہ اشتہار دکھاؤ جس میں انہوں نے یہ سوچا ہے کہ جب اشتہار دکھایا جائے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ یہ میرے نام پر نہیں۔ مولوی صاحب اگر سیدھی راہ اختیار کرتے اور فی الواقع وہ اشتہار ان کا نہ تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ صفائی سے یہ حلف اٹھاتے کہ کوئی اس مضمون کا اشتہار نہ میں نے لکھا نہ لکھایا نہ اہل حدیث کارخانہ میں چھپا اور نہ اس میں کوئی میرا مشورہ ہے اور نہ میں اس کا ہم خیال تھا، ہوں۔ اگر مولوی صاحب ایسا لکھتے تب تو بات صاف ہو جاتی مگر آج کل کو مولویوں میں تقویٰ کہاں۔ اور اگر تقویٰ ہو بھی تو بقول مولوی ثناء اللہ صاحب تو جھوٹ بول کر بھی انسان متقی کا متقی رہتا ہے پھر انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ سچ کو اختیار کریں اور سیدھی چال چلیں۔

اب بھی اگر مولوی صاحب میں کچھ انصاف کی بو باقی ہے تو فیصلہ کی راہ آسان یہ ہے کہ وہ حلف اٹھا کر اپنے اخبار میں لکھ دیں کہ ان ایام میں میاں محمد دین کے نام پر جو اشتہار کارخانہ اہل حدیث میں چھپے تھے جن کی رو سے حق و باطل کے مقابلہ کے وقت پیچھے تک زندہ رہنا کوئی صداقت کی نشانی نہیں بلکہ لمبی عمر پانے والا مسیلمہ کذاب اور حرامزادہ ہوتا ہے وہ اشتہار نہ میں نے لکھے نہ لکھائے اور نہ میرے حکم یا مشورہ سے لکھے گئے تھے اور نہ مجھے ان کے مضمون کے ساتھ کوئی اتفاق تھا نہ اب ہے بلکہ صرف میاں محمد دین ان کے مضمون کا ذمہ دار ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسی حلف شائع کر دیں گے تو پھر ہم ان اشتہارات کا کبھی کوئی ذکر نہ کریں گے اور نہ ان کی بنا پر مولوی صاحب کے بالمقابل اپنی کسی تحریر میں کوئی استدلال کریں گے۔ مگر میں ہرگز امید نہیں کرتا کہ مولوی صاحب کبھی ایسے حلف کھا سکیں کیونکہ باوجود ان شوخیوں کے جو ان سے ظاہر ہوتی ہیں ان کا دل ان سب باتوں کو بخوبی سمجھے ہوئے ہے۔

یہ تو ان اشتہارات کی بات ہوئی اب میں ان کے اخبار اہل حدیث کا حوالہ دیتا ہوں جس کی رو سے اس معاملہ میں مولوی صاحب ایسے الفاظ شائع کئے جو حرام زادہ سے بڑھ کر ہیں۔

اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴ کالم ایک میں ایک فٹ نوٹ دیا گیا ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ عمر کی مہلت پانے والا بدکار مفسد دغا باز جھوٹا اور نافرمان ہوتا ہے۔ ہم نے جس اشتہار کا حوالہ دیا تھا اس میں تو ایک ہی لفظ سخت تھا اور وہ بھی کچھ ایسا بہت سخت نہیں کیونکہ بقول ڈوئی مدعی نبوت درامریکہ میں کسی کی پیدائش اس کے اختیار میں نہیں لیکن اس فٹ نوٹ میں تو پانچ خطاب ایسے شخص کو دیئے گئے اور یہ نوٹ بھی حضرت مرزا صاحب کے اسی اشتہار دعا پر لگائے گئے ہیں جن کو اب مولوی صاحب لئے پھرتے ہیں کہ دیکھو مرزا نے میرے حق میں دعا کی ہے۔ بندہ خدا ! جب کہ تم خود اسی دعا کے اشتہار کے متعلق یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہو کہ یہ دعا فیصلہ کن نہیں ہوسکتی بلکہ جس شخص کو عمر کی مہلت مل جاتی ہے وہ بدکار مفسد جھوٹا اور دغا باز اور نافرمان ہوتا ہے تو اب آپ ہی کے شائع شدہ عقیدہ کے مطابق آپ کون ہوئے۔ میں ان الفاظ کو آپ کے حق میں دہرانا نہیں چاہتا مولوی صاحب خود سمجھ لیں۔

ہاں اس جگہ بھی ممکن ہے کہ مولوی صاحب ایک عذر تراشیں کہ یہ فٹ نوٹ میرا نہیں بلکہ میرے نائب اڈیٹر کا ہے اور نائب اڈیٹر کی رائے کا میں ذمہ وار نہیں۔ یا بالفاظ مولوی صاحب سکرٹری انجمن اشاعۃ السنہ کے عقاید کے مطابق مسیلمہ کذاب اور اس خطاب کے مستحق ہیں اور ان کے نائب اڈیٹر کے عقاید کے مطابق ان مذکورہ بالا پانچ خطابوں کے مستحق ہیں اور یہ ان کا قصور نہیں بلکہ ان کی خوبی قسمت کا ذمہ ہے جو انہیں ایسے سکرٹری اور ایسے نائب ملے۔ لہذا ہم اس نائب کے نوٹ سے بھی درگذر کرتے ہیں بشرطیکہ مولوی صاحب ویسی ہی حلف جو اوپر ذکر کی گئی ہے اس نوٹ کے متعلق کھائیں کہ وہ نوٹ کے ساتھ نہ تو متفق الرائے تھے اور نہ ہیں۔ اور نہ انکے علم سے یہ نوٹ شائع ہوا اگرچہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کیا جاوے کہ اگر وہ اشتہارات اور یہ نوٹ آپ کے صریح عقیدہ کے مخالف تھے تو اول تو آپ نے اپنی انجمن کے سکرٹری کے نام سے ان کو کیوں شائع ہونے دیا۔ دوم اپنے مطبع میں ان کو کیوں چھپایا۔ سوم آپ نے ان کی تردید کیوں اپنے اخبار میں نہ کی۔ لیکن ہم اس بات کو بھی چھوڑتے ہیں اور اگر اب بھی مولوی صاحب صاف لفظوں میں ان کی تردید کر دیں اور حلف کھالیں تو ہم حلفیہ اقرار شائع کر دیں گے کہ ہم اس نوٹ اور ان اشتہارات کا جو کچھ ذکر کر چکے سو کر چکے کیونکہ آج تک مولوی صاحب نے ان کی کوئی تردید شائع نہیں کی، اب ان کا آئندہ ذکر نہ کریں گے۔ لیکن اگر مولوی صاحب نے حلف نہ کھائی تو صاف ظاہر ہے کہ وہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ صادق کے مقابلہ میں بر وقت تحدی لمبی عمر

پانے والا ...اور مسیلمہ کذاب اور جھوٹا اور بدکار اور مفسد اور دغا باز ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کے اپنے عقیدہ کے مطابق ان کو ملزم کر کے دکھایا ہے اور ہمارا حق ہوگا کہ جب کبھی مولوی صاحب اس معاملہ میں کچھ تحریر کریں ہم ان کے سامنے ان کے یہی عقاید پیش کرتے رہیں۔

اس کے بعد اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ خود مولوی ثناءاللہ صاحب اس دعا کے متعلق جو حضرت مرزا صاحب نے شائع کی تھی اپنے اخبار اہل حدیث میں کیا رائے ظاہر کر چکے ہیں اس رائے سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس دعا کو پیش کرنے کا انہیں کوئی حق حاصل ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنی اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴۔۵ پر اس دعا کو نقل کر کے اسکا جواب جو کچھ لکھا ہے وہ لفظ بلفظ یہاں نقل کر دیتے ہیں:

جواب: اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون ہیضہ وغیرہ سے مر جائے۔ اس جواب میں آپ نے کئی طرح سے دجل اور فریب سے کام لیا ہے:

اول: یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

دوم، یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مر گئے تو تمہارے دام افتادہ خس کم جہاں پاک کہہ کر یہ عذر کر دیں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا بلکہ محض دعا تھی۔ یہ بھی کہہ دیں گے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہ ہوئی۔ بلکہ وہ آپ ہی کی دعاؤں کی بہت سی مثالیں دے دیں گے کہ قبول نہیں ہوئیں۔ آپ نے تین سال کے اندر فیصلہ ہو جانے کی دعا کی تھی جو قبول نہ ہوئی، حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر یہ قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر مردود کذاب اور دجال سمجھونگا جس کی تفصیل گذشتہ نمبر میں ہو چکی ہے۔

سوم، یہ کہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے، اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم، مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا ہے؟ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم۔ آپ نے بڑی چالاکی یہ کی کہ یہ دیکھا کہ ان دنوں طاعون کی شدت ہے۔ خصوصاً صوبہ

پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے، بالخصوص پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں جو امرتسر سے بہت قریب ہے یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے، اور کوئی آج اگر ہے تو کل کا اعتبار نہیں، اور دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ وہ ہے تو یہ نہیں یہ ہے تو وہ نہیں۔ ایسے وقت میں طاعون ہیضہ وغیرہ کی موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے جہاز نہیں ڈوبے گا۔ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے، کون میرے کذب پر مجھے الزام لگاوے گا، اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے۔ یہی چال تمہاری ہے، اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہو گئے تو کون قبر پر لات مارنے آئے گا۔

پنجم۔ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں پھر وہ کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے۔

ششم: آپ نے ایک چالاکی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی، مگر اخیر میں آ کر یہ بھی کہہ دیا کہ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض وہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیش گوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنا لی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروز پور تک چلا گیا اور چھپ کر رہا، پس یہی موت کے برابر ہے۔ چہ خوش: من خوب مے شناسم پیران پارسا را

ہفتم: آپ نے پہلے اپنے گذشتہ مضمون مندرجہ اہل حدیث ۱۹۔ اپریل کے فقرہ نمبر ۴ میں لکھا تھا کہ خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔

مرزائیو! بتلا سکتے ہو یہ تہافت و تخالف کیوں؟ ایک ہی ہفتہ میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے لو جدوا فیه اختلافاً کثیراً

مختصر یہ کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو طیار ہوں اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔ اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔

مرزائیو! تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام

لو، ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔

مولوی صاحب صاحب نے اپنی اس تحریر میں جوان کے سکرٹری یا نائب کی نہیں بلکہ خاص انہی کی ہے حضرت مرزا صاحب کے دعا والے فیصلہ کونو دلائل سے نامنظور کیا ہے۔ اول مولوی صاحب کی اس پر منظوری نہ تھی۔ دوم وہ الہامی دعا نہ تھی۔ سوم مولوی صاحب کا مرجانا کسی کے لئے حجت نہیں۔ چہارم طاعون کا خوف مولوی صاحب کو تھا۔ پنجم یہ دعا فیصلہ کن نہ تھی۔ ششم اس دعا میں صرف موت ہی نہیں بلکہ سخت آفت کا ذکر تھا۔ ہفتم، رسول تو رحیم کریم ہوتا ہے پھر مولوی صاحب کی ہلاکت کی دعا مرزا صاحب کیوں کرنے لگے۔

اب میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ باوجود ان تحریروں کے کیا اب بھی آپ کو کوئی حق حاصل ہے کہ اس دعا کو پیش کریں (کیا مرزا نے دعا منسوخ کی، واپس لی، اس کو منسوخ کرنے کی دعا کی۔ بہاء) کیا یہ کسی مومن موحد کا کام ہے کہ ایک فیصلہ کو بڑے پر زور الفاظ میں رد کرے اور پھر اسی کو اپنی تائید میں پیش کر دے۔ کیا وہ عقیدہ جو ۱۹۰۷ء میں آپ کے نزدیک دجل فریب نادانی اور خلاف منہاج نبوت تھا، ۱۹۰۸ء میں صداقت اور حق اور دانائی اور طریقہ شریعت ہو گیا (عقیدہ حیات مسیح ۱۸۸۴ء میں عین اسلامی تھا، ۱۸۹۰ء میں جا کر شرک کیونکر ہو گیا؟ بہاء) اگر ایسا ہے تو پھر میں آپ کی خدمت میں وہی بات عرض کرتا ہوں کہ آپ حلف اٹھا کر اپنے اخبار میں شائع کر دیں کہ میں اپنے پرانے عقائد سے جو میں نے اپریل ۱۹۰۷ء میں اپنے اخبار میں ظاہر کئے تھے توبہ کرتا ہوں۔ وہ سب جھوٹ اور بہتان تھا اگر صادق اور کاذب کا مقابلہ ہو جائے اور ایک دوسرے کے سامنے میدان میں آجائے اور صادق کاذب کے حق میں ہلاکت کی یا سخت آفت کی بددعا کرے جیسا کہ مرزا صاحب نے میرے حق میں کی تھی تو ایسی دعا میں صداقت حق اور مطابق منہاج نبوت ہے۔ اور ایسا کرنے سے کسی رسول کے رحم و کرم میں کوئی فرق نہیں آتا اور جو کچھ میں نے پہلے لکھا تھا وہ سب جھوٹ افتراء اور بہتان تھا اور اس عقیدے کو اب ترک کرتا ہوں۔

اگر مولوی صاحب ایسا حلفیہ بیان شائع کر دیں تو پھر ہم ان کی اس تحریر کا حوالہ دینا بھی چھوڑ دیں گے جو کہ ہم نے اوپر اہل حدیث میں سے نقل کی ہے۔

سردست میں اس کے متعلق اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں اور اس خط کو اخبار میں شائع کر کے مولوی صاحب سے وہ مطالبات کرتا ہوں جو اوپر درج کئے گئے ہیں اور ان کے جواب کا انتظار کرتا ہوں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کا جواب بجز گالیوں کے اور فحش گوئی کے اور چند

ایک اشعار لکھ دینے کے اور کیا ہوگا۔ ہم تو ان کی گالیاں سننے کے عادی ہو گئے ہیں اور نہ گالیوں میں ان کا مقابلہ کرنا پسند کرتے ہیں بلکہ گالیوں کے عوض بھی انکے واسطے دعا ہی کرتے ہیں کہ خدا تعالی انہیں توبہ نصیب کرے کیونکہ وہ خود بھی باوجود اس قدر تڑپنے کے دعا والے اشتہار کے جواب میں رسول کے رحم و کرم کے حضور میں اپیل کرتے ہیں کہ میرے واسطے ہلاکت کی دعا کیوں کی جاتی ہے۔ ہم تو نہیں چاہتے کہ وہ اس گمراہی کے گڑھے میں گرے رہیں اور ان کی گالیاں سن کر بھی گالی نہیں دیتے ان کی عادت ہے کہ بجائے کسی معقول جواب کے فوراً دشنام دہی پر آ جاتے ہیں۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ میں خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین کو ان بڑے بڑے احسانات کے سبب جو آپ نے مجھ پر کئے ہوئے ہیں آپ کو ابی المکرّم کر کے لکھا کرتا ہوں اس لفظ کو پکڑ کر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بارہا مجھے نیوگ زادہ لکھا ہے کہ مولوی صاحب تمہارے حقیقی باپ تو نہیں، پس نیوگ کے سبب تمہارے باپ ہوں گے۔ یہ ہے اہل حدیث کے ذہن رسا کا نمونہ۔ گویا ان کے نزدیک یہ بات اصول میں داخل ہے ..سوائے نکاح یا نیوگ کے اور کسی تعلق پر بولا نہیں جا سکتا مجھے ایک دوست .. نے کہا کہ تم بدر میں لکھ دو کہ مولوی محمد حسین ، مولوی ثناء اللہ کو اپنا بیٹا کہا کرتا ہے تو پھر وہ جن معنوں سے ہے مگر میں نے کہا کہ میں ایسے جواب دینا پسند نہیں کرتا اور نہ ایسی باتوں کے جواب کی کوئی ضرورت ہے۔ عاقل خود جانتا ہے کہ مولوی صاحب کے ایسے الفاظ ان کے کن اخلاق کو ظاہر کر رہے ہیں۔ حق کی مخالفت نے ان کے اندر سے سنجیدگی اور تہذیب کو نکال دیا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی کلام کا نتیجہ ان کے حق میں کیا ہوگا۔ عداوت نے انہیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ چند روز کا ذکر ہے ہمارے ایک دوست نے جو حیدر آباد دکن میں رہتے ہیں اور ان کا نام میر فضل علی ہے اہل حدیث کی ایسی ہی بدزبانیوں سے جل کر کہ اس نے ایک دفعہ بدر کو بدرو لکھا اور اڈیٹر الحکم کو ابوالحکم لکھا ایک مضمون ہمارے پاس بھیجا جس میں انہوں نے دکھایا کہ ابوجہل عمر بن ہشام جو ابوالوفا ثناء اللہ ہر دو کے اعداد حروف بہ تعداد جمل برابر ہوتے ہیں، مگر میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اسے چھاپوں کیونکہ ہم نے جب کہ اس سخت تاریکی کے زمانہ میں حق کو قبول کر لیا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ سب سختیاں اٹھائیں اور ہر ایک قسم کا سخت کلام سنیں اور کسی بدگو کا جواب بدگوئی سے نہ دیں

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو۔ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اب میں اس دعا پر خط کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو استقامت عطا کرے کہ آپ صحابہ کا نمونہ بنیں اور بہتوں کے واسطے ہدایت کا موجب ہوں آمین

۔خادم محمد صادق اڈیٹر اخبار بدر

حاشیہ اہل حدیث مورخہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ جلد ۴ نمبر ۴۵ ص ۴ کالم اول:

آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بد کاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو! من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمن مداً (مریم) اور انما نملی لهم لیزدادوا اثماً و لهم عذاب مهین (آل عمران) اور و یمدّ هم فی طغیانهم یعمهون (پ ۱ ع ۲) اورسنو...هم حتّی طال علیهم العمر (الانبیاء) جنکے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی کیوں نہ ہو دعوی تو مسیح کرشن اور محمد احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت ذلک مبلغهم من العلم۔ نائب اڈیٹر (بدر ۱۳۔اکتوبر ۱۹۱۰ء ص ۵۔ ۸)

کیا مرزائیوں کو مرزا پر ایمان نہیں؟ میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذہ سے تنگ آکر ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا۔

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہونگا۔اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پبلک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے چل بسے چونکہ ایک قدرتی فیصلہ تھا اس لئے اس کا اثر بھی عام ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اس لئے اس کے جواب میں مرزائیوں نے بھی پبلک کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ چنانچہ ۱۳/اکتوبر کے قادیانی بدر میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

''کیا دعا والا اشتہار پیش کرنے کا کوئی حق مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہے۔''

اس مضمون سے ایڈیٹر نے بڑے زور سے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ بعض اشتہارات ایسے شائع کئے ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے وغیرہ۔ لیکن افسوس ہے کہ دجال مرتے مر گئے مگر دجل نہ چھوڑا میرے یا میرے کسی دوست (حکیم محمد الدین

جن کا وہ نام لیتے ہیں اُن) کے اشتہار سے اصل عبارت مع قید تاریخ نقل نہیں کرتے بلکہ محض ابلہ فریبی سے روایت بالمعنے کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ اور چالاکی سے لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ حلف اُٹھائے کہ اوس نے کوئی تحریر ایسی نہیں شائع کی؟

او مرزائیو! سنو! میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے اس قسم کی کوئی تحریر یاد نہیں جس میں میں نے لکھا ہو کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مضمون کا کوئی اشتہار ہے تو اوس کو اصل الفاظ میں نقل کرو اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب (مرزائی) مقیم امرتسر کی معرفت اصل اشتہار دکھا کر تصدیق بھی کراؤ، اوس کے بعد ہمارا مندرجہ ذیل جواب سنو!

ایک طرف مرزا صاحب کا فرمان واجب الاذعان ہو جو خدائی حکم سے شائع ہوا ہو۔ جس کو بطور تحدی مدار فیصلہ قرار دیا ہو دوسری طرف میرا یا کسی اور مخالف کا بیان مخالفانہ اوس کی تکذیب میں ہو تو تم کس کو مانو گے؟ اور کس پر ایمان لاؤ گے؟ (ان کنتم مؤمنین) کس قدر شرم کی بات ہے کہ مرزا صاحب تو خدا کے حکم سے آخری فیصلہ کا اعلان شائع کریں اور خدا اون کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کرے (دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء) اس کے مقابلہ میں میں اس کی تکذیب کرنے کو شائع کردوں کہ میں اس کو نہیں مانتا یہ فیصلہ غلط ہے تو کیا کوئی دانا یا اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے ایسا کہنے سے خدائی حکم ٹل سکتا ہے۔ یا میں خدائی حکم پر غالب آسکتا ہوں یا میں ایسے شخص کی تحدی کو پا سکتا ہوں جس کے دعاوی یہ تھے کہ ''

انّ قدمی علی منارۃ ختمت بھا کل رفعۃ۔ (خطبۃ الہامیۃ، ص۳۲) ''میرے پاؤں ایسے منارہ پر ہیں جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔''

یعنی میں سب سے بلند ہوں۔ جس کا دعویٰ تھا کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اوس سے بہتر غلام احمد ہے

جس کا یہ بھی دعویٰ تھا:　　　صد حسین ست در گریبانم

ایسے شخص کی مخالفانہ تحدی اور مدار فیصلہ کو میں غلط کروں تو کم سے کم لوگوں کو تو یہ ماننا پڑے گا کہ میں ایسے شخص سے ضرور بڑے رتبہ کا ہوں بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا (معاذ اللہ) کہ میں خدائی حکم کو بھی مٹا سکتا ہوں۔ اسلامی عقیدہ میں تو ایسا سمجھنا یا خیال کرنا کفر ہے۔ مرزائیو! غور سے سنو!

واللّٰہ غالب علی امرہ

وھو القاھر فوق عبادہ

ناظرین! آپ لوگ ان دجاجلہ سے ایک ہی بات پوچھو کہ مولوی ثناء اللہ کا حکم خدائی حکم پر غالب ہے، یا خدائی حکم مولوی ثناء اللہ پر غالب ہے؟ صورت اول تو ایمان سے دور ہے۔ صورت ثانیہ میں قطعی فیصلہ ہے۔ فالحمد للہ۔ یہی ایک سوال ہے جو مدار فیصلہ ہے۔

مرزائیو! بس اسی ایک سوال کا جواب تم سے مطلوب ہے دگر ہیچ ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱/نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۲)

(یاد رہے کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار پر قادیانیوں کے رئیس المناظرین میر قاسم علی نے ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباحثہ کر کے شکست کھائی تھی اور تاوان کے طور پر تین سو روپیہ جرمانہ ادا کیا تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قادیانیوں کے دلائل جو درج بالا قسم کے مضامین میں دیتے تھے کتنی جان تھی؟ بہاء)

❁ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلے میں دعا کرتے ہوئے سات جملے خبریہ لکھے ہیں۔ منجملہ ایک یوں ہے اگر میں (مرزا) ایسا ہی کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچہ (اہل حدیث) میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

کئی دفعہ تحریروں اور تقریروں میں مرزائیوں کو توجہ دلائی گئی کہ جملہ خبریہ کا وقوع نہ ہو تو قائل کاذب ہوتا ہے۔ آخر اہل قادیان نے تنگ آ کر اس کا جواب دیا اور لکھا کہ مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب جملہ خبریہ میں یہ ہے

اگر میں مفتری اور کذاب ہوں اور میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو خدا کی قسم مولوی ثناء اللہ ضرور اس سلسلہ کو نابود اور منہدم کر دیگا۔ (الفضل قادیان یکم جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷)

مطلب (قادیانی) مجیب کا یہ ہے کہ اس جملہ خبریہ میں جو جزا ہے وہ واقعہ نہیں یعنی مولوی ثناء اللہ نے سلسلہ احمدیہ کو منہدم نہیں کیا۔ ہم اس جواب سے بہت خوش ہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جملہ شرطیہ کی جزا وہ ہوتی ہے جو قائل مرتب کرے۔ نہ وہ جو کوئی دوسرا لگائے۔ مثلاً زید کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت کرے گا۔ اس جملہ خبریہ کی تفسیر اور تعبیر کوئی دوسرا یوں کرے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا میرے دشمن پر لعنت

کرے گا۔ دانا جانتے ہیں کہ یہ اس قول کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ اصل جملہ خبریہ ہمارے سامنے ہے جو بغرض مزید تفہیم ہم مکرر نقل کرتے ہیں۔

اگر میں (مرزا) مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

مسیح موعود (مرزا) کے ان حواریوں سے پوچھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے جملہ شرطیہ میں ان کی مرقومہ جزا کو تبدیل کر کے دوسری جزا اس کی جگہ رکھنے والے تم کون ہو؟ کیوں نہ ان کے جملہ خبریہ کو اصل صورت میں رکھا جائے'۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۵)

ایک مرتبہ حضرت مولانا امرتسریؒ نے لکھا:

مرزا صاحب قادیانی نے پبلک کی ہدایت کے لیے یہ ایک معیار دنیا کے سامنے رکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا صاحب میں جو عرصہ دراز سے اختلافی جنگ جاری ہے اس میں پہلے مرنے والے کی موت بہترین معیار ہے۔ اس اعلان (اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) کی عبارت میں آٹھ جملے خبریے ہیں، جن کا وقوع ضروری ہے۔

اب ایک طرف تو یہ بڑا زوردار اشتہار ہے دوسری طرف مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا فرمان ملاحظہ ہو کہ وہ وفات مرزا صاحب کو کافی نہیں جانتے بلکہ فرماتے ہیں:

ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بد دعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لیگا' (ریویو جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

کوئی ان امیر جماعت سے پوچھے کہ نتیجہ تو موت و حیات تھا جو دنیا نے دیکھ لیا اس کے علاوہ کون سا نتیجہ ہے جس کے آپ ۱۹۰۸ء میں منتظر تھے اور آج عرصہ طویل گزرنے پر بھی وہ ظہور پذیر نہیں ہوا؟

خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہو گئی' (تشحیذ الاذہان۔ جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

جس دعا کی قبولیت کی طرف یہاں خلیفہ قادیان نے اشارہ کیا ہے وہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے کہ مرزا صاحب متوفی نے کہا کہ ہم نے جب ثناء اللہ کے لیے دعا کی تو یہ

الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع بس اس دعا اور اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ مرزا صاحب مجھ سے پہلے مر گئے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

مولانا امرتسریؒ ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ

مرزا کے اشتہار کو بنظر غور دیکھیں تو اس میں درج ذیل پانچ امور صاف صاف ملیں گے

۱۔ وجہ اشاعت اشتہار ھذا میری طرف سے سخت تحریرات کا نکلنا۔

۲۔ سارے اشتہار میں مرزا نے مباہلہ کا لفظ نہیں بولا بلکہ محض اپنی دعا سے فیصلہ چاہا۔

۳۔ سارے اشتہار میں میرے ذمہ کوئی کام نہیں رکھا بلکہ صرف اپنی دعا کو کافی سمجھا۔

۴۔ اس مضمون کو سچا اور ضروری الوقوع بتانے کو شروع میں بالفاظ قرآن مجید قل ای و ربی انه الحق مئوکد به حلف بتایا ہے۔

۵۔ سب سے اخیر میں لکھا ہے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب جو چاہیں لکھیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی میرے اقرار یا انکار کا کوئی اثر نہیں۔

پس اس اشتہار کی اندرونی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے متعلق میرا (یعنی ثناء اللہ کا) کچھ کام نہیں۔ نہ میرا اقرار قبولیت کے لیے شرط ہے۔ نہ انکار باعث رد۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ مرزا صاحب کی دعا ہے اور بس۔ ان امور خمسہ کے بعد مرزا صاحب کی اس دعا کے متعلق دوسرا اعلان بھی قابل غور ہے جس میں ذکر ہے کہ میں نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی تو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع (اخبار بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)۔ یہ تو ہے مرزا صاحب کا اپنا قول جو سب جماعت احمدیہ پر حجت ہے۔ اب مزید تائید بھی سنیئے۔ مرزا صاحب کے بعد امت مرزا دو گروہوں میں منقسم ہوگئی۔ پہلا گروہ قادیانی ہے جس کا سرگروہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ہے۔ دوسرا گروہ لاہوری ہے اس کا سرگروہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت ہے۔ ان دونوں نے اس دعاء مرزا کی بابت جو رائے لکھی ہے وہ بہت صاف اور فیصلہ کن ہے۔ خلیفہ (محمود) صاحب کا قول ہے کہ جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی' (تشحیذ الاذہان۔ مولفہ میاں محمود احمد۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت سے مطلع بالکل صاف ہوگیا ہے کیونکہ دعا جملہ انشائیہ ہے اور پیشگوئی

جملہ خبریہ ہے۔ جملہ خبریہ صادقہ کا تحقق ضروری ہے۔ مرزا صاحب نے آیت قرآنیہ کے الفاظ میں قسم کھا کر اس مضمون کو جملہ خبریہ کی صورت میں دکھایا ہے۔ اس لیے باپ بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ اشتہار جملہ خبریہ ہے جس کا وقوع ضروری ہے۔ ایک اور بات بڑی ضروری یہ ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب کا الہام مندرجہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اجیب دعوۃ الداع اسی دعا کے متعلق ہے نہ کسی اور کے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ خدا نے اس دعا کی منظوری کا الہام کیا۔ اس کے بعد یہ دعا پیش گوئی کے رنگ میں آ گئی۔ پھر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے روز جو کچھ لاہور میں ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

لاہوری گروہ کے سربراہ چونکہ انگریزی میں ایم اے ہیں لہٰذا انگریزیت ان پر غالب ہے اس لیے وہ اشتہار کے دعا ہونے کا اور اس کی قبولیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ مگر انگریزی طریق پر جس میں بجائے صفائی کے تکدر غالب ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں

'ہم تو اس بات کے معترف ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بد دعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔ (مقولہ محمد علی در رسالہ ریویو قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

یعنی حق غلبہ کر کے زبان قلم سے نکلنا چاہتا ہے بلکہ بزور نکل گیا ہے مگر بے سمجھوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کو یہ پخ لگا دی گئی ہے کہ 'نتیجہ دیکھ لے گا'۔ نتیجہ سوائے موت کاذب اور حیات صادق کے اور کیا ہے جس کو بزمانہ مستقبل دیکھنے سے ڈرایا جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

فتوی روہیل کھنڈ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارہ میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدوں اور ان کے عقیدت مندوں سے میل جول رکھنا اور ساتھ کھانا پینا اور ان کے ساتھ مثل برادران اہل اسلام کے باہم ارتباط رکھنا چاہیے یا نہیں اور ان کی امامت سے نماز ادا کرنا چاہیے یا نہیں۔ فقط بینوا و توجروا۔ راقم محمد اکرام اللہ خان

جواب : مرزا قادیانی ایک شعبدہ باز اور دنیا ساز شخص ہے کبھی مسیحائی کا دعوی اور کبھی مہدی ومجدد ہونے کا آوازہ کبھی کرشن کی نبوت کا اثبات کر کے اہل ہنود کو بھی اپنے اوتار ہونے کا معتقد کرانا چاہتا ہے۔غرضیکہ عیسائی مسلمان وہنود ہرایک کے مذہبی اصول پر حملہ آور ہوکر اپنی قابلیت کا جس کو بزعم خود بلفظ نبی ومہدی وغیرہ نعوذ باللہ تعبیر کرتا ہے بہرحال سخت بے ادب اور منہ زور ہے پس اس زمانہ شور وفتن میں راس المال ایمان کا ایسے قطاع الطریقوں سے بچانا عوام کو سخت مشکل ہے۔افسوس ان جاہلوں پر ہے کہ جن کو عربی سمجھنے اور سمجھانے کی لیاقت نہیں وہ قرآن شریف کی آیات اپنی جولانی طبیعت سے پڑھ کر مطلب مرزا صاحب کی مسیحیت کا نکالتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ان کو اتنی شرم نہیں کہ کروڑوں علمائے ہند وعرب وروم وافریقہ وغیرہ ..اب تک راہ پر نہ آئے اور مرزا صاحب کے زبان وقلم سے تکفیر ودجالیت پر متفق ہیں۔مرزا صاحب اگر حق پر ہیں اور من جانب اللہ ہونے تائید ہے تو افغانستان بہت قریب ہے تشریف لے جاکر اپنے دم عیسوی کے اظہار سے منتظرین حضرت مسیحا علیہ وعلی نبینا الصلوۃ کو انتظار کی مصیبت سے نجات بخشیں۔علاوہ اس کے مرزا موصوف عجیب شخص ہیں کہ جن کا یہ دعوی رہتا ہے کہ جملہ حوادث کائنات میری ہی بدعا سے ہوتے ہیں طاعون وبا حرکت زمین مرگ مفاجات کسوف خسوف نمو نیا وغیرہ یہ سب مصائب وغیرہ کے بانی جناب مرزا ہی ہیں۔افسوس مرزا تو اپنے ٹکے سیدھے کرتے ہیں مریدوں پر نذرانہ بطور ٹیکس مسیحا مقرر ہے مگر معتقدین خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق رہے لہذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچیں اور جیسا بریلی میں معتقدین مرزا صاحب کو تمام مسلمین شہر نے اپنے گروہ سے علیحدہ کر دیا اسی طرح ہرجگہ اجتناب لازم ہے اور مرزا صاحب کا معتقدین کو حکم ہے کہ جو لوگ مجھ پر یقین نہیں رکھتے ان پر خدا کا عذاب ہوگا اور وہ مردود ہیں انکے پیچھے نماز نہ پڑھو اور نہ ان کی شرکت کرو اور ان کا یہ حکم نہ بھی تو مرزا کو جو امام حسینؓ اور حضرت عیسیٰؑ اور تمام علمائے امت اور روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور بزرگان دین کی سخت اہانت کرتا ہے نبوت کا مدعی ہے پس ہر شخص کہدے گا کہ یہ شخص گمراہ اور معتقدین اس کے بد مذہب اور خارج اہلسنت سے ہیں لہذا عوام کو اگر اپنے ایمان کی محبت ہے تو ان لوگوں کی صحبت سے پرہیز کریں ورنہ صحبت کے اثر سے ایمان میں ضرور نقصان آجائے گا اور اپنے علماء کی پیروی کر کے خدا سے سلامتی ایمان کی دعا کرتے رہیں واللہ اعلم بالصواب۔سید محمد اعظم صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

بعض پیش گوئیاں اگر مرزا صاحب کی صحیح نکلیں تو ایسی تو کافرنجموں کی بھی صحیح ہو جایا

کرتی ہیں ...لہذا عوام کو محترز رہنا چاہیے ۔ابو یحیی محمد عفی عنہ

بے شک قادیانیوں کے ساتھ مثل برادران اہل اسلام ارتباط نہیں رکھنا چاہیے اور ان کی امامت سے نماز نہیں ادا کرنی چاہیے ۔محمد عبدالخالق مدرس مدرسہ عین العلم

اسی طرح اسی کا یہ دعوی ہے کہ میں مسیح اور مہدی ہوں بدیں وجہ اور دیگر وجوہ لازم ہے کہ قادیانی معہ اپنے پیرو کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں مسلمانوں کو ان سے کسی طرح تعلق برادرانہ جائز نہیں ۔عبدالکریم عفی عنہ

کوئی شخص دعوی رسالت صراحۃً یا کنایۃً کرے تو وہ شخص کاذب ہے کیا اس شریعت سے بہتر کوئی دوسری شریعت ہوسکتی ہے جو مدعی رسالت اس کو لائے گا اور اس کو باطل کرے گا...کسی نے اس دین متین کو نظر انکار سے نہیں دیکھا ...محمد محی الدین پیش امام مسجد شاہجہان پور

مرزا قادیانی دین کو بدلنا چاہتا ہے اور ایک جدید مذہب کا امام خود بننا چاہتا ہے ...ایک وحی یہ بیان کی ہے کہ مجھ کو وحی ہوئی ہے کہ تیری عمر ۸۰ برس کی یا تین چار سال یا چند سال زیادہ ۔تو غور کرو کہ یہ کلام مشکوک وحی الہی ہوسکتا ہے بلکہ اس کے قائل کو مجنون یا احمق تصور کیا جائے گا... چہ جائے کہ وحی الہی ہو نعوذ باللہ ...اور فرقہ اہل سنت والجماعت سے خارج ان سے خلط ملط میل جول رکھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور برتاؤ برادری کا برتنا سخت ممنوع ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا نا درست ہے ۔حررہ محمد ریاست علی عفی عنہ

چنانچہ دعوی نبوت وانکار ختم نبوت من کل الوجوہ کی نسبت نیچریانہ خیالات ابن اللہ اور تثلیث کا اقرار اور حضرت عیسی کی توہین اپنے کو مجدد و مخدوم ملائکہ قرار دینا وغیرہ ...لہذا ان لوگوں سے عوام کو بچنا چاہیے ۔کاتبہ العبد الاواہ ابو اسحاق محمد عبداللہ برادر و تلمیذ فاضل اجل مولانا حکیم حافظ ابو یحیی محمد صاحب محدث شاہجہان پوری

مرزا قادیانی کے کفر میں تردد نہیں اس کے اقوال کفریہ اس کے رسائل میں مرقوم ہیں وہ اور اس کے متبعین سب ناری جہنمی کافر ہیں ان سے میل جول اور مخالطت وغیرہ سب حرام ہے ۔ المشتہر ابوالمکارم محمد رفعت اللہ خاں محلہ انٹہ شاہجہان پور تلمیذ جامع معقول و منقول الشیخ الاعظم جناب مولانا سید محمد اعظم معتمد علیہ فی الفتوی

اڈیٹر الحکم قادیانی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس فتوی کو پڑھا اور خدا نے جو وحی آپ پر بھیجی وہ حضرت اقدس ہی کے اپنے قلم سے لکھی مجھے ملی جو درج ذیل ہے جو مومنوں

کے ایمان کو بڑھائے گی اور خبیث القلب انسانوں کے رجس پر رجس پیدا کرے گی۔اور وہ یہ ہے:
یہ اشتہار میں نے پڑھا اوران لوگوں کی سخت زبانی پرافسوس ہوا مگر یہ الہام ہوا، حالیا مصلحت وقت دراں می بینم۔اور یہ بات سچ ہے کہ کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں آیا جو اس کو ستایا نہیں گیا اور عجیب بات یہ ہے کہ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کس قدر ستائے گئے اور کوئی دکھ نہیں جو نہیں دیا گیا مگر مسیلمہ کذاب وغیرہ جھوٹے نبی جب اٹھے تو ان کو کسی نے نہیں ستایا اور ہزار ہا آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے جب تک کہ خدا نے ان کو ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسی ہی کے وقت تین شخصوں نے جھوٹے طور پر نبوت کا دعوی کیا مگر کسی یہودی نے ان کو صلیب پر نہیں چڑھایا لیکن حضرت عیسی کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بیان کی حاجت نہیں اس سے ثابت ہے کہ یہ اندھے ہمیشہ سچے سے دشمنی کرتے رہے ہیں اور سچوں کو دھوکہ دیتے رہیں بعض ہماری جماعت کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ ایسے افترا کرنے والوں پر گورنمنٹ میں نالش کریں مگر یہ درست نہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ دنیا کی عدالتوں کی طرف جاویں ایک ہی ہے جو ہمارے دل پر اطلاع رکھتا ہے وہ جس طرح چاہے گا اس قدر کافی ہے جو اس اشتہار کے مقابل پر خدا تعالی نے آج ۱۲ جولائی ۱۹۰۷ء کو میرے پر ظاہر فرمایا اور وہ یہ ہے رب اخرجنی من النار الحمد لله الذی اخرجنی من النار انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم ، واعطیک ما یدوم۔ ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم۔ پھر دیکھا کہ میرے مقابل پر کسی آدمی نے یا چند آدمیوں نے پتنگ چڑھائی ہے اور وہ پتنگ ٹوٹ گئی اور میں نے اس کو زمین کی طرف گرتے دیکھا۔ پھر کسی نے کہا غلام احمد کی جے یعنی فتح (بدر ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء ص۳؛ الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء ص۲)

پیشگوئیوں کی میعاد سے پہلے موت

ڈاکٹر عبد الحکیم تحت لکھتے ہیں کہ پیش گوئیوں کی میعاد سے پہلے مرزا قادیانی کی موت کی وجہ اسکی مسلسل شوخی اور کذابی ہوئی جو وہ میرے الہامات حقہ اور نشانات قاہرہ کے خلاف کرتا رہا۔
اس نے اخبارات میں یہاں تک شائع کیا کہ حضرت محمد ﷺ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ وغیرہ انبیاء کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور ان پر زنا وخیانت وغیرہ کے الزامات لگائے گئے ایسا ہی میرا حال ہے۔
بینات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کا صریح ارتداد اور کفر ثابت کیا گیا۔مگر وہ تائب

نہوا۔ خود اُس کو خدا کی طرف سے تنبیہات ہوئیں مگر اُس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء والی پیشگوئی میں نے شائع کی اور الذکر الحکیم نمبر۴۔ اور المسیح الدجال میں نے اس کے پاس بھیجی مگر تکبر اور خود پرستی کے نشہ میں اُس نے مطلق غور نہ کیا۔ بلکہ ۱۶؍اگست ۱۹۰۶ء کو میرے مقابلہ پر کمال بے باکی کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کردیا جس میں اُس نے ظاہر کیا کہ

''عبدالحکیم میرے سامنے مرجائیگا اور اگر ایسا نہو۔ تو میں کذاب، مفتری، دجال، بدمعاش، ملعون اور تمام بدمعاشوں سے بدتر ٹھہرونگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی زبان پر الفاظ ذیل جاری کرائے:

''اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ اندھا ہونے سے، مفلوج ہونے سے اور مجذوم ہونے سے۔'' (دیکھو بدر ۱۱؍اکتوبر ۱۹۰۶ء)

پھر اس کو الہامات ہوئے:

اے سیف تو اپنا رخ پھیرلے۔ کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا۔'' (الحکم ۱۷؍نومبر ۱۹۰۶ء)

''مت ایھا الخوان۔ مر اے بڑی خیانت کرنے والے۔'' دو پل ٹوٹ گئی۔'' (بدر ۱۳؍فروری ۱۹۰۷ء)

چونکہ مرزا المسیح الدجال تھا یعنی مسیحیت اور دجالیت کا مرکب، اس لئے اس کو بعض اوقات منذر الہامات سچ بھی ہوجایا کرتے تھے، چنانچہ یہ منذر الہامات سچ ثابت ہوئے۔ مگر مرزا ان سے بالکل متنبہ نہ ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں جو ۱۱؍جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہونی تھی، دس مہینے اور گیارہ دن کم دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا: مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔''

یہ الہام کثرت سے اس کے اخبارات میں شائع ہوا۔ اور ۱۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء کو اس کا بیٹا مبارک احمد میری پیشگوئیوں کے مطابق فوت ہوا۔ خود اس کو تنبیہ ہوئی:

''ان خبر رسول اللّٰہ واقع'' (بدر ۲۲؍اگست ۱۹۰۷ء)

مگر اُس نے متنبہ ہونے کی بجائے نہایت گستاخی، عیاری اور کذابی کے ساتھ تبصرہ شائع کردیا جس میں اس نے ظاہر کیا کہ جو دشمن میری موت جولائی سے ۱۴ ماہ تک بتلاتا ہے وہ خود ہلاک ہوجائے گا۔ اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اس کا نمود نہ رہے گا۔ اصحاب فیل کی طرح وہ خود تباہ ہوگا۔ خدا میری عمر بڑھادیگا۔ مبارک احمد کی بجائے مجھے ویسا ہی اور لڑکا دیگا، وغیرہ وغیرہ

اس کو پڑھ کر اور مرزائیوں کا طغیان دیکھ کر خود بخود میرے منہ سے یہ دعا نکلی:

اے خدا اس ظالم کو غارت کر اے خدا اس بدمعاش کو غارت کر۔

اس لئے خدا کا غضب مرزا پر بھڑکا اور اس میعاد میں سے بھی ۲۷ دن کم کئے جا کر ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴ راگست ۱۹۰۸ء تک میعاد مقرر فرمائی اور مجھ کو فرمایا کہ

''مرزا کی جڑ بنیاد اکھڑ جائیگی۔'' وہ تباہ ہو جائیگا۔''

اس کو بھی ماتم کدہ کے الہام سے متنبہ کیا گیا اور منذر الہام ہوا۔''

مباش ایمن از بازئی روزگار۔ (بدر ۳۰ راپریل ۱۹۰۸ء)

میں نے ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو اس کی تنبیہ کے واسطے ۲۱ ساون والا الہام پیسہ، وطن، و اہلحدیث وغیرہ اخبارات میں شائع کر دیا۔ اور رجسٹری کرا کر اُس کے نام بھیجا۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ اگر وہ توبہ کے ساتھ گریہ وزاری کرے تو اس کو سہ سالہ پیشگوئی کے مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء تک مہلت مل سکتی ہے۔

اس کو میری پیشگوئی کے مطابق پھیپھڑہ کا مرض بھی ہوا۔ اور داہنا ہاتھ بھی بے حس وحرکت ہوا جیسا کہ میں ۲۵ راپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی نورالدین صاحب کے نام الہاماً لکھ چکا تھا۔ مگر وہ بدستور سرکش اور شوخ بنا رہا۔ اس کے کفریہ کلمات اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور مرزائی بدستور مرتد اور سرکش بنے رہے۔ اس لئے میں نے پھر وہی الہامی الفاظ پڑھے۔ اور مجھے ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء کو اس کی موت لومڑ کی شکل میں دکھائی گئی۔'' پھر دو چیلوں کی موت جو میری ضربات سے مرے اور جن کو میں نے اپنے پاؤں کے نیچے کچلا۔''

اس کی اطلاع میں نے اپنے احباب کو زبانی اور نیز بذریعہ خطوط کر دی تھی۔ سو الحمد للہ کہ یہ کالا ناک شیطان، لومڑ، دجال، کذاب، عیار، ملعون ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو بسزائے موت داخل جہنم ہوگیا۔ اور دنیا کو اس کے مکاید اور دھمکیوں سے نجات مل گئی۔ اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو ابوداؤد میں موجود ہے کہ المسیح الدجال ایک مرد مومن کے ساتھ مارا جائیگا۔ جو حسب ذیل ہے:

لاتزال طائفة مّن امّتی یقاتلون علی الحقّ ظاهرین علی من عاداهم حتی یقاتل اٰخرهم المسیح الدجال۔''

راقم (ڈاکٹر) عبدالحکیم خان ایم بی۔ اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ مرزا نے ڈاکٹر صاحب کے حق میں بھی بُری طرح ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی چنانچہ اشتہار (تبصرہ) مجریہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ:

''دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا خدا ایک قہری تجلی کرے گا اور وہ جو جھوٹ اور شوخی سے باز نہیں آتے اُن کی ذلت اور تباہی ظاہر کرے گا۔''

ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی میعاد چودہ ماہ کی تردید میں مرزا نے اسی اشتہار میں لکھا ہے:

''(خدا نے مجھے فرمایا) میں تیری عمر کو بڑھاؤنگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر بڑھادونگا تا معلوم ہوا کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔''

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی چودہ ماہیہ جو ستمبر ۱۹۰۸ء کو ختم ہونے والی تھی مرزا کی عمر اس سے زیادہ ہوگی یعنی وہ ستمبر ۱۹۰۸ء کے اندر اندر کسی طرح نہیں مرسکتے تھے۔ حالانکہ مرے تو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو جو چودہ ماہ سے تین ماہ قبل ہے۔ یہاں تک تو ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کمال صفائی رکھتی ہے مگر ہم خدالگتی کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کردیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ رمئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ راگست کو مرزا مریگا تو آج وہ اعتراض نہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام چستا ہوا کیا ہے کہ ''۲۱ ساون کو کی بجائے ۲۱ سادن تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سہ سالا اور چودہ ماہہ کو اُسی اجمال پر چھوڑے رہتے اور اُن کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نکردیتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہوتا۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا اپنے اقرار کے مطابق آپ کے مقابلہ پر بھی ویسا ہی ماخوذ ہے جیسا کہ میرے مقابل پر۔ کیوں کہ اُس نے جیسی میری نسبت اپنی زندگی میں موت کی دعا اور پیشگوئی کی تھی ایسی آپ کی نسبت بھی کی تھی۔ گو میری نسبت صاف اور واضح تر الفاظ میں فیصلہ چاہا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں (مرزا) مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مرجاؤں تو مجھ کو کذاب، مفتری،

مفسد، اور دجال سمجھو۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب نے جو ہم دونوں اور دیگر ہمارے ہم خیال احباب کے لئے چاہا تھا وہ خود اُسی کے لئے پیش آیا:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں   لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(اہل حدیث امرتسر جلد ۵۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۱۲ر جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲۔ جون ۱۹۰۸ء ص ۶-۷)

حکیم نورالدین کی خدمت میں ایک خط

(از مولوی ابوالمسیح احمد الدین سیالکوٹی)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔

میرے قدیم مکرم و معظم مولوی نورالدین صاحب بعد ما وجب۔ مرزا صاحب کی وفات پر از آفات و ممات مملو از حسرات پر میرے سامنے آپ کا بت کھڑا ہوگیا اُس وقت جو مکالمہ ہوا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ آیا واقعی اُس بت نے جو جواب دیئے وہ آپ کے ہی ہیں یا نہیں؟ قبل اس کے کہ میں مکالمہ بیان کروں اپنا نام و پتہ بتانا اور اُس خواب کا جو آپ نے بمقام جموں میرے پاس بیان کیا تھا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا نام احمد دین ہے۔ کنیت میری ابوالمسیح ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ صدر کچہری ضلع سیالکوٹ میں ایک مثل خوان ہوں۔ بس اتنا ہی پتہ کافی ہے۔ ہاں جب مسیح (اللّٰھم اعذنا شرہ) پیدا ہوا تھا یعنی مدعی مسیحیت بنا تھا اُس وقت بھی میں نے سخت مخالفت کی تھی اور آپ سے خط و کتابت ہوئی تھی اب پھر جب وہ مرگیا ہے تو پھر آپ ہی سے اُس کے متعلق کارسپانڈنس correspondene شروع کی جاتی ہے لعلّک تزکی او تذکر فتنفعک الذکری' آپ کا خواب یہ تھا:

''میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جماعت ایک صاف سیدھی سڑک کے اوپر جارہی ہے میں بھی اُس جماعت کے ساتھ ہوں اور سڑک پر آرام وسلامتی سے جارہا ہوں میں نے اپنے دائیں بائیں طرف جو نظر اٹھائیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل بیاباں اور لق دق سنسان میدان پڑا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس ویرانہ کی سیر بھی کروں چنانچہ اُس سیدھی سڑک سے نیچے اتر کر میں ویرانہ میں چلا گیا مگر اپنی نظر بار بار اُس صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کی طرف ڈالتا ہوں جب ذری دور فاصلہ پر چلا جاتا ہوں تو پھر جھٹ سے قافلہ سے آملتا ہوں۔ جنگل کی سیر بھی کرتا جاتا ہوں اور دل میں یہ خطرہ بھی ہے کہ

خدانخواستہ کہیں قافلہ سے بالکل الگ نہ ہوجاؤں اور جنگلی درندے نہ پھاڑ کھائیں۔غرض کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ اب قافلہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں اور خطرناک حالت ہو چلی ہے تو اُس دم جنگل کا راستہ چھوڑ کر ہمہ تن اس طرف مصروف ہوجاتا ہوں کہ قافلہ کو جا پکڑوں چنانچہ میں بفضلہٖ تعالیٰ اس قافلہ کے ساتھ جاملتا ہوں اسی طرح کرتا چلا جاتا ہوں کبھی جنگل میں نکل جاتا ہوں اور کبھی پھر قافلہ کو آملتا ہوں غرض اسی تگاپو میں تھا کہ جاگ اٹھا۔‘‘

یہ ہے آپ کا خواب جس کے الفاظ خاص خاص تو آپ کے ہیں اور باقی میری بہرحال مطلب وہی ہے جو آپ نے بیان کیا تھا۔ میں نے آپ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فرقہ اہل السنۃ کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جاؤنگا۔ گوکبھی کبھی اہل السنۃ کی راہ چھوڑ کر دل سے نہیں بلکہ صرف ظاہری طور پر۔ اہل ضلالت کا راستہ بھی اختیار کرلیتا ہوں بہرحال نتیجہ نیک ہے کیوں کہ نیت صحیح ہے۔

میں نے اُسی دم آپ سے کہا تھا کہ مولانا صاحب ممکن ہے کہ آپ عین اُس حالت میں جب جنگل میں سیر کررہے ہوں آپ کو کوئی درندہ اچانک قابو کرلیوے اور آپ اُسی جنگل میں ہلاک ہوجاویں اور قافلہ آپ کی کچھ بھی مدد نہ کرسکے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے اُس خواب سے یہہ سبق حاصل کریں کہ آپ جنگل کی سیر کا خیال تک نہ کریں اور ہر دم صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کیساتھ ساتھ رہیں۔

بہرحال یں آپ کی خواب کے نتیجہ کی انتظار میں تھا کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس مسیح کاذب (جو بلاشک وشبہ وادی ضلالت کا رہبر کامل تھا) کے جنگل اور اُس جنگل کے سبز باغ کو دیکھ دیکھ کر حیران نہ ہوں گے بلکہ اپنی خواب کے موافق اُسکی تبعیت چھوڑ کر اہل السنہ کی شمولیت کو اپنا فرض عین سمجھیں گے مگر افسوس ’’مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی‘‘ میں نے آپ کی خواب کا دوسرا پہلو اختیار کیا اور سمجھ بیٹھا کہ بس آپ گئے اور سیدھی سڑک پر اب آنے کی توفیق آپ کو نہ ملے گی۔ الحمدللہ کہ مسیح کاذب ٹھیک سنۃ اللہ کے مطابق اپنی جھوٹی پیشگوئیاں بدستور سابق ادھوری نامکمل اور جھوٹی کی جھوٹی چھوڑ کر مرگ مفاجات اور اپنی منہ مانگی بیماری ہیضہ سے بفحوائے آیت لا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون مرگیا اور ان دنیوی فانی آرام وآسائش کو چھوڑ کر عذاب خلد وآلام جاودانی کا شکار ہوگیا۔ آپ میرے پرانے مہربان اور سچ پوچھو تو میں واقعی دل سے آپ کا خیر خواہ ہوں گو آپ

کی نجات سے مایوس ہوگیا تھا مگر اب پھر امید بندھ گئی ہے کیوں کہ آپ کے بت نے مجھ سے گفتگو کر کے میری مایوسی دور کر دی ہے۔ مکالمہ یہ ہے:

۞ احمد: ارے بت تو مجھے بتا تو سہی کہ احمد بیگ کی دختر مرزا صاحب کے نکاح میں کسی حالت میں بھی نہیں آئی۔ مرزا جھوٹا ہے یا سچا۔

۞ بت: میں ملہم نہیں ہوں الہام کے الفاظ کے معنی ملہم ہی بتا سکتا ہے۔

۞ احمد: ملہم درگور ہے۔ اب ہم تو اُس سے پوچھ نہیں سکتے۔ یہ تو نکیرین کا کام ہے۔

۞ بت: مگر الہام میں صاف درج ہے کہ ہم نے اُس عورت کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ نکاح آسمان پر ہوا تھا نہ کہ زمین پر۔ ملہم نے جدلی کر کے اس نکاح آسمانی کو نکاح زمینی سمجھ لیا حالانکہ آسمانی نکاح ہے۔ پس دنیا میں اگر نکاح نہ بھی ہوا تو پھر کیا ہوا۔

۞ احمد: مرزا صاحب تو اسی دھن میں مر گئے کہ مرنے سے پیشتر کبھی نہ کبھی میرے ساتھ نکاح ہوگا۔ کیا کبھی بھی اُس کے ملہم نے اُسے یہ تنبیہ نہ کی کہ خبردار آسمانی نکاح کو زمینی نکاح مت سمجھو۔ زمینی نکاح تو کسی دوسرے شخص سے ہوگا۔ ہاں آسمان پر فرشتوں میں یہ تیری ہی زوجہ کہلاتی ہے۔

۞ بت: یہ مرزا صاحب کی غلطی تھی۔ ہاں ایک اور مطلب بھی ہوسکتا ہے یعنی یہ کہ ہم لوگ جو مرزا صاحب کے تابع ہیں مرزا صاحب کے ناتمام کام کو تمام کریں گے۔

۞ احمد: تو کیا تم مرزا صاحب کی آسمانی زوجہ کو جو تمہارے قول کے مطابق ام المرزائین ہے نکاح میں لانا چاہتے ہو۔

۞ بت: ہاں انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوئی عیب کی بات نہیں کیوں کہ فی الحقیقت فرشتوں میں وہ زوجہ مرزا صاحب ہے نہ کہ انسانوں میں۔

۞ احمد: خیر کچھ ہی ہو ارے بت یہ تو بتا کہ یہ پیشگوئی جسے دنیا میں ہی پوری کرنے کے درپے رہتا تھا پوری ہوئی یا جھوٹی ثابت ہوئی۔

۞ بت: مرزا صاحب کے اپنے خیال و وہم و اعتقاد کے مطابق تو واقعی جھوٹی نکلی ہے مگر جو معنی میں نے وضع کئے ہیں ان کے مطابق تو پیشگوئی ابھی پوری ہونے والی ہے گو مرزا صاحب کے بعد پوری ہو۔

۞ احمد: اے بت اب تو توبہ کر تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تو مرزا صاحب کی اپنی متعقد فیہ پیشگوئی کو توڑ پھوڑ کر کچھ اور کا اور بنا ڈالے۔ خدا کا خوف اور شرم اور انصاف کہاں ہے

۞ بت: میری توبہ۔ خدا سے ڈر کر میں کہتا ہوں کہ مرزا جھوٹا تھا مرزا جھوٹا نکلا ہے۔

﴾۞احمد: وہ پانچواں پسر کہاں ہے جس کی پیشگوئی مرزا صاحب نے بڑی زور سے کی ہوئی ہے۔

﴾۞بت: پانچواں چھوڑ کر اُس کا چوتھا پسر بھی مر گیا۔ زیادہ کیا کہوں۔ یہ بھی جھوٹی پیشگوئی نکلی مرزا نے ہمارا منہ کالا کر دیا ہے۔

﴾۞احمد: ارے بت ہیضہ کی بیماری سے کون مرا کس کی زندگی میں مرا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری یا مرزا صاحب۔

﴾۞بت: اجی اب تو کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ مرزا ہی اپنے اعتقاد کے موافق صادق کی زندگی میں صادق کے سامنے ہیضہ کی بیماری سے مر گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ہی صادق نکلے مرزا صاحب.... نکلے۔

﴾۞احمد: ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کی مخالفت میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ خدا اپنی خدائی ظاہر کرے گا اس طرح پر کہ اُس نے میری عمر زیادہ کر دی ہے اور ڈاکٹر کی پیشگوئی کی میعاد گذار کر وہ مجھے ماریگا اور ڈاکٹر ہی کو میرے روبرو زندگی میں ذلیل وخوار کر کے ہلاک کرے گا ارے بت اب کیا ہوا۔

﴾۞بت: مرزا ہی جھوٹا نکلا اب آپ مجھے چھوڑ دیں۔ ہماری کمیٹی ہونے والی ہے، دیکھیں وہ ان پیشگوئیوں کی کیا تاویل کرتے ہیں۔ جو میرے دل نے فیصلہ کیا ہے وہ تو یہی ہے۔ ہاں کمیٹی کی تاویل بھی دیکھنی ضروری ہے اُس کے فیصلہ کے بعد پھر آپ سے ملاقات ہوگی۔ فقط

(اہل حدیث امرتسر جلد ۵۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۱۲؍ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲۔ جون ۱۹۰۸ء ص ۷-۹)

مرزا قادیانی اٹلی میں

۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو اٹلی کے جنوبی حصے اور جزیرہ سسلی کے اوسی حصہ میں جو اٹلی کی طرف واقع ہے ایک نہایت ہی خوفناک زلزلہ آیا جس میں تخمینا دو لاکھ آدمی ضائع ہوئے العظمۃ للّٰہ۔ اس زلزلہ کی مجمل کیفیت لکھ کر رسالہ ریویو قادیان کا قابل ایڈیٹر اپنے مطلب کی کہتا ہے کہ:

> ان باتوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کی ذریعہ آج سے تین سال پیشتر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے دی تھی۔ پہلے ایک اشتہار "...... من وحی السّماء" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زلزلہ عظیمہ کی خبر دی تھی کہ وہ ایسا زلزلہ آئے گا کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہ ہوگی اور پھر یہی پیشگوئی الوصیت میں شائع فرمائی۔

اور بعدہٗ کتاب حقیقۃ الوحی میں۔ چنانچہ اس موخر الذکر کتاب میں صفحہ ۲۵۶ پر پیشگوئی درج ذیل کے الفاظ میں موجود ہے جو اس سے مدت پہلے انگریزی میں ترجمہ ہوکر رسالہ میں شائع ہوچکی ہے بلکہ اس رسالہ سے لے کر امریکہ کے بعض اخباروں نے بھی اس پیشگوئی کو شائع کیا جس کا حوالہ انگریزی رسالہ میں موجود ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہوجائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہوجائیں گی۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔''

اس زبردست اور کھلی کھلی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار ہر ایک سمجھدار انسان کو کرنا پڑے گا۔ جس نے سسلی اور اٹلی کے زلزلہ اور ان دوسری آفات ارضی وسماوی کا حال پڑھا ہے۔ جنہوں نے آباد شہروں کو چشم زدن میں ویرانہ کردیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کشف نے یہی نقشہ بعینہ برسوں پہلے کھینچ دیا تھا جسے ہم آج جسمانی آنکھوں سے اخباروں میں مطالعہ کرلیتے ہیں۔ ... الفاظ میں کہ مصنوعی خدا تمہیں نہیں بچا سکتا یہ اشارہ تھا کہ اس زلزلہ عظیمہ کا نظارگاہ وہ ملک ہوگا جہاں اس مصنوعی خدا کا خلیفہ اب تک حکومت کررہا ہے اور ایسا ہی جزائر کے رہنے والوں کو خصوصیت سے مخاطب کیا گیا ہے کہ کیوں کہ سسلی بھی ایک جزیرہ ہے۔ پھر ہندوستان کو مخاطب کرکے فرمایا ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔'' سو نوحؑ کا زمانہ تو حیدرآباد کے طوفان میں لوگوں نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ بھی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا دکھا دیگا۔ (ریویو آف ریلی جنز، بابت جنوری ۱۹۰۹ء)

جواب: قادیانی دجل کی قلعی کھولنے میں اہلحدیث کو جو خداداد ملکہ ہے وہ ناظرین

اہلحدیث وغیرہ سے مخفی نہیں پس ناظرین عموما اور مرزائی دوست خصوصا بغور جواب سنیں۔

عبارت مذکورہ بالا میں ایڈیٹر ریویو نے جن جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں مناسب ہے کہ پہلے ہم اُنہی کی عبارات نقل کریں اوس کے بعد اس پیشگوئی کی جانچ پڑتال کریں گے۔

مرزا قادیانی آنجہانی اپنی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھتے ہیں کہ:

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔''

اس حوالہ سے معلوم ہو کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنی معمولی دیانت سے بعض الفاظ عبارت مذکورہ کے ایسے ہضم کئے ہیں جن پر بحث کا مدار ہے یعنی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عبارت کے لکھنے سے پہلے یورپ اور امریکہ میں زلزلے آچکے ہیں اور خوفناک زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ایشیا میں آنے والا ہے چنانچہ مرزا صاحب کے اُن الفاظ پر جن سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہے ہم نے خط دے دیا ہے ناظرین بغور پڑھیں۔

گو اتنے ہی سے ایڈیٹر مذکور کی کافی تکذیب ہوسکتی ہے مگر ہم اس دلالت النص پر قناعت نہیں کریں گے بلکہ عبارت النص سے ایڈیٹر مذکور کی تکذیب دکھاویں گے۔

دوسرا حوالہ اڈیٹر نے رسالہ الوصیت کا دیا ہے اس رسالہ میں مرزا کے الفاظ یہ ہیں کہ:

آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا (خدا نے) مجھے خبر دی اور فرمایا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' اس لیے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راست باز اس سے امن میں ہیں۔ (ص:۴)

اس کلام ضلالت التیام میں مرزا نے جو شدید زلزلہ کی بابت پیشگوئی کی ہے اس کی بنا صرف ایک الہام پر ہے جس کے الفاظ بھی خود بتلائے ہیں کہ ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔'' پس ناظرین اسے خوب یاد رکھیں اور آگے چلیں الہامات کی تفسیرات اور توضیحات اگر مختلف ہوں تو اُس موقعہ کیلئے مرزا صاحب کا ایک عام اصول ہے جو اُنہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے کہ:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ (تتمۃ حقیقت الوحی، ص:۷)

پس اس اصول عامہ کو ناظرین ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل ہمارا اقتباس سنیں:

مرزا صاحب نے ایک اشتہار ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو دیا تھا جس کے شروع میں آپ لکھتے ہیں:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ رفروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا یہ وہی زلزلہ تھا جس کی بابت خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں فرمایا تھا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' چنانچہ میں نے یہ پیشگوئی رسال الوصیت کے صفحہ ۳-۴-۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کردی تھی سو الحمدللہ کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں زلزلہ آیا۔''

الحمدللہ کہ یہ عبارت باآواز دہل ایڈیٹر مذکور کی تکذیب کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ مرزا کی جس پیشگوئی کو ایڈیٹر ریویو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ پر چسپاں کرکے مرزا کی میرزائی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ''پیران نمی پرند ومریداں ہمے پرانند'' کی مصداق ہے۔ مرزا صاحب آنجہانی آج سے بہت پہلے اوسی پیشگوئی کو ۲۸ رفروری ۱۹۰۶ء والے زلزلہ پر چسپاں کرچکے ہیں جو بوجہ ایک معمولی زلزلہ ہونے کے کسی کو یاد بھی نہیں۔

پس اب بحث کا مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا کی اس پیشگوئی کو اٹلی وغیرہ کے زلزلوں پر چسپاں کرنا پیشگوئی کے الفاظ ہی کے برخلاف نہیں بلکہ خود مرزا آنجہانی کی تصریح کے بھی مخالف ہے۔ علاوہ اس کے ایک وجہ تکذیب کی ہنوز اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں بہار کے دنوں میں خدا کی باتیں پوری ہونے کا ذکر ہے لیکن اٹلی میں زلزلہ ۲۸ دسمبر کو آیا ہے جو سخت سردیوں کا موسم ہے۔ موسم بہار مارچ سے شروع ہوتا ہے اس کی مفصل تحقیق مرقع قادیانی نمبر ا جلد ۲ میں ہم کرچکے ہیں۔

لطیفہ۔ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ صرف اتنے ہی ہیں کہ

''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی''

اس میں نہ تو زلزلہ کا نام ہے نہ اُس کی کیفیت ہے کہ شدید ہوگا یا ضعیف بلکہ اپنی گولائی کی وجہ سے بالکل اوس بوتل کی طرح ہے جو بے.... عطار بیماریوں میں رکھا کرتے ہیں جس میں سے ہر ایک قسم کے شربت جو کسی کو چاہئے نکال دیا کرتے ہیں اوسی طرح مرزا کی یہ پیشگوئی گول مول ہے جو اپنی گولائی کی وجہ سے ہر طرف لگ سکتی تاہم مرزا اور مرزائی اتنا اتراتے ہیں کہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن حضرت مسیح سلام اللہ علیہ پیشگوئی کی تھی کہ لڑائیاں ہوں گی اور زلزلے آئیں گے تو دجال قادیانی نے ''ازالہ اوہام اور ضمیمہ انجام آتھم'' میں اُن پر مسخری اور استہزا کیا تھا کہ یہ کیا پیشگوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے لڑائیاں ہوں گی کیا دنیا میں زلزلے آیا نہیں کرتے کیا لڑائیاں نہیں ہوا کرتیں۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا (بشرطیکہ قادیانی جال میں پھنس کر انصاف کا مادہ تم میں بالکل زائل نہو گیا ہو) کہ حضرت مسیح کی پیشگوئی زلزلوں کی بابت صاف الفاظ میں ہے یا مرزا کی پھر یہ بھی بتلانا کہ جو اعتراض صاف کلام پر ہوسکتا ہے مجمل اور گول پر اوس سے ہیں زیادہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔مگر اس کے سمجھنے کو دل ودماغ چاہئے جس کی تم لوگوں میں کمی ہے۔

شکریہ۔ الحمد للہ کہ مرزا صاحب کا اور ہمارا گو آج سے پیشتر بھی کئی ایک بار فیصلہ ہوا یہاں تک کہ آخری تحریر میں تو مرزا صاحب نے ہم کو بالکل فتحیاب قرار دیا جس کے لیے ہم اُن کے شکر گذار ہیں لیکن ان سے بڑھ کر اُن کے پس ماندگان خصوصا قابل ایڈیٹر ریویو کے شکر گذار ہیں جنہوں نے پیشگوئی مذکور کو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ عظیمہ پر چسپاں کر کے گویا ہم کو راست باز اور متقی تسلیم کیا کیوں کہ مرزا صاحب کی اُس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ:

شدید زلزلہ آنا ضروری ہے لیکن راستباز اُس سے امن میں ہیں سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔(الوصیت،ص:۴)

اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ ہم مخالفین مرزا پر جو یہ زلزلہ نہیں آیا بلکہ اٹلی میں آیا ہے اور ہم امن میں سے رہیں تو ہم راستباز اور متقی ہیں۔کیا خوب ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

لیکن ایک افسوس ہے کہ ہم مسلمان مخالفوں کے ساتھ مرزا صاحب کے جانشینوں نے آریوں، عیسائیوں اور دیگر مخالفین اسلام قوموں کو بھی راستباز اور تقویٰ شعار گویا تسلیم کر لیا کیوں کہ وہ بھی اس زلزلے سے امن میں رہے ہیں دونوں فرقوں کو خوش کرنے کی اچھی ٹھرائی۔کیا سچ ہے۔

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(جلد ۶۔نمبر ۱۴۔۱۳ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۰۹ء ص:۴ تا ۶)

قادیانی باسی کڑہی میں اُبال

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب آنجہانی تو گذر گئے جس کا ہمیں بھی افسوس ہے کہ نامراد گذرے اب اُن

کے جانشین مذبوحی حرکات سے اُن کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں لیکن دانا جانتے ہیں کہ

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلّۂ خود باید زد۔"

ایک زمانہ تھا کہ مرزا صاحب نے جب میرے ساتھ بردبازی کی شرط لگائی تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرا، تو میں جھوٹا۔ اُنہی ایاّم میں بماہ مئی ۱۹۰۷ء میرے بازو میں عصبی درد کسی قدر شدت سے ہوا جس کی شہرت عام طور پر شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ مرزائیوں کو کچھ اور بھی اُمیدیں ہوئیں۔ ہمارے محلّہ کے چودھری میاں رحیم شاہ کا بیان ہے کہ ایک روز صبح سویرے چار مرزائی (ڈاکٹر عباداللہ، امیر بخش دلال وغیرہ) میرے مکان پر آئے اور مجھ کو نیند سے اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے مولوی ثناء اللہ مر گیا تم اس کی تحقیق کردو۔ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ میں نے انُ سے کہا اگر ایسی بات ہوتی تو ہم سوئے نہ رہتے، تم کیا کہتے ہو۔ لیکن اُن کے اصرار کرنے پر ہم سب مولوی ثناء اللہ کے مکان کے پاس آنکر کان لگایا تو آہ وبکا کی کوئی آواز نہ سنائی دی جس سے سب طرح کی خیرت معلوم ہوئی اس پر میں (چودھری) نے اُن کو ڈانٹا اور شرمندہ کیا۔

ناظرین اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مرزا کی زندگی مرزا کے مرید بحکم ؎

شور بختاں بآرزو خواہند   مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

مرزا کی دعا کے مطابق اس فیصلے کے کہاں تک منتظر تھے آخر پھر کیا ہوا یہ کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر   کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

اب چاہئے تو یہ تھا کہ سب مرزائی نہیں تو کم سے کم وہی جو میری موت کی خوشخبری حاصل کرنے کو آرہے تھے وہی قادیانی جال سے نکل آتے مگر نہیں نکلے کیوں کہ ان کو قادیانی انجن سے بھاپ برابر پہونچائی جارہی ہے۔ چنانچہ ۴ فروری کے بدر میں مرزا آنجہانی کے بیٹے برخودار مرزا بشیر الدین محمود احمد کی طرف سے ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے "تازہ نشان" اس میں برخوردار مذکور نے مرزا صاحب کا ایک الہام لکھا ہے:

"تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد"

اس الہام کو شاہ ایران پر چسپاں کیا ہے کیوں کہ آج کل ایران میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور شاہ میں جنگ ہورہی ہے جس سے شاہ ایران سخت ضیق میں ہے، پس مرزا کا مذکورہ الہام صحیح ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ مرزائی لوگ اب کن طفل تسلیوں سے کام لے رہے ہیں خیر ہم اس بحث کو صاف کرنے کیلئے برخوردار موصوف اور اُنکے حوالی موالی سے پوچھتے ہیں کہ وہ ہم کو بتلادیں کہ مرزا آنجہانی

کا یہ الہام سب سے پہلے کب شائع ہوا تھا اور کس کتاب یا اخبار میں درج ہے۔ پھر جواب دیں گے۔

عام اطلاع: آج کل مرزائیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ بات بات میں مرزا کے الہامات نکالتے ہیں ہم اپنے احباب کو نیز مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جس الہام کا نام لیا کریں وہ تاریخ اور کتاب یا اخبار کا نام، جس میں الہام پیش کردہ سب سے پہلے درج ہوا ہو، مع صفحہ بتلایا کریں۔ ورنہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶، نمبر ۱۶۔ مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ ۱۹ فروری ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

مرزا قادیانی یادش بخیر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آہ! ابھی کل کا ذکر ہے کہ ہم اپنے قلم سے اس نام کے بزرگ کو مخاطب کے صیغے سے بلایا کرتے تھے آج یہ دن ہے کہ ہم اُن کی عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ سچ ہے ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور — اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

ہم کیوں ایسے مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں؟ اس لیے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی طرح موت کو بھی بازیچہ طفلاں بنایا اور ملا دو پیازہ کی طرح وعدہ کیا تھا کہ میں مرا پڑا ابھی ہنساؤں گا آہ ؎

زسر تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا این ست

مرزا نے اپنی زندگی کی بابت پیشگوئی کی تھی کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ: میں تجھے اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص: ۱۳)

اب جو مرے تو محققین کو آپ کی عمر کی تفتیش ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اہل حدیث کی روش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ مخالف کی تردید میں حتی المقدور نصوص بینہ سے کام لیتا ہے نہ کہ استنباطات اور قیاسات سے چنانچہ یہ روش ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہ ہوگی اس لیے مرزا کی عمر کی تحقیق خود مرزا کی تحریری اقبالات سے جو ثابت ہوئی ہے وہ ظاہر کر دی تھی کہ حسب بیان مرزا صاحب اُن کی عمر پینسٹھ سال چار ماہ کی ہوئی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کا اپنا اقبال ہے کہ:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر (چودھویں) صدی (ہجری) کا سر بھی آپہونچا تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ (تریاق القلوب، ص: ۶۸)

اس صاف اقرار سے نتیجہ صاف تھا کہ مرزا ماہ موت (ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ) کو پورے پینسٹھ سال چار ماہ کی عمر میں پہنچے تھے وہ بھی قمری حساب سے شمسی سے اور بھی کم۔ حالانکہ الہام ۸۰ سال کا تھا۔ اس صاف اور صریح فیصلے کے مقابل مرزائیوں نے کیا کوشش کی؟ وہی جو مثل مشہور ہے ''مرتا کیا نہیں کرتا'' چنانچہ ۴ فروری کے بدر اور الحکم قادیان میں ایک مضمون کسی دہلوی مرزائی کی طرف سے نکلا (جس کا مجمل جواب گذشتہ اہلحدیث میں شیخ عبدالعزیز امرتسری کی طرف سے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا) نامہ نگار مذکور نے اپنے پیرو مرشد کی اتباع سنت میں بہت سی گالیاں اور بدزبانیاں سنا کر لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ بابت ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے لہذا ۱۹۰۸ء میں اُنکی عمر ۷۹ سال کی ہوگی جو الہام کے مطابق ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ جس بزرگ کی شہادت سے اتنا بڑا معرکہ کا مسئلہ ثابت کرنا چاہا ہے اُس کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ:

اس (محمد حسین) کے قلم نے سواء حق کی مخالفت کے الا ماشاء اللہ کوئی حرف نہیں لکھا۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا ہماری طرف تو خود بدولت مرزا صاحب، جو صاحب الہام ہونے کے علاوہ بقول تمہارے مسیح موعود مہدی مسعود بلکہ ابن اللہ بھی تھے جن کے شہادت پر شک کرنے سے تم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو، اور تم نے جو گواہ پیش کیا ہے خود ہی اُس پر جرح کر کے مقدمہ جیتنے کی توقع رکھتے ہو، تو عقل کے دشمن ہو یا دوست۔

مرزائیو! کیا تم میں کوئی قانونی مشیر نہیں جو تم کو سمجھاوے کہ جس گواہ کو تم پیش کرو اس کی توثیق اور اعتبار اس طرح نہیں کیا کرتے کہ اُس نے کبھی سچ نہیں کہا۔ اس اپنی لیاقت پر متنبہ ہو کر سنو!

ہم نے جب یہ مضمون دیکھا تو دفتر ہذا سے مولانا بٹالوی کی خدمت میں ایک خط بھیجا گیا کہ آپ نے جو مرزا کی عمر ۱۸۹۲ء کی جلد میں تریسٹھ سال کی لکھی ہے اس کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے۔ کیا اپنے علم سے لکھی ہے یا محض سُنی سنائی۔ اس کا جواب جو آیا وہ بعینہ درج ذیل ہے:

وعلیکم السلام۔ میں مرزا کا پروہت نہ تھا کہ اُس کی جنم پتری لکھتا۔ اور اُس سے دیکھ کر اس کی عمر تریسٹھ بتاتا۔ موالید و وفیات کا رجسٹرار نہ تھا کہ رجسٹر پیدائش سے تاریخ وعمر لکھتا۔ میں نے تو صرف ظن و تخمین سے اسکی ڈاڑھی دیکھ کر یہ عمر اس کی قرار دی تھی اور یہ بھی لائق لحاظ ہے کہ اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۰ء سے لیٹ چلا آتا ہے ۱۸۹۲ء کا رسالہ (جس میں مرزا کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے) معلوم نہیں کس سنہ میں نکلا تھا۔ جو تاریخ اس جلد پر لکھی ہے تاریخ طبع اشاعت نہیں بلکہ وہ بابت سال ۱۸۹۲ء ہے۔'' ابوسعید محمد حسین از بٹالہ ۷ر فروری

اس خط کے اخیر فقرے کی تحقیق جو ہم نے کی تو مولانا کا فرمانا بہت صحیح پایا کیوں کہ جو جلد اشاعۃ السنہ ۱۸۹۲ء کو شائع ہوئی جس سے نامہ نگار مذکور نے سند لی ہے اُس کی اندرونی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکور ۱۸۹۲ء میں نہیں نکلی تھی بلکہ بہت پیچھے نکلی، کیوں کہ مرزا کی کتاب وساوس جس کا یہ جواب ہے ۱۸۹۳ء میں نکلی تھی، نیز اُس کے صفحہ ۲۰۵ء پر اپریل ۱۸۹۳ء کی ایک تحریر کا ذکر ہے اور صفحہ ۲۸۶ پر حامد شاہ سیالکوٹی کا ایک خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ء درج ہے۔ اور صفحہ ۲۹۹ پر ایک اور خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ درج ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک اندرونی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکورہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی بلکہ بہت پیچھے ہوئی ہے۔ بھلا ۱۸۹۲ء میں شائع ہوتی تو ۱۸۹۳ء کا جواب اور ۱۸۹۴ء کے واقعات اُس میں کیوں کر ہوتے۔ پس مرزائی نامہ نگار خود ہی غور کرے کہ اُس کی شہادت کیسی کمزور ہے۔ بخلاف اس کے ہماری شہادت ایک تو صاف لفظوں میں ہے دویم شاہد معتبر ہے۔ سوئم بحکم یوخذ المرء باقرارہ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) حجت قطعی ہے۔ اور تمہارا گواہ ایک تو بقول تمہارے حق کا مخالف دویم اپنی شہادت کی بنا اٹکل پر بتلاتا ہے سوئم اس کی شہادت پھر بھی تمہارے لیے کافی نہیں کیوں کہ جس تحریر میں اُس کی شہادت ہے اُس کی تاریخ اشاعت ٹھیک معلوم نہیں گو اتنا یقیناً معلوم ہے کہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی۔

مرزائیو! بتلاؤ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہم سے پوچھو تو سنو!

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۲۷ھ۔ ۵ مارچ ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

ایک تعبیر طلب خواب

جناب مولا بخش کشتہ امرتسری لکھتے ہیں:

آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ یعقوب علی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان دفتر اہل حدیث کو جا رہے ہیں۔ میں یہ عجوبہ خیال کر کے کہ شیخ صاحب کیوں اپنے حریف کے مکان پر جا رہے ہیں، دفتر اہلحدیث میں پہونچا، دفتر میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ اور خواجہ حبیب اللہ سوداگر جو مولانا صاحب کے دوست ہیں تشریف فرما تھے۔

مولوی صاحب سے شیخ صاحب کی کچھ گفتگو ہوئی۔ قرآن سے پایا جاتا تھا۔ کہ شیخ صاحب قادیانی خیالات سے تائب ہو کر مولوی صاحب کے زیر سایہ رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے شیخ صاحب

سے کہا کہ آپ کے اخبار کے مضامین جو آج کل شائع ہوتے ہیں۔ وہ پھیکے پھیکے کیوں ہیں؟ اور اُن کے پڑھنے سے بجائے اطمینان وسرور کے دل کو بدمزگی کیوں ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ پہلے مضامین میں جو لکھا کرتا تھا وہ مرزا غلام احمد صاحب کے عشق والفت میں ڈوبے ہوتے تھے۔ اب کچھ عرصہ سے میری ضمیر ان کی سچائی پر شہادت نہیں دیتی اور جو کچھ میں لکھتا ہوں اپنی کانشنس (ضمیر) پر جبر کر کے لکھتا ہوں۔ میں نے کہا کیا یہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا کچھ اثر ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آپ کا ارادہ اب امرتسر جانے کا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! اب میں قادیانی خیالات سے چونکہ مطابقت نہیں رکھتا اس لیے میرا مصمم ارادہ ہے کہ مولانا صاحب کے پاس آجاؤں۔

میں اس بات پر غور کررہا ہوں کہ جب میں قادیان سے اٹھوں گا تو وہاں لوگ (مرزا صاحب کے مریدوں میں سے) مجھے کچھ مالی نقصان پہنچائیں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مالی خسارہ بھی نہو۔ اور میں امرتسر میں بھی آجاؤں۔ میں نے کہا تو آپ اعلان کردیجئے کہ الحکم اب امرتسر سے نکلا کرے گا پھر مولانا صاحب سے کچھ گفتگو ہوئی۔

پھر میں جاگ اٹھا۔ میں نے دل میں کہا کہ عجیب خواب ہے۔ مجھے کبھی اس معاملہ کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔ چند منٹ جاگتا رہا۔ پھر سو گیا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہی صاحب دفتر اہلحدیث میں ہیں۔ خواجہ حبیب اللہ نے کہا شیخ صاحب آپ کھلے طور پر کیوں نہیں آجاتے، اُنہوں نے کہا آپ اس معاملہ کو نہیں سمجھے مجھے اس طرح آنے سے کچھ (مالی نقصان کو مدنظر رکھ کر) تامل ہے۔ میں نے مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کردیا ہے۔ ایک بات اور دیکھنے میں آئی کہ ایسا معلوم ہوا کہ شیخ صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب سے تفسیر پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا شیخ صاحب مولوی نورالدین صاحب ایک علامہ شخص ہیں آپ اُن سے کیوں نہیں پڑھتے۔ انہوں نے جواب میں کہا بھائی وہاں تشفی نہیں ہوتی۔ پھر شیخ صاحب اُٹھ کر آگئے اور میں بھی چلا آیا۔ مگر شیخ صاحب یہ کہہ آئے کہ میں آپ کو جلدی پتہ دوں گا۔ آپ میرے لیے مکان کا بندوبست کریں۔ فقط

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

احقر العباد مولابخش کشتہ امرتسری۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶ ۔ نمبر ۲۲ ۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص: ۹)

قادیانی مشن اور ہم

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے دوست خیال کرتے ہوں گے کہ کئی دنوں سے قادیانی مشن کی طرف توجہ نہیں کیا وہ مرمٹ گئے یا ہدایت پر آگئے۔ سو ایسے دوستوں کو واضح ہو کہ نہ وہ مرمٹ گئے نہ ہدایت پر آگئے بلکہ ابھی تک اپنی معمولی ڈھٹائی پر کسی قدر قائم رہ کر دوسری طاقت کے منتظر ہیں جو اُن کے سابق مہدی مسیح اور کرشن جی نے اون کو بتلائی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ پہلی طاقت نے ہم کو کیا عزت دی اور کون سے اعلیٰ معراج پر پہونچایا جو دوسری طاقت ہم کو اُس سے اوپر لے جاوگی۔ ''قیاس کن زگلستاں من بہار مرا۔'' آخر اول طاقت کا معراج یہی تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ مجھ سے (مرزا سے) پہلے نہ مریں تو مرزا جھوٹا ثابت ہوگا۔ جو اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں یہ دوسری بات ہے کہ قادیانی محاورے میں سوا مرزائیوں کے دوسرا شخص زندہ نہیں۔ بعض مخبوط الحواس تو یہاں تک کہتے سُنے گئے ہیں کہ ہمارے حضرت اقدس نے پیشگوئی کی تھی۔ ''زلزلہ در گور نظامی فگند۔'' نظامی سے مراد حضور نظام حیدر آباد ہیں اور گور سے مراد ان کا دارالخلافہ ہے، کیوں کہ حیدر آبادی بے دین ہیں، لہذا اُن کا شہر گویا اُن کی قبر ہے۔ پس ہمارے اعلیٰ حضرت کی پیشگوئی کے معنی یہ ہوئے کہ حیدر آباد میں طوفان آئے گا۔ سبحان اللہ! پھر بھی مخالف لوگ نہیں مانتے۔ سچ تو ہے کہ شعر مندرجہ ذیل آپ ہی کے حق میں نازل ہوا ہے ؎

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج　　　بات وہ کہہ کر نکلتے رہیں پہلو دونوں

خیر یہ تو ان کی ایک اصطلاح ہے کہ زندوں کو بھی مردہ جانیں پڑے جائیں ان کا اختیار ہے۔ لیکن اتنا مانتے ہیں کہ جس وقت پیشگوئی ہوئی تھی اُس وقت بھی یہ دو شخص مخالف تھے پس اگر موت سے مراد روحانی موت ہوتی تو بقول تمہارے دونوں اُس وقت بھی مردہ تھے پھر پیشگوئی سے کیا مطلب ہوا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۲۸۔ مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء ص:۳)

مرزائی مشن کے متعلق مکالمہ

مرزا محمد امیر بیگ، پٹی ضلع لاہور سے لکھتے ہیں:

اما بعد از جانب محمد امیر بیگ پٹی بنام مولوی محمد صادق صاحب قادیانی دام محبتہ

پس از سلام وعلیکم متقدمہ خدمت ہوں کہ بجواب عالی نامہ آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ معروضات راقم پر توجہ فرما کر جواب باصواب سے معزز فرماویں گے۔ غالبا آپ کی توجہات وہمدردی سے شبہات رفع ہو جاویں گے۔ زیادہ سلام۔

قول نمبر (۱) مولوی صاحب: میں نے عرض کی تھی کہ آپ خود تشریف لاتے بلکہ چند اور فہیم آدمیوں کو ساتھ لاتے جو حق کی تلاش میں ہوں سب باتوں کا جواب عرض ہو سکتا تھا مگر آپ نے پسند نہ فرمایا۔

عرض نمبر (۱) از جانب محمد امیر بیگ۔ جناب من آپ کے آنے سے پیشتر ایک متقی شخص امام دین نامی مرزا غلام حیدر بیگ کی خدمت میں جن کا دعویٰ ملہم ہونے کا تھا اور بلکہ بحوالہ الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء قابل خطاب بنی تھی معہ رسالہ آئینہ صداقت حاضر ہوا تھا اور صفحہ ۵۲ کو مع براہان احمدیہ پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یا عیسیٰ انّی متوفّیك کے نیچے یہ کلمات نہیں ہیں کہ موت طبعی سے ماردیگا۔ کلمہ وفات موت طبعی وغیر طبعی پر بھی بولا جاتا ہے ہم کو یہ کلمات جیسا آئینہ صداقت والا کہتا ہے براہان احمدیہ میں دکھایا جاوے اور الہام واللّٰہ یعصمك من النّاس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی شرارت سے بچایا جاویگا، اللہ کے عذاب اور آفت اور وبا سے بچنے کے لیے اس سے نہیں نکلتا، رسالہ والہ کا دعویٰ ٹھیک نہیں ہے، اگر کسی دوسرے موقعہ پر یہ کلمات براہان احمدیہ میں درج ہیں اُس کا پتہ نمبر صفحہ بتلایا جاوے ہم دیکھ لیویں گے، مرزا صاحب نے سختی سے جواب دیا تھا اس نے بھی اس کی مثیل مرزا کردیا تھا مرزا صاحب کو برداشت کہاں تھی آخر الامر وہ بیچارہ اُن کی ذریت کے ہاتھ سے مضروب ہو کر خاموش رہا اس حرکت ناشائستہ سے باشندگان قصبہ نہایت ناراض ہوئے تھے اسی وجہ سے میرے ہمراہ کسی نے آپ کے پاس آنا پسند نہ کیا، میں نے مجبور ہو کر آپ پیغام دعوت دیا تھا اس تقریب پر اگر آپ میرے مکان تشریف لاتے تو اکثر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے اور آپ کی خدمت جان ومال سے کردیتے خواہ آپ کے کیسا ہی خیالات موافق یا مخالف ہوتے۔ آپ نے میرے معروض پر کچھ توجہ نہ فرمائی بلکہ طنزاً الزام رشوت خور تحریر فرمایا جو آپ کی شان سے بعید تھا۔

نمبر۲۔ مرزا غلام حیدر بیگ تو فوت ہوگئے وہ بہت ہی نیک آدمی تھے اُن کی اولاد کو بھی میں نے بانماز اور باغیرت متعلق دینی پایا ہے۔

جواب۔ مرزا (غلام حیدر) صاحب نے مجھ کو بذریعہ تحریر خود اطلاع (دی) ہوئی ہے کہ میں ملہم ہوں، آپ اتفاقیہ تشریف لائے تھے آپ کو دکھلانے کے لیے نماز پڑھ لی گئی ہوگی۔ مرزا (غلام حیدر) صاحب کی وفات کے بعد کل رسوم جو مخالفین کیا کرتے ہیں عمدہ طور سے اُنہوں نے ادا کیا ہے جو سراسر مخالف اسلام ہیں آپ ان کو غیرت مند دین ایک ہی شب میں جان گئے ہیں اور ہم تو رات دن ان کے حالات سے بخوبی ماہر ہیں کہ وہ قواعد اسلام و شرائط بیعت مرزا صاحب کو پس پشت ڈال رہے ہیں، اگر یہ غیرتمندی ہے تو بس اسلام کو سلام ہے۔ مرزا صاحب متوفی کو ہمدردی سے بہت ہی ضد تھی ان کی طبعیت ضد اور حسد سے پاک نہ تھی۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک نمبردار پر نالش جھوٹی کردی کہ یہ لائق نمبرداری کے نہیں ہے ہم کو ملجاوے۔ عدالت سے یہ نالش بوجہ بے اصل ہونے کے خارج ہوگئی۔ یہ تمثیل سنداً آپ کو ان کے خیالات کی بتلائی گئی ہے ذریت کا چال چلن فقرہ نمبر۱ سے تصدیق ہوسکتا ہے زیادہ تشریح ضروری نہیں ہے۔ اور صفحہ ۹۶ آئینہ صداقت پر درج ہے کیا اس باہمی اخوۃ اور محبت کو چھوڑ دیویں جو آپ کی طفیل ہمارے درمیان پیدا ہوگئی ہے اس مضمون سے امید تھی کہ کل جماعت احمدی میں مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم سے ایسا اثر پیدا ہوگیا ہوگا مگر جب آپ تشریف لائے تو بعض احمدی آپ کی خبر پا کر عمداً گھر سے غیر حاضر ہوگئے تاکہ طلبی چندہ سے بچ جاویں تاروانگی آپ کے گھر میں واپس نہیں آئے تھے۔ اس تازہ واقعہ سے زیادہ اطمینان ہوگیا ہے کہ یہ دعویٰ مصنف صاحب رسالہ آئینہ صداقت زبانی ہے عملی نہیں۔

نمبر۳ مولوی صاحب۔ جن امور کی طرف اشارہ کرکے آپ نے مجھے مرزا غلام حیدر بیگ کے مکان پر ٹھہرنے سے منع کرتے ہیں کچھ زیادہ یہاں کے بعض لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ کی اندوختہ زمانہ ملازمت کے مکدرات کے چہ میگوئیاں کرتے ہیں تب بھی آپ کی نسبت ان کو غنیمت سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ غداری اور بغاوت کے اس بڑے گناہ سے بچے ہوئے ہیں انہوں نے خدا کو مامور کو مان لیا۔''

جواب نمبر۳۔ بیشک زبان سے مان لیا اور عمل سے تکذیب کی اور چہ میگوئیاں سے کوئی فرد بشر بزرگ و یا حکیم ہو محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ آپ تصدیق حصول مال حرام ہوچکی ہے تو یہ آپ کس واسطے مجھ کو ہدایت خریداری البدر اب فرماتے ہیں۔ کیا وہ رقم آپ کے ہاتھ میں پہونچ کر پاکیزہ ہوجاوے گی۔

علاوہ اس کے یہ بات ظاہر کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے راقم کو ایسی حرکات ناجائز سے بچا رکھا ہے کیوں کہ جب کسی موقعہ پر کسی زمیندار نے اپنے رواج پر راقم کو کسی رقم کے دینے کے لیے مجبور کیا وہ زمیندار معہ رقم کے بذریعۂ درخواست راقم عدالت میں پیش ہوا اور وہ رقم خزانہ سرکار میں ضبط ہوکر جمع ہوگئی اگر آپ کی تسلی نہووے تو ایسے مقدمات کی نقل ان اضلاع سے جہاں میں رہ چکا ہوں لے کر اطمینان کرسکتے ہیں چہ میگوئیاں کرنے والے میرے ایام ملازمت ۳۷ سالہ میں اُن اضلاع میں نہیں گئے جو میرے حالات اور برتاؤ سے واقف ہوتے عام طور پر چہ میگوئیاں کرنی محض فضول ہیں آپ اگر اُن سے کوئی سند خاص طور پر طلب فرماتے تو وہ منکر ہوجاتے۔

نمبر۴ مولوی صاحب: جو خدا کے مامور کا انکار کرتے ہیں خدا ان پر سخت ناراض ہے کیونکہ اُنہوں نے خدا کے فرستادہ کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں گرائے جائینگے سخت گرم بھی ہے جس سے بدن جھلس جاوینگے اس سے ڈرنا چاہئے غرض اس سلسلہ کے مخالف جس گنہ کے مرتکب ہوئے ہیں وہ سخت گنہ ہے۔''

جواب نمبر۴۔ مرزا (غلام احمد) صاحب آپ کے اس اصول بیان کردہ کے مخالف ہیں کیوں کہ وہ ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی مسلمان جہنمی اور کافر نہیں ہوجاتا اور مولوی نورالدین صاحب بحوالہ الحکم مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۴ء میں شائع کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جو کہ ضد اور تعصب سے تو پاک ہے اور سچی ارادت سے حق کا طالب ہے اور اس لیے کسی کو متقی مان کر اُس کی تقلید سے وہ حضرت امام علیہ السلام کا منکر ہے تو میرے نزدیک معذور ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس پر حقیقت کو واضح نکردے۔اور اخبار بدر مورخہ ۱۲؍فروری ۱۹۰۹ء میں ایک تازہ فیصلہ من جانب نورالدین صاحب درج ہے کہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے میں پوچھا کہ آپ اسے کیا سمجھتے ہیں؟ میں نے کہا نیک ہے بزرگ ہے۔اس کے بعد اُس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تو مرزا صاحب کا مخالف ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہو، آدم کی خلافت پر اوسکے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں۔ پس اون فیصلہ جات سے آپ کا سب دعویٰ باطل ہے اور مامور من اللہ قادیان کے مخالفت سے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا پس مرزا صاحب کی بغاوت اور غداری سے وہ قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔اور سزا جسمانی کے متعلق مرزا صاحب ازالہ صفحہ نمبر ۳۵ میں لکھتے ہیں ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا۔ اور صفحہ ۳۶۴ میں تحریر ہے کہ روحانی طور پر لوگ میدان حساب میں بھی ہوں گے اور بہشت میں بھی پس آپ کا وہ قول کہ بدن جھلس جاویں گے باطل ہوا اور راقم ایک عرصہ تک ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر رہا ہے جس کے اتقاء کی نسبت مرزا صاحب کو بھی

بہت بڑا اعتراف ہے اُس کا ثبوت فقرہ ذیل سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

خط بنام مولوی احمد اللہ صاحب امرتسر مندرجہ الحکم ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء

محض مصلحت دینی کی وجہ سے آنمکرم کو تکلیف دیتا ہوں کیوں کہ دیکھتا ہوں کہ تقویٰ جو رأس الخیرات ہے آن مکرم میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک امر دینی اور فہم اور فراست اور درایت کا تقوی پر موقوف ہے۔ فقط

پس مامور من اللہ کے منکروں کیلیے فیصلہ جات مذکورہ صدر کافی ہیں اور آپ کی دلائل سب باطل ہیں۔

نمبر ۵ مولوی صاحب: یہ ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کے تمام سوالات فروعی ہیں اور اصولی رنگ میں آپ نے کوئی امر پیش نہیں کیا۔''

جواب نمبر ۵۔ مرزا صاحب کسی اصول پر قائم نہیں رہتے اس واسطے اُن پر اعتراضات بذریعہ اخبار واشتہار شائع ہوتے رہے ہیں اور درخت پھل اپنے سے پہچانا جاتا ہے اور پھل فروع نہیں ہوتے ہیں نہ کہ اصول میں اس واسطے چند امور فروعی طور پر پیش ہوئے ہیں نظیراً آپ کا خیال اور مرزا صاحب ونورالدین کے خیالات کا اندازہ فقرہ نمبر ۴ سے ہویدا ہے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

نمبر ۶ مولوی صاحب۔ ہمارا اُن کو نبی ماننا سوا ان معنوں میں سے نہیں جو آپ سمجھتے ہیں اس کی تشریح بارہا ہو چکی۔''

جواب نمبر ۶۔ جن معنوں سے آپ نے اُن کو نبی سمجھا ہوا ہے اُن معنونکی تردید بھی بارہا اخبارات میں ہو چکی ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اور شیخ محمد معصوم صاحب اپنی مکاتب میں لکھتے ہیں:

دو از حصول کمالات نبوۃ بعض افراد امت را بطریق تبعیت ووراثت لازم نمی آید کہ آن نبی باشد ویا مساواۃ با نبی پیدا کند چہ حصول کمالات دیگر است وحصول منصب نبوت دیگر است۔''

پس یہی قول شیخ صاحب آپ کیلئے کافی ہوگی آپ کے معنوں سے مرزا کو بعض انبیاء سے افضل نہ جانے اور نہ اُس کو نبی مانے اور ذو معنی الفاظ سے بہ تعمیل لاتقولوا راعنا پر عمل فرماویں۔

نمبر ۷۔ مولوی صاحب: لفظ بروز کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں یہ درست نہیں ہیں۔''

جواب نمبر ۷۔ بروز کے معنی ظاہر ہونا اور باہر نکلنا۔ دیکھو منتخب اللغات اور قرآن شریف میں

(۱) برزوا للّٰہ الواحد القھّار (۲) برزوا للّٰہ جمعیا (۳) یوم ھم بارزون لایخفیٰ علی اللّٰہ (٤) ولما برزو لجالوت (٥) قل لو کنتم فی بیوتکم لبرزوا

الذين كتب عليهم القتل (٦) فاذا برزوا من عندك

اس سے ثابت ہوا کہ احکم الحاکمین کے نزدیک بروز اس کو کہتے ہیں جو جسم چھپ گیا تھا وہی آشکارا ہوجاوے اوجھل جسم سامنے آجاوے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا اطلاق ایک ایسے غیر شخص پر کیا جاوے جو خود بھی شخصیت کے لحاظ سے اپنا غیر ہونا تسلیم کرتا ہوں اگر آپ بروز کے معنی قرآن شریف سے اس کے برخلاف ثابت کرکے دکھلا دیویں تو بہتر ہوگا ہم اس غلطی کو مان لیں گے اور کتب سیر میں کثرت طرق کے ساتھ یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر وجود سنور کا سایہ نہ تھا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی مدعی کو بطور مجاز بھی کہنے جرأت نہ ہوسکے کہ میں ظل محمد ہوں کیوں کہ جس چیز کی حقیقت بھی موجود نہیں اُس کے لیے مجاز کیوں کر ہوسکتا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو مشابہ دیگر انبیاء وخود اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا تاہم کسی اصحاب نے بعد وفات رسلم کریمؐ کے دعویٰ بروز یا مشابہت نہیں کیا تو یہ دیگر بزرگان کی اس میں کیا سند ہوسکتی ہے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر پشتینی سجادہ نشینوں کی مثالیں پیش کرنا کیا درست ہے اور جب رسول کریمؐ نے فرمایا تھا خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں خاتم النبین ہوں تو آں حضورت کو نبی کے معنی نہ آتے تھے اور جزوی نبی اور ظلی نبی کا علم نہ تھا آج تک امت محمدیہ میں سے جماعت احمدی کے سوا کسی کو یہ علم نہ ہوا کہ جزوی یا تمثیلی لحاظ سے نبی اور رسول آتے رہیں گے۔

نمبر ۷ مولوی صاحب۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ دوسرا نبی آوے جو ظاہری رنگ میں تلوار پکڑے اور عیسائیوں کو قتل کرے۔

جواب نمبر ۷۔ ایسے عقیدہ کی تردید بذریعہ رسالجات اور اخبارات شائع ہوچکی ہے تاہم آپ دیدہ دانستہ معترض ہیں دیکھو اخبار اہل حدیث و رسالہ اشاعۃ السنہ۔

نمبر ۸ مولوی صاحب۔ رسالہ البرہان صریح حضرت صاحب کی تصنیف نہیں ہے مجھے یاد نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے لیکن اس کے مصنف اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجودہ ہیں آپ ان کو خط لکھ کر دریافت کرلیں۔

جواب نمبر ۸۔ میں نے آپ کو بذریعہ خط لکھ دیا تھا کہ یہ رسالہ نزد غلام محمد احمدی حاضر الوقت کے پاس پٹی میں موجود ہے طلب کرکے دیکھ لیں اور تفسیر جلالین و بیضاوی بھی جن کے حوالہ رسالہ مذکور میں درج تھے آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیج دئے تھے آپ نے تفاسیر واپس بھیج دیا تھا صرف آپ نے دفع الوقتی کو پسند فرمایا تھا۔

نمبر۹۔ اگر بخاری شریف یہاں ہوتی اور اصل عبارت دیکھا جاتا تب کچھ کہا جا سکتا ہے جب تک کہ میں اصل عبارت کو پڑھ نہ لوں اس کے متعلق کچھ کہنا طریقہ تقویٰ کے برخلاف سمجھتا ہوں۔‘‘

جواب نمبر ۹۔ بخاری میرے پاس موجود تھی طلب فرما کر دیکھ لیتے۔ آپ روانگی کے خیال میں تھے اس واسطے طلبی کا موقعہ نہ ملا ہوگا۔ اب آپ دیکھ کر قادیان سے جواب بھیج دیویں۔

نمبر۱۰۔ مولوی صاحب۔ مرزا صاحب ان پڑھ تھے قریب بیس کے عربی کتابیں نظم ونثر میں لکھ کر شائع کردیں اُن کے مقابل میں کوئی کتاب ایسی فصیح و بلیغ عربی لکھ نہ سکے۔‘‘

جواب نمبر۱۰۔ اکثر علماء نے عربی عبارت کی غلطیاں نکال کر مشتہر کردی تھیں وہ نمانیں تو علما کا کیا قصور ہے اور آریہ جماعت والوں کا اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی جو حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔ یہ اعتراض مرزا صاحب سے حل نہوسکا بلکہ اس کے متعلق مرزا صاحب کا خیال ہے کہ حوا کو علیحدہ پیدا نہیں کیا بلکہ آدم کی پسلی سے ہی اس کو نکالا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وخلق منها زوجها یعنی آدم کے وجود سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور مولوی نورالدین صاحب نے اس اعتراض کو اچھی طرح سے رفع کیا وہ رسالہ نورالدین کے صفحہ نمبر ۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پسلی کا لفظ بھی قرآن میں نہیں ہے خلق منها زوجها سے ہر دو صاحبان سند پیش کرتے ہیں جب کہ ایک ہی جماعت والے کے دعویٰ برابری ویا زیادہ بڑھ کر اپنی لیاقت علمی دکھلا رہے ہیں پھر مخالفین کب باز رہ سکتے ہیں اس قدر تصانیف کثیرہ سے مرزا صاحب کو معرفت الٰہی پیدا نہوئی تو پھر صرف تضیع اوقات ہے اس کی تصدیق کے لیے یہ الہام انت لاتعرفین القدیر اور یہ الہام ’وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی موافق نہوگا‘ کافی ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی۔

نمبر۱۱ مولوی صاحب۔ یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ حضرت عیسیؑ کی قبر کسی پہاڑ پر ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ کشمیر پر ہے یہ باتیں حضرت موصوف نے قوم عیسائی وغیرہ کے مسلمات اور تاریخی امور کے حوالے سے لکھی ہیں۔

جواب نمبر۱۱۔ صاحب کی حدیث جو بیہقی میں بدیں مضمون درج ہے

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السّماء وامامکم منکم نہ مانا جاوے اور مسلماۃ قوم عیسائی وغیرہ سے اہل اسلام پر اعتراض کیا جاوے حالانکہ اس حدیث سے مورخین کی عمدہ طور سے تردید ہورہی ہے آپکو اس حدیث کی نسبت حسب قواعد جماعت احمدیہ کے اعتراض ہو تو تحریر فرمادیں

نمبر۱۲ مولوی صاحب۔ آپ کا یہ فرمانا کہ کسوف خسوف ماہ رمضان میں پہلے سالوں میں ہوتا رہا ہے

اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو یہ دیکھنا چاہئے کہ جن تاریخوں کی قید اس حدیث میں لگائی ہے آیا ان تواریخوں میں اسی طرح وہ کسوف وخسوف ہوتی تھیں یا نہیں دوسرا اس زمانہ میں کسی نے مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے یا نہیں کیا تھا۔

جواب نمبر ۱۲۔ یہ مسئلہ میرے مسودہ میں بحوالہ رسالہ البرہان الصریح کے درج تھا آپ نے بلا مطالعہ رسالہ مذکور کے یہ جواب تحریر کر دیا اور فتویٰ نمبر ۹ کے مضمون کو آپ اس موقعہ پر بھول گئے اور برخلاف قواعد تقویٰ کے جواب تحریر فرمایا اور دوئم یہ عرض ہے کہ یہ دعویٰ جماعت احمدی کہ ہماری مہدی کے واسطے دو نشان ہیں جو ابتداء پیدائش زمین آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی قمر تو رمضان کی اول شب میں گہنائیگا اور سورج اس کے نصف میں گہنائیگا یہ ایک موضوع قول ہے جس کو دارقطنی میں امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کو مرزائی بڑے دعویٰ کے ساتھ ہمیشہ مرزا صاحب کی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔ سوئم تاریخوں کی نسبت شیر پنجاب نے عمدہ طور سے جوابات مشتہر کئے ہوئے ہیں چہارم مرزائی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث میں پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہئے تھا نہ کہ قمر کا کیوں کہ کوئی شخص اہل لغت واہل زبان سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے آپ بتلائے کہ آیات ذیل میں کیا قمر سے مراد محض وہ چاند ہے جو تین تاریخوں سے بعد کا ہو والقمر قدّرناہ منازل حتّی عاد کالعرجون القدیم زبان عرب میں چاند کے واسطے اسم جنس سواء القمر کے اور کیا ہے کیا قرآن مجید نے لغت عرب کے خلاف قمر کا لفظ چاند کیواسطے غلطی سے استعمال کیا اور تیسری تاریخ کی رات پر بھی لفظ قمر کا استعمال کیا جاتا ہے دیکھو مظاہر حق صفحہ ۲۱ کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّیھا سکوت القمر الثالثۃ پس ان دلائل سے دعویٰ مرزائیاں باطل ہے آپ انصاف فرما کر غور کریں اور اگر میں غلطی پر ہوں تو اصلاح کر دیویں۔

نمبر ۱۳ مولوی صاحب۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک حدیث ہے جس میں لفظ آسمان کا مسیح کے متعلق موجود ہے مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا لیکن یہ سوچنا چاہئے کہ اگر مرزا صاحب کو معلوم نہ تھا تو کیا علماء کو بھی معلوم نہ تھا یا بھول گئے تھے۔

جواب نمبر ۱۳۔ آپ لوگ بھول رہے تھے علماء نے تو وہ حدیث مشتہر کر دی تھی دیکھو صفحہ نمبر ۱۲۲ تفسیر ثنائی۔ تا حال جماعت احمدی کی طرف سے سکوت ہے وہ حدیث فقرہ نمبر ۱۱ میں درج ہو چکی ہے۔

نمبر ۱۴ مولوی صاحب۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ جب سے نشانات پورے ہو چکے تھے اگر یہ ایک بھی نہ ہوتا

تب بھی مان لیا جاتا۔"

جواب نمبر ۱۴۔ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی نمبر ۳۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جھوٹ کے مقابل میں ہزار نشانیاں بھی مفید نہیں آپ اس کے برخلاف کہتے ہیں کہ مان لیا جاوے۔

نمبر ۱۵ مولوی صاحب۔ انجیل میں طاعون کے متعلق جو حوالہ آپ نے ذکر کیا ہے یہ حوالہ انجیل میں نہیں ملتا بہرحال عرض کرتا ہوں کہ طاعون کا ذکر انجیل کی کتاب مکاشفات اخری باب میں ہے نیز متی کی چوبیسویں باب میں ہے جو کہ آپ نے نکال کر دیا ہے۔"

جواب نمبر ۱۵۔ انجیل کی کتاب مکاشفات کا آخری باب نمبر ۲۲ ہے اور مرزا صاحب نے باب نمبر ۲۲ کا پتہ دیا ہوا ہے ہمارا اب اعتراض تو صرف لفظ طاعون پر نہیں ہے اعتراض تو یہ ہے کہ کشتی نوح کے صفحہ ۵ کے حاشیہ پر یہ عبات ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون کا پڑنا بائبل کی کتابوں میں موجود ہے ذکریا باب ۱۴/ ۲۲،۱۳ انجیل متی باب ۲۴ مکاشفات باب ۲۲/۸ ان آیتوں سے ثابت ہونا چاہئے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگا سوان آیات سے تو یہ نکلتا ہے کہ جھوٹے مسیح کے وقت طاعون ہوگا اور مکاشفات باب ۲۲/۸ کی یہ عبارت ہے توریت ہمارے پاس موجود نہیں ہے جو باب زکریا دیکھا جاتا باب ۲۲/۸ مکاشفات اور جب یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا۔ اور جب سے سنا اور دیکھا تھا تب اُس فرشتے کے پاؤں پر جسنے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا یہ عبارت مکاشفات کی ہے اگر غلطی ہے تو آپ اصلاح فرما کر مطلع فرماوے۔

نمبر ۱۶ مولوی صاحب۔ آپ کا پیغام رسان پھر وہی ناقص انجیل لایا میں نے یہاں عیسائیوں کی طرف بھی آدمی بھیجا تھا مگر وہ نہ ملی اور آپ کتاب بھی ناقص ہے اور کشتی نوح آپ کے پاس بھی نہیں اور اس وقت کتابیں میرے پاس بھی نہیں ہیں۔"

جواب نمبر ۱۶۔ میں نے اسی انجیل ناقص سے آپ کو یہ بات مکاشفات دفعہ نمبر ۸ کا لکھدیا جو حوالہ مرزا صاحب نے کشتی نوح میں دی ہوئی تھی اسی انجیل ناقص میں موجود تھی آپ پڑتال کر لیتے تو آپ کو بھی مل جاتی۔ ایک انجیل غلام محمد احمدی (جو آپ کی خدمت میں تا روانگی آپ کے حاضر رہا تھا) کے پاس موجود تھی اور کشتی نوح بدست احمد دین احمدی ۱۲ بجے دن آپ کی خدمت میں پہونچا دی تھی پڑتال کرنا آپ کا فرض تھا یا آپ کو برخلاف حوالوں کے مضمون نظر آیا ہوگا اس حیلہ سے ٹال دیا اور براہان احمدیہ اور ازالۂ اوہام وغیرہ بہت سی کتابیں مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب موجود تھیں آپ کو حق الامر بیان کرنا منظور ہوتا تو کوشش فرماتے آپ روانگی کی وجہ سے دل برداشتہ تھے اس واسطے موقع کامل

نہ ملا ایک خفیف بہانہ سے سبکدوش ہو گئے اور چار بجے دن سواری ریل روانہ امرتسر ہوئے۔
نمبر ۱۷ مولوی صاحب۔ مرزا صاحب کی دادی سیدہ تھی بہر حال آپ آل رسول ہیں۔''
جواب نمبر ۱۷۔ آل رسول میں کل مومن داخل ہیں ان میں مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور تاوقتیکہ دادی کا شجرہ نسب تا فاطمۃ الزہراءؓ آپ نہ بتلا دیں گے ہم تسلیم نہیں کرتے اور الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۵ء میں درج ہے کہ مرزا صاحب برلاس مغلوں میں سے ایک مغل ہے اگر آپ تواریخ ادیباق مغول دیکھیں گے تو ظاہر ہو گا کہ مرزائیوں کا نسب خاندان چنگیزی تک پہونچیگا اور سلمان فارسی کا نام بھی اُس شجرہ میں نسب میں نہیں آتا۔ تاویلات رکیکہ کو آپ چھوڑ دیویں اور حق الامر کو پسند کرے۔
نمبر ۱۸ مولوی صاحب۔ بالآخر میں پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بدظنی کی طرف جانے کے لیے جلدی نکریں بحیثیت مجموعی حضرت مرزا صاحب کے حال پر غور کریں۔''
جواب نمبر ۱۸۔ بحیثیت مجموعی بعد مطالعہ اکثر تصانیف کے غور کیا اور تعلیم یافتوں اور سالانہ جلسوں کے حاضر ہونے والوں کو دیکھا اور انت لاتعریفین القدیر سے واقف ہو کر بآخر بدظن ہو گیا کیوں کہ بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا کی محبت میں ذوق وشوق پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو کر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں اور جس شخص نے سلسلہ بیعت جاری کیا اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوتا ہے کہ تو ہم کو معاف نہیں کرتا۔ اور الہام بھی بصیغہ مونث ہے تو پھر دیگر مریدان خدا تعالیٰ کو کیوں کر پہچانیں گے اور لوگوں کو ہدایت کریں گے اور ماسوا اس کے مرزا صاحب بحوالہ پیشگوئی خصوص کے تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ پیشگوئی میرے متعلق ہے اس پیشگوئی میں تحریر ہے کہ بعد پیدائش موعود کے جس کی پیشگوئی ہے کوئی سلسلہ تولید تا قیامت جاری نہ ہو گا مرزا صاحب اس سے مراد لیتے ہیں اولاد صالح پیدا نہ ہو گی اور قیامت آجاوے گی پس ظاہر ہو رہا ہے کہ کوئی وسیلہ صالح ہونے کا بعد پیدائش مرزا صاحب کے نہیں رہا تو یہ کیا ضرورت ہے کہ بحیثیت مجموعی مرزا پر غور کیا جاوے اور جنہوں نے غور کیا ہوا ہے وہ اُن کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے حالانکہ مرزا کی طرف سے یہ ہدایت آچکی ہے کہ جو شخص بیعت میں داخل نہیں ہیں بلحاظ بنی آدم ہونے کے ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان سے سلام و تعظیم وغیرہ درست ہے، اس ہدایت کی تعمیل اس طرح ہو رہی ہے کہ جب میں اپنے عزیزوں خورد سالہ جو احمدی ہیں ملتا ہوں کبھی سلام و تعظیم سے پیش نہیں آتے بلکہ ناجائز محفلوں میں شریک ہوتے ہیں میری ممانعت پر عمل نہیں کرتے اور سالانہ جلسہ قادیان پر حاضر ہو جاتے ہیں مگر نماز کی پابندی نہیں کرتے ایک شخص جماعت احمدی سے مر گیا ہے اس کے پسر نابالغ

ہیں انکے پاس بجز جائیداد جدی کے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اور متوفی کا کل کنبہ جماعت احمدی میں داخل ہے متوفی کے بچوں کی خبر گیری اور ہمدردی نہیں کرتے کل آمدنی جائیداد پر خود متصرف ہیں یہ واقعات چشم دیدہ روزہ مرہ کے ہیں ان واقعات سے جماعت احمدی کی تعلیم کا اثر بخوبی ظاہر ہے۔

نمبر ۱۹ مولوی صاحب۔ انجیل سے جواب دیکھنا چاہئے تھا وہ میں نے صفائی سے دکھا دیا۔''

جواب نمبر ۱۹۔ انجیل نامکمل پا کر آپ نے واپس کردی تھی اور کسی پادری سے بھی آپ کو نہ ملی تھی جو آپ صفائی سے دکھاتے میں نے آپ کو اوسی انجیل نامکمل سے بحوالہ فقرہ ۱۶ صفائی سے دکھا دیا کہ انجیل اور مکاشفاۃ سے آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

نمبر ۲۰ مولوی صاحب۔ خدائی وعدہ کے مطابق وصال کے وقت چار لاکھ غلام اس کے موجود تھے۔''

جواب نمبر ۲۰۔ پیشگوئی مندرجہ خصوص وتریاق القلوب سے تو صاف لفظوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی قبول نکرے گا اور قیامت آجاویگی آپ تعداد چار لاکھ کی بیان کرتے ہیں کہ تاریخ وفات تک موجود تھی یہ امر ناممکن ہے کہ اس قدر جماعت موجود ہو کیوں کہ سلسلہ بیعت سے تا تاریخ وفات اکثر مرید فوت ہوچکے تھے، ان کا معہ جسم کے تاریخ پر موجود ہونا بہت بعید ہے۔ اور پھر ایسے عرصہ میں اکثر مرید سلسلہ بیعت سے پھر گئے ہیں، ان کے نام بھی رجسٹر سے خارج ہوچکے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چار لاکھ کی تعداد بعد منہائے فوت شدگان ومنکرین کے ہیں یا اوس تعداد میں سب لوگ آچکے ہیں، اور کیا تاریخ وفات پر سب لوگ جنازہ پر موجود تھے جو آپ نے لفظ موجود سے ظاہر کیا ہے۔ بعد ملاحظہ رجسٹر کے منہائے فوت شدگان ومنکرین کے مطلع فرماویں میں آپ کا ممنون ہوں گا اور جو ذریعہ صالح ہونے کا آپ جانتے ہوں اس ذریعہ کی بھی تفصیل بیان کریں۔ مرزا صاحب کی تعلیم سے بحوالہ پیشگوئی تو کوئی امید صالح ہونے کی نہیں رہی اور جس قدر مریدان نے اُن سے جو بعد پیدائش مرزا صاحب کے پیدا ہوئے ہیں بیعت کی ہے وہ بھی صالح نہیں ہوئے کیوں کہ اُن کی پیدائش کے بعد اکثر مرید پیدا ہوئے اور جو مرزا صاحب کے پہلے پیدا ہوچکے ہوں تو ان میں مادہ صالحہ ہونے کا ضرور ہوگا بعد پیدائش مرزا صاحب کے امید صالح ہونے کی نہیں رہی آپ مہربانیفر ما کر نمبروار جواب سے معزز فرماویں۔

مورخہ ۴ اپریل ۱۹۰۹ء۔ مرزا محمد امیر بیگ از پٹی ضلع لاہور

(اہلحدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۳/۳۴۔ مورخہ ۲۹ جمادیالاول و ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۸/ ۲۵ جون ۱۹۰۹ء ص ۴ تا ۹)

زلازل اور مدعیان نبوت

مولانا ابوالنعیم عبدالعظیم حیدرآبادیؒ لکھتے ہیں:

دیکھا گیا جس کسی ملک کے لوگ غفلت کی نیند میں ایسے آرام وراحت سے پڑے رہتے ہیں کہ اُن کو ایمان واسلام تک کی فکر نہیں رہتی اور شہوات نفسانی میں بالکل مغروق ومسرور رہتے ہیں اور آیت اضاعوا الصّلوۃ واتّبعوا الشّھوات کے تحت چلنے لگتے ہیں اور اپنے خالق کو چھوڑ غیر خدا کی پرستش اور عبادت کرنے لگتے ہیں۔ جھوٹ، دغابازی، جعلسازی ہر طرح کے مکروفریب میں اپنی عمر کو گذارنے لگتے ہیں تو عذابات الٰہی اوس قوم کو غفلت کی نیند سے جگانے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ جب ہم صحابہ کے بعد سے ہر زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر صدی اور ہر سنہ میں طرح طرح کے عذابات دیکھنے میں آتے ہیں۔ غرض عذابات کے نزول کی وجہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی توحید اور اتباع سنت مطہرہ کا چھوڑنا ہے۔ لیکن قابل مضحکہ مرزائیوں کا اصول ہے جو وہ زلازل وفتن کو مرزا کے انکار کی وجہ بتلاتے ہیں۔ عجیب اصول ہے اور عجیب ان کی گفتگو۔ کہ جہاں کہیں کوئی مرا۔ بس یہ پارٹی بغلیں بجانے لگتی ہے کہ لو وہ مرزا صاحب کو برا بھلا کہتا تھا دیکھو آج مرگیا مگر کوئی ان سفہاء سے پوچھے کہ جب تم مرتے ہو تو وہ کس وجہ سے اور کس کے انکار کے سبب سے (غالباً ان کی موت انکار احکام رسول اللہؐ سے ہوگی) اسی طرح جہاں زلزلہ ہوا یا سیلاب نے بستی کو اجاڑا اور ویران کیا تو ساتھ ہی ان جہلاء کا آواز گونجنے لگتا ہے کہ یہ سب بلائیں مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے آرہی ہیں۔ نہ اس پر کوئی دلیل شرعی ہے نہ کوئی حجت قرآنی لیکن صرف یہ ان کا زعم وباطل وعاطل ہے۔ دراصل وجوہ زلازل وعذابات الٰہی احادیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) حدیث سمرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ علامت قیامت سے پہاڑوں کا اپنی جگہ سے سرک جانا ہے۔ رواہ الطبرانی۔

(۲) ام سلمہؓ سے آیا ہے کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا میرے بعد ایک خسف مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں ہوگا پوچھا گیا کہ کیا زمین دھنس جائیگی فرمایا کہ جب لوگوں میں بدافعالی زیادہ ہوگی۔ رواہ الطبرانی۔

(۳) بخاری وابن ماجہ میں بروایت ابوہریرہؓ آیا ہے کہ قیامت اُس وقت تک نہ آئیگی جب تک کہ علم صفحہ دنیا سے اُٹھ نہ جائے۔ زلزلے بہت ہوں۔ فتنے ظاہر ہوں۔ قتل بہت ہو۔

(۴) عروہ کی حدیث ابن عساکر کے نزدیک آیا ہے کہ میری امت میں رجفہ یعنے زلزلہ ہوگا۔

(۵) حدیث ابن عمرؓ میں مرفوعاً آیا ہے کہ میری امت میں قذف ومسخ وخسف ہوگا۔ رواہ مسلم وحاکم وکذافی ابن ماجہ۔

(۶) ابوامامہؓ نے کہا کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ کچھ قوم میری امت کی اکل لہو ولعب میں مشغول سوجائیگی اور صبح کو بندر سور ہوکر اوٹھے گی۔ اللّٰھم احفظنا ہ۔ رواہ الطبرانی۔

(۷) مرفوعاً بروایت علیؓ وابوہریرہؓ آیا ہے کہ قوم جب بدافعال اور برے کام کرنے لگے گی تو پھر تم منتظر رہو سرخ آندھی اور قذف ومسخ وخسف کی۔ رواہ الترمذی۔

(۸) ابن عباسؓ نے کہا قیامت نہ آویگی جب تک کہ سرایسے اقوام کے جو عمل قوم لوط کو حلال کرلیئیں کواکب سماء سے نہ کچلے جائیں۔ رواہ الدیلمی۔

(۹) ابن عباسؓ نے کہا حضرت صلعم نے فرمایا اسے سلمانؓ جب پادشاہ سیر سپاٹے کے لیے حج کرے اور اغنیاء تجارت وبیوپار کے لیے اور مساکین بھیک مانگنے کے لیے اور قاری ریاء وسمعہ کی غرض تو اُس وقت دم دار تارہ نکلے گا۔

ناظرین! غور فرمائیں کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نام کا مثیل مسیح قیامت کے قریب پنجاب کے قریہ قادیان میں دعویٰ نبوت کا کریگا اور جو قوم اُس کو نہ مانے گی زلازل رجف وقذف وخسف ومسخ اوس قوم میں ہوگا بلکہ صاف طور پر احادیث سے یہ بات مترشح ہے کہ جب قوم میں بداعمال بدافعال غرض جب احکام شریعت سے قوم منحرف ہونے لگے گی تو زلازل رجف وقذف اُن پر نازل ہوں گے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ یہ سفہاء کس دلیل شرعی پر زلازل کو اپنے نبی کے انکار پر محمول کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ زلازل مرزا کے وجود کے بعد ہی چوطرف ہونے لگے ہیں جس سے ہم یہ سمجھ سکیں کہ انکار مرزا وجہ زلازل ہے۔ بلکہ مرزا کے وجود کے پہلے صحابہ کے زمانہ بعد سے ہر وقت اور ہر سنہ میں زلازل نازل ہوتے رہے۔ ہم اب چند کتب معتبرہ جیسے تاریخ ابن کثیر، تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطیؒ، کتاب منتظم لابن الجوزیؒ، کتاب ماروٰہ الواعون فی اخبار الطاعون للسیوطیؒ، مواہب لدنیہ، مرءۃ الزبان سے قدیم زلازل کو بطور تاریخ معہ سنہ نمبر وار لکھتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ مرزا کے بعد زلازل کا آنا ہمیشہ عادت خداوندی کے مطابق ہے ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ جب قوم غفلت کی نیند میں رہتی ہے تو عذاب الٰہی جگانے کے لیے آتے ہیں۔ نہ یہ کہ انکار مرزا کی وجہ سے۔ سنئے۔ اور احادیث مذکورہ کے ساتھ عذابات ذیل کو مطابق دیجئے۔

(۱) تاریخ الخلفا میں ہے ۲۴۲ھ میں خلیفہ متوکل باللہ کے زمانہ میں ایک پہاڑ یمن سے ایک کھیت والے کی زمین سرک کر دوسرے مزارع میں جان نصب ہونا۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر (۱)

(۲) زمانہ مقتدر باللہ ۳۰۰ھ ہجری میں دینور کا پہاڑ زمین میں گھس گیا اور پھر اس کے نیچے سے اتنا پانی نکلا کہ بستیونکی بستیاں ڈوب گئیں۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲)

(۳) ۲۰۸ھ تیرہ گاؤں مغرب میں دھنس گئے۔ (// // //)

(۴) ۳۴۴ھ ماہ شعبان میں ایک زلزلہ غرناطہ میں ہوا جس سے بہت مکان اور قلعہ خسف ہوگئے۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۳-۴-۵)

(۵) ۵۹۷ھ میں ایک خسف اعمال بصری میں ہوا چند گاؤں دھنس گئے۔ (// // //)

(۶) ۵۳۳ھ میں شہر بحیرہ خسف ہوگیا۔ (// // //)

(۷) ۳۴۶ھ بعہد مطیع باللہ رَیؔ اور حوالی رَیؔ میں بہت سے زلزلہ ہوئے بلدہ طالقان دھنس گیا سوا ۳۰ آدمی کے کوئی نہ بچا۔ یہ زلزلہ حلوان پہنچا وہاں بھی خسف ہوا زمین سے مُردوں کی ہڈیاں باہر قبروں سے ہوگئیں۔ رَیؔ میں ایک پہاڑ پھٹ پڑا ایک گاؤں اسمان زمین کے بیچ کچھ دیر تک معلق رہ کر نیچے گر پڑا زمین میں دراڑیں پڑگئیں بدبودار پانی نکلا دھواں اٹھا۔ (// // //)

(۸) ۲۳۲ھ زمانۂ متوکل باللہ میں ایک دہشتناک زلزلہ دمشق میں آیا جس سے بستی کی بستی ویران ہوگئی خلق کثیر مرگئی یہ زلزلہ انطاکیہ پہونچا وہاں بھی تباہی آئی۔ موصل پہونچا وہاں پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔

(۹) ۲۴۲ھ میں تونس، ری، خراسان، نیساپور، اصبہان، طبرستان میں ایک زلزلۂ عظیم ہوا پہاڑ ٹوٹ پڑے زمین پھٹ گئی دراڑیں ایسے پڑ گئے کہ ۵۰ بہالو لکڑیوں تک بھی اُس کی انتہا نہیں لگتی۔

(۱۰) ۲۸۰ھ بزمانہ معتضد دبیل میں زلزلہ ہوا اکثر شہر گر گیا ڈیڑھ لاکھ آدمی نیچے ڈھیروں کے دبے ہوئے نکلے۔

(۱۱) ۵۵۲ھ میں شام، حلب، شیراز، انطاکیہ، طرابلس میں زلزلہ ہوا ایک خلق کثیر تباہ ہوئی۔ شیراز میں فقط ایک عورت اور ایک لڑکا بچا۔

(۱۲) ۹۲۲ھ ہجری میں ارزیکان میں زلزلہ ہوا ایک جہان کا جہان مرگیا۔

(۱۳) قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، سید سمسودی نے تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ بزمانہ فاطمیہ مدینہ میں کچھ لوگ عاشورے کے دن قبۂ عباس میں جمع ہو کر شیخین اور دیگر اصحاب کو برا بھلا کہتے تھے اتنے

میں ایک سائل آیا اور کہا کہ مجھ کو محبت ابوبکر میں کون روٹی دیگا۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے گھر چلو گھر لے گیا اور سائل کی زبان کاٹ ڈی اور اُس کے ہاتھ میں رکھدی اور کہا کہ یہ محبت ابوبکر ہے۔ جب سائل چلا گیا تو ساتھ ہی وہ شخص قاطع لسان بندر ہوگیا (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۶ و نمبر ۷)

(۱۴) اور دواجر میں یہ بھی ہے کہ حلب میں ایک شخص ساتب ابوکر و عمر مرگیا اتفاقاً اُس کی قبر کھودی دیکھا کہ سور کی شکل میں ہے۔ (// // //)

(۱۵) تاریخ الخلفاء میں ہے۔ ۲۸۷ھ بزمانہ متوکل ایک امام نماز پڑھا رہا تھا ایک شخص نے اُس سے نماز میں عبث کیا امام نے نماز نہ توڑی پوری کر لی بعد ختم نماز عابث کو سور پایا۔ (// // //)

(۱۶) ۲۸۵ھ میں سفید اور کالے پتھر برسے وزن ہر اولہ ڈیڑھ سو درہم کا تھا اس سے بصرہ کا ایک گاؤں تباہ ہوگیا۔ (یہی قذف ہے ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۵)

(۱۷) ۲۴۲ھ میں قریۂ سوید پر پتھر برسے ہر پتھر دس رطل کے وزن میں تھا۔ (// //)

(۱۸) ۲۸۰ھ میں بعہد معتضد باللہ دنیا عصر تک اندھیرا ہوگیا کالی آندھی آئی تین رات تک رہی اس کے بعد بھونچال آیا شہر دبیل ویران تباہ ہوگیا۔ (ملاحظہ ہوا حدیث نمبر ۷)

(۱۹) ۵۴۴ھ میں موصل پر ایک بادل آیا اُس سے آگ برسنا شروع ہوئی جس پر پڑی وہ جل کر مرگیا۔ (// //)

(۲۰) ذاکر بن حجلہ- عراق میں اڑنے والے بچھو ظاہر ہوئے ایک خلق کثیر مرگئی۔

(۲۱) ۵۹۶ھ میں مصر میں ایسا قحط ہوا کہ لوگ مردار کھانے لگے آدمی کو آدمی نے غذا بنایا۔

(۲۲) ۵۹۳ھ میں ایک بڑا تارا ٹوٹا جس سے ایک بڑی آواز ہوئی مکانات ہل گئے اکثر مکانات قلعے منہدم ہوئے۔ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۸)

(۲۳) ۳۲۳ھ بعہد راضی باللہ تمام رات تارے ٹوٹے لوگ اسکے صدمے سے مرے (ملاحظہ ہو نمبر ۸)

(۲۴) ۵۷۰ھ ماہ جمادی الآخر میں دم دار تارا ایک مہینہ یا زیادہ رہا اس کی چال چاند کی چال سے زیادہ تیز تھی۔ دیکھو اشاعہ (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۹) سنا جاتا ہے کہ ہند میں غدر کے وقت بھی نکلا تھا اور جس وقت برما کو برٹش نے لیا تھا ۱۸۸۵ء ماہ نومبر ۲۹ تاریخ کی رات آسمان کے تارے ٹوٹتے رہے۔

(۲۵) طاعون عمواس مشہور ہے۔

(۲۶) ۴۹ھ کو کوفہ میں طاعون ہوا مغیرہ بن شعبہ صحابی وہاں سے چلے گئے پھر ۵۰ھ میں آئے آخر کار اس طاعون سے مرے۔

(۲۷) اصبہان میں ۱۳۴۶ھ میں عراق میں مرگ مفاجات بہت ہوا۔

غرض اس قسم کے واقعات دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں دکھ گئیں اس سے یہ مراد ہے کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ سب واقعات وحادثات قوم کے بگڑتے وقت پیش آئے ہیں۔ ہمارے زمانہ کی حالت بھی سخت ابتر ہو چلی ہے۔ بے دینی بے ایمانی، نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں۔ کوئی علم پرست بت پرست ہے تو کوئی سنگ وگل پرست کوئی قبر پرست ہے تو کوئیت پرست۔ کوئی سیندھی پیتا ہے تو کوئی شراب جھوٹ جعل ودغا کا تو کوئی حساب نہیں۔ اسلام اور مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں آج ادنےٰ اسفل قوم کی جو عزت ہے وہ ایک مسلمان شخص کی نہیں۔ شرک وبدعت تو علانیہ ظاہرا طور پر ترقی کر رہا ہے۔ یہی ہمارے برے افعال کی وجہ تھی امرت سر میں موسمی بخار سے لاکھوں مر گئے اور اسی سبب سے حیدر آباد میں موسی ندی کے طغیانی سے شہر کا اکثر حصہ ویران ہو گیا اور ہزار ہا مردے کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہے۔ اور اٹالیہ میں زلزلہ ہوا بستی زیر زمین ہوئی۔ طاعون سے کوئی حصہ ہندوستان کا نہ چھوٹا۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ سب ہمارے اعمال کی وجہ ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ سے واضح ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ مرزائی اپنے جھوٹے نبی کے انکار کو کس دلیل شرعی پر ان عذابات کو محمول کرتے ہیں۔ اور جہاں زلزلہ ہوا ساتھ ہی خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

خبطیو! دیکھتے ہو کہ مرزا قادیانی کے پہلے بھی تو زلزلے ہوئے پھر کس وجہ سے ہوا کئے اگر انکار احکام رسول کی وجہ سے زلزلے آئے تو پھر اب بھی یہی سمجھنا چاہئے مگر تمہاری عقل میں نہیں آتا۔ سچ ہے۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

ناظرین! یہ خوب سمجھ رکھئے اصل میں مرزا خود کاذب اور مدعی نبوت تھا اسکی اور اسکی پارٹی کی کوئی بات ٹھیک نہیں۔ اس قادیانی کے مثال قدیم زمانہ میں کئی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کئے۔ اُن کا بھی یہی خیال تھا کہ زلازل وفتن اون کے انکار کی وجہ سے نازل ہوتے تھے۔ اب نمبر وار مدعیان نبوت کا ذکر سنئے۔

(۱) مسیلمہ کذاب قبیلہ بنی حنیفہ میں نکلا اور دعوائے نبوت کا کیا اس نے بعض قرآن کا جواب لکھا۔ نماز معاف کی شراب وزنا حلال کر دیا۔ زمانۂ ابوبکر میں خالدؓ بن ولید نے مار ڈالا۔

(۲) اسود عنسی، یہ اور مسیلمہ، حضرت رسول اکرم ﷺ ہی کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کا کئے اسکو فیروز دیلمی نے مار ڈالا۔

(۳) ابن صیاد دجال صغیر تھا۔

(۴) طلیحہ بن خویلد اسدی زمانہ ابوبکر صدیقؓ میں دعویٰ نبوت کا کیا۔

(۵) ایک عورت مسماۃ سجاح بنت سوید بنی تغلب سے نکلی دعوائے نبوت کا کیا اس کی ایک اُمت ہوگئی مسیلمہ گھبرایا اور مسیلمہ نے ایک حیلہ نکالا اور اُس عورت کے پاس کہہ بھیجا کہ مجھ کو وحی آئی ہے (مرزا کو بھی تو وحی آتی تھی) کہ جو ہم میں غالب ہو دوسرا اوسکی تابعداری کرے اوس مدعیہ نے رضامندی ظاہر کی ایک دن مقرر کیا گیا۔ وحی کے الفاظ مسیلمہ نے سنائے۔ الم تر ان للّٰہ خلقنا افواجا وجعل النّساء لنا ازواجاً نوبح فیھن ایلاجا وتخرج منھن اذا شئنا اخراجا۔ سجاح مسکرائی۔ پھر دونوں کی شادی ہوگئی۔ بعد سجاح نے اپنی نبوت مسیلمہ کو دیدی اور ان دونوں کا مہر نماز عصر کی معافی ٹھیرا۔ لکھتے ہیں کہ سجاح زمانہ معاویہ میں تائب ہوکر مسلمان ہوئی۔

(۶) مختار زمانۂ ابن زبیر میں قبیلہ ثقیف سے نکلا تھا کہتا تھا کہ مجھ کو وحی آتی ہے (جیسے مرزا صاحب) اور اپنے مکاتبت میں لکھتا تھا من مختار رسول اللّٰہ.

(۷) متنبّی شاعر جس کا دیوان مشہور ہے۔

(۸) زمانہ معتمد باللہ میں بہبوذ نام کا کذاب مدعی نبوت نکلا تھا اپنے کو عالم الغیب سمجھتا تھا۔

(۹) زمانہ مکتفی میں کذاب یحیٰی بن زکرویہ قرمطی نے دعویٰ نبوت کا کیا۔

(۱۰) کذاب برادر یحیٰی بن زکرویہ ہے۔

(۱۱) عیسیٰ بن مہرویہ اس نے کہا مدثر میرا ہی لقب ہے ملک شام پر غالب آیا ایک فساد بپا کیا۔

(۱۲) ابوطاہر قرمطی ہے زمانہ مقتدر باللہ میں نکلا تھا۔

(۱۳) زمانہ راضی باللہ میں محمد بن علی شُلمغانی نکلا۔ مدعوی الوہیت۔ مدعی احیاء موتیٰ تھا۔

(۱۴) ایک جوان شخص فرقہ تناسخیہ سے زمانہ مطیع باللہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ میں حضرت علیؓ کی روح اور میری بی بی میں فاطمہ کی روح پھونکی گئی ہے۔

(۱۵) زمانہ مستظہر میں ۴۹۹ھ کو ایک شخص اطراف نہاوند میں نکلا کہا کہ میں پیغمبر ہوں ایک خلق کثیر اُس کے تابع ہوگئی۔

(۱۶) ایک شخص (لا) نام کا مغرب میں نکلا کہا کہ تمہاری حدیث میں آیا ہے لا نبی بعدی. یعنی لا نام کا ایک نبی آئے گا سو وہ (لا) میں ہی ہوں۔

غرض اس طرح کے مدعیان نبوت ہزاروں ہو چکے ہیں منجملہ ان کے ایک مرزا بھی گذر گیا۔ پھر وہ کون سفیہ وجاہل ہوگا جو باوجود حضرت صلعم کو خاتم النبین والمرسلین سمجھتے اور جانتے ہوئے اور دجال ابھی نہیں آیا جس کی صفت میں کانہ عنبۃ طافیہ آیا ہے یعنی آنکھ مثل اخروٹ پھوکل ہوگی اور مثیل

مسیح کا لفظ نہ قرآن میں آیا ہے اور نہ حدیث میں۔ پھر مرزا کو نبی ماننا ہو یہ صریح سفاہت و جہالت ہے۔ حاصل کلام مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اور زلازل وفتن ان کے انکار کی وجہ نہیں۔ باقی والسلام علیکم۔ راقم ابوالنعیم محمد عبدالعظیم حیدر آبادی۔

(اہلحدیث جلد ۶ نمبر ۳۳/۳۴ مورخہ ۲۹ جمادیالاول و ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۸/ ۲۵ جون ۱۹۰۹ء ص: ۱۳ تا ۱۶)

مباحثہ رامپور ۱۹۰۹ء

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ گذشتہ پرچے میں ہم نے مجملاً کیفیت مباحثہ رامپور لکھدی ہے مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی صاحب اسکو ایک طرفہ بیان سمجھیں فریق ثانی کی شائع کردہ کیفیت مع ان کی غلط بیانیوں کی تردید کے آج شائع کی جاتی ہے۔قادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۴ جون آمدہ ۳۰ جون میں روئداد مباحثہ رامپور شائع ہوئی ہے جو درج ذیل ہے۔

بعد معمولی تمہید کے راقم مضمون لکھتا ہے کہ:

چونکہ ایک صاحبِ اقتدار والئی ریاست کی طرف سے خواہش تھی اور ان کا منشاء بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عام مباحثات کی طرز پر نہیں بلکہ احقاق حق کے رنگ میں فریقین کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ عوام الناس کا اس جلسہ مباحثہ میں کچھ دخل نہوگا اور گفتگو متانت اور شائستگی سے ہوگی۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کیلئے اجازت دیدی۔ اور ۱۵ جون سے اس مباحثہ کا شروع ہونا قرار پایا اور مندرجہ ذیل امور مولوی سید محمد احسن کی طرف سے پیش ہوکر نواب صاحب نے ان کو منظور فرمایا۔ (۱)

اولؔ یہ کہ مباحثہ نواب صاحب کی موجودگی میں ہوگا۔

دوئمؔ یہ کہ مباحثہ تحریری ہوگا اور فریقین کی تحریریں مناظرین اور فریقین کے میر مجلسوں کے دستخطوں سے مصدق ہوکر فریقین کو دیجاوینگی۔

سومؔ یہ کہ مباحثہ مندرجہ ذیل پانچ سوالوں پر ہوگا۔ اور اسی ترتیب سے ہوگا جس ترتیب سے سوالات دیئے گئے ہیں۔ وفاتؔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حالاتؔ زمانہ اس امر کے مقتضی ہیں یا نہیں، کہ ایک مجدد کا صدی کے سر پر مبعوث ہونا ضروری تھا۔ دعوٰیؔ حضرت مرزا صاحب۔ الہاماتؔ حضرت مرزا صاحب۔ وفاتؔ حضرت مسیح موعود۔

چہارمؔ یہ کہ استدلال صرف قرآن کریم سنت صحیحہ مثبتہ علی منہاج النبوت ہوگا۔

اس قرارداد کے مطابق ہم میں سے بعض دوست ۱۳/جون کی شام کو اور بعض ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ یعنی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بہمراہی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب و مولوی مبارک علی صاحب و حافظ روشن علی صاحب ۱۳ جون کی شام کو اور راقم اور خواجہ کمال الدین صاحب ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ اتفاق سے جس گاڑی میں ہم پہونچے اسی میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی بھی رامپور پہنچے۔ ہم حیران تھے کہ علمائے ہندوستان میں اور پھر رامپور اور امروہہ جیسے مقامات میں کوئی علماء اس قابل نہ تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کر سکیں کہ ان لوگوں کو جنہوں نے سفیہانہ طرز پر گالیاں دینا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے۔ مگر آخر یہ خیال کیا گیا کہ شائد مدد کے لئے ان لوگوں کو بھی بلایا گیا ہوگا۔ اور علمائے رامپور نے ان کے اس ناپاک اور ناشائستہ طریق کو جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں دل آزار کلمات استعمال کرنے اور استہزا کرنے کا اختیار کر رکھا ہے چھوڑ کر صرف ان کے معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں بلایا ہوگا۔ (۲) ۱۳ جون کی شام کو ایک طول طویل تحریر شرائط کے متعلق نواب صاحب کی وساطت سے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جس کے اخیر میں بجائے کسی خاص شخص کے دستخطوں کے ''مناظر اہل سنت والجماعت'' لکھا ہوا تھا۔ اس تحریر میں کچھ تو شرائط کی ترمیم پر زور دیا گیا تھا (۳) اور ایک حصہ اس کا بالکل غیر متعلق تھا۔ ترمیم شرائط میں تو سب سے بڑی یہ بات پیش کی گئی تھی۔ کہ وفات مسیح کے متعلق بحث کی ضرورت نہیں۔ اور غیر متعلق حصہ میں حضرت صاحب کی ایک کتاب سے چند عربی اشعار معہ اردو ترجمہ نقل کئے گئے تھے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر تھا۔ یہ دو چالیں فریق مخالف خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر چلا تھا وفات مسیح کی بحث کو تو اس لئے ٹالنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے تھے۔ ورنہ یہ کہنا کہ وفات حیات مسیح کے فیصلہ سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر کوئی اثر نہیں پڑتا محض ایک دھوکا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق حضرت اقدس کے اشعار کو نقل کرنے سے یہ غرض تھی کہ نواب صاحب چونکہ شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ وہ ان اشعار سے برافروختہ (۴) ہو جائیں ورنہ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ اہل سنت والجماعت کے اپنے عقیدہ

کی رو سے آنے والا مسیح حضرت امام حسین سے افضل ہے۔ (۵) مگر اہل تشیع کے اعتقاد کے رو سے چونکہ امام حسینؑ کے مرتبہ میں بہت غلو کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ لازمی امر تھا۔ کہ ایک شیعہ مذہب کا پیرو ایسے کلمات سے برافروختہ ہو۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر اور نواب صاحب کو احمدیوں کے برخلاف برافروختہ کرنے کے لئے فریق ثانی نے حضرت اقدس کے ان اشعار کو شرائط کی ترمیم کے کاغذ میں داخل کر دیا۔ ورنہ ہر ایک شخص آسانی سے اسبات کو سمجھ سکتا ہے کہ مباحثہ کی شرائط کا اس امر سے کیا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین سے افضل ہیں یا نہیں؟ غرض کہ فریق مخالف کی پہلے دن سے ہی بلکہ مباحثہ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ کوشش تھی۔ کہ ایک تو حیات ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلے کو بحث سے خارج کیا جاوے۔ اور یہ تلخ گھونٹ انہیں پینا نہ پڑے۔ اور دوسرے کسی نہ کسی طرح جناب نواب صاحب کو ان کے شیعی عقیدہ کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف اکسایا جائے۔ فریق مخالف کی یہ تحریر ہمارے پاس موجود ہے اور ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ حضرت امام حسین کے قصہ کو شرائط مباحثہ کے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور وفات مسیح پر بحث کرنے سے کیوں یہ فریق گریز کرتا تھا۔

اس تحریر کا جواب ہماری طرف سے صرف یہ دیا گیا۔ کہ ہم شرائط طے ہونے اور نواب صاحب کے ان کو منظور کر لینے کے بعد یہاں آئے ہیں۔ اور اب از سر نو ان شرائط میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ البتہ مسئلہ ختم نبوت جس پر نواب صاحب نے بھی بحث ضروری سمجھی ہے۔ اس پر بحث کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور وفات مسیح کے مضمون کے بعد ہم باقی مسائل کو چھوڑ کر پہلے اسی مضمون کو لے لیں گے۔ علاوہ ازیں فریق ثانی کی طرف سے یہ بھی استدعا تھی کہ مسئلہ وفات مسیح میں احمدی مدعیانہ حیثیت میں ثبوت مسئلہ دیں اور انہی کی طرف سے ابتدا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فریق مخالف اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ حیات مسیح کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس بار ثبوت کو ہمارے ذمہ ڈالا۔ (۶) اور چونکہ اس معاملہ میں نواب صاحب کا بھی یہی خیال تھا۔ اس لئے ہم نے بخوشی اس بات کو منظور کیا کہ ہم مدعیانہ حیثیت میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان امور کے طے ہونے کے بعد ۱۵ جون کو قریبا پونے چار بجے پہلا پرچہ وفات مسیح کے ثبوت میں ہماری طرف سے

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے پڑھا۔ فریق مخالف نے اب تک اپنے مناظر کا نام ظاہر نہ کیا تھا۔ (۷) حضرت مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ امرتسری فریق مخالف کی طرف سے کھڑا ہوا۔ اور ہندوستان کے علماء کی طرف سے کوئی اس قابل نہ سمجھا گیا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کے دلائل کا جواب دیتا۔ ہمیں کوئی وجوہات معلوم نہ ہوئیں کہ کیوں علماء ہندوستان نے اپنے آپ کو اس بات کے ناقابل سمجھا۔ (۸) ان علماء میں سے کوئی گفتگو کرتا۔ تو ہمیں یقین ہے، کہ کم ازکم متانت سے تو گفتگو کرتا، مگر سارا گروہ علماء ہند جو اس موقع پر جمع تھا اس بات کے ناقابل سمجھا جا کر وہ شخص منتخب کیا گیا۔ جو اپنی دریدہ ذہنی کی وجہ سے جو اس نے اس سلسلہ کے متعلق اختیار کرکھی ہے بدنام ہو چکا ہے۔ (۹) افسوس کہ بات کی بھی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔ کہ اس جلسہ کا انعقاد معمولی رنگ میں نہیں ہوا۔ بلکہ ایک والئی ریاست نے خاص اطمینان دلا کر یہ جلسہ کیا ہے۔ اور اوس شخص کو تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا جس کی عادت ہوتے ہوتے آخر یہ امر فطرت میں داخل ہوگیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمسخرانہ آمیز کلام سے عوام کالانعام کو خوش کرے۔ اور دو منٹ بعد ایک ایک شعر پڑھ کر واہ واہ کی داد دلے۔ اس کی مناظرہ میں اگر کوئی غرض ہے تو صرف یہ کہ جہلاء اس کے ساتھ ہو کر یہ شور مچادیں کہ مولوی صاحب کو فتح ہوگئی ہے۔

وہ شخص جس کو اتقاء اور تقویٰ کی صرف اس قدر عزت ہے کہ اس کے نزدیک اس کے حلفی بیان کی رو سے ''نماز نہ پڑھنے والا زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے''۔ (۱۰) جس کی جھوٹ سے محبت اس کے اس حلفی بیان سے ظاہر ہوتی ہے کہ ''ایک شخص جھوٹ بول کر پہلی آیت کے معنوں میں متقی ہوسکتا ہے''۔ اور کہ ''دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا افترا باندھنے والا دغا دینے والا (۱۱) ایک معنی سے متقی ہے۔ جس شخص میں تقویٰ اور صداقت کی یہ عزت ہو اُسے علمائے ہندوستان نے اپنا لیڈر بنایا۔ محض اس لئے کہ سلسلۂ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے حق میں گالیاں سن کر دل خوش کریں۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ وہ کس شخص کو اپنا لیڈر بنا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس ذلت کو بھی برداشت کیا۔ کہ ان میں کوئی اس قابل نہیں ہے کہ گفتگو کرسکے۔ اور پنجاب سے اُنہیں آدمی منگوانے کی ضرورت پڑی۔ (آخر مجھ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ ایڈیٹر)

مولوی ثناء اللہ نے کھڑے ہوتے ہی وہی اپنا قدیمی شیوہ اختیار کیا۔ افسوس کہ مجمع بھی اس رنگ کا نہ تھا۔ جیسا کہ ہم نے خیال کیا تھا۔ گو چند معزز اہل کار بھی موجود تھے۔ مگر کثرت سے وہی عوام یا ان کے پیشرو علماء موجود تھے جو مولوی ثناء اللہ کے شعروں کی داد دینے کے لئے تیار تھے۔ مولوی صاحب کی تقریر کے اختتام پر جناب نواب صاحب نے بھی ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ پھر کیا تھا انہوں نے سمجھ لیا کہ نواب صاحب بھی ہماری حمایت پر ہیں۔ جو چاہو اب کہہ لو پہلے دن گو ان کی تقریر اسی تمسخر آمیز پیرایہ میں تھی۔ جو ان کا خاصہ ہوگیا ہے، مگر پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ذاتی حملہ کرنے کی جرأت انہیں نہ ہوئی تھی مگر جب ان کی پیٹھ ٹھونکی گئی۔ تو اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم تہذیب متانت اور شائستگی کی ہر قید سے آزاد ہیں۔ اور کوئی روکنے والا نہیں جو چاہیں کہہ لیں۔ ان کی تقریر جس قدر ہوسکا شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھی مگر خاتمہ پر نہ تو مقابلہ ہی ہوا اور نہ میر مجلس کے دستخطوں سے تصدیق ہوئی۔ اور ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ اردو میں کوئی شارٹ ہینڈ لکھنے کا طریق تو مروج ہی نہیں کہ ساری تقریر لکھی جا کر اُس کی تصدیق ہوسکتی اور مقابلہ ہوسکتا۔ دوسری طرف والئی ریاست کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ شرط کی تعمیل کرا کر اُسی وقت فریقین کی تقریروں کی تصدیق کراتے۔ دوسرے دن جاتے ہی سب سے پہلے ہماری طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ہماری تقریر لکھی ہوئی موجود ہے۔ فریق ثانی کو تصدیق کر کے دی جاوے۔ اور فریق ثانی کی تقریر ان سے لیکر تصدیق کر کے ہمیں دیجاوے نواب صاحب نے اس تحریک پر فریق ثانی سے تحریر شدہ تقریر کا مطالبہ کیا تو اُنہوں نے ٹالدیا اور کہا ہم کل دینگے اور اس طرح پر شرائط طے شدہ کی پہلے دن سے ہی خلاف ورزی شروع کی گئی۔ (۱۳) اور مباحثہ کی جو اصلی غرض تھی مفقود ہوگئی یعنی یہ کہ ہر ایک لفظ جو بولا جائے، وہ ضبط تحریر میں اگر محفوظ ہوجاوے تا کہ پبلک کو غور کرنے کا موقع بعد میں مل سکے۔ کہ فریقین کی طرف سے کیا دلائل دیئے گئے۔ مگر فریق مخالف کو چونکہ یہ تو معلوم تھا کہ ان کی تقریر میں سوائے ان اشعار کے جو وقت پر عوام کالانعام کو خوش کر دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ تحریر دینے سے گریز کرتے رہے اور باوجود بار بار اصرار کے بھی اپنی تحریر نہ دی۔ بلکہ آخری دن مباحثہ کے یہ تجویز پیش کی کہ دس دس منٹ ہر دو فریق تقریر بازی کریں۔ یعنی دس منٹ تک ایک فریق بولے۔ پھر

دوسرا دس منٹ تک اس کا جواب دے علی ہذا القیاس۔افسوس ہے کہ مباحثہ کی غرض ان لوگوں کے نزدیک احقاق نہیں۔ بلکہ اسے محض بچوں کے ڈبیٹ کی طرح ایک مشغلہ بنانا چاہتے ہیں۔ (۱۵) اور جہاں تک یہ مباحثہ ہوا، اسی طرح کا ایک مشغلہ فریق ثانی نے اسے بنا کر دکھا دیا۔

دوسرے دن ہماری طرف سے فریق ثانی کا جواب ہونا تھا۔مولوی ثناء اللہ نے چونکہ یہ فخریہ بیان کیا تھا۔ کہ ان کے اُستاد مولوی احمد حسن نے اپنی جگہ انہیں کھڑا کیا ہے۔ اس لئے اُن کی اسبات کا جواب دینے کے لئے ادھر سے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب نے میر قاسم علی صاحب کو جواب دینے کے لئے ہدایت فرمائی۔ میر صاحب کی تقریر نہایت متاثر تھی۔ اور فہمید ناظرین پر اس کا صاف اثر نظر آتا تھا۔ میر صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر پھر مولوی ثناء اللہ کھڑے ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ وقت تقریر کے لئے تھا۔ اس میں سے پورا سوا گھنٹہ تو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے میں صرف کیا (۱۶) اور باقی پندرہ منٹ وہ بھی نواب صاحب کے دو تین دفعہ توجہ دلانے پر وفات مسیح کے مضمون کو دیئے اس تقریر میں جو وفات مسیح پر ہونی چاہئے تھی اور جس کو حضرت مرزا صاحب کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں وہی الفاظ استعمال کئے۔ جو ناپاک طبع پادری آنحضرت ﷺ کی شان پاک میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا مرزا صاحب چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر ہیں۔ کیوں کہ چور اور ڈاکو تو لوگوں کا مال چھینتے ہیں اور یہ مال اور ایمان دونوں لیتے ہیں۔ (۱۷) پھر آپ کو پاگل، سڑی، دیوانہ وغیرہ کہا۔ اور خائن لوگوں کا مال کھانے والا بتلایا۔ کہ یہ براہین کا روپیہ کھا گئے وغیرہ وغیرہ۔ (تو کیا جھوٹ ہے؟ ایڈیٹر)

اگرچہ ان الفاظ کے استعمال سے چند معزز تعلیم یافتہ اصحاب بیزار ہوئے (۱۸) جیسا کہ اُنہوں نے مضمون کے خاتمہ پر خود ہی اس رنج کا اظہار کیا مگر علماء کرام اور اُن کے پیرو عوام مولوی صاحب کی اس تقریر سے بہت خوش ہو رہے تھے خود نواب صاحب بہادر بھی احمدی گروہ کی اس طرح دل آزاری سے ناخوش نہ تھے۔ اور نہ ہی اُنہوں نے زبان دراز مقرر کو بند کیا۔ بلکہ جب خواجہ کمال الدین صاحب نے توجہ دلائی تو یہی جواب دیا کہ جب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر مخالف کو حق پہنچتا ہے کہ جو چاہے کہے۔ خواجہ

صاحب نے عرض کیا کہ وفات مسیح کے مضمون سے ان ذاتی حملوں کا کیا تعلق ہے تو ہز ہائی نس نے مولوی ثناء اللہ کو کہا کہ ان باتوں کا وقت پھر آئے گا۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ زیر بحث ہوگا۔ اس وقت اصل مضمون کے متعلق کچھ بیان کرو۔ (۱۹) مگر مولوی صاحب نے اس رنگ کو چھوڑ کر پھر ایک اور رنگ دل آزاری کا اختیار کیا۔ اور یہ بیان کرنا شروع کیا کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ انبیاء کی توہین کرتے اور ان کو برا کہتے اور اُنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو زانی کہا ہے۔ اور حضرت مسیح کی توہین کی ہے۔ اس مضمون کو بھی جیسا کہ ظاہر ہے وفات مسیح کے مسئلے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ (۲۰) مگر فریق مخالف کی غرض ہی یہ نہ تھی کہ اصل مضمون پر کچھ بیان کیا جائے۔ بلکہ اس میں وہ اپنی کمزوری کو سمجھ کر وقت کو ٹالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور ساتھ ہی پبلک کو اور خصوصا جہال کو اکسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُنہوں نے بڑی چالاکی سے اصل واقعات کا اخفا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف توہین انبیاء کو منسوب کیا اور لوگوں کو مخالفت میں بہت جوش دلا دیا۔ مخالفت بھی انسان کو ایسا اندھا کر دیتی ہے۔ کہ وہ حق کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ یہی حال مولوی ثناء اللہ کا اس وقت ہو رہا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے صحیح نہیں (۲۱) اور مرزا صاحب کی تحریروں سے جو حوالے دے رہا تھا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ کوئی کہے کہ قرآن شریف میں لاتقربو الصّلوۃ کا حکم ہے۔ مگر اس کی غرض پبلک کو صرف جوش دلانا تھا۔ تاکہ اصل مضمون کی طرف سے ان کے خیالات دور چلے جاویں۔ اور وہ اصل مضمون زیر بحث پر غور ہی نہ کر سکیں اگرچہ اس مضمون کی قلعی اگلے دن کھولی گئی اور (جواب بھی اسی وقت دیا گیا تھا۔ (ایڈیٹر) سمجھدار پبلک نے دیکھ لیا۔ کہ اُس نے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا۔ مگر عین اس وقت پر جب کہ مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے سب طبائع حضرت صاحب کے خلاف جوش میں تھیں۔ اور مولوی صاحب کی تقریر جادوگروں کی سوٹیوں اور رسیوں کی طرح اپنا کام کر رہی تھیں۔ غرض کہ اصل مضمون کی طرف سے پبلک کی توجہ روکے رکھنے کے لئے فریق مخالف نے یہ دو چالیں اختیار کیں۔ یعنی ایک حضرت مرزا صاحب کا نہایت ناپاک الفاظ میں ذکر کرنا اور دوسرے آپ کے برخلاف جھوٹے واقعات کا ذکر کر کے عوام الناس کو اکسانا۔ یہ تھا نتیجہ نواب صاحب کی اُس پیٹھ ٹھونکنے کا۔ کہ اُس نے سمجھ لیا کہ جو

کچھ میں اب کہتا جاؤں گا مجھے کوئی روکنے والا نہیں اور اس کے اس خیال کو ہز ہائی نس کے عملدرآمد نے مضبوط کر دیا۔ اور سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ گو ہماری طرف سے شیخ یعقوب علی صاحب اس تقریر کا خلاصہ ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے مگر حسب شرائط کوئی تحریر مصدقہ اس سے نہ لی گئی۔ تا کہ پبلک بعد میں اندازہ کر سکتی کہ جہلا میں فتح کا نقارہ کس بنا پر بجایا جاتا ہے۔ اور گو ہز ہائی نس کو ادھر سے توجہ دلائی جاتی رہی۔ مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا۔

دوسرے دن کی کارروائی پر ہز ہائی نس اٹھتے ہوئے فریق مخالف کو ساتھ ہی اپنی نشست گاہ میں لے گئے۔ اس کا اثر بھی وہی ہوا۔ جو پہلے دن پیٹھ ٹھونکنے کا ہوا تھا۔ اور غالباً اس طرح ایک فریق کے ساتھ خاص تعلقات ظاہر کرنے سے ہز ہائی نس کا منشا وہی تھا جس کا اعلان مباحثہ کے آخری دن اُنہوں نے خود فرمایا۔ یعنی یہ کہ وہ اور فریق مخالف ایک ہی ہیں۔ تیسرے دن فریقین حسب معمول بحث کے لیے آئے تو نواب صاحب کی طرف سے یہ پیغام ہم کو پہونچایا گیا کہ ہم اپنی تقریر شروع کریں۔ نواب صاحب تشریف نہیں لاوینگے۔ اس پر احباب نے مشورہ کیا۔ تو سب کی یہی رائے قرار پائی کہ جس صورت میں فریق مخالف نے نواب صاحب کی موجودگی میں ایسی زبان درازی سے کام لیا۔ اور کھلم کھلا ہمارے امام اور پیشوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں نکالیں۔ تو نواب صاحب کی غیر حاضری میں تو وہ رہی سہی قید سے بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھ کر جو مونہہ پر آئے گا کہد یگا۔ اس لئے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ کی غیر حاضری میں ہم مباحثہ جاری رکھنا نہیں چاہتے اور یہ امر شرائط طے شدہ میں بھی ہے کہ مباحثہ آپ کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ اس پر دوبارہ ہز ہائی نس نے پیغام بھیجا کہ احمدی مناظر اپنی تقریر شروع کرے ہم آدھ گھنٹہ میں آجاوینگے۔ مگر احباب نے مشورہ کر کے پھر یہی فیصلہ کیا کہ ذرا دیر ہو جانے میں کوئی ہرج نہیں مگر نواب صاحب کی عدم موجودگی میں کسی تقریر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ فریقین نواب صاحب کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ مگر ہز ہائی نس اس دن تشریف نہ لا سکے اور بالآخر چھ بجے کے قریب کہلا بھیجا کہ آج کے دن مباحثہ ملتوی کیا جاوے اور ساتھ ہی فریق مخالف کے کل علماء کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ (۲۲) اس سے اگلا دن جمعہ کا تھا لہذا اس دن مباحثہ کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہ ہوئی۔ جو حالات اس وقت تک پیش آچکے تھے یعنی تحریر کے متعلق شرائط کی

پابندی نہ ہونا جس سے مناظرہ بالکل بے سود ہورہا تھا۔ اور پھر فریق مخالف کا نواب صاحب کی حاضری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک بالکل بے تعلق بحث میں حملے شروع کردینا اور نہایت ناشائستہ اور ناپاک الفاظ میں آپ کا ذکر کرنا۔ اور لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانا گویا حضرات مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں اور خود نواب صاحب کا فریق مخالف کو بھری مجلس میں پیٹھ ٹھونکنا۔ اور ان کی خصوصیت سے روزانہ اپنے پاس بلانا۔ اور ایسا ہی بعض اور باتیں ہیں جن کا ذکر اس وقت مناسب نہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ہز ہائی نس اپنے آپ کو فریق مخالف سے علیحدہ نہیں سمجھتے یہ سب حالات ایسے تھے کہ ان کی وجہ سے مباحثہ آئندہ جاری نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ کیوں کہ وہ غرض ہی مفقود ہوگئی تھی۔ جس کے لئے ہم ہز ہائی نس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عدم پابندی شرائط نے مباحثہ کو صرف ایک وقتی جنگ کا رنگ دیدیا تھا مگر ہم نے اس معاملہ میں جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۱۹ جون کو پھر مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس دن بھی اولاً ہمیں یہی پیغام پہنچا کہ تقریر شروع کی جائے۔ ہز ہائینس تھوڑی دیر میں تشریف لاتے ہیں۔ ہماری طرف سے وہی جواب دیا گیا جو پہلے دن دیا گیا تھا۔ اس کی تھوڑی دیر بعد نواب صاحب تشریف لائے مگر بجائے اس کے کہ مباحثہ شروع ہوتا۔ ایک نئی بحث ہز ہائی نس نے چھیڑ دی جس کا منشا یہ تھا کہ وفات مسیح کے مسئلہ میں چونکہ احمدی گروہ مدعی بنایا گیا تھا۔ اب دوسرے مسئلہ میں جو حضرت مسیح موعود کی بعثت سے متعلق ہے۔ فریق مخالف مدعی بنایا جاویگا۔ اور آخری جواب الجواب کا حق اسی فریق کو ہوگا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ چونکہ مباحثہ تحریری تو ہے نہیں۔ اخیر میں جو کچھ جھوٹ فریق مخالف کہہ گذریگا۔ اس کے جواب دینے کا موقعہ ہمیں ندیا جاوے، ہماری طرف سے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر مسئلہ وفات میں ہمیں مدعی بنایا گیا ہے تو نہ ہماری اپنی خواہش کے مطابق فریق مخالف کی استدعا پر کیوں کہ وہ اس مسئلہ میں خود مدعی بننے سے ڈرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں حضرت مسیح کے حیات کی کوئی دلیل نہیں باقی رہی حضرت صاحب کی بعثت اور الہامات کے دعاوی ان میں تو لازماً ہم ہی مدعی ہیں۔ کیوں کہ جب تک ہماری طرف سے ایک مجلس میں دعویٰ پیش نہیں ہوتا۔ تو فریق مخالف تردید کس بات کی کرے گا۔ جب

تک ہم اپنا دعویٰ صحیح الفاظ میں پیش نہ کرلیں ایک مخالف کو جواب کا کیا حق ہے۔ (۲۳)اس کا جواب فریق مخالف کی طرف سے یہ دیا گیا۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ تو دنیا میں پیش ہو چکا ہے اس لئے اس کی تردید بھی پیش ہوسکتی ہے۔ اس طرف سے جواب میں پھر یہ عرض کیا گیا کہ اگر دعویٰ دنیا میں پیش ہو چکا ہے۔ تو دنیا میں لوگ اپنی طرف سے تردید بھی کرچکے ہیں۔ سوال تو اس مجلس مناظرہ کے متعلق ہے۔ کہ پہلے یہ مجلس ہماری طرف سے صحیح الفاظ میں دعویٰ سن لے۔ تو پھر تردید بھی سن سکیگی اس کے کیا معنے کہ دعویٰ کا تو ان کو علم نہو۔ اور تردید پہلے ہی شروع ہوجائے۔ ہاں حیات مسیح میں ان کو مدعی ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس میں خود اپنی کمزوری کو سمجھ کر انہوں نے وفات مسیح کا بارثبوت ہم پر ڈالا۔ جسے ہم نے بخوشی قبول کیا۔ مگر دوسرے مسائل میں جن میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی ہیں۔ مدعی ہم ہیں۔ فریق مخالف کی طرف سے اس بحث میں خود ہز ہائی نس ہی اس بات کو پیش کرتے تھے۔ اور بحث کے اثناء میں آخر آپ نے یہ فرمایا کہ ہم فریق مخالف کی طرف سے وکیل ہیں۔ اور ان کا تحریری وکالت نامہ ہمارے پاس موجود ہے۔ کہ ان کی طرف سے جو کچھ کارروائی کرنی ہوگی وہ بذات خود ہم ہی کرینگے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم اور یہ فریق ایک ہی ہیں۔ ہم ان سے الگ نہیں ہوسکتے۔ ہماری طرف سے مکرمی ومخدومی خواجہ کمال الدین صاحب گفتگو کرتے تھے۔ اور جب نواب صاحب نے اپنے تحریری وکالت نامہ کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی خواجہ صاحب کو کہا کہ تمہیں احمدیوں کی طرف سے گفتگو کرنے کا کیا حق ہے تمہارے پاس کوئی تحریری وکالت نامہ (۲۴) ہے تو دکھاؤ۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ تحریری وکالت نامہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سب لوگ حاضر ہیں اور زبانی بتا سکتے ہیں۔ بہر حال اس وقت ہماری پوزیشن نہایت نازک ہوگئی تھی کیوں کہ بجائے فریق مخالف سے مخالفانہ گفتگو کرنے کے ہمیں خود والئی ریاست سے یہ گفتگو کرنی پڑی اور یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس میں کس قدر مشکلات تھیں اب گویا مباحثہ میں بھی ہمارے مخاطب نواب صاحب ہی تھے۔ اور دیگر امور پیش آمدہ بھی ہز ہائی نس ہی سے گفتگو کرنی ضروری ہوئی۔ یہ وکالت نامہ اورطرز بحث میں تبدیلی غالبا انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ تھا جو فریق مخالف کی پہلے دوتین دنوں میں ہز ہائی نس سے ہوتی رہیں۔ فریق مخالف کی بدزبانی کو تو پہلے ہی کوئی حد نہ رہی

تھی (۲۵) مگر جب کھلے طور پر اس بات کا اعلان خود ہز ہائی نس نے کر دیا کہ ہم ان کے وکیل ہیں۔ اور ان ہی کے ساتھ ہیں۔ تو پھر کونسی بات مولوی ثناء اللہ کو مجبور کرنے والی باقی رہ گئی تھی کہ وہ زبان کو قابو میں رکھ کر بات کرے مزید براں یہ ہوا کہ ہز ہائی نس نے یہ فرمایا کہ جب آپ مرزا صاحب کے دعاوی کے مسئلے میں مدعی بنتے ہیں۔ تو انکا (یعنی فریق مخالف کا) حق ہوگا کہ جو کچھ چاہیں کہیں آپ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہوگا۔ یہ گویا ہمارے لئے آخری نوٹس تھا کہ ہمارے امام کے حق میں جس طرح فریق مخالف چاہیگا۔ زبان درازی سے کام لیگا۔ اور نہ صرف اسے کوئی روکنے والا نہوگا۔ بلکہ اگر ہم اعتراض کرینگے تو وہ اعتراض بھی سنا نہ جاویگا۔ بلکہ یہ بھی ہمیں کہا گیا۔ کہ اگر تم ان باتوں کو اور ان شرائط کو جو اس وقت پیش کی جاتی ہیں قبول نکرو گے تو تمہاری طرف سے مباحثہ میں فرار سمجھا جاوے گا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ نتیجہ نکالنے کا تو ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے نتیجہ نکالے۔ مگر ہم اپنے حقوق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ بھی عرض کیا گیا کہ تحریر کے متعلق شرائط کی آج تک پابندی نہ ہوئی۔ مگر فریق مخالف ان باتوں کو کب پرواہ کرتا تھا۔ وہ تو اُس وقت نواب صاحب کی وکالت کی وجہ سے ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا کا مصداق تھا۔ اسی اثناء میں یہ بات بھی پیش کی گئی کہ فریقین دس دس منٹ کے لیے گفتگو کریں۔ گویا مناظرہ کیا تھا مرغ بازی یا بٹیر بازی کا ایک تماشا تھا۔ ایسے اہم مسائل میں احقاق حق کا دعویٰ اور یہ صورت غرض کہ ایک گھنٹہ اسی رد و کد میں گذر گیا۔ نواب صاحب اس بات پر مصر تھے کہ جب تک اسی عام مجلس میں شرائط کا فیصلہ نہوے اس وقت تک ہم تقریر نہ ہونے دیں گے۔ اور اس طرف سے یہ عرض کیا جاتا تھا کہ جو شرائط پہلے طے ہو چکی ہیں ان کے مطابق کام شروع کیا جائے۔ جونئی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ اُن پر ہم لوگ گھر میں فراغت سے غور اور مشورہ کر کے کل عرض کر دینگے۔ آخر چار بجے کے قریب نواب صاحب نے ایک ایک گھنٹہ وقت دونوں فریق کو آج کی تقریروں کے لئے دیا۔ ہماری طرف سے میر قاسم علی صاحب نے کوئی آدھ گھنٹہ میں تو ان غلط بیانیوں کا ازالہ کیا جو ۱۶ جون کی تقریر میں فریق ثانی کر چکا تھا۔ اور جن کا تعلق وفات مسیح کی بحث سے نہ تھا بلکہ غیر متعلق امور صرف حضرت مسیح موعود پر حملہ کرنے کے لئے فریق مخالف نے بحث میں داخل کر دیئے تھے اور پبلک کو آپ کے متعلق سخت دھوکا دیا تھا۔ یہ

حالات ظاہر ہونے پر ذی فہم حاضرین مجلس نے فریق مخالف کی چالاکی پر سخت تعجب کیا۔ میر صاحب کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ نے اسی رنگ میں گفتگو شروع کی جس کا وہ عادی ہے۔ حالانکہ آج ہی کی پہلی گفتگو میں خودنواب نے بھی اس کی زبان درازی کو تسلیم کیا تھا کہ اس نے ایسے الفاظ یعنی چوراور ڈاکو ہمارے امام کے متعلق استعمال کئے مگر وہ کب ٹلنے والا تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنی پہلی حرکت پر نادم ہوتا یہ کہا کہ جب میں اپنے ایمان کی رو سے مرزا صاحب کو ایسا ہی سمجھتا ہوں تو کیوں ایسے الفاظ استعمال نکرو (بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میں نے یہ ہرگز نہ کہا تھا۔ ثناء اللہ) بلکہ یہ بھی کہا میں تو ''مرزا صاحب'' بھی انہیں کہنا پسند نہیں کرتا۔ (۲۶) اس کی اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ اس کی نیت کیا تھی۔ کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیا تم عیسائیوں یا شیعوں سے کسی ایسے مباحثہ کو پسند کروگے جس میں وہ اپنے اعتقاد کے مطابق آنحضرت ﷺ یا حضرت خلفاء ثلاثہ کے متعلق وہ ناپاک الفاظ استعمال کریں جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے بدن میں آگ لگ جاتی ہے (۲۷) اسی تقریر میں اور بھی بہت سے ایسے الفاظ استعمال کئے جو آداب مناظرہ کے خلاف تھے اور جو ضرورت ہوئی تو بالتفصیل شائع کئے جاوینگے۔'' (۲۸)

حواشی:(۱) غلط کہتے ہو منظور نہ فرمائے تھے بلکہ منظوری نامنظوری کے لئے فریق ثانی کو دیدیئے تھے جو آخر تک نامنظور رہے۔

(۲) غلط کہتے ہو علماء رامپور کو اس میں کوئی دخل نہ تھا میری طلبی تو غالبا اس لئے ہوئی ہوگی کہ مرزا صاحب اپنی اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء میں خود لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے میری عمارت کو جڑ سے ہلادیا یہ ڈپلومی (سند لیاقت) مرزا صاحب نے کسی مخالف کو نہیں دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کو شائد اس لئے بلایا ہو کہ وہ بھی الہام کے مدعی ہیں اور یہ مثل تو مشہور ہے کہ آہن را آہن باید کوفت۔ رہا ہمارا سفیہانہ طریق سو خود اسی سے ظاہر ہے کہ ہم کوئی بات بغیر صحیح حوالہ کے نہیں کیا کرتے۔ دجاجلہ کی طرح فریق مخالف پر افترا اور بہتانات لگا کر جاہلوں میں فتحیابی نہیں منایا کرتے۔ مثال کیلئے تمہارے گرو کی دو تین واقع بتلاتے ہیں (۱) اول مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم کی نسبت بہتان باندھا کہ اُس نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریچنانچہ وہ مرگیا (۲) مولوی محمد اسماعیل صاحب علیگڈھی مرحوم کے حق میں افترا کہ اونہوں نے بھی دعا کی تھی کہ خداوند! جھوٹے کو سچے سے پہلے موت دے۔ چنانچہ وہ مرگئے (۳) خاکسار راقم اثم کی نسبت بہتان

کہ کفن فروشی اور وعظ کی دو دو آنوں کی آمدنی پر گذارہ ہے فلعنة الله علی المفترین۔ اصل وجہ میں بتلاتا ہوں وہی ہے جو علماء رامپور وغیرہ نے خود بیان کی تھی۔ جناب مولوی عبدالغفار خان صاحب نے سرکار کے سامنے میری موجودگی میں فرمایا تھا کہ علمی جوابات تو ہم بھی دے سکتے تھے مگر ہم اُن کے گھر کے بھیدی نہیں جیسے یہ (راقم اثم) ہیں اور اسی کی ضرورت تھی۔

(۳) اگر نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کس کو یارہ تھا کہ ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تعیین شرائط کی تھی نہ ترمیم کی۔ جس دماغ میں قادیانی نبوت کا ذبہ سمائی ہو اُس میں تعیین اور ترمیم کے مابین تمیز کیونکر آسکتی ہے۔ سچ ہے ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔

(۴) غلط کہتے ہو اور شرماتے نہیں ہو تمہاری تحریر میں تمہارے پیش کردہ امور خمسہ کو بیان کر کے لکھا گیا کہ ان امور خمسہ کو پنجتن پاک سے مناسبت ہے چونکہ تم لوگوں نے رئیس کے مذہب سے (بزعم خود) فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے جواب میں یہ چال اختیار کی گئی کہ مرزا کے دل میں پنجتن پاک کی یہ عزت ہے اصل واقع کو چھپانا "کھوجی کون دھرم ہے"۔ ہاں ہم تو اب بھی کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی وفات کو مرزا صاحب کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ میں نے اثناء تقریر میں کہدیا تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ہم میں موجود ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہیں تاہم مرزا کو نہیں مانتے۔ یہ تو صرف تمہارے بے ہودہ اصرار کی وجہ سے ہم نے اس مسئلہ پر گفتگو کرنی منظور کی تھی ورنہ ہم تو اس کو بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ میں نے رسالہ "الہامات مرزا" میں بھی اس کو تصریح سے لکھا ہے ہاں یاد رہے کہ بے تعلق ہونیکی وجہ سے اعراض تھا بے ثبوت ہونے سے نہیں۔

(۵) جھوٹ کہتے ہو سچ ہو تو کسی معتبر کتاب کا حوالہ دو ورنہ اپنے پیر کی طرح ہوا کھاؤ۔

(۶) کیسی جاہلانہ تقریر ہے۔ او نادان علم مناظرہ میں مدعی کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے دلائل پیش کرے اور ان دلائل میں جتنی مقدمات نظری یا نزاعی ہوں اُن کو مبرہن اور مدلل کرے وفات مسیح چونکہ تمہاری دلیل کا مقدمہ ہے اس لئے اس کا ثبوت دینا تمہارا فرض ہے قانون شاہی کا عام اصول ہے کہ جو تنقیح کسی فریق کو مفید ہوتی ہے اس کا ثبوت اُسی کے ذمہ رکھا جاتا ہے۔ افسوس تم میں اتنے موٹے موٹے لحیم وشحیم وکیل ہو کر بھی تم کو اتنی سمجھ نہیں۔

(۷) غلط کہتے ہو مناظر کئی روز پہلے مقرر ہو چکا تھا جس پر تمہارے موکل منشی ذوالفقار علی خان نے حضور نواب صاحب کے سامنے حافظ احمد علی خان صاحب کو کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ تو غیر مقلد ہیں کیا آپ ان کو مانیں گے۔ حافظ صاحب نے جواب دیا تھا کہ اس میں مقلدی غیر مقلدی کی تمیز نہیں ہم

سب کو مانیں گے اور سرکار کے سامنے جب تمہارے وکیل نے مولانا احمد حسن صاحب (امیر قافلہ محمدیہ) سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کے فیض سے مستفید ہونے کو آئے تھے تو مولانا نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ آپ غلط کہتے ہیں آپ کو امروہہ ہی سے معلوم ہو چکا تھا کہ مناظر کون ہوگا۔ ہاں تمہاری کوشش اور آرزو ضروری تھی کہ خاکسار مناظر نہ ہو مگر ؎ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

(۸) یہ کونسا لاینحل مسئلہ ہے لو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں اس کی وجہ وہی ہے جو مولوی عبدالغفار خان صاحب رامپوری کے قول میں منقول ہو چکی ہے کہ علماء ہندوستان نے عموماً اور امپور نے خصوصا مرزا کی تصانیف کو ہذیان سمجھ کر ملاحظہ کرنے کی طرف توجہ نفرمائی اس میں کیا شک ہے کہ جب تک کوئی شخص فریق مخالف کے گھر سے پورا واقف نہو مناظرہ میں قادر الکلام نہیں ہوسکتا۔ ورنہ مجھے خود اعتراف ہے کہ علماء ہندوستان علم وفضل میں مجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔

(۹) دریدہ ذہنی کی وجہ سے بدنام نہیں بلکہ اوسی حوصلہ اور جرأت کی وجہ سے جس حوصلہ سے تمہاری دارالکفر والطغیان دارالخلافہ قادیان پر حملہ آور ہو کر تمہارے طلسمی قلعہ کو پاش پاش کر آیا تھا۔

(۱۰) اس افترا کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر حیادار اور بے حیا میں یہی فرق ہے کہ موخرالذکر جواب سنا نہیں کرتے۔ مرزا کے مقدمہ میں میں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے والا توحید پر پختہ ہے تو ایک معنے سے متقی ہے تمہارے موٹے اور دبلے وکیلوں نے عدالت یں منہ چڑھایا تو میں نے اوسی وقت کہا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا اب بھی اگر تم حیا کو بالکل جواب نہیں دے چکے تو تفسیر بیضاوی زیر آیت ھدی للمتقین دیکھو کہ متقیوں کو تین قسم لکھا ہے (۱) اول توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے مجتنب (۲) دوئم توحید پر پختہ کبائر سے مجتنت اور صغائر کے مرتکب (۳) سوئم توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے آلودہ۔ یہی میری مراد تھی کہ ایک معنی سے متقی ہے۔

(۱۱) سچے ہو اور سچے گرو کے چیلے ہو تو یہ الفاظ میرے بیان میں دکھادو۔

(۱۲) گو میرا مذاق ہے کہ میں لطف سخن کے لئے حسب موقعہ شعر پڑھا کرتا ہوں کیوں کہ ؎

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی   بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

مگر اس مجلس میں شعرخوانی میں میں نے ابتداء نہیں کی۔ بلکہ تمہاری فریق نے اپنی تقریر میں ٹوٹے پھوٹے شعر پڑھنے سے ابتدا کی تھی دوسرے تیسرے روز تو حمد ونعت بھی تم لوگوں نے اشعار ہی سے شروع کی تھی اور اثنا تقریر میں بھی بہت سے اشعار پڑھے ہاں فرق اتنا تھا کہ تمہارے اشعار بے محل ہونے کی وجہ سے موثر نہوتے تھے۔ سرکار نے میری پیٹھ بے شک ٹھونکی مگر نہ کسی جانبداری سے بلکہ

خوبی تقریر اور فصاحت کلام سے بے خود ہو کر اُنہوں نے ایسا کیا۔ تم نے جو یہ معنی سمجھے کہ سرکار نے پیٹھ ٹھونکنے سے گویا مجھے بدتہذیبی کی اجازت دی یہ تمہارا بیہودہ خیال ہے بلکہ سرکار نے حسن تقریر کی داد فرمائی۔ تمہارا حسد بیجا اور فضل ہے۔ تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے تھا کہ ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بداندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالاء کس کوتاہ نیست

(۱۳) سچ ہے جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے بھلا تحریر مصدقہ فریقین کو دینے کی شرط تھی تو تم لوگوں نے اپنی پہلی تحریر جو پڑھی تھی کیوں میرے حوالے نہ کی۔ میں نے اگر طلب نہ کی تھی تو تم لوگوں نے اس شرط پر کیوں عمل نکیا۔ کیوں مجھے جواب شروع کرنے دیا۔ اسی سے پایا جاتا ہے کہ تحریر کی شرط نہ تھی حضور نواب صاحب نے بھی دوسرے روز مجھے صرف اتنا فرمایا کہ آپ کی تقریر تحریر ہو چکی ہے میں نے کہا مجھے تو علم نہیں یہ لوگ کچھ نوٹ لکھتے تھے میں نے نہیں دیکھے اس پر نواب صاحب نے فرمایا آپ اس کو صاف کر دیجئے میں چھپواؤنگا واللہ اس بات کا کوئی ذکر بھی نہ تھا کہ فریق ثانی کو مصدقہ تحریر دینی لازمی ہے اگر ہم مان بھی لیں کہ لازمی شرط تھی کہ فریقین کی مصدقہ تحریریں فریقین کو دیجائیں تو اس کا خلاف بھی تم ہی لوگوں نے اول کیا کہ اپنی کوئی تحریر بھی ہم کو نہیں دی ؎

پس ذرا انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

(۱۴) تمہارے پیش کردہ تحریر کو پڑھنے والے منشی قاسم علی کیوں عیسائیوں اور آریوں کے مباحثوں میں اس اصول پر عمل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ مغالطہ آمیز تقریروں کے عادی ہو اور مغالطہ آمیز تقریر ہمیشہ لمبی ہوتی ہے اس لئے تھوڑے وقت میں تمہاری دال نہیں گلا کرتی۔

(۱۵) غلط کہتے ہو میں نے یہ نہ کہا تھا چونکہ مولانا امیر قافلہ مقرر ہوئے تھے اس لئے میں نے کہا تھا کہ میں اون کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں۔

(۱۶) جھوٹ بولتے ہوئے شرم کرو نہ کسی نے گالی دی نہ کسی نے ہتک کی علاوہ اس کے تم جانتے ہو کہ خود مرزا صاحب نے اپنے ''ازالہ'' کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہوا ہے کہ گالی اُس کو کہتے ہیں جو واقع کے خلاف دل آزاری کی نیت سے کہی جائے۔ اس تعریف کے مطابق میری تقریر میں گالیاں دکھاؤ تو ہر گالی مبلغ پانچ روپیہ لیتے جاؤ۔

(۱۷) کیسا سفید جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کا وہ اشتہار پڑھا تھا جس میں اُنہوں نے خدا سے دعا کرتے ہوئے لکھا ہے ''چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر جانتے ہیں اس لئے مجھ میں اور اُن میں یہ فیصلہ فرما کہ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت

دے۔'' اس عبارت میں چونکہ مرزا صاحب نے میری طرف سے حکایت کی ہے کہ میں اُن کو ایسا جاتا ہوں اس لئے میں نے بطور تصدیق کہا تھا کہ ہاں واقعی ایسا جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چور تو ایک چیز لیتے ہیں مگر مرزا صاحب دونوں چھینتے تھے۔ ناظرین غور کریں کہ اگر میں یہ تصدیق نہ کرتا تو مرزا صاحب اس حکایت میں کذاب ٹھیرتے۔ میں نے اُن کی تصدیق کر کے اونکو کذب سے بچایا تو کیا برا کیا۔ ہاں اگر وہ میری نسبت ایسا نہ لکھتے تو مجھے بھی تصدیق کرنے کی ضرورت نہوتی۔

(۱۸) ایسے تعلیم یافتہ خواب میں تم کو ملے ہونگے۔

(۱۹) تمہاری کذب بیانی اسی سے ظاہر ہے کہ اوپر لکھتے ہو کہ نواب صاحب نے بند نہ کیا، نیچے لکھتے ہو کہ کہا اصل مضمون کے متعلق بیان کرو۔ کیا ایسا کہنا روکنا نہیں ہے؟ اصل بات نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ ہے کہ تمہاری شکایت پر نواب صاحب نے روکا تھا لیکن میں نے جب عرض کیا کہ فریق ثانی نے فلاں فلاں امر میں میری شخصیت کا ذکر کیا ہے اس لئے جواب میں میں حق رکھتا ہوں کہ بانی مشن کی شخصیت کا ذکر کروں یہ عذر سن کر نواب صاحب نے کسی قدر خاموشی سے سننے کے بعد فرمایا اب اصل دعویٰ کے متعلق کہئے۔ ناظرین انصاف کریں کہ نواب صاحب نے جانبداری کی یا انصاف فرمایا۔

(۲۰) غلط بلکہ جھوٹ کہتے ہو تعلق اس لئے تھا کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگ حضرت مسیح کو خدا کی طرح زندہ مانتے ہو ایسا کہتے ہو ویسا کہتے ہو اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ ہم ہرگز حضرت مسیح کو خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا ایک مقرب بندہ مانتے ہیں ہاں ہم حضرت مسیح کی نسبیت ایسا خیال بھی نہیں رکھتی کہ (بقول مرزا) معاذ اللہ ان کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں۔ بتلاؤ بے تعلق ہے۔

(۲۱) یہ بھی جھوٹ ہے تم کو میرے ضمیر سے کیسے خبر ہوئی کہ میں اون مضامین کو دل سے صحیح نہیں جانتا۔ اسی کو کہتے ہیں ۔ دروغ گویم برروئے تو۔''

(۲۲) بلا کر تمہارے برخلاف کوئی تجویز پاس نہیں ہوئی بلکہ اپنی عدم تشریف آوری کا عذر کیا کہ مجھے دو تین دوست آئے تھے اس سے بعد عام گفتگو ہوتی رہی کبھی شیعہ سنی کے متعلق کبھی کسی مسئلہ پر غرض کبھی کچھ اور کبھی کچھ تمہیں کیوں اس کا رنج ہے کیا تم لوگ ہماری غیبوبت میں نہیں جایا کرتے تھے پھر اس سے کیا ہوا۔ سبحان اللہ کیا احسان فراموشی ہے۔

(۲۳) اس بیان میں بھی تم نے حسب عادت پیر قادیان حق پوشی سے کام لیا میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ جس طرح اثبات میں کلام کرنے والا مدعی ہوتا ہے نفی میں کلام کرنے والا بھی مدعی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نفی تثلیث کے دلائل خود دیئے ہیں حالانکہ مثبتین کے دلائل مذکور نہیں۔ اسی

طرح ہم مرزا صاحب کی نبوت پر بصورت نفی مدعی بنیں گے اور ایسا ہونا قواعد مناظرہ کے خلاف نہیں مگر قادیانی جماعت نے اس طریق گفتگو کو پسند نہ کیا۔

(۲۴) بالکل جھوٹ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ یہ مباحثہ صرف نواب صاحب کی اجازت اور مرضی سے ہوا تھا اس لئے ہمارے موکل نے اپنی عرضداشت میں اپنی وجوہات لکھ کر آخر میں لکھا تھا کہ آئندہ جو حضور فرماویں ہم کرنے کو حاضر ہیں جیسا کہ شاہانہ خطاب کا طریق ہے۔ اس لئے نواب صاحب نے جب مرزائیوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ مانے تو آخر فرمایا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں تم میری نہیں مانتے مگر وہ لوگ (یعنی ہم لوگ) سب مانتے ہیں بلکہ اُنہوں نے مجھے اپنا مختار عام اور وکیل بنایا ہوا ہے اس لئے ان کی طرف سے مجھے اطمینان ہے کہ جو کہونگا وہ مانیں گے۔ یہ نہیں کہ کسی سے سند وکالت طلب کی ہو یا کچھ اور کہا ہو۔اوس وقت کی گفتگو کو جن لوگوں نے سنا اور سرکار کے حکم سے سرتابی اور سرکار کا اپنے غصہ کو دبایا جانا دیکھا وہ بے ساختہ کہتے تھے مرحبا نواب مرحبا۔ سچ ہے۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست　　　　گدا گر تواضع کند خوئے اوست

یہاں تک کہ نواب صاحب جب اس قسم کی باتیں کر رہے تھے اتفاقیہ آپ کی نظر پڑی تو ایڈیٹر الحکم کچھ لکھ رہا تھا تو نواب صاحب نے فرمایا کیوں جی میری گفتگو بھی لکھ رہے ہو اچھا لکھئے میں بھی اب سنبھل کر بولتا ہوں اس وقت اتنا فرمانا تھا کہ ایڈیٹر الحکم کی شکل ایسی مرجھائی کہ گویا مرزا صاحب سے مل کر آیا ہے اتنے میں منشی ذوالفقار علی کانپتے کانپتے آئے کہ حضور نہیں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ چاک کردو چاک کردو۔ مگر نواب صاحب نے فرمایا نہیں رہنے کچھ حرج کی بات نہیں۔ اس حلم اور عفو کے مقابلہ میں یہ الزامات کہ حضور بھی فریق ثانی کی اعانت کرتے تھے کیسی ناشکری اور ناسپاسی ہے حضور نے تم لوگوں کی جس قدر رعایت کی ہے اس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ جس روز مباحثہ صبح کو ہونے والا تھا ہم لوگوں کو سرکار نے طلب فرمایا۔ اثناء گفتگو میں ہم نے کہا کہ تعیین مبحث کے وجوہات فریقین سے سن کر جس مسئلہ پر بحث کرنے کا فیصلہ حضور فرماویں گے ہم اُس پر بحث کریں گے مگر پہلے وجوہات سن لیں۔ نواب صاحب نے فرمایا اچھا مگر تم لوگ چونکہ وفات مسیح کے مسئلہ پر مصر تھے اس لئے محض تمہاری رعایت سے سرکار نے مباحثہ گاہ میں تشریف لاتے ہی بغیر سننے کسی وجہ کے تمہاری طرف رخ کر کے فرمایا ہاں بسم اللہ فرمایئے۔ ورنہ اگر وجوہات سن کر تعیین مبحث فرماتے تو اسی روز تم لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا، یوں تو تم لوگ پانچ روز ٹھیرے مگر اُس صورت میں دوسرے روز ہی ایسے غائب غلا ہو جاتے کہ گدھے کے سینگ تو دکھائی دیتی مگر تم لوگ نظر نہ آسکتے اسی قسم کی اور بہت

سی رعایتیں سرکار تمہارے ساتھ کرتے رہے اسی لئے میں نے اپنی تقریر میں سرکار کو متوجہ کر کے کہا تھا ۔

اے ابر کرم بہر وفا کچھ تو ادھر بھی　　گل پھینکے ہیں اورنکی طرف بلکہ ثمر بھی

سرکار کی رعایات دیکھ کر میرے احباب مجھے کہتے کہ تم ایسی رعایات کیوں مان لیتے ہو میں کہتا بھائی سرکار کا آج وہی اصول ہے جو آنحضرت ﷺ کا اصول صلح حدیبیہ میں تھا کہ جو کچھ مشرکین مکہ کہیں گے مانونگا۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کتنا ہی عرض کریں نہیں سنایا جاویگا۔ مگر واہ رے مرزائیو! تمہاری ناسپاسی سچ ہے ۔

نکوئی بابداں کردن چناں است　　کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

(۲۵) میری بدزبانی کی شکایت جب تم نے نواب صاحب کے سامنے کی تھی تو یادنہیں میں نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا کہ جو جو لفظ میں نے سخت کہی ہیں اُن کی فہرست پیش کریں تو درصورت صحیح شکایت ہونے کے میں آئندہ کو اُن الفاظ سے پرہیز کرونگا پھر کیوں نہ وہ فہرست پیش کی۔ کرتے کیا وہاں تو مطلع صاف تھا بغیر مرزا صاحب کی مطبوعہ تحریروں کے کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

(۲۶) واقعی تم لوگ پکے دجاجلہ ہو اظہار حق سے تم لوگوں کو اُسی قدر نفرت ہے جس قدر ایک مسلمان کو خنزیر کے گوشت سے اوظالمو! تم اتنا تو سوچو کہ جو گفتگو سینکڑوں آدمیوں کے سامنے ہوئی ہے تم اُس کو کیوں کر چھپا سکتے ہو اصل بات تو یہ تھی کہ تم لوگوں نے جہاں جہاں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا محض مفرد کے صیغے سے کیا تھا مثلاً مسیح آیا تھا مسیح گیا۔ مسیح مرگیا وغیرہ اس پر میں نے تم لوگوں کو تنبیہ کرنے کی غرض سے اور ادب سکھانے کی نیت سے یہ کہا تھا کہ جس طرح تم لوگوں نے ایک اولوالعزم رسول کو مفرد کے صیغوں میں ذکر کیا ہے میرا بھی حق ہے اور جائز ہے کہ میں بھی مرزا صاحب کو مفرد کے صیغے سے اور بغیر ''صاحب'' کے صرف ''مرزا'' کہوں مگر میں اخلاقی طور پر ایسا کرنا نہیں چاہتا اور یہ میرا تم لوگوں پر آج پہلا احسان نہیں بلکہ ہمیشہ سے احسان ہے کہ میں مرزا صاحب کا نام اوسطرح مفرد کے صیغے سے نہیں لیتا جس طرح تم لوگ جناب مسیح علیہ السلام کا نام لیتے ہو۔ کہو اس بیان کو تمہارے بیان سے کیا مناسبت ہے۔

ہاں یاد آیا کہ جب تم لوگوں نے میری شکایت کی تو سرکار نے فرمایا تھا کہ دیکھو وہ تو مرزا صاحب کا نام بھی کیسے ادب سے لیتے ہیں یعنی ہر موقع پر ''جناب مرزا صاحب'' کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں تم کیسے خاموش رہے تھے۔

(۲۷) بے شک اگر کوئی بدزبان ایسا کرتے تو برا ہے لیکن اگر وہ مطبوعہ اور ہماری مسلمہ تحریریں پڑھ

دیں تو اوس پر کھسیانے ہونا ہماری غلطی ہے غرض کسی کلام کو اصل الفاظ میں یا قریب الفہم نتائج میں پیش کرنے کا حق ہر فریق کو حاصل ہے لیکن اس کے سوا بغیر ثبوت کے محض دل آزار الفاظ بولنا سخت گناہ کبیرہ ہے جیسے مرزا صاحب آنجہانی نے حضرت مسیحؑ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں اور تین نانیاں حرامکار تھیں اور معاذ اللہ حضرت یسوع مسیح میں روح خبیث کا حلول تھا آپ کو حرامکار عورتوں سے تعلق تھا یہ بھی آپ کے نجیب الطرفین ہونے کی وجہ سے تھا وغیر ذلک من الھذیانات نعوذ باللّٰہ منہا۔اس قسم کی گفتگو کرنا گناہ کبیرہ وفساد ہے مگر ہم نے ایسا نہ کہا تھا۔

(۲۸) شائع ہونے پر جوابات بھی ایسے دیئے جاوینگے کہ مرزا کو مزار شریف میں بھی تمہاری نالائقی پر صدمہ ہوگا اور وہ تمہیں خواب میں آکر کہیں گے نادانو! میں تو بایں ریش وفش ساری عمر میں اس (ثناء اللہ) سے بازی جیت نہ سکا یہاں تک کہ میں نے آخری فیصلہ میں اس کیلئے اپنی زندگی میں موت کی دعا کی اور خدا سے فیصلہ چاہا لیکن یہ حضرت اُس میں بھی مجھ سے بازی لے گیا۔تم تو نواب صاحب رامپور کی شکایت کرتے ہو مگر میں تو خدا کا شاکی ہوں باوجودیکہ میرے ساتھ اُس کا وعدہ تھا اجیب کلّ دعائک (میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا) یہ بھی اُس نے کہا تھا کہ جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ۔مگر آخر کار اُس نے آخری فیصلہ میں میری اس دعا کو میرے ہی حق میں الٹا ڈالا جیسا کہ اُس نے قرآن مجید میں پہلے ہی سے فرمایا تھا لایحیق المکر السیئ الا باھلہ میں تو مر کر داخل......ہوا مگر وہ حضرت آج تک دندناتا پھرتا ہے آہ اگر یہ دشمن آج مرا ہوتا تو تم کو رامپور سے ایسی ذلت کے ساتھ کیوں نکلنا ہوتا کہ تم رامپور جیسے اسلامی شہر کو مخاطب کر کے کہتے ہوئے اسٹیشن پر جارہے تھے کہ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

نادانو! جب اس ہوشیار دشمن کے مقابلہ میں میں خود کامیاب نہوا تو تمہاری کیا حقیقت بقول ''کیا پدی کیا پدی کا شوربا'' پس تم ذرا سنبھل کر اس سے مقابلہ کرنا خبردار: من نکردم شما حذر بکنید

یہ بھی تمہارا افترا ہے کہ میں نے مسئلہ حیات مسیح کو شکی کہا تھا۔افسوس ہے تم لوگ کیسی کذاب یا بے سمجھ ہو مالھئولاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا

نادانو! تم نے جو دلیل وفات مسیح کی دی تھی (لما توفیتنی) اس کے دوسرے معنی کر کے میں نے کہا تھا کہ اول تو اس کے معنی یہی ہیں جو میں کہتا ہوں اور اگر یقیناً یہ نہیں تو کم ازکم احتمال ہے پھر یہ احتمال تم کو مضر ہے جو مدعی بن کر اس آیت کو پیش کر رہے ہو قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مطلب یہ ہے کہ تمہاری دلیل کو شکی کہہ کر تمہارے دعویٰ کو مشکوک کہا

تھا جو علم مناظرہ کا قاعدہ ہے مگر افسوس ہے تم لوگ مسیح موعود مہدی مسعود اور کرشن گوپال سے مصاحبت کر کے بھی فہم وادراک سے ایسے ہی بے نصیب ہو جیسے وہ آسمانی منکوحہ کے وصال سے۔ سچ ہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۱-۱۱)

 اڈیٹر الحکم قادیان نے لکھا ہے:

رام پور کے مباحثہ کے متعلق میں نے پچھلی اشاعت میں دو مخالفوں کی تحریروں کی تنقید شائع کر دی ہے۔ اہل حدیث کے تازہ نمبر میں امرتسری منکر نے اس مضمون کی تنقید کی ہے جو بدر کی ۲۴ جون کی اشاعت میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا تھا۔ امرتسری منکر اپنی چالاکیوں سے اصل معاملہ کو مشکوک کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم صفائی کے ساتھ اس امر کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ ہم نے مباحثہ کو بند کر دیا۔ اس کے معنی اگر گریز اور مفرور ہیں تو امرتسری منکر کو خوش ہونا چاہیے کہ ہم اس کی تاویل نہیں کرتے مگر دنیا عقلمندوں سے خالی نہیں وہ سمجھ سکتی ہے کہ جس حال میں ہم نہایت دیانتداری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مباحثہ بند کر دیا تو ضرور اس کیلئے قوی وجوہات ہوں گی پس ان وجوہات کی معقولیت میں کوئی کلام نہیں۔ وفات مسیح ایسا مسئلہ نہیں جس پر احمدی قوم مباحثہ نہ کر سکے ہم رام پور میں کسی انعام کیلئے نہ گئے تھے بلکہ ہم نے ایک معقول رقم اس مقصد کے لئے صرف کی کیونکہ غرض یہی تھی کہ احقاق حق ہو اور تبلیغ ہو۔ جن لوگوں کو شکست و فتح سے غرض ہے اور بٹیر بازوں اور قمار بازوں کی طرح مذہبی معاملات کو طے کرنا چاہتے ہوں انہیں ان کے خیالات مبارک ہوں وہ اپنی فتح کا پھریرا اڑاتے پھریں ہم اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ اس پہلو سے رام پور پر حجت پوری ہو گئی۔

اس تنقیدی مضمون میں امرتسری منکر کہتا ہے کہ شرائط گویا منظور نہ ہوئے تھے تو پھر دربار رام پور میں جو مباحثہ ہوتا رہا آپ ہی کے بیان کے موافق بدون تصفیہ شرائط تھا۔ ہم نے اس کو خلاف ورزی شرائط کے نیچے ہی لا کر بند کیا تھا مگر اب امرتسری منکر نے اور بھی وضاحت کر دی کہ وہ شروع ہی خلاف شرائط ہوا، یا کم از کم بدون شرائط ہوا۔ اب دانشمند خیال کریں کہ جہاں شرائط ہی کا تصفیہ نہیں تو بدون تصفیہ شرائط مباحثہ کا جاری رکھنا کہاں تک قرین مصلحت ہے۔ امرتسری منکر نے اپنے اسی بیان میں ہز ہائنس نواب صاحب پر بھی حملہ کیا کیونکہ انہوں نے خود فرمایا تھا کہ شرائط کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اگر شرائط کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو امرتسری منکر کیوں پہلے شرائط ہی کی بحث

شروع نہ کرتا۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ، اگر جناب نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کسی کو یارہ نہ تھا کہ شرائط کی ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تھیں شرائط کی تھی نہ ترمیم۔

سچ ہے ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔ اس کا جواب بہتر ہوگا ہز ہائینس خود دیں تا کہ امرتسری منکر کی تسلی ہو جاوے لیکن وہاں سے شائد جواب لینے میں دیر ہو اس لئے میں اس تحریر کا ایک ہی فقرہ لکھ دیتا ہوں جو امرتسری کے خیال میں تعیین شرائط کی تحریر ہے اس سے فضیلت مآب کے اس الزام کی بھی حقیقت کھل جائیگی کہ تعیین اور ترمیم میں ہم تمیز نہیں کر سکتے

چنانچہ مناظر اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں: شرائط محررہ مولوی محمد احسن صاحب پہنچے بعد ترمیم منظوری مندرجہ ذیل جملہ شرائط ہمیں منظور ہیں۔،

ترمیم اور منظوری کے الفاظ میں نے خصوصیت سے جلی کر دیئے ہیں اب ناظرین انصاف کریں اور امرتسری منکر کی حق پش دہی کی داد دیں کہ کس صفائی اور خوبی سے وہ اس درخواست کی تعیین شرائط کی درخواست بتاتا ہے اب کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیوں حضرت ترمیم اور تعیین میں تمیز ہم نہیں کر سکتے یا خود فضیلت مآب لوگوں کو مغالطہ میں رکھنا چاہتے ہیں یا سمجھتے ہی نہیں۔ اب میں امرتسری منکر کی ٹیڑھی جوتی اس کے تیڑھے منہ پر جڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیوں صاحب سچ ہے کہ ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔ کیا اس قسم کی غلط بیانیوں سے تم کامیاب ہو سکتے ہو؟ کبھی نہیں۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ مناظر کئی روز پہلے مقرر ہو چکا تھا۔، اس کے لئے میں کسی لمبی بحث کی حاجت نہیں سمجھتا مولوی فاضل ثناء اللہ اتنا بتا دیں کہ وہ درخواست جو ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھے پاؤں کے مصداق آپ نے پہنی؟ تھی کیا اس پر آپ کے دستخط ہیں یا فقط مناظر اہل سنت والجماعت لکھا ہوا ہے۔ اگر مناظر پہلے سے مقرر ہو چکا تھا تو اس درخواست پر نام نہ دینے کی کیا وجہ ہے۔

اس کے علاوہ مولوی فاضل کے چہرہ بے حیائی پر سے نقاب اٹھا دینے کے لئے یہاں اس جواب کا آخری فقرہ درج کرنا ضروری ہے جو اس کی محولہ بالا درخواست ترمیم کا دیا گیا تھا:

بہرحال شرائط حضور کے استمزاج سے طے ہو چکی ہیں اب وقت ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے، فریق ثانی اپنا مناظر مختص کرے جو مسائل مقررہ پر بحث کرے گا۔،

اگر مناظر مقرر ہو چکا تھا تو پھر ہمیں آپ کی ترمیم شرائط کے جواب میں اس فقرہ کے

لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۴ جون تک کو مناظر مخصوص نہیں ہوا بلکہ عام طور پر مشہور یہ تھا مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہوں گے۔ اس قدر غلط بیانی سے کام لینا مولوی فاضل کو مبارک ہو اور یہ انکی فتح کا نشان۔

اس طرح پر امرتسری نے واقعات کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہا ہے مگر وہ یاد رکھے کہ ان چالاکیوں سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور دیکھنے والے اندھے نہیں میں اس تنقید پر ریمارک کروں گا اڈیٹر الحکم کے متعلق جس واقعہ کا اظہار مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ پبلک میں آئے، محض اس وجہ سے کہ اس کا تعلق ہز ہائینس نواب صاحب رام پور سے تھا اس واقعہ کی پوری کیفیت جہاں اڈیٹر الحکم کی جرأت اور دلیری کو ظاہر کرے گی وہاں بالمقابل واقعات کا پہلو غالبًا تاریک ہوگا اس لئے میں نے ہرگز یہ پسند نہیں کیا تھا کہ اس کے متعلق کچھ لکھوں اب جب کہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار میں اس واقعہ کو غلط رنگ سے پیش کیا ہے میرا فرض ہے کہ میں اس پردہ کو بھی اٹھا دوں مگر اس کے لئے میں نے مناسب ہی سمجھا ہے کہ اس پہلے کہ یہ واقعات پبلک کے سامنے آئیں ان پر متانت سے دوسرے رنگ میں نوٹس لوں جو عنقریب انشاء اللہ پبلک کو معلوم ہو جائے گا۔ بہر حال جیسا کہ میں نے ظاہر کیا ہے اس تنقید میں امرتسری منکر کو پتہ لگ جائے گا کہ اس کے مغالطوں پر اب پردہ نہیں پڑ سکتا۔ (الحکم ۱۹۰۹ء۔۱۴ جولائی ص ۳۔۴)

❁ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مباحثہ رامپور کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

مباحثہ رام پور کی فتح کے متعلق جن احباب نے خطوط بھیج کر مبارکبادیں دی ہیں خاکسار ہیچکار اُن کے حسن ظن کا شکر گذار ہے تمام خطوط جن میں احباب نے اظہار مسرت کیا ہے نقل نہیں ہوسکتے ایک خط نمونہ کے طور پر درج ہے:

ہمارے معزز اسد الہند جناب مولانا ثناء اللہ صاحب زید مجدہٗ

السّلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

آج مورخہ ۵/جولائی سنہ رواں کو کیفیت مباحثہ رامپور پرچہ میں نہایت شوق سے دیکھا۔

مولانا مبارک ہو، مبارک، شاباش، مرحبا، جزاک اللہ۔

ایسے بھرے دربار میں جس میں حضور ہز ہائنس بذات خاص جلوہ افروز تھے اور علماء اسلام کا جمگھٹا تھا، ایسی حالت میں آپ کا مرد میدان ہوکر مرزائی پارٹی کو دندان شکن جواب دیکر قافیہ تنگ کرنا اور اُن کی دھجیاں اڑانا، بس یہ آپ ہی کا حق تھا۔ اس میں شک نہیں کہ

یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا۔

بصد آرزو جمیع اہل اسلام آپ کے ترقی حیات کے دعا گو ہیں۔ فقط والسلام۔

راقم آپ کے دیدار کا شائق و دعا گو: عبدالستار بسکو ہری مدرس مدرسہ اسلامیہ آسنسول۔

بعض احباب نے فرط محبت میں اس ہیچکار بداعمال کو مجدد کا لقب عنایت فرمایا۔ ایسے احباب مطلع رہیں کہ جس دشمن اسلام پر فتح پانے کی خوشی میں مجھ کو مجدد کہہ رہے ہیں اوسکا دعویٰ بھی مجددیت ہی کا تھا، لہٰذا تمام مسلمانوں کو یہ لقب دیتے اور لیتے ہوئے ذرہ ڈرنا چاہئے۔ خاکسار ایسے تمام احباب کے لیے دعا گو ہے خداوند تعالیٰ حامیان دین کو دین و دنیا میں حسنہ عطا فرماوے۔

گو اخباری دنیا میں مباحثہ رامپور نے بہت شہرت حاصل کی اور لوگوں نے سمجھا کہ قادیانیوں کو آج ایسی شکست ہوئی ہے کہ اب وہ آئندہ کو نہ سسکینگے مگر میرے خیال میں ان کی شکست کی بنیاد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء سے رکھی گئی تھی جس روز مرزا صاحب نے میرے متعلق اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے میری عمارت کو ہلادیا ہے اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔''

چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس اشتہار کے مطابق آنجہانی تشریف لیجا کر میری (نہیں نہیں اسلام کی) فتح اور اپنی شکست پر دستخط کر گئے۔ اصل شکست تو اونکو ۲۶ مئی کے روز ہوئی تھی مگر خیر چونکہ قادیانی پارٹی کو وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑا گھمنڈ تھا اس لیے خدا کو منظور تھا کہ کسی خاص موقعہ پر اس میں بھی ان کی ذلت کا ظہور ہو، سو الحمدللہ کہ ہو گیا۔

کچھ شک نہیں کہ ہز ہائینس نواب صاحب کے زیر اہتمام جلسہ نہوتا تو یہ حضرات پہلے ہی روز سامنے نہ آتے۔ اب تو بہانے کر رہے ہیں کہ ثناء اللہ نے ہم کو گالیاں دیں، اول تو کوئی نادان بھی باور نکریگا کہ ایک بااختیار والی ریاست کے زیر اہتمام جلسہ ہو، پھر اُس میں بازاریونکی طرح گالی بازی ہو۔ اصل یہ ہے کہ مرزائیوں کو شروع ہی سے میری شرکت کا خوف تھا۔ امرتسر میں ایک موقعہ پر مرزائیوں کا اجتماع تھا۔ اس میں وہ مشورہ کر رہے تھے کہ کسی طرح ایسی کوئی صورت ہو کہ ثناء اللہ مناظرے میں پیش نہو۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ مولوی محمد احسن امروہی کو لکھنا چاہئے کہ نواب صاحب کے سامنے عذر کریں کہ ثناء اللہ میرے مقابلے کا نہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا، اچھا وہ اگر یہ عذر کریں گے تو اول تو مجھے جواب دینے کی حاجت نہوگی، اگر ہوئی تو میں عرض کروں گا کہ جس حال میں اُن کا نبی اور مسیح مجھ کو خطاب کرتا رہا، یہاں تک کہ آخری فیصلہ کے اشتہار میں جان کی بردبازی

مجھ سے اسنے لگائی ،تو کیا یہ لوگ اپنے رسول سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کے خطاب کے میں قابل نہیں۔ اسی سے ثابت کروں گا کہ یہ لوگ دل سے مرزا کے مرید نہیں بلکہ یونہی ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔مگر خیریت رہی کہ محمد احسن صاحب نے یا کسی اور نے یہ عذر نہ کیا۔

رامپور میں مباحثہ سے دوسرے روز شاید ۱۶ جون کے میں نے خواب میں دیکھا کہ مرزا صاحب سے میری ہاتھا پائی ہوئی ،مگر حملہ میری طرف سے ہے۔آخر یہ ہوا کہ میں نے اُن کو گرا کر اونکی ایک ٹانگ کو ہاتھ سے پکڑ کر سر کے ساتھ ملا دیا۔ پھر جو ہٹ کر سامنے آئے تو مٹی کا پیالہ جو میرے ہاتھ میں تھا میں نے اون کے منہ پر زور سے مارا، اور منہ سے بھی کچھ کہا ۔یہ خواب میں نے اپنے احباب کو رامپور ہی میں سنا دیا تھا۔اس کی تعبیر حکیم نور الدین صاحب کچھ فرماویں گے تو سنوں گا۔

الحکم قادیانی اس شکست سے کھسیانے ہوکر پہلے تو فیصلہ دہندگان علماء کو کوستا ہے پھر لکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور اُن کے معاونین کو اگر دعویٰ ہے تو ہم وفات مسیح کے متعلق اخبار میں مذاکرہ شروع کرتے ہیں۔مولوی ثناء اللہ کے پاس اس میں کچھ ثبوت ہے تو وہ منظور کریں۔

جواب یہ ہے کہ ہم تو وفات مسیح کا مسئلہ قادیانی مشن سے بالکل بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ رسالہ الہامات مرزا میں بھی میں نے اعلان کیا ہوا ہے اور رامپور میں بھی ایسا ہی کہتے رہے۔ اس لیے ہمیں تو شوق نہیں کہ ہم اس مذاکرہ میں حصہ لیں۔مگر چونکہ تم اس کے لیے درخواست کرتے ہو،لہذا ہم منظور کرتے ہیں، مگر ایک شرط سے جو بالکل واجبی اور تمہارے امام کی منظور کردہ ہے کہ تمہارے ہی اخبار میں ایک مذاکرہ ''قادیانی الہامات'' کے عنوان سے ہوگا دونوں برابر چلیں گے اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اس کو منظور کرو، ورنہ نامنظوری کی معقول وجہ بتلاؤ۔

دیکھو اس موقعہ پر بھی میں وہی پیشگوئی کرتا ہوں جو رامپور میں وجدانی طور سے کی تھی کہ تم لوگ ہرگز ہرگز اس مذاکرہ کے لیے تیار نہ ہوگے۔ کیوں؟ ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اون سے　　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(اہل حدیث جلد ۶۔نمبر ۳۸۔مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

سراج الاخبار جہلم کا نامہ نگار ۲۱۔اگست کے پرچے میں لکھتا ہے: احمدی فرقہ مرزا صاحب قادیانی کے مرنے سے بہت کمزور اور بے وسیلہ ہوگیا تھا اس کی رہی سہی عزت رام پور کے مباحثہ سے جاتی رہی۔　(بدر قادیان ۲۳ ستمبر ۱۹۰۹ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ،عجیب ڈھٹائی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر، سراج الاخبار کے جواب میں لکھتا ہے کہ رامپور میں اخلاقی فتح ہم کو ہوئی۔ اس اخلاقی فتح کے معنی نہیں سمجھتے۔ اخلاقی فتح تو اس کا نام ہے کہ فریق مخالف مان جائیں کہ یہ لوگ گو مذہب میں جھوٹے ہیں مگر اخلاق ان کے بڑے پاکیزہ ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی جماعت کو رامپور میں کسی نے یہ ڈپلومہ (سند) نہیں دیا، یہاں تک کہ جب تم لوگوں نے رخصت کے لیے چیف سکریٹری کی معرفت حضور نواب صاحب کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ ہم کو حاضری کی اجازت ہو، تو نواب صاحب نے تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے اُسکو سننا بھی پسند نہیں کیا۔ رامپور کے علماء تو کیا، عام پبلک بھی تمہاری نسبت یہی رائے رکھتی تھی کہ ؎

جفا جو سنگدل بے رحم ظالم لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پھر نہیں معلوم اخلاقی فتح کس کا نام ہے۔ ہاں اب سمجھے کہ بے حیا کی سرین پر درخت اگا تھا اُس نے کہا ہم سایہ میں رہیں گے۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۴۹-۵۰۔: ۲۲/ ۲۹ رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۸/ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص: ۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ "فرار اہل قادیان بمقام رامپور" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار چاہے کتنا ہی بڑ ہانکے مگر ہم کو معتبر خبر پہونچی ہے کہ ایک شخص شیر محمد خان نے حکیم نورالدین سے رامپور کے مباحثہ کی کیفیت دریافت کی تو حکیم صاحب نے کہا خواجہ .. کی بدلگامی کا نتیجہ ہے کہ رامپور میں ذلت ہوئی۔ میں تو وہاں جانے سے منع کرتا تھا۔ گو بیان وجہ میں حکیم سے ہم کو یا کسی اور صاحب کو اختلاف ہو مگر اصل مطلب میں اتفاق ہے کہ قادیانی ذلیل ہوئے۔ اس لیے ہمارے دوست حکیم محمد شریف بانکی پوری کی مندرجہ ذیل تاریخی نظم کے صدق میں کلام نہیں۔

اے بوالوفا مبارک رحمت خدا کی تم پر
کیا حق کا تم نے کھینچا پیشِ حریف خاکا
تقریر ہو تو یوں ہو تحریر ہو تو یوں ہو
دشمن بھی جس کو مانے مداح ہو ثنا کا
آیا تھا کس طرح پر بھاگا ہے کس طرح سے
حق نے جمادیا ہے اوسپر تمہارا ساکا
دھجی اوڑائی تو نے کیّاد قادیاں کی
باقی نہ چھوڑا اوسپر عزت کا ایک تاگا

لتّی لی اوسنی ایسی پھر کر بھی پھر نہ تاکا
بخیا اودھیڑی ایسی باقی نہ چھوٹا ٹانکا
گیڈر نے آکے کی تھی شیروں سے پنجہ بازی
کیا منہ کی کھاکے بھاگا کیا دُم دباکے بھاگا
شورش بہت مچائی شرطیں عجب لگائیں
آڑے لیا جب اوسکو کیا بغل ہی وہ جھانکا
منہ زوریاں بھی کی تھیں پشتک بھی تھی اڑے
مہمیز جب اڑایا کیا ہی دو گاما بھاگا

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶ نمبر ۵۱۔ مورخہ ۷ شوال ۱۳۲۷ھ۔ ۲۲/اکتوبر ۱۹۰۹ء ص: ۷)

 اخبار بدر قادیان میں، رسی دراز، کے زیر عنوان لکھا ہے:

ہمارا خیال تھا کہ... امرتسری منکر منہ مانگا یعنی حرام زادہ کی رسی دراز کا فیصلہ پاکر ڈوب نہیں مریگا تو خاموش ضرور ہو جائے گا مگر موروثی اور جبلی عادت کہاں جائے۔ تازہ پرچہ اہل حدیث میں قاضی اکمل صاحب کے ایک ریویو پر اس نے خوب اپنی فطرت کا اظہار کیا ہے اور ادھر ادھر کی باتیں لکھ کر حضرت مسیح موعود کو گالیاں دی ہیں اگر قرآن کریم عن اللغو معرضون کا حکم نہ دیتا تو ہم بھی امرتسری پسوؤں کا تھیلہ کھول دیتے اور ایک ایک پسو ملاجی کو ایسا کاٹتا کہ بچپن اور شاگردی استادی کا زمانہ یاد آجاتا مگر ہمیں اب بھی خیال ہے کہ شاید باز آجاوے ورنہ جاہل بند کیلئے ہمارے پاس فلاسفر قلندر ہے۔ اور کرائے کا ٹٹو، اور ہم نے ثناء اللہ کے دوستوں سے یہ سنا ہے کہ جب وہ کہیں جاتا ہے جھٹ پہلے کرایہ منگوا لیتا ہے اور کتابیں لکھتا ہے تو یہ غرض ہوتی ہے کہ جس طرح ہو میری کتاب پہلے نکل جائے اور پیسے خوب وصول ہو جاویں کہ جس طرح روپیہ کمانے کیلئے دفتر اندر سے برساتی مینڈکوں کی طرح کتابیں نکلتی ہیں یہی حال ثناء اللہ کا اور ہم نے خود بھی اس کی کتابیں پڑھ کر دیکھی ہیں سوائے مذاق اور فطری اظہار کے عالمانہ جوابات بہت کم ہوتے ہیں کہیں قافیہ تنگ ہوتا ہے تو حلوے کا سوال کرتا ہے بھلا آریہ جنہوں نے پوپوں کی حلوہ پوریاں بند کر دیں ایک ملا کی کب سننے لگے۔ اصل بات یہ ہے کہ ضمیر فروش انسان خدا لگتی بات محض اس وجہ سے نہیں کہہ سکتا کہ کتاب نہیں بکے گی ورنہ وفات مسیح کا قائل ہونا اور کتاب میں نہ لکھنا کیا معنی رکھتا ہے اور طرفہ یہ کہ سارٹیفکیٹ حاصل کرنے کی خواہش سے حیات مسیح کا ثبوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ شرم!

اپنے منہ میاں مٹھو! شیعہ نواب کے جذبات کو امام حسینؑ کے متعلق غلط بیانی کر کے بھڑکا دینا اور سارٹیفیکیٹ حاصل کرنا تو ثناء اللہ کیلئے باعث فخر تھا ہی مگر اب ثنائی مشین کی راگنی کا الاپ نیا ہے۔ اگر اس سے تفسیر ثنائی مراد ہے تو اس کے متعلق بعض علماء نے بھی لکھ دیا ہے کہ یہ کاسہ لیسی ہے اور جو خیالات اضافہ کیئے ہیں ان پر فتوی کفر لگ چکا ہے۔ رہے مباحثات انکے ذکر سے بھولے بھالے اہلحدیث خوش ہو جاویں مگر راز دان اور واقف کار تمہاری قلعی کھولے بغیر نہیں رہ سکتے

مباحثہ دیوریا میں سے اگر مولانا ابوحسن رحمت کے نوٹ اور وکیل صاحب کا محاکمہ جس میں براہین احمدیہ سے اقتباسات درج ہیں اور صریح حضرت اقدس کے محامد مذکور ہیں نکال دیا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ جو شخص الہام کی تعریف تک اچھی طرح نہیں کرسکتا وہ الہامی کتاب لکھنے کا کہاں تک مجاز ہے۔ مباحثہ نگینہ کی فتح کی پگڑی ہمارے دوست ماسٹر عبدالرحمٰن کے سر بندھنی چاہیے کیونکہ جو اعتراض انہوں نے وہاں کیا ہے ماسٹر نے وہی بعینہ اپنی کتاب اختیار الاسلام میں لکھا ہے یعنی دو واہ بیاہ کیوں نہیں ہوسکتا نیوک کیوں ہو۔ پھر تمہاری تقریر زینت کی حضرت اقدس کا یہ شعر ہوتا ہے: جمال وحسن قرآن نور جانِ ہر مسلمان ہے۔ اب یہ انکار کہ میں حضور کی یا حضور کے خدام کی تصانیف سے اکتساب نہیں کرتا تمہارا صریح جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک اور سرٹیفیکیٹ: ہاں تم چلتے پرزے ...ضرور ہو جب حضرت مسیح نے سب سے پہلے نیوگ پر بحث کر دی اور آریوں کا ناک بند کر دیا تو تم اور تمہارے ہم مشربوں نے دکھتی ہو جگہ کو پکڑ لیا اور بنیاد پر دیواریں اٹھالیں ان میں چونہ اور گارا ہمارا۔ تم کافر نعمت ہو کہ منکر ہو؟ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تم کو بچپن سے ہی شاعری میں کمال ہے اور موقعہ کا شعر خوب پڑھتے ہو یہ سند مبارک ہو۔ نیر

(بدر ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص ۵)

❁ مولوی محمد احسن امروہی نے مباحثہ رام پور کے بعد، ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رام پوری، کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

اوائل اپریل ۱۹۰۹ء میں سرکار والا ریاست رام پور نے اپنی خواہش باصرار ظاہر فرمائی کہ خاص ان کی روبکاری میں مابین احمدیوں اور اہل سنت غیر احمدیوں کے مناظرہ واقع ہو جس کو مجی ذوالفقار علی خاں نے بذریعہ ایک کارڈ کے بدیں خلاصہ مضمون ظاہر کیا کہ ہمارے سرکار والا تبار کی خواہش ہے کہ ان کے سامنے احمدی سلسلہ کا اور اہل سنن کا مناظرہ ہو اور حتی الامکان میں تحریری مناظرہ پر اڑا ہوں آنجناب کچھ اور تجویز فرمائیں تو اس عاجز کو مطلع فرمائیں۔ انتہی خلاصہ

ما فی الکتاب المورخ ۷۔اپریل ۱۹۰۹ء..

اس کے جواب میں سرکار والا کی خواہش کو اس امید پر منظور کیا کہ چونکہ یہ مناظرہ روبکاری میں ایک رئیس اعظم نواب صاحب عالی قدر و عظیم الشان کے واقع ہوگا اور بالضرور مفید عام و خاص ہوگا کیونکہ کوئی خلاف تہذیب اور مخالف شرائط کے بھی آں حضرت (نواب) کی روبکاری میں واقع نہ ہووے گا اور ظن غالب تھا کہ عالم مناظر صاحب طرف ثانی کے مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہوں گے کیونکہ وہ ہی اس خاکسار کے ہم وطن بھی ہیں اس لئے امروہہ اور اس کے اطراف کے لئے بھی مفید تر ہوگا فلہٰذا شرائط مناظرہ حسب ذیل لکھ کر روانہ کی گئیں

محبّ مکرم حضرت ذوالفقار علی خان صاحب .... حسب الارشاد تجویز مفید طرفین کے لئے کچھ شرائط عرض ہیں۔ (مفید طرفین ہونے کا کیا مطلب؟ کیا محمد احسن صاحب اپنے مخالفین کے بھی وکیل تھے؟ وہ انہیں صرف اپنے لئے مفید قرار دے سکتے تھے مخالفوں کیلئے کیونکر؟)

ا: چونکہ سلسلہ احمدیہ کا ایک مقصد عظیم مقاصد مہمہ میں سے حضرت عیسی بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کی وفات بھی ہے تاکہ بحکم یکسر الصلیب کے جو خاص کام مسیح موعود کا ہے اور اسی ایک مسئلہ وفات سے دین عیسوی کی موت و ہلاکت واقع ہوتی ہے لہذا اولاً بحث مسئلہ حیات اور وفات عیسی بن مریم میں بالضرور ہوگی اور جب تک اس مسئلہ کا فیصلہ نہ ہو جاوے گا اور کوئی مسئلہ پیش نہ کیا جاوے گا کیونکہ ہندوستانی رعایا میں اگرچہ انواع انواع کے شرک واقع ہیں جو اس زمانہ آخری میں شائع ہو رہے ہیں لیکن ان شرکوں کی وقعت عقلاء کے نزدیک ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے لیکن ہماری گورنمنٹ عالیہ عادلہ جس شرک میں مبتلا ہو رہی ہے ھدا ھا اللہ الی الصراط المستقیم اس کی وقعت عندالناس بہت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ چار دانگ عالم اور اس کی قلمرو میں یہی شرک صلیبی پھیلا ہوا ہے جسکا اثر اہل اسلام تک پہونچ گیا ہے اس لئے اللہ تعالی کا ارادہ اس زمانہ آخری صدی میں چہاردہم میں یہ ہوا کہ ایک مجدد عظیم الشان اس سرصدی پر ایسا مبعوث ہو کہ شرک صلیبی کا کسر وانکسار واقع ہو جاوے جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی امداد میں کروڑ ھا روپیہ صرف کیا جاتا ہے اور یہ کسر و انکسار موت و ہلاکت معبود عیسائیوں کے متصور نہیں ہوسکتا اور باقی دوسری اصلاحیں اس کے ضمن میں اور بالتبع ہوسکتی ہیں اس لئے اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں رد شرک معبودان باطلہ کے لئے ان کی موت کو بڑے زور شور کے ساتھ بیان فرمایا ہے و الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیا وما یشعرون ایان یبعثون۔

۲۔ ہر دو فریق کو اختیار ہو گا کہ دو دو اپنے معاون پیشتر بحث شروع کرنے کے تجویز کر لیویں۔ معاونین کو اور نہ کسی اور کو بحث کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور ہر دو فریق کی تقریر روبکاری سرکار والا یا تو اسی جلسہ میں تحریر ہو جاوے گی یا کوئی کاتب زود نویس بوقت تقریر ہی کے تحریر کرتا جاوے گا تا کہ کسی فریق کو یہ گنجائش باقی نہ رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا یا کچھ زیادہ یا کم کہا ہے۔ چونکہ غرض احقاق حق اور انسداد نزاع سے ہے جو اس شرط سے حاصل ہوتی ہے لہذا یہ شرط بھی ضروری ہے۔

۳۔ وقت بحث کا تین گھنٹہ کا ہو گا یعنی ڈیڑھ گھنٹہ ہر ایک فریق کے لئے اور وقت گذر جانے پر کسی فریق کو کچھ اور لکھوانے کا اختیار نہ ہو گا کیونکہ دریں صورت سلسلہ بحث بہت طویل ہو جائے گا۔ اور ہر ایک فریق اپنی قلم بند شدہ تقریر کو بآواز بلند سنائے گا اور تقریر غیر مصدقہ احد المناظرین و میر مجلسان کے اس جلسہ میں قابل اعتبار نہ ہو گی۔

۴۔ فریقین کو صرف قرآن کریم اور سنت صحیحہ مثبتہ سے علی منہاج النبوت استدلال کرنا ہو گا اور علی منہاج النبوۃ سے یہ مطلب ہے کہ بعض کاشفات نبویہ ایسے ہیں کہ ان میں بغیر ماننے مجاز اور استعارات مندرجہ علم معانی کے مراد صحیح معلوم نہیں ہوسکتی مثلاً جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے ، انی رأیت احد عشر کوکباً و الشمس و القمر رئیتھم لی ساجدین۔ اس پر حضرت یوسف بعد وقوع پیش گوئی کے فرماتے ہیں ھذا تاویل رؤیای قد جعلھا ربی حقاً۔ دیکھو اس تاویل کے واقع ہو جانے پر یوسفؑ نے کس جوش و اخلاص سے مراد الٰہی جو الفاظ مندرجہ پہلی آیت میں مجازاً ہے بیان فرمائی اور ظاہر ہے کہ کلام بلیغ میں مجاز اور استعارات کا ہونا ضروریات سے ہے خصوصاً پیش گوئیوں میں۔ ہاں بالضرور درصورت واقع نہ ہونے تعارض یا تناقض کے کلام کو محمول علی الظاہر بھی کیا جاوے گا کیونکہ یہ پیش گوئیاں متعلق احکام فرض و واجب یا حلال وحرام کے نہیں جنکا علی الظاہر محمول کرنا ضروری ہوتا۔

۵۔ ترتیب بحث یہ ہوگی کہ بعد بحث حیات و ممات کے عقلاً و نقلاً بحث اس امر میں ہوگی کہ حالات زمانہ مقتضی اس امر کے تھے یا نہیں کہ اس صدی کے سر پر مبعوث ہونا مجدد کا ضروری تھا بعد طے ہو جانے اس مسئلہ کے صدق یا کذب دعوی حضرت مرزا غلام احمد صاحب میں علی منہاج النبوۃ گفتگو ہو گی۔ اور منہاج النبوۃ سے جو مراد ہے وہ لکھی گئی۔ تتمہ اس شرط کا یہ بھی ہے کہ انبیاء اور مجددین کے اجتہادی اقوال علاوہ متون الہامات کے استدلال میں یا نقض دعاوی میں نہ لائے جاویں گے کہ اجتہاد میں خطا ہوسکتی ہے کما قال اللہ و ما ارسلنا من قبلک من رسولٍ و لا نبیّ الّا اذا تمنی

القی الشّیطان فی امنیته فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم اللّٰہ آ یا ته ۔
اگرچہ بوجوہ موجہہ ان قصص کوتسلیم نہیں کرتا ہے جو اس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے لکھی ہیں کما حققہ فی التفسیر الکبیر مگر اس آیت سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہے کہ بعض تمنی رسل اور انبیاء کے بھی اللہ تعالیٰ طرف سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے نفس قدسیہ کی طرف سے بسبب آمیزش قوۃ وہمیہ کے ہوجاتی ہے جو خواص بشریہ سے ہے لیکن معہذا ان کی کمال ایمان کا مقتضی ہوتا ہے پس ان کا اجتہاد اس طرف بھی چلا جاتا ہے جو مراد الٰہی نہیں ہوتی ہے مگر اس پر ان کو قائم نہیں رکھا جاتا۔

بعد اس کے بالآخر حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں گفتگو ہوگی مگر علی منہاج النبوۃ جس کی مراد ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

پھر حضرت مرزا صاحب کی وفات میں بالآخر گفتگو ہوگی کہ ان کی موت جھوٹے مدعیوں کی سی واقع ہوئی یا علی منہاج النبوۃ۔

میری دانست میں ان مسائل پنجگانہ مذکورہ میں بحث ہونا ہی کافی ہو جائے گا۔آئندہ اگر کوئی اور مسئلہ بھی مسائل متنازعہ فیہا میں سے فریق ثانی پیش فرمائیں گے تو اس میں بھی گفتگو ہوسکتی ہے مگر ترتیب بحث کی یہی رہے گی جو لکھی گئی۔علاوہ ان مسائل کے دوسرا مسئلہ آخر میں رہے گا الاقدم فالاقدم۔ بغیر اس طبعی ترتیب کے مناظرہ محض فضول ہے جس کا کوئی نتیجہ معتد بہا حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ترتیب ایسی ہے جیسا کہ اشکال پنجگانہ اقلیدس کی ترتیب ہے ورنہ خاکسار کو اعراض ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ و الّذین هم عن اللغو معرضون ....۱۸۔اپریل ۱۹۰۹ء۔خاکسار سید محمد احسن امروہہ محلّہ شاہ علی سرائے

...پھر نواب کی تجویز سے ایک اور موضوع بھی شامل بحث کیا گیا جو یہ تھا۔آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی کسی حیثیت کا مبعوث ہوسکتا ہے یا نہیں۔

....پھر خاکسار (محمد احسن) مع ہمراہیان جناب مولوی سید سرور شاہ اور جناب مولوی مبارک علی اور جناب حافظ روشن علی وغیرھم ۱۳ جون (۱۹۰۹ء) کو شام کی ریل میں بمقام رام پور پہنچ گیا ..نواب صاحب کا شکریہ کہ کہ ہمارے استقبال کے لئے گاڑی سرکاری اور نیز دیگر گاڑیاں اصطبل کی اسٹیشن پر حاضر کر رکھی تھیں ...

اول ہی سے بغرض نقض شرائط منظور شدہ حضرت نواب صاحب کے ایک نامہ مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۹ء موصول ہوا جس میں بجائے نام راقم کے مکتوب منہ کا پتہ مجملاً مناظر اہلسنت و

الجماعت لکھا ہوا تھا اور مکتوب الیہ کا نام حافظ احمد علی خان افسر کارخانہ جات لکھا تھا... ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مناظر کی تعیین جو اس خط میں نہیں کی گئی اس میں کیا چند اغراض مخفی نہیں تھیں۔ اول تو یہ کہ علمائے رام پور و امروہہ مثل مولوی احمد حسن صاحب امروہی کی اول سے اول ہی تحقیر و توہین واقع نہ ہو کہ ان میں سے کوئی ذی علم باوجود ادعائے فضل و کمال کے یہ بھی علمی قابلیت نہیں رکھتے کہ دعاوی حضرت اقدس کو جن کو وہ باطل سمجھتے ہیں بمقابلہ مولوی سید محمد احسن کے دلائل شرعیہ سے ابطال کر سکیں کیونکہ مخفی مناظر تو ان کے اذہان میں مولوی ثناء اللہ صاحب ہی تھے جن کو اس خاکسار نے سوائے ایک مرتبہ کے مخاطب ہی نہیں کیا تھا وہ بھی بعد وفات حضرت مرزا کے بضرورت اصرار بعض احباب امروہہ کے بحکم الضرورۃ تبیح المحظوراۃ ...

دوسری غرض اخفائے نام مناظر سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ علمائے جماعت احمدیہ کے مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام سن کر بسبب اس کے ناقابل خطاب ہونے کے اس کو اپنا مقابل و مخاطب نہ کریں گے ہاں بوقت مناظرہ جب وہ کھڑا ہو جاوے گا تو اس کو کون روک سکتا ہے..

تیسری غرض یہ ہوگی کہ جو امور شش گانہ اس خط میں مرقوم ہیں وہ بمقابلہ ان شرائط مفید طرفین مندرجہ ہمارے خط ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۹ء کے ایسے بے ہودہ اور عبث ہیں کہ ان کی لغویت بشرط انصاف اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ اول میں لکھا ہے۔

ا۔ ظاہر ہے کہ وفات حضرت عیسیٰ بن مریم جس کو فرقہ احمدیہ سب سے اول ہمیشہ مناظرہ کے لئے پیش کیا کرتے ہیں نہ مدار بحث ہے ن ابطال مذہب عیسوی اس پر موقوف ہے..الخ۔...

پھر کہتے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ ہر فریق کی تقریر کے لئے مقرر کرنا غیر مناسب ہے (یعنی زیادہ ہے) اس لئے کہ مجلس مناظرہ ہے نہ مجلس وعظ۔ ...اور جو دلائل ثبوت مدعا کے لئے پیش کیجاویں گے تو قواعد عقلیہ مسلمہ عند اہل العقل کا ماننا ضروری ہوگا۔...

اور دلائل نقلیہ کی صورت میں قواعد شرعیہ کی تسلیم لازم ہے ..

.اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اور علمائے راسخین اور آئمہ مجتہدین بلکہ جمہور امت و جم غفیر علماء و آئمہ کا جو طرز استدلال تھا اور ہے یا جن جن دلائل کو انہوں نے ثبوت شرعیات میں معتبر کردانا ہے اس کا ماننا فریقین پر ضرور ہوگا... اور کلام اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہوگا۔

تقریر محمد احسن ۱۵۔ جون ۱۹۰۹ء کو ہوئی جس کے ذکر کے بعد پھر لکھا ہے :

ہم کو امید قوی تھی کی اس کو جواب دہی کے مولوی احمد حسن مدرس امروہہ یا کوئی اور مولوی شاگردان

مولوی رشید احمد سے کھڑے ہوں گے مگر ہماری یہ امید مبدل بیاس ہوگئی اور سخت افسوس ہوا کہ العجب اس قدر تعداد کثیر علمائے رامپور وامروہہ و دیو بند وغیرہ میں سے کوئی عالم غیر احمدیوں کے نزدیک ایسا لائق فائق عالم نہیں جو جو ہمارے اس مضمون متضمن دلائل قاطعہ کا جواب دے سکے بلکہ وہی ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے جو چند مرتبہ ہماری جواب دہی سے فرار کر چکے ص ۴۷ ..

.اور سوائے ایسے چند اشعار خلاف حکمت کے جن کو کوئی مہذب پسند نہیں کر سکتا اور کچھ علم مسائل متنازعہ فیہا کا علی منہاج النبوۃ نہیں رکھتے۔ پس بجکم و الغو فیه... کے جو اس کا شیوہ قدیمی ہے اسی کو انہوں نے یہاں بھی اختیار کیا۔ ہمارے وکیل نے ہر چند عرض کیا کہ یہ سبّ وشتم یا حکمت اشعار خوانی یا نثر ظرافت وتمسخر آمیز سے ہمارے دلائل کا جواب نہیں ہوسکتا ...اپنی عادت قدیمہ سے وہ کب باز آسکتے تھے۔ بقول شیخ کہ تیغ زبان برکشید واسپ فصاحت بمیدان وقاحت جمانید۔ افسوس کہ طرف ثانی کے علماء بھی اس کی اس تقریر لایعنی سے بہت خوش ہوتے تھے۔ (ستہ ضروری)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ،قادیانی کذب بیانی در بارہ مباحثہ رام پور کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں بمقام رامپور ہز ہائینس نواب صاحب کے سامنے جو قادیانی جماعت سے مناظرہ ہوا تھا بفضلہٖ تعالیٰ قادیانی جماعت پر ایسی ذلت طاری ہوئی تھی کہ قادیانی پارٹی رامپور سے بھاگتی ہوئے رامپور کو مخاطب کر کے کہتی جاتی تھی ۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

یہاں تک کہ قادیانی اخبار الحکم نے بھی دبی زبان سے اس ذلت کا اقرار کیا تھا چاروں طرف سے پھٹکار پڑی۔تو چار و نا چار مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مناظر) نے ایک چال نکالی کہ رامپور کی مباحثہ کی کیفیت مع اپنی پہلی تقریر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کی جس کا نام ہے

''ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رامپوری''

اس میں کچھ تو ہز ہائینس نواب صاحب رامپور پر حملے کئے اور کچھ شریک جلسہ علماء کرام پر اور بقیہ اس خاکسار پر۔خاکسار پر حملے کرنے کا بقول : بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

ان کو حق حاصل تھا مگر نواب صاحب اور دیگر علماء پر حملہ کرنا بالکل بے جا ہے۔خیر اس کی بھی وجہ شائد وہی ہو جو حدیث شریف میں آئی ہے لعن الله العقرب لاتدع مصليا ولا غیرہ جس کا مطلب اس شعر میں لکھا گیا ہے ۔

نیش عقرب نہ از پئے کین ست　　　　مقتضائے طبیعتش اینست

مگر افسوس ہے کہ آپ نے بڑی چالاکی یا ابلہ فریبی یہ کی ایک تقریر ایسی نقل کی جو اس وقت نہ فرمائی تھی۔ بلکہ اپنی اور منشی قاسم علی دہلوی کی تقریروں سے جو دوسرے اور تیسرے روز کی تھیں ایک معجون مرکب بنا کر چھاپ دی جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مولوی احسن گویا تسلیم کرتے ہیں کہ اونکی وہ تقریر جو دربار رامپور میں ہوئی تھی واقعی ٹھیک نہ تھی ہم اسکے فیصلہ کی ایک صورت پیش کرتے ہیں۔

صفحہ ۴۵ پر جو میری کتب ''تبراسلام'' کے حوالہ سے میرا نام لے کر عبارت نقل کی ہے اس کی بابت مولوی سید سرور شاہ صاحب مقیم قادیان شریک جلسہ مناظرہ اور منشی قاسم علی دہلوی مرزائی شریک بلکہ سپہگر حلفیہ شائع کریں کہ یہ عبارت پہلے پرچے میں تھی جو مولوی محمد احسن صاحب نے پڑھا تھا۔ اگر یہ دونوں صاحب حلفیہ بیان شائع نکرینگے تو بس یہی ایک دلیل اس دعویٰ کی کافی ہے کہ یہ تقریر احسن صاحب نے بعد میں بنا کر شائع کی ہے اور ابلہ فریبی کرنے کو اس تقریر کو تقریر اول اور اپنی ظاہر کیا ہے۔

علاوہ اس کے اس تقریر میں ایسے الفاظ اور محاورات بھی پائے جاتے ہیں جو مولوی احسن صاحب کی زبان سے مانوس نہیں۔ مثلاً صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں ''اردو زبان کے لٹریچر میں'' یہ محاورہ احسن صاحب کی اردو کا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو مولوی احسن صاحب سے تعارف ہے وہ اس بات کو جان سکتے ہیں کہ اس قسم کے انگریزی الفاظ مدخلہ احسن کے منہ سے احسن نہیں ہوسکتے بلکہ نکل بھی نہیں سکتے یہ ہی ایک سراغرسانی کا طریق جس میں خدا کے فضل سے اس خاکسار کو ملکہ ہے۔

مولوی احسن صاحب باوجود بڑھاپے کے اتنا جانتے ہیں کہ میری یہ تقریر قابل اعتبار نہوگی کیوں کہ خود ہی صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ''تقریر غیر مصدقہ قابل اعتبار نہوگی'' اس لئے بڑی ہوشیاری بلکہ دلیری سے فرماتے ہیں:

''یہ تقریر حسب شرائط کے غیر مصدقہ ہے۔ ہم مخالفین کو بھی اجازت دیتے ہیں کہ وے بھی اس کا جواب غیر مصدقہ شائع کردیں۔'' صفحہ ۱۳

ناظرین! دیکھئے کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے جو جھوٹ بولا ہے ہمارے مقابلہ میں تم بھی جھوٹ بول لو۔ لیکن جو شخص انجمن صادقین کا ممبر بلکہ سکریٹری ہو اسے کیا پڑی کہ وہ تمہارے بگھوڑوں کو ذلیل کرنے کے لئے جھوٹ بولے اوس کے لئے یہ بس نہیں کہ تمہارے ہی جھوٹ کا اظہار کر کے تم کو رسوا کرے۔ پس آپ اپنا جھوٹ سنئے!

صفحہ ۷ پر آپ مجھ کو مخفی مناظر قرار دیتے ہیں اور صفحہ ۱۱ پر ۱۳ جون کے خط کا ذکر کر کے اوس کی تحریر کو میری طرف نسبت کرتے ہیں حالانکہ میں ۱۴ جون کو رامپور پہونچا تھا۔ اور ۱۳ جون کا خط بحضور نواب صاحب مجھ سے پہلے پیش ہو چکا تھا مگر آپ اوسکو میری طرف منسوب کرتے ہیں تو کیا یہ دروغ بے فروغ نہیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اور شرکاء جلسہ عموماً اور جناب حافظ احمد علی خان مہتمم جلسہ خصوصاً شہادت دے سکتے ہیں کہ شرائط کے تصفیہ میں میرا کوئی دخل نہ تھا بلکہ مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ شرائط کیا ہیں بلکہ جہانتک مجھے یاد ہے یہی چرچا تھا کہ جس طرح حضور نواب فرماوینگے وہی ہوگا اور وہی فیصلہ ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے جس روز صبح مباحثہ تھا شب کو علماء حضور میں باریاب ہوئے تو حضور نے دریافت فرمایا مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔ میں نے کہا یہ بھی خود ایک مضمون کے قابل بحث ہے کہ مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔ فریقین کے وجوہات سن کر حضور جو فیصلہ فرمادینگے اوسی مضمون پر ہوگا۔ نواب صاحب نے فرمایا اچھا صبح کو سہی۔ چنانچہ ہم خوشی خوشی آئے اور وجوہات اس مضمون کے جمع کئے کہ مباحثہ مرزا صاحب کے الہامات پر ہونا چاہئے۔ مگر حضور نواب صاحب جب جلسہ میں رونق افروز ہوئے تو آتے ہی قادیانی جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''بسم اللہ'' یہ سنتے ہی مولوی احسن صاحب نے کھڑے ہوکر رام کہانی شروع کی۔ شروع کیا کہ خدا معلوم حق کا خوف تھا یا دربار کا رعب۔ ایسے مبہوت تقریر کرتے تھے کہ خود ان کے حواشی بھی خوش نظر نہ آتے تھے۔ اوسی بھدی تقریر کو اب ادھر اودھر سے مرکب مزین کر کے آپ اپنے نام سے شائع کرتے ہیں اور وعید خداوند سے نہیں ڈرتے یحبّون ان یّحمدوا بما لم یفعلوا اس کے مقابلہ میں میری تقریر کا نام تک نہیں لیتے بلکہ چند اشعار جو میں نے بطور لطف سخن حسب موقع پڑھے تھے بعض کو صحیح بعض کو غلط ایک جا جمع کر دیا۔ گویا یہ جتلایا کہ ثناء اللہ نے ہمارے جواب میں بس یہ اشعار پڑھے تھے اور کچھ نہیں۔ کیسا سفید، نہیں، سیاہ جھوٹ ہے۔ اگر جواب کچھ نہ تھا تو دوسرے روز تم نے کاہے کا جواب دیا تھا۔ پھر تیسرے روز کیا کتھا سنانے آئے تھے۔ پھر میری پہلی تقریر کے بعد مولانا احمد حسن صاحب نے علماء موجودین سے کیوں استفسار کیا تھا کہ جواب پورا ہوا یا نہیں؟ جس کے جواب میں سب نے بیک زبان کیوں کہا تھا کہ جواب کافی دیا گیا ہے۔ پھر کیوں حضور نواب صاحب نے اپنے سرٹیفکیٹ میں تحریر فرمایا:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا مدعا ثابت کر دیا۔''

مولوی محمد احسن صاحب کی تعلّی اور انانیت کی یہ مثال کافی ہے کہ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ

فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ کا نام اس لئے ظاہر نہ کیا تھا کہ علماء جماعت احمدیہ اوسکا نام سن کر بسبب اوسکے نا قابل خطاب ہونے کے اوس کو اپنا مقابل ومخاطب نہ کرینگے۔"

اس کلام کے دو نتیجے ہیں:

(۱) یا تو مولوی احسن صاحب دل سے مرزا قادیانی کو جھوٹا جانتے ہیں کیوں کہ جس کو مرزا صاحب آنجہانی نہ صرف مخاطب ہی بنا دیں بلکہ اخیر دم تک اُس سے جانبازی کی شرط لگا دیں جس کے مقابلہ میں اخیر میدان میں نا کام رہیں وہی شہسوار مولوی احسن صاحب کے قابل خطاب نہو تو اس سے کیا یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ مولوی صاحب کے نزدیک مرزا صاحب کی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ بے وقوفی تھی کہ ایسے نا قابل خطاب کو قابل خطاب ہی نہیں بلکہ ایسا صحیح مخاطب بنایا کہ تمام دنیا کو اوس کے خطاب کے نتیجہ کا منتظر رہنے کا اعلان دیا۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ مولوی احسن صاحب شائد مرزا آنجہانی سے اپنے آپ کو زیادہ بزرگ زیادہ اہل علم زیادہ عالیشان سمجھتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب کے قابل خطاب بلکہ مخاطب تھے وہ بھی مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں گویا مرزا صاحب اور مولوی صاحب کی مثال بالکل ایسی ہوئی کہ مولوی صاحب گویا بی اے کی جماعت میں ہیں اور مرزا صاحب پرائمری میں، اس لئے پرائمری والے مرزا صاحب سے تو مخاطب ہوسکتے ہیں مگر مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں۔ لیکن دانا سمجھ سکتے ہیں کہ مرزائی مذہب میں اس سے بڑھ کر کفر نہیں کہ کوئی شخص خصوصا مرزائی ہوکر مرزا صاحب سے برتری کا مدعی ہو کیوں کہ مرزا صاحب آنجہانی کا قول ہے ان قدمی علیٰ منارة ختمت بها كل رفعة (خطبہ الہامیہ) (میرا قدم ایسے منارہ پر جس پر تمام مراتب کی بلندیاں ختم ہیں)

ایک بڑی قوی وجہ قادیانی پارٹی کے شکست یاب ہونے کی خود ہی کتاب سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے میری تقریر کو ہضم کیا سو کیا مگر غضب تو یہ کیا کہ میری سوالات کو بھی اور ہی رنگ میں دکھا کر اون کے جوابات نئے پیرائے میں دیئے ہیں جو مجلس میں نہ دیئے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو جواب مجلس میں دیئے گئے تھے اُن کو مولوی صاحب بھی کافی نہیں جانتے۔ اسی لئے نئے جواب نئی صورت میں بنا کر پیش کرتے ہیں مگر دانا جانتے ہیں۔

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آئد بر کلۂ خود باید زد

اسی رسالہ میں ایک عجیب قسم کا معجزہ آپ نے لکھا ہے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا تھا تو اُن کی بیوی ایک نواسی اور نواسہ

مر گئے۔ (واہ واہ کیا معجزہ ہے مگر پھر بھی لوگ مرزا صاحب کو دجال ہی کہتے ہیں)

احسن صاحب! آپ تو بڑھے ہیں اس لئے ممکن ہے آپ کو ذہول ہو، ہم آپ کو بتلا دیں کہ بڑے میاں خود اپنے اشتہار تبصرہ میں لکھتے ہیں کہ مباہلہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ کرنے والا تو زندہ رہے اور اس کے ناکردہ گناہ بچوں پر وبال پڑے ایسا کہنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ پس مولانا احمد حسن صاحب کی زندگی میں مرزائی معجزہ کیسا۔

ہاں یاد آیا کہ بڑا معجزہ قابل بیان تو یہ تھا جو بالکل ٹھیک اور بے داغ سچا اعجاز ہے جس پر کسی مخالف موافق کو محل کلام نہیں۔ جس میں مرزا صاحب کی دعا حرف بحرف قبول ہوئی اللہ اللہ ایسی قبول ہوئی کہ کبھی کسی کی نہ ہوئی ہوگی۔ وہ کیا؟ کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

رسالہ مذکورہ دیکھنے کے بعد ہمیں امید ہوئی کہ جناب حافظ احمد علی صاحب مہتمم مناظرہ رامپور بھی تقریریں شائع کرنے کی اجازت سرکار سے حاصل کرینگے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۵۔ مورخہ ۳۰ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

حکیم الامت کیا فرماتے ہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی اخباروں کی اصطلاح میں حکیم الامت سے مراد مولوی حکیم نور الدین خلیفہ اول قادیانی ہیں جن کو قادیانی لٹریچر میں حضرت صدیق اکبر سے تشبیہہ دی جایا کرتی ہے جن کے علم و حلم اور روشن خیالی کے بہت کچھ راگ گائے جایا کرتے ہیں غرض تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں کو سمجھا جاتا ہے۔ آج ہم ان کی وسیع ظرفی اور روشن خیالی کا ثبوت خود ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین ذرہ نظر لگا کر پڑھیں اور کان لگا کر سنیں۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

ایک خادم امرتسر سے عیادت کے لئے آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں، کیا کیا جاوے۔ فرمایا اشاعت اسلام تو ایک مبارک اور مفید کام ہے اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے، اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق قابل غور یہ امر ہے کہ کیا وہ موید من اللہ اور منصور ہیں یا نہیں؟

اس کے لئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں اور وہ اشاعت

اسلام کے مدعی ہیں۔ اول غزنوی گروہ۔ دوم ثناء اللہ۔ سوم احمد اللہ، چہارم اہل فقہ، پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ والے لوگ۔ اب غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید اور نصرت کہاں تک کی۔ حضرت اقدس کی مخالفت میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی۔ اول تو باہم ان پانچوں میں بغض ہے، اور ایک نے دوسرے کو مٹا دینے اور ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ ایک نے دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں جن میں سے بعض کو شرفاء پڑھ بھی نہیں سکتے۔ پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود ان کی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی مسلّمہ امامت سے الگ ہو رہے ہیں، اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے وہ ظاہر ہے۔ ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے، اسے بھی کوئی جماعت نہ ملی جو اس کو اپنا امام یقین کر لیتی۔ پھر اہل فقہ تھا، اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ اہل فقہ کا نام بھی نہیں۔ مولوی محمد حسین کے ماننے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے کہ خود ثناء اللہ نے اس کی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید اور نصرت نہیں کی اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈال دی۔

ان واقعات نے جو تجارب صحیح ہیں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں۔ جناب الٰہی کا منشاء یہ نہیں کہ ان کو مؤید کرے۔ برخلاف اسکے اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے۔ تم جانتے ہو کہ شروع سے لیکر اب تک کس قدر مخالفت اسکی کی گئی۔ شہر والوں نے دشمنی کی برادری نے مخالفت کی، ہندوؤں آریوں عیسائیوں سکھوں نے اور بالآخر خود مسلمانوں ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام و نشان مٹا دیں۔ مگر اللہ نے کیسی نصرت فرمائی اور کس طرح پر اسکو نشو و نما دیا۔ ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا، اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا اور ہر قسم کے لوگ اس کی خدمت کیلئے جمع ہو گئے۔ یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت ہے کہ

اس کا انکارنہیں کیا ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے خدا تعالی نے اس سلسلہ کو پیدا کیا ہے اوراسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا۔ (الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۱ء)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: ماشاءاللہ چشم بددور۔ وسیع ظرفی کے علاوہ قوت استدلالیہ کیسی کمال پر ہے۔ خیر کچھ بھی ہو بہرحال آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ دوحصوں میں ہے۔

الف۔مرزا اورفرقہ مرزائیہ مؤید من اللہ ہیں۔ ب۔ ان کے سوا دوسرا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔

نتیجہ: اشاعت اسلام کوئی شخص یا فریق ان کے سوانہیں کرسکتا، لہذا کسی کوبھی مدد نہ دی جائے۔

امراول کی تحقیق کی حاجت نہیں کہ مرزا اوران کی جماعت کہاں تک خدا کی تائید سے بہرہ ور ہیں۔ خدا کا نام لے کر جتنی پیشگوئیاں بطور تحدی کے کیں، سب کی سب جھوٹی نکلیں ۔ ہر موقع پر آپ کو لینے کے دینے پڑے۔ مرزا کی تو ساری عمر ہی ذلتوں کم نصیبیوں میں گذری کبھی کسی مقابلہ یا مخالفت پرانہوں نے روحانی طاقت یا فوق الفطرت نورانیت سے غلبہ نہیں پایا۔ مرزائیوں کا مؤید من اللہ ہونا ریاست رامپور میں کھل چکا ہے، جہاں پر شروع مباحثہ ہی میں ایسے مرعوب تھے کہ آیات قرآنیہ بھی صاف نہ پڑھ سکتے تھے حالانکہ مسئلہ بھی وفات مسیح کا تھا جو شب وروز ان کی گردان ہے۔

ہمیں تو مرزا اور مرزائیوں کے مؤید من اللہ ہونے کا کبھی موقع ثابت نہیں ہوا ہم تو اس انتظار ہی میں رہے یہاں تک کہ ایک دفعہ بدر نے ڈینگ مارتے ہوئے مقابلہ میں لیکچر دینے کی ہم کو دعوت دی تھی لیکن جب ہم نے اس دعوت کو قبول کیا تو کوئی میدان میں نہ آیا۔

باوجودیکہ ہمیں ان کے مؤید من اللہ ہونے کا خواب میں بھی کبھی وہم تک نہیں آیا تاہم بطور تحدی ہم ان کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنے امام کا مؤید من اللہ ہونا ثابت کرنے کو ایک مجمع عام کریں۔ امرتسر میں کریں یا لاہور میں، بٹالہ میں کریں یا گورداسپور میں۔ غرض جہاں ان کی مرضی ہو ہم حاضر ہوں گے۔ سب سے پہلے مرزا صاحب کے مؤید من اللہ ہونے پر بحث ہوگی۔ بحث منظور نہ کریں تو اسی مضمون پر مقابلہ کے لیکچر ہوں گے اورایک معزز بزرگ صدر جلسہ ہوں گے جو ہر فریق کو دل آزار الفاظ بولنے پر مناسب تنبیہ کریں گے۔ کیا حکیم الامت اس نشان نمائی کے لئے تشریف لاویں گے، یا اجازت بخشیں گے؟

دوسری بات یہ کہ مرزائیوں کے سوا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔ اس کے ثبوت میں حکیم صاحب نے اپنے علم استدلال کا خوب ثبوت دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری جماعت ہے، ان کی جماعت نہیں۔ جماعت پر تو بحث میں پھر کرونگا پہلے میں آپکو آپ ہی کے امام کا قول سنالوں

جس سے دونوں جماعتوں کا مقابلہ معلوم ہو سکے۔ پس غور سے سنیئے۔ مرزا آنجہانی فرماتے ہیں:

اگر مولوی ثناء اللہ، جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں، اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کرونگا کہ اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں، لیکن امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کیلئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہلحدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پورے طور پر سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرادی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی پرواہ نہ کی (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۰)

حکیم صاحب میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس ہنگامے میں نہ تھا، مگر مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ کسی ظالم نے حضرت مرزا صاحب کے سر مبارک پر بہت پرانی جوتی کا ایک پیر دے مارا تھا جس سے عجب نہیں کہ ناپاک جوتے کا گرد و غبار حضرت موصوف کی ریش مبارک تک بھی پہنچا ہو۔ مگر میری اس میں کوئی سازش نہ تھی، نہ مجھے اس کا علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تاہم جماعت کا ثبوت تو ہے۔ ہاں میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اہل حدیثوں میں پیری مریدی کا جال نہیں کہ جماعت مریدین پر احکام جاری کیئے جائیں اور وہ بے سوچے سمجھے پیچھے ہولیں، بلکہ بقول مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب اہلحدیث ایک لبرل آزاد اور بے قید فرقہ کا نام ہے (اشاعۃ السنہ ج ۹ ص ۷۳) ۔غرض یہ کہ اہل حدیثوں کا اصول ہے: کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

تاہم آپ کا فخر بیجا ہے۔ آیئے میں آپ کے حقیقی مخالفوں میں آپ سے زیادہ جماعت کا ثبوت دوں۔ آپ جانتے ہونگے گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب ہیں جن کے نام پر مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ لکھا ہے جو مرزا صاحب کے مقابلہ کیلئے لاہور تک آئے تھے بلکہ میں اور دیگر مشیر نہ روکتے تو قادیان ہی جا پہنچتے۔ آپ کو معلوم ہے ان کے مریدوں کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ معلوم نہ ہو تو میں ہی آپ کو بتلا دوں کہ اتنا وسیع ہے کہ جب وہ لاہور آئے اور مرزا ان کے مقابلہ کو نہ نکلے تو جناب موصوف نے نہ نکلنے کا یہی عذر پیش کیا تھا کہ پیر صاحب کے خونخوار مریدوں کی بے شمار جماعت تھی، میں کیسے آتا۔

اور سنیئے! آپ کے پکے مخالفوں میں ایک صاحب حافظ پیر جماعت علی ضلع سیالکوٹ کے بھی ہیں ان کے معتقدین کی جماعت آپ کی جماعت سے کم نہ ہوگی۔

اور لیجئے ! ڈیرہ جات (اسماعیل خان ، غازی خان) وغیرہ کی طرف تونسہ والے صاحب ہیں ان کی جماعت بھی آپ کی جماعت سے بہت زیادہ ہے۔

اور سنیئے ! مولانا رشید احمد گنگوہی کا حلقہ اثر بھی آپ سے بہت زیادہ ہے۔ مجدد بریلوی کی پارٹی بھی آپ کے مریدوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ قابل غور آخری نظیر ایک ہی پیش کرتا ہوں جس کو آپ بھی مانیں گے وہ آغا خان ہیں جنکے معتقدین مسلمانوں سے زیادہ ہندو ہیں، ایک ملک میں نہیں بہت سے ملکوں میں ہیں جو مرزائیوں سے زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں۔

یہ نظائر اسلامیوں کی بتلائی ہیں۔ غیر اسلامیوں کا ذکر کروں تو بہت زیادہ ہو جائے۔ سوامی دیانند، باب، اور بہاء اللہ، رادھا سوامی، جین مت کے آخری پیشوا مہابیر سوامی، بدھ مت کے بانی ساکھی منی یا گوتم سکھوں کے متعدد گروؤں اور رام سنگھ کو کہ۔ چیت رام اور آپکے ہمسائے بالمیک وغیرہ کی جماعتوں اور عیسائیوں میں سے کیتھولک پروٹسٹنٹ وغیرہ متعدد فرقوں کو بھی پیش نظر رکھئے (آج کل تقریباً ۱۸ لاکھ جینی دنیا میں آباد ہیں اور بدھ مذہب کا ہندوستان میں ایک ہزار برس تک قریباً غلبہ رہا۔ تاہم اب بھی اس مت کا یہ زور شور ہے کہ دنیا کی کل آبادی میں سے ایک تہائی باشندے بدھ کے معتقد ہیں جو تبت، برما، سیام، جزیرہ سنگل دین اور چین جاپان وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں کیا مرزا جی کی ڈیڑھ دمڑی کی جماعت جس پر حکیم الامت نور الدین نازاں ہیں ان مذکورہ بالا جماعتوں سے بلحاظ کثرت تعداد کسی طرح بھی لگا کھاسکتی ہے)

حکیم صاحب نے علماء کے اختلاف سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہا۔ آج میں اس راز خداوندی کو سمجھا جو امرتسر میں واقع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عموماً واقفین کی رائے تھی کہ میری اور خاندان غزنویہ اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی مصالحت کبھی نہ ہوگی۔ اسی لئے جب یہ خبر (مصالحت کی) ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی تو اطراف سے بڑے خوشی کے خطوط آئے اور بالکل ناممکن کا ظہور سمجھا گیا۔ مگر حکیم صاحب کی یہ تحریر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جونہی آپ کے الفاظ (۷ جنوری ۱۹۱۱ء کے الحکم) میں شائع ہوئے خدائی حکمت نے تقاضا کیا کہ قادیانی مشن کو اس گھمنڈ میں بھی ذلیل کیا جائے چنانچہ آسمانی حکم زمین پر اسی تاریخ کو آپہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف توقع مصالحت ہوگئی۔ الحمد للہ۔ امید ہے ہمارے علماء بموجب تعلیم نبوی آئندہ کو شماتت اعداء کا خوف ملحوظ رکھ کر پناہ مانگا کریں گے۔

اب میں حکیم صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اشاعت اسلام میں جو اسلام ہے وہ

کیا ہے؟ آیا اس میں مرزا کی شخصیت (نبوت یا امامت) بھی داخل ہے یا نہیں؟ منطقی اصطلاح میں یوں سنئے کہ وہ اسلام لا بشرط شئی ہے یا بشرط شئی یا بشرط لا شئی۔ اگر اس میں مرزا کی شخصیت داخل ہے، تو بشرط شئی ہونے کی وجہ سے آپکو مبارک ہو۔ ہمارے نزدیک تو ایسا اسلام بجوئے نارزد ہے، اور شق ثالث ہے تو ہمارا حق ہے کہ اشاعت کریں اور اگر شق اول ہے تو بھی آپ کی خفگی بے جا ہے۔

میری خوبی قسمت دیکھئے کہ باوجودیکہ میں حسب دعا مرزا محض خدا کے حکم سے ان کے بعد زندہ رہا اور وہ چل دیئے (دیکھو اشتہار دعا مرزا۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا نتیجہ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام مرزائی مجھ سے بیعت توبہ کرتے اور بجائے مرزائی یا احمدی کہلانے کے ثنائی (گو میں اس نسبت کرانے سے متنفر ہوں) کہلاتے۔ مگر یہ حضرات ایسے مجھ سے ناراض ہیں کہ ان کے مرد تو مردان کی عورتوں کو بھی مجھ سے ملال ہے۔ ایک مرزائن نے کشمیری گزٹ میں ایک مضمون اشاعت اسلام کا لکھا جس میں اشاعت کنندگان کی فہرست میں میرا نام بھی چھپ گیا بس جونہی وہ مضمون شائع ہوا تو مضمون نگار نے جھٹ سے دوسرے پرچہ میں (جنوری ۱۹۱۱ء) میں اسکی تردید شائع کی کہ ثناء اللہ کا نام اڈیٹر نے بڑھایا ہوگا، میں تو اشاعت اسلام کا ہیرو صرف حکیم نورالدین کو جانتی ہوں

اب میں بھی ذرا تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں کہ مرزا نے باوجود ادعاء مجدد مسیح کرشن بلکہ ابن اللہ (بقول مرزا ابن اللہ کا دعوی آیات متشابہات سے ہے) کے کہاں تک اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور میں نے باوجود ایک خاکسار ہیچ کارہ بے یار و مددگار کیا کیا ہے۔ مگر اس مقابلہ سے میری غرض حکیم صاحب اور جماعت مرزائیہ کو صرف واقعات کا دکھانا مقصود ہے کوئی فخر ومباہات نہیں۔

حکیم صاحب! اتنا تو آپ خود ہی مانتے ہیں کہ میری ماتحت کوئی جماعت نہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں کسی جماعت کی امداد (چندہ وغیرہ) کا ممنون نہیں ہوں مگر میں نے کیا کیا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مباحثات آریوں کے بفضلہ تعالی میرے ہاتھ سے انجام پائے، معمولی اور کل مباحثات تو اتنے ہیں کہ میں انکا شمار بھی نہیں کرسکتا (نہ ہی رامپور کا ذکر کرتا ہوں) ہندوستان میں بڑے مباحثے دو ہوئے ہیں۔ دیوریہ اور نگینہ کا۔ پہلا ہفتہ بھر روزانہ ہوتا رہا۔ دوسرا دس روز تک روزانہ ہوتا رہا جس کی روداد یں مصدقہ مطبوعہ ہیں۔ ان مباحثات کا کیا اثر ہوا؟ میں کچھ نہیں کہتا۔ علاقہ روہیل کھنڈ اور علاقہ گورکھپور، گونڈہ بستی وغیرہ اضلاع میں جا کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ان مباحثات پر فتح بدر اور فتح مکہ سے کم خوش نہ تھے۔ جو مسلمان پہلے مخالفوں کے حملوں سے زمین

میں دھنسے ہوئے تھے وہی لوگ اس خوشی میں شاداں وفرحاں مخالفوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے تمام عمر میں ایک ہی مباحثہ عیسائیوں سے کیا (میں نے عیسائیوں کے ساتھ اپنے مباحثات شمار نہیں کئے) جو امرتسر میں ۱۵ روز ہوتا رہا۔ اس مباحثہ میں اسلام کی شوکت کہاں تک ظاہر ہوئی؟ خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں سناتا ہوں آپ اس مباحثہ کے آخری روز فرماتے ہیں:

> میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق ہوا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا (جنگ مقدس)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب خود محسوس کرتے تھے کہ یہ مباحثہ ان کا ایک معمولی رنگ کا تھا، جو عام طور پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ خاص رنگت اس میں تھی تو صرف یہ تھی جو مرزا صاحب نے پیش گوئی ظاہر کی تھی کہ فریق ثانی عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ پھر اس کا انجام جو ہوا، سب کو معلوم ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اگر علماء کرام شروع ہی سے مرزا صاحب کی کاروائیوں سے اپنی علیحدگی ظاہر نہ کر دیتے تو اس مباحثہ میں نتیجہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا جو آج تک کبھی نہ دیکھا تھا کیونکہ میعاد مقررہ کے خاتمہ پر جس قسم کی تحریریں عیسائیوں نے نظم ونثر میں شائع کی تھیں اس صورت میں تو خاص قادیانی مشن پر تھیں۔ مگر اس صورت میں اسلام پر ہوتیں تو مسلمانوں کو ان کا جواب نہ سوجھتا جیسا کہ مرزا جی اور ان کی جماعت کو مع حکیم الامت کے نہ سوجھا۔ ناظرین! یہ ہے قادیانی مشن کی اشاعت اسلام۔

دوسرا صیغہ مرزا کی اشاعت کا تصنیف ہے۔ فن تصنیف میں تو میں کھلے لفظوں میں اس بات کا مدعی ہوسکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس فن میں محض ایک نوآموز کی طرح ٹھوکریں کھایا کرتے تھے۔ نوآموز کا لفظ بھی میں نے بپاس خاطر حکیم جی بولا ہے ورنہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپکی تصنیفات ایک بددیانت بنیے کی بہی کی طرح پر از زور فریب ہوتی تھیں (مثال آگے آتی ہے)۔

تفصیل اس کی یوں سمجھئے کہ آپ کی تصنیفات دو قسم کی تھیں۔ ایک تو مسلمانوں کے مقابلہ میں جن میں دلائل نقلیہ (قرآن وحدیث وغیرہ) سے اپنے دعاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسری قسم آپکی تصنیفات کی مخالفین اسلام کے مقابل تھیں، مگر جب سے آپ نے دعوی مسیحیت کیا ہے مخالفین کے جواب میں بہت کم تحریریں آپکی شائع ہوئیں، آپ کو مسلمانوں ہی سے فرصت نہ ملی

مگر جتنی بھی کتابیں یا اشتہارات آپ نے مسلمانوں کے جواب میں یا اپنے اثبات دعوی میں شائع کیئے ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس موضوع میں آپ نے کیا کیا غلط فہمیاں بلکہ دھوکہ بازیاں پھیلائیں، اور کہاں تک ایک بد دیانت سے بد دیانت بنیئے کی طرح سود در سود کی شاخیں نکال کر بات سے بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنایا۔

اس موقع پر ہم مثال پیش نہ کریں تو غالباً ہمارا دعوی زبانی رہ جائے گا اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک دو مثالیں بھی پیش کریں۔

مرزا صاحب نے اپنی سچائی کے ثبوت میں مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی کے واقعات ایک ہی جگہ جمع کر کے لکھیں ہیں چنانچہ آپ اربعین نمبر ۳ میں فرماتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔

لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب اربعین کے صفحہ ۱۱ پر پھر اس محرفہ عبارت میں یوں ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی یہی دعا کی کہ یاالٰہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔

اور سنیئے! ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا۔ اشتہار انعامی پانچ سو

پہلے بھی ایک دفعہ ہم اعلان کر چکے ہیں، اب بھی کرتے ہیں کہ کوئی مرزائی ہم کو ان مذکورہ عبارات کا ثبوت ان دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھاویں، تو ہم سے مبلغ پانچ سو روپیہ انعام لے۔ دکھانے کا طریق یہ ہوگا کہ امرتسر یا لاہور میں مجمع ہوگا جس میں ایک دو آدمی اس

غرض کیلئے منتخب کئے جائیں گے۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ ان کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرزائیوں کی طرف سے جو حوالہ پیش ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہدیں گے کہ حوالہ ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے اس میں کوئی بحث نہیں محض عبارت کا ثبوت طلب ہے اور بس۔

حکیم امت صاحب! دھوکہ بازی دروغ گوئی جعل سازی تو ہر ایک مذہب میں ناجائز ہے۔ قادیانی مشن کو اس کلیہ سے مستثنی کرنے کا ارادہ سامی نہ ہو تو حکم دیجئے کہ جلسہ کیا جائے۔

دوسرا حصہ مرزا صاحب کی تصنیفات کا مخالفین سے روئے سخن ہے۔ اس کا مطلع تو بالکل صاف ہے جس کا اختصار بھی ہم نے بہت دفعہ دکھایا ہے جو صرف اتنا ہے کہ: اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کی پابندی سے مرزا صاحب جیسے خدا رسیدہ صاحب الہام پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ کیسے صاحب الہام راست باز تھے؟ یہ بالکل ایک کھلی صداقت ہے مفصل واقعات کو معلوم ہیں۔ ہاں اس موقع پر ایک حدیث یاد آئی جسے سنا کر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے العبرۃ بالخواتیم۔ ہر ایک بات میں اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا جو سب سے آخری سمجھنا چاہیے اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میرا اور مولوی ثناء اللہ کا آخری فیصلہ یوں ہے کہ اگر میں (مرزا) اس کی زندگی میں مر جاؤں تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

بس یہ ہے آخری فیصلہ جس سے آپ کے الہامات اور آپ کا صاحب نبوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آہ! افسوس آج ہم اپنے مخاطب کو اپنے سامنے نہیں دیکھتے۔ ہاں میری تصنیفات کا سلسلہ بھی ملک میں شائع ہے جس میں نہ اپنا کوئی دعوی ہے، نہ امامت ہے، نہ مسیحیت ہے، بلکہ سب تصنیفات کا خلاصہ یہ ہے کہ: مپندار سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۰ مارچ۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۵)

قادیانی خلیفہ اور ہم

مولانا محمد ابراہیمؒ میر سیالکوٹی، مولانا امرتسریؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مکرمی جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے جناب مولوی نور الدین صاحب مقیم قادیان سے اُن کی ایک تحریر کے متعلق

خط وکتابت کی تھی جس کا جواب انہوں نے باوجود دوبارہ یاددہانی کے نہیں دیا، لہذا اب اسے پبلک میں شائع کرنا مناسب ہے۔امید ہے کہ آپ اسے اپنے اخبار گوہر بار کے ایک گوشہ میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خط نمبر ا۔از جانب خاکسار ابراہیم ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا ہے۔اس میں بعض امور قابل استفسار ہیں۔امید ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُن کی نسبت تسلی بخش تحقیقی نہ تقلیدی واعتقادی جواب ممنون فرماویں گے۔

آپ لکھتے ہیں:

''مرزا نے دعویٰ مکالمہ الٰہیہ کا کیا مگر اس دعویٰ کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں الآن کما کان ہے۔پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا اور اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ بھی ہے۔پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟۔''

اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں ایک عقلی مگر از ورئے نقض دیگر نقلی بحوالہ آیت۔پہلی وجہ آپ کے دعویٰ کی مثبت بدو وجہ نہیں۔اول اس لیے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر آپ بخلاف آیت وخاتم النّبیّین اجرائے مکالمہ نبوت نہیں کر سکتے۔ دوم اس لیے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت ورسالت ہے پس دلیل ناتمام ہے۔

دوسری دلیل نقلی میں جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس سے مراد ابرار کی راہ چلنا ہے نہ کچھ اور۔صراط سے مراد وہ طریق عمل واعتقاد ہے جس پر وہ لوگ گذرے۔ نہ یہ کہ مکالمہ بھی ایک راہ ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ومکالمہ دعا سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس میں کسی رغبت وخواہش کو دخل نہیں۔

(۲) روایت لا مھدی الّا عیسی کو آپ نے صحیح لکھا ہے۔اس کی تصحیح درکار ہے۔ اصول محدثین پر جواب ہو۔

(۳) نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل از کتاب وسنت

برطریق محدثین مطلوب ہے۔ مہربانی کر کے جواب اقوال الرجال سے نہو۔ والعمدۃ ھی البرھان والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار ابراہیم۔ شہر سیالکوٹ۔

یہ خط ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا جواب نہ آیا تو دوسرا خط بطور یاد دہانی لکھا:

جناب حکیم صاحب! اخبار بدؔر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو بعض امور قابل استفسار نظر آئے تھے۔ سو اُن کے متعلق ۲۰ ستمبر کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ آج ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اتنے عرصہ میں کئی دفعہ ارادہ ہوا کہ خاکسار اپنے استفسارات کو پبلک میں شائع کر دے لیکن ہر بار یہی مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ اور آپکی خدمت میں لکھ کر دریافت کروں کہ آپ اُس خط کا جواب دیں گے یا نہیں؟

اگر وہ خط آپ کو نہ ملا ہو یا گم ہو گیا ہو تو تحریر فرمادیں۔ تا کہ دوبارہ لکھا جاوے، مجھے امید ہے کہ آپ اس خط پر ضرور توجہ فرماویں گے کیوں کہ وہ استفسارات آپ کے مذاق کے موافق ہیں اور علمی ہیں۔ اور اُن پر آپ جیسے عالم کے علم سے روشنی پڑنی مناسب ہے (یہ بھی آپ کا حسن ظن ہے، وہاں تو جب سے دجال کے پھندے میں پھنسے ہیں حالت ہی دگرگوں ہے۔ جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ایک دم میں سارا بھلا دیا۔ ثناء اللہ)۔ ایک ہفتہ تک اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔ سابقاً بھی جب آپ منشی کریم بخش صاحب ایڈیٹر انوار الاسلام کے مقدمہ کی گواہی میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے تو چند آیات کے متعلق خاکسار نے آپ سے سوالات کئے تھے تو آپ نے قادیان پہنچ کر جواب تحریر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کئی سال گذر گئے ابھی تک انتظار ہے۔ اگر اُن سوالات کے بابت بھی فرماویں تو تحریر کر کے بھیج دوں۔ و السّلام علی من اتّبع الھدیٰ۔ خاکسار ابراہیم سیالکوٹ۔

اس دوسرے خط کا جواب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدؔر قادیان کی جانب سے ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو پہونچا جس کی پوری نقل یہ ہے:

جناب۔ آپ کا کارڈ بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح پہنچا۔ آپ اپنے سوالات لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ (دستخط) محمد صادق عفی عنہ

ناظرین اتنی تحریر میں قادیانی چالاکی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے پہلے خط کے پہنچنے یا نہ

پہنچنے کا اقرار یا انکار ہرگز نہیں۔ اور سوالات کا مطالبہ کیسی سادگی سے کرتے ہیں کہ گویا ان کو کچھ معلوم نہیں۔ واہ رے سادگی اور ہوشیاری۔ خیر کچھ ہو خاکسار نے ۱۰ فروری کو اس کے جواب میں خط نمبر ۳ قادیان دارالامان میں پھر لکھا جہاں ابھی تک وہ تحریر امن وامان سے پڑی ہے اور اس کے جواب کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

جناب حکیم صاحب! آپ کا ایک خط ۱۷ ستمبر کے بدؔر قادیان میں بجواب ایڈیٹر البیان شائع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو چند امور استفسار نظر آئے تھے۔ سو ۲۰ ستمبر کو اُن میں بعض کی نسبت جناب سے دریافت کرنے کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا۔ لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ لکھا۔ اس کے جواب میں مفتی محمد صادق صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو ملا بموجب اس خط کے پہلے خط کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل لکھ کر روانہ کردی۔ لیکن آج جولائی تک کئی ماہ کے انتظار کے بعد بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو پبلک میں شائع کردینا مناسب جانا کہ پبلک کو معلوم ہو کہ قادیانی امت اور حکم امت عالمانہ سوالوں کے جواب سے کس طرح خاموشی اختیار کرتے ہیں اور باوجود بار بار کے تکرار اور خود اپنے مطالبہ کے پھر دم بخود رہتے ہیں۔

کیا حضرت حکیم نورالدین صاحب اس تحریر کا جواب دے کر اپنے آپ کو سبکدوش کریں گے۔ ؎ گر قبول افتدز ہے عزوشرف۔

راقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی ایڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: قادیانی امت اور خلیفہ امت اگر منظور کریں تو ہم اُنکی طرف سے جواب دیتے ہیں امید ہے اسکی منظوری یا نامنظوری سے بجواب صحیح مطلع کرینگے۔

سنئے مکالمہ نبوت سے مراد آپ کی نبوت منتقلہ ہے تو ٹھیک ہے ہم (مرزائی) خاتم النبین مانتے ہیں لیکن ہم مکالمہ نبوت مستقلہ کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بروزی کے ہیں یعنی ایسی نبوت جو اصل نبی کی کامل اطاعت سے ایک درجہ حاصل ہوسکتا ہے جسے عرف عام میں ولایت کہتے ہیں۔

صراط مستقیم کی بابت بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انبیاء کی راہ پر چلنے کا تو سوال ہو لیکن اُس کا نتیجہ اور اثر ممکن

الوقوع نہو نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں ارشاد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل غیر تشریعی نبوت، نبوت مستقلہ کی کامل اطاعت کا ایک نمونہ ہوتی ہے اسی طرف اشارہ ہے انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسی پس یہ ہیں مختصر جوابات جو ہم نے خود ساختہ وکالت میں دیئے ہیں اگر قادیانی خلیفہ کو نا منظور ہو اسے تو صحیح جواب سے پبلک کو آگاہ کریں گے۔ (اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

✿ حکیم نورالدین کا طویل مضمون جس پر مولانا ابراہیم میر نے سوالات کئے تھے، اس کا ضروری حصہ یوں ہے (یاد رہے کہ اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اڈیٹر البیان بھی تحریک ختم نبوت کے کارکن تھے، اور انکے پرچے میں مرزائیوں پر تنقیدی مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ بہاء):

اڈیٹر البیان کے نام

رسالہ البیان کے اڈیٹر نے ماہ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ کے رسالہ میں پیغمبروں کی موت کی سرخی کے ذیل میں مرزا صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے ان کو ایک خط لکھا ہے جو فائدہ عام کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر بدر)۔

ہمارا مذہب کیا ہے؟... لوگ اور آپ ہم پر کیوں خفا ہیں:

۱۔ اس لئے کہ مرزا نے دعوی مکالمہ الہیہ کا کیا۔ مگر اس دعوی کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالی اپنے صفات میں الآن کما کان ہے۔ پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا تھا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا۔ اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء صدیقوں شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما۔ پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟ بنی اسرائیل کو اسلئے عبادت عجل پر ملامت ہوئی او لم یروا انه لا یکلمھم و لا یھدیھم سبیلاً کہ ان کا معبود ان سے بات نہیں کرتا اور ان کو ہدایت نہیں فرماتا۔ پس اس وقت مسلمان کیوں مکالمات الہیہ سے انکار کرتے ہیں۔

۲۔ دعوی امامت وتجدید دین۔ اس کی بنا مکالمات اور حدیث علی رأس مأة سنة من یجدد لھا دینھا، اور سورہ نور کی آیت استخلاف پر تھی اور ہمیشہ مجدد گذرتے رہے۔ پس اس صدی کو کیوں خالی چھوڑتے ہیں۔

۳۔ دعوی مہدویت جس کا مدار وہی مکالمات تھے اور حدیث لا مهدی الا عیسی یہ صحیح حدیث اسفار حدیث میں موجود ہے۔ منجملہ ان کے ابن ماجہ میں بھی ہے مگر جناب نے بہت حقارت و بری نگاہ سے اسکا نام روایت اور مرزا صاحب کی توہین کیلئے فرما دیا کہ حدیث کر کے مرزا نے اس روایت کو پیش کیا ہے، حالانکہ یہ حدیث، اور پھر کیا مجدد مہدی نہیں ہوتا۔ انصاف۔

۴۔ دعوی عیسی بن مریم ہونے کا، اس کا مدار بھی مکالمہ الہیہ تھا اور قرآن کریم کی آیت و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا و صدقت بکلمات ربها و کتبه و کانت من القانتین پر تھی۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالی فرماتا ہے مومن جس سے خطا ہو جائے وہ امرأۃ فرعون کی مثل ہے کہ شیطان کے ماتحت ہے۔ وہ تو دعائیں کرے نجنی من فرعون ... اور اس آیت میں ذکر ہے دوسری قسم کے مومن کا۔ دوسرا مومن وہ جو محصن ہے وہ مریم ہوتا ہے اور جب اس پر کلام الہی کا نفخ ہوتا ہے، تو مریم سے ابن مریم بن جاتا ہے۔ اور تیسری وجہ:

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند　　مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

چوتھی وجہ حدیث صحیح ینزل فیکم ابن مریم۔

۵۔ آپ کا دعوی کہ ابن مریم مر گئے۔ اسکے دلائل کے لئے آپ نے اسّی رسالہ لکھے۔

۶۔ جو طبعی موت سے مر گئے وہ دنیا میں بایں جسم عنصری واپس نہیں آتے و من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون۔

۷۔ آپ نے ہزاروں پیش گوئیاں کیں جو صحیح ہوئیں، جو بظاہر کسی کو نظر آتا ہے کہ صحیح نہیں، ان پر مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔.. آپ کی سرخی اور آپ کا مضمون کم سے کم چار لاکھ مسلمان احمدیوں کو دکھ دینے والا ہے اگر چہ آپ کے ساتھ بہت سے اخبار اور رسائل ہیں۔ مولوی صاحب آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں تو اس پر دریافت طلب امر ہے کہ آپ کو اس بارے میں وحی نبوت ہوئی ہے کہ آپ کا زمانہ نبوت کا زمانہ نہیں یا آپ کی دہریت کا فتوی ہے۔ نور الدین (اخبار بدر ۱۷ستمبر ۱۹۰۸ء ص ۵۔۶)

قادیانی اخلاق

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ جونہی کسی نے اعتراض کیا، آپ کپڑوں سے باہر ہوکر لگے اوسکو کوسنے۔ وہی حال اُن کی ذریت کا ہے۔ ہمارے مکرم برادر جناب مولوی حافظ حاجی محمد ابراہیم فاضل سیالکوٹی نے چند سوال خلیفہ قادیانی کی خدمت میں پیش کیئے۔ سوال کیا تھے، عالمانہ استفسار تھے۔ جب قلمی جواب نہ ملا تو آخر اُنہوں نے اہل حدیث میں شائع کرادیئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قادیانی اُمت شرم کرتی کہ جواب دینے میں کیوں غفلت ہوئی، بجائے اس کے فاضل موصوف کا نام رکھا ''ملا ابراہیم''۔ یہ کہہ کر خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے، اور اپنے اُستاد کی سنت پر پورا عمل کر کے انا خیر کا ورد کیا۔ جوابات کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہتے، نہ مولوی صاحب ممدوح خود لکھیں گے۔ ہاں اتنا پوچھتے ہیں کہ ''ملا'' کے لفظ سے تمہاری مراد اگر افغانستان کی اصطلاح ہے یا الہ آباد یونیورسٹی کا سند یافتہ، تو یہ لفظ کوئی حقارت آمیز نہیں۔ مگر غالباً تمہاری مراد یہ نہیں کیوں کہ تمہیں تو مولوی صاحب کی تحقیر شان منظور ہے۔

پس ہندی عام اصطلاح کے مطابق ملاّ وہ ہے جو علوم دینیہ سے خالی کسی مسجد کا امام اور مسجد کی آمدنی پر گذر اوقات کرتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق تم بتلا سکتے ہو کہ جناب فاضل سیالکوٹی کسی مسجد کے امام ہیں؟ ہاں ہم کہتے ہیں اور ہمارے اس کہنے کی تصدیق تمہاری سیالکوٹی جماعت کرسکتی ہے کہ مولوی صاحب گھر کے آسودہ حال ہیں، اُن کے والد نے خود کئی ہزار روپیہ لگا کر بڑی نفیس اور بے مثال مسجد سیالکوٹ میں بنوائی ہے۔ اُس کے امام بھی مولوی صاحب خود نہیں بلکہ مولوی حکیم خدا بخش صاحب ہیں، جن کا اپنا گذارہ بھی فن طبابت سے بہت عمدہ ہے۔ پھر بتلاؤ یہ تمہارے اخلاق کیسے گرے ہوئے کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہو۔ کہ تم ہی وہ لوگ جن کی بات ''دجّال اکبر'' نے لکھا ہے کہ میرے مرید ''اصحاب محمدؐ'' کے برابر ہیں۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ۔ ص۱۵۱)۔

مگر ہاں تم لوگ بھی سچے ہو۔ تمہارے پیر اور ہادی، مسیح اور مہدی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جھوٹ بولنے سے اسکو کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اسی طرح اُس نے میری بابت بھی ایک واقعہ لکھا تھا:

''دو دو آنوں پر وعظ کہنے والا، کفن فروشی سے گذارہ کرنے والا۔ (اعجاز احمدی، ص:۲۳)

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام نہ وعظ گو، نہ جنازہ خواں ہوا، نہ ہونے کی خواہش، نہ توقع نہ

شوق۔ بلکہ میری دعا ہے کہ خدا میری اولاد میں بھی قیامت تک کسی کو ایسا نہ کرے۔ مگر تمہارے گرو نے میری تحقیر شان کر کے تمہاری آنکھوں میں مٹی ڈالنے کو ایسا لکھا۔ کیا امرتسر کے مرزائی مرزا کے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر تم لوگ کسی عالم فاضل کی نسبت ایسے الفاظ لکھو تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ نہ لکھنا تعجب ہے۔ (اہل حدیث۔ مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۰۹ء ص: ۹)

قادیانی تحریفات

قلعہ میہاں سنگھ ضلع گجرانوالہ سے مولوی عبدالعزیز بن مولانا غلام رسولؒ لکھتے ہیں:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس قدر فرقہ مرزائیہ کو شریعت مطہرہ کے رو سے سمجھایا گیا ہے اسی قدر ان میں ضد بڑھتی گئی اور دن بدن اپنے تمرد میں ترقی کرتے رہے حتی کہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ اپنے مخالفین سمجھانے والوں کے پیچھے نماز کا ادا کرنا بھی اس فرقہ جدیدہ نے چھوڑ دیا اور وہ گالیاں مرزا صاحب نے علماء کرام کو سنائیں کہ الاماں چنانچہ ان گالیوں کی فہرست مختصر طور پر عصاء موسیٰ میں مولوی الٰہی بخش مرحوم نے درج کی اور ضمیمہ انجام آتھم مصنفہ مرزا صاحب بھی اس پر شاہد بیّن ہے۔ سو اب بتاؤ کہ کہ اس سے پہلے سمجھانے سے کیا فائدہ ہوا جواب ہوگا۔ کیا سمجھانے والوں کی ابھی تک امید منقطع نہیں ہوئی۔ افتطمعون أن يؤمنوا لكم. کیا آپ نہیں جانتے کہ جب دل اور کانوں پر مہر لگ جاتی ہے تو پھر ایسے شخصوں کو سمجھانا نہ سمجھانا یکساں ہوتا ہے

ارأيت من اتخذ الٰهه هواه واضله اللّٰه على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوٰة فمن يهديه من بعد اللّٰه افلا تذكرون. (جاثیہ)

اور سورہ یٰسین میں فرمایا:

وجعلنا من بين ايديهم سداً ومن خلفهم سداً فاغشيناهم فهم لايبصرون وسواء عليهم أانذرتهم ام لم تنذرهم لايؤمنون

اب تو مرزائیوں کا عقیدہ باطلہ مرض لاعلاج کی طرح ہوگیا ہے۔ الّا من شفاه اللّٰه۔ اب آپ ان سے ہدایت پذیر ہونے کی امید نہ کریں۔ اس فرقہ کا بانی جب قرآن اور حدیث کی معانی اپنے خواہش کے مطابق کیا کرتا تھا، اور اُس کو قرآن وحدیث کے الفاظ کی کچھ پرواہ نہ تھا، تو

بھلا پھر ایسے فرقہ سے ہدایت کی توقع کیا؟ اس فرقہ کے بانی کو یہاں تک قرآن وحدیث کے الفاظ کی پرواہ نہ تھی کہ جن الفاظ کی خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر کی وہ بھی نہ مانتا تھا۔ بھلا پھر اور شخص کے معنی کئے ہوئے وہ کب سنتا۔ لو ہم چند نظیریں ایسی پیش کرتے ہیں کہ جن میں خدا کی تفسیر اُس نے نہ مانی، اور رسول علیہ الصلوٰہ والسلام کی بھی نہ سنی، اور اپنی رائے اور ہوا سے الگ تفسیر کر کے چند احمقوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

نظیر اول اعجاز المسیح میں آپ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے کرتے لکھتے ہیں:

۲۔ وذلک وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا المسکین والیہ اشار فی اٰیۃ یوم الدین۔ یعنی یوم الدین سے مراد میرا زمانہ ہے۔(صفحہ ۱۴۰، اعجاز المسیح) (اور صفحہ ۱۴۳ میں ہے۔وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین)

سبحان اللہ! خدا تعالیٰ تو فرماویں: وما ادرٰک ما یوم الدّین ثمّ مآ ادرٰک مایوم الدّ ین یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والامر یومئذٍ للّٰہ۔

اور سورۃ واقعہ میں بعد بیان اطعمہ واشربہ اہل نار کے فرمایا: ھذا نزلھم یوم الدّ ین کیا مرزا صاحب کے زمانے میں کفار کو زقوم کا کھانا مل رہا ہے اور اس پر گرم پانی پی رہے ہیں۔

یہ نظیر تو خدا پاک کے خلاف کرنے کی ہے، اب دوسری نظیر دیکھو جس میں آپ نے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے مخالف تفسیر کی اور تفسیر نبوی کو غلط قرار دیا۔ چنانچہ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۱۳۶ تک سورۂ قدر اور سورۂ بینہ اور سورۃ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے:

۔سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ الی اٰن قال پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لئے خدائے تعالیٰ سورۂ زلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تماز زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدائے تعالیٰ کی طرف سے معہ پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہوگیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا یومئذٍ تحدّث اخبارھا بانّ ربّک اوحیٰ لھا ۔یومئذ یّصدر النّاس اشتاتاً لیرو اعمالھم فمن یّعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یرہ ومن

یّعمل مثقال ذرّۃٍ شرّاً یرہ ٗ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے کہ (یہاں سے سورۃ زلزال کا ترجمہ مرزا نے شروع کر دیا ہے، اس کو غور سے پڑھیں) زمیں جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائیگی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائیگی اور خیالات عقلی اور فکر اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آئینگے۔ اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسانوں کے دل اپنے تمام استعدادات خفیہ کو منصۂ ظہور میں لائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی ودماغی طاقتیں ولیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہوجائیگی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اُترینگے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالینگے یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے اور بُرے برے خیالوں میں اور مرد عارف متحیر ہوکر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں تب اُس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحیثیت اس کی حالت کے اتر رہی ہے اور جب یہ ظہور وبر در کا دائرہ پورا ہو جائیگا تب خدا تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راستبازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھی کریں گے اور دنیا پرستوں کا بھی ایک گروہ کھلا کھلا نظر آئیگا تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات دیکھ لیوے۔ تب آخر ہوجاویگی یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا انت اشدّ مناسبۃ بعیسی ابن مریم واشبہ الناس بہ خلقا وخلقا وزمانا ہماری علماء نے جو ظاہر طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا کہ تمام زمین اس سے زیر وزبر ہوجائیگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیگی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا۔ تب اوس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ انتہیٰ۔

(پیدائش میں تو ہم نے آپ کی مشابہت اعضاء کے رو سے مانی، کیوں کہ اُن کے بھی دو ہاتھ تھے آپ

کے بھی، اور ناک کان اور پاؤں اُن کے بھی اور آپ کے بھی مگر خُلق اور خو میں آپ کو اُن سے کس طرح کی مشابہت نہیں، کیوں کہ آپ تو گالیوں کا منبع یا مصدر ہو اور عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے۔ اگر خلقی مشابہت سے یہ مراد ہو کہ عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بن باپ پیدا ہوئے تھے اور آپ بھی، یہ ہم نہیں مانتے کیوں کہ آپ کا باپ غلام مرتضیٰ تھا)

اب دیکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارض سے کیا مراد رکھا ہے سو ترمذی میں ایک صحیح حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی

یومئذٍ تحدّث اخبارھا

اور فرمایا: اتدرون ما اخبارھا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشھد علیٰ کل عبد وامۃ بما عمل علی ظھرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا کذا فھذہ اخبارھا۔

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اذا زلزلت الارض زلزالھا ای تحرکت من اسفلھا واخرجت الارض اثقالھا یعنی القت مافیھا من الموتیٰ۔ یعنی یہی کرۂ ارض بعد نفخہ ثانیہ کے ہلایا جائیگا

اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت کا مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے تیسرے حصہ میں تلاش کرو۔ ذرا انصاف کرو کہ نبی سچا تو کہے کہ ایک رات رمضان شریف میں ہے اور یہ نبی جھوٹا کہے کہ زمانہ ظلمت مراد ہے اب بتاؤ کس کا کہا مانا جاوے۔ اور آپ نے جو لیکچر لاہور میں بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء دیا تھا اس لیکچر کے اخیر میں آپ نے قصہ ذوالقرنین میں اس طرح تحریف کی ہے کہ ذوالقرنین سے مراد میں ہوں کیوں کہ تیرہویں صدی کا آخر اور چودہویں صدی کا شروع میری حصہ زندگانی میں آیا۔اس طرح تو جو شخص تیری صدی کے آخر میں پیدا ہوا اور چودہویں صدی میں بھی زندہ رہا اس پر ذوالقرنین کا اطلاقھوسکتا ہے پھر مرزا صاحب کی خصوصیت کیا۔ اور آگے سدّ سے مراد اپنے دلائل کو ٹھرایا یعنی میرے دلائل سدّ کی طرح مضبوط ہیں جو حقیقت میں اوھن من بیت العنکبوت ہیں پھر جب سدّ سے دلائل کو تشبیہ دی تو سدّ کے پاش پاش ہونے کا ذکر ہی ہضم کر گئے۔ یا شائد کسی اور جگہ کسی اور طرح سے کیا ہو لیکن لیکچر کے آخر میں سد کے پاش پاش ہونے کا ذکر نہیں۔ ہاں یہ ذکر ہے ونفخ فی الصّور فجمعناھم جمعا یعنی اے مرزا تیرا آوازہ شہرت خلقت میں ہو جائیگا۔ اور لوگ تیرے

پاس ہم جمع کردینگے۔ (اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۔ مورخہ ۲۱ رشوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء ص: ۸-۱۰)

مولانا عبدالعزیزؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور ایک رسالہ الھدیٰ والتبصرۃ لمن یری میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

واذا نفخ فی الصّور فجمعوا جمعا فلیسمع من یستطیع سمعا ولانفی بالصور ھٰھنا ما ھو مرکوز فی متخیلۃ العامۃ بل نعنی بہ المسیح الموعود الذی قام لھذہ الدعوۃ ولیس صور اعز واعظم من قلوب المرسلین من الحفرۃ بل الصور الحقیقی قلوبھم تنفخ فیھا لیجمعوا الناس علی کلمۃ واحدۃ من غیر التفرقۃ

اور اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

ولاریب ان عیسیٰؑ لما من اللّٰہ علیہ بتخلیفہ من بلیتہ الصّلیب ھاجر مع امہ وبعض صحابۃ الی کشمیر وربوتہ التی کانت ذات قرار ومعین ومجمع اللطاجیب والیہ اشار ربنا ناصر النبیین ومعین المستضعفین فی قولہ وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ واٰویناھما الی ربوۃذات قرار ومعین

حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ربوہ سے مراد رملہ ہے جیسا کہ فتح البیان میں ہے۔ اور اعجاز المسیح میں الحمد کی تفسیر کرتے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو ولہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ ہے دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور الآخرۃ غلام احمد بن غلام مرتضٰی۔ چنانچہ ناز کے طور پر کہتے ہیں وقد استنبطت ھذا لنکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

سبحان اللہ! عجیب استنباط ہے کیا اسی ناز پر مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن دانی میں بے نظیر ہیں اور حقائق ومعارف ایسے بیان کرتے ہیں کہ کسی کو مجال نہیں کہ ایسے بیان کرے۔ بے شک خدا کسی مومن کے نصیب میں یہ نکرے کہ ایسے نکات واہیات تحریف آیات سے پیدا کرے۔

اور سورہ اذا الشّمس کوّرت کی تفسیر اگر دیکھو تو حیران ہو جاؤ کہ وہاں کیسے کیسے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ واذا الصّحف نشرت سے چھاپہ خانہ نکالدیا واذا العشار عطّلت سے ریل کو مراد رکھا۔ اور واذا النّفوس زوّجت سے ڈاکخانہ تار برقی نکالی بھلا کیوں نہو جب نبی نیا

ہے تو معانی بھی نئے ہونے چاہئے۔

اگر میں تمام آیات محرفتہ المعانی جو مرزا صاحب کے رسائل میں درج ہیں پیش کروں تو ایک کتاب ضخیم بنجاوے۔ اور آپ کی قرآن دانی ساری کھل جاوے لیکن جس قدر امثال ونظائر کے طور پر محرفہ میں نے بالفعل تحریر کی ہیں۔ وہ مشتے نمونہ ازخروارے کے قبیل سے تصور فرماویں۔ کیا اسی ناز میں آکر ایام الصلح میں مرزا صاحب تعلّی وتفاخر کے طور پر بیان فرماتے ہیں:

این وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد کہ لاف برابری من زند من آشکار میگوئیم وہرگز باک ندارم اے اہالی اسلام درمیان ہما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعوی محدثیت ومفسریت برمی افرازند طائفہ اند کہ از نازش ادب پاء برزمین نگذارند وگروہ اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را چشتیؔ وقادریؔ، ونقشبندیؔ، وسہروردی وچھا چھا گوئند این جملہ طوائف را نزد من بیارند۔‘‘

واہ رے تیری بہادری کہ اس عبارت سے تو اپنے تمام متنفسوں کے دم ناک میں کردیئے کیا کوئی متنفس آسمان نیلگوں کے نیچے ہے جو آپ سے برابری کا م دم مارے کیا محدث اور کیا مفسر اور کیا ادیب اور کیا اور فِرق صوفیہ کرام آپ سے کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ سبحان اللہ آپ کو ہر فن میں کمال ہے کمال کیا بلکہ آپ پر ہر فن ختم ہوچکا ہے۔ حدیث دانی میں بھی آپ ماشاء اللہ چشم بددور کامل ہیں اور تفسیر کرنے میں بھی آپ کو وہ لیاقت ہے جس کی نظیر آج تک خطۂ زمین میں نہیں مل سکتی اور آپ تفسیر کا نمونہ بھی دیکھ چکے ہیں۔ اور ادب میں متنبّی اور دیگر ادباء آپ کے ادنی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں کیوں کہ آپ جو کتاب عربی میں لکھتے ہیں اس کو ہی اپنا معجزہ قرار دیا کرتے ہیں چنانچہ ’’اعجاز المسیح ‘‘ جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں لکھی ہے اُس کو بھی اپنا معجزہ بیان کیا ہے۔ اور سیف چشتیائی میں پیر مہر علی شاہ نے اس معجزہ کی بہت غلطیاں نکالی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ اعجاز المسیح اس لئے معجزہ ہے کہ ایسے اغلوطات کے لانے سے سب علماء عاجز ہیں۔ اور ایسا ہی اعجاز احمدی جو مدّ کے مباحثہ کی شکست پر خفا ہوکر آپ نے مولوی ثناء اللہ کی ہجو میں خصوصا اور دیگر علماء کے عموما تصنیف فرمائی ہے اس کو بھی معجزہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے اغلاط مولوی ثناء اللہ نے الہامات مرزا میں ظاہر کئے ہیں۔ اور صفائی میں تو آپ اس درجہ کے ہیں کہ جو کچھ آپ کے اندر تھا اس کی تمام وکمال صفائی ہوگئی اب صرف اندر خالی خالی ہے۔ میری غرض اس بیان کے لکھنے سے یہ ہے کہ جس فرقہ کا پیشوا ایسا ہوکر اپنی ہوا کا متبع اور پیر ہو اور خدا ورسول کی اس کو کچھ پرواہ نہو تو پھر ایسی قوم سے سمجھ جانے کی توقع رکھنا

بالکل خلاف عقل ہے۔ جب ان کے پیشوا کا رہبر اور راہ اُس کی ہوا ہو نہ رسول خدا اور خدا ہو۔ تو بھلا پھر ایسے فرقہ ہوائیہ سے امید اہتداء مشکل ہے۔

آؤ آزمالو لاکھ بار سمجھاؤ۔ اور ظاہراان کو جھوٹا کر کے چپ بھی کراؤ۔ مگر وہ سر تسلیم شریعت حقہ کے آگے کبھی خم نہ کرینگے۔ اس لئے کہ ان کے پیشوا مرزا صاحب کا یہی طریق تھا۔ کہ گو وہ اپنے دعویٰ میں کیسا ظاہر باہر جھوٹا ہوجائے پھر بھی وہ اپنے ضد سے نہیں مانا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ آتھم والی پیشگوئی کر کے جھوٹا نکلا تو پھر بھی یہی کہتا جاتا تھا کہ وہ رجوع بحق کر گیا تھا۔ پھر اخیر میں جب معترضین نے تنگ کیا تو کہنے لگا۔ کیا آخر وہ مرا نہیں۔ خواہ پندرہ مہینہ کے بعد کچھ مدت میں مرا آخر دنیا سے چل تو گیا۔ اور سلطان محمد والی پیشگوئی میں بھی آپ جھوٹے نکلے اور منکوحہ آسمانی کے معاملہ میں بھی آپ کو زک نصیب ہوئی۔ اور طاعون کی پیشگوئی میں بھی آپ کو ذلت نصیب ہوئی جو دافع البلاء میں بڑے زور وشور سے قادیان کے محفوظ رہنے کے بارہ میں آپ نے فرمائی تھی جس کا ماحصل یہ ہے کہ طاعون گوستر برس دنیا میں رہے مگر قادیان اس سے محفوظ رہیگا۔ کیوں کہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ معلوم نہیں کہ جب طاعون پڑا تو پھر قادیان سے رسول کہاں گیا تھا۔ جو اس کے تخت گاہ پر آ گئی۔ مرزا صاحب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بننا چاہتے تھے یعنی جیسے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شہر مدینہ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ مدینہ میں دجال اور طاعون نہ داخل ہونگے۔ ویسا آپ قادیان کو بھی بنا بیٹھے تھے مگر قادیان کی طاعون نے وہ مٹی پلید کی کہ الاماں۔ حتی کہ رسول قادیانی کے مریدین بھی اس کے شکار ہوئے۔ اور رسول صاحب بھی خیمہ لگا کر باہر جا پڑے۔ اور مدرسہ قادیان کا بند کر دیا گیا۔ اور جلسہ دسمبر کی تعطیلات کا بھی اسی غرض سے روکا گیا۔ کہ اجتماع ناس سے طاعون ستیاناس کر یگی۔ تخت گاہ رسول کی وہ مٹی خراب ہوئی کہ تخت والا بھی مارے ڈر کے بیچارہ باہر خیمہ لگا کر جا پڑا۔ کیا کرتا جب تخت خراب ہوگیا تو تخت نشین کہاں رہتا۔ الغرض جس قدر مرزا صاحب نے اپنے ایام نبوت میں پیشگوئیاں کی ہیں ان میں سے ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ ہاں بعض پیشگوئیاں جو غیر محدود تھیں مثلا تخرج الصّدور الی القبور یا زلزلے آئیں گے وغیرہ وغیرہ جن میں تحدید نہیں۔ وہ البتہ قیامت آنے تک پوری ہوتی رہینگی۔ اور جو محدود تھیں مثلا لیکھرام پشاوری پر عذاب آسمانی نازل ہونا اور سلطان محمد کا تین سال کے اندر مرنا اور منکوحہ آسمانی کا پھر نکاح میں آنا اور طاعون کا قادیان میں نہ نازل ہونا وغیرہ ہا جو اس قبیل سے تھیں البتہ نہیں پوری ہوئیں بلکہ مرزا صاحب کو شرمسار ہونا پڑا (**اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۲۸ رشوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۲۔ نومبر ۱۹۰۹ء** ص: ۶-۸)

مولانا عبدالعزیزؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

لو اب میں پھر مکرر سہ کرر مرزائیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اگر دعویٰ میں سچے ہو تو مرزا کی ایک پیشگوئی ہی جو اس نے تحدید کے طور پر کی ہو ثابت کردو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ بالکل ثابت نہ کرسکیں گے بلکہ اسکے جواب میں علماء کرام کو کوسنا شروع کرینگے۔ اور اپنے پیر کی طرح کہیں گے "اے بدذات فرقہ مولویان۔ یا۔ یہود منش مولوی۔ یا حرامخور وغیرہ وغیرہ گندے الفاظ جواب میں ضرور لکھیں گے۔ اور گالیاں نکال کر اپنے دل کا ارمان نکالینگے۔ آؤ حوصلہ سے جواب دو۔ اور لو اگر مرد میدان ہو تو مرزا کی ایک پیشگوئی ہی جو اُس نے تحدید کے طور پر کی ہو ثابت کر دکھاؤ۔

مرزائیوں کے پاس بڑا ہتھیار اعتراضات کے جواب میں کیا ہے۔ وہ یہ کہ مسیح ابن مریم کی وفات حیات میں بحث کرلو۔ اب وہ ہتھیار آپ کا ریاست رامپور کے مباحثہ میں بمقابلہ مولوی ثناء اللہ صاحب ٹوٹ گیا۔ ان بے سمجھوں کو یہ سمجھ نہیں کہ موت مسیح مستلزم صحت دعویٰ مثلیت مرزا کی نہیں۔ مرزا صاحب کو مسیح علیہ السلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ کہاں مرسل خدا؟ اور کہاں مرزا، جس کا عقیدہ باطلہ خلاف شریعت نبویہ کے تھا۔ چنانچہ علماء نے فتویٰ میں ثابت کر دکھایا ہے۔ افسوس مرزائی نہ کسی کی بات آرام سے سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں، صرف حضرت اقدس حجۃ اللہ جری اللہ بار بار کہہ کر ٹال دیتے ہیں، اور جوابات میں یہ لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس حجۃ اللہ نے دنیا میں آ کر یہ کیا وہ کیا۔ خاک کیا، کیا کیا؟ اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا۔ اور عقائد اسلامیہ پر خوب ہاتھ صاف کیا نزول ملائکہ جو وسیلہ پہنچنے قرآن اور احکام اسلام کا تھا، اس سے انکار کر کے ملائکہ کو ارواح کواکب لکھ مارا۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ ابراہیمؑ کی طرف ملائکہ بصورت بشر آئے۔ اور آپ ان کے کھانے کے واسطے بچھڑا گھی میں بھنا ہوا لائے۔ کیا وہ عکس ملائکہ تھا جس کے واسطے بچھڑا بھنا ہوا لائے کیا ابراہیم علیہ السلام کو اتنی سمجھ بھی نہ تھی۔ کہ عکس کے آگے میں کیوں بچھڑا رکھوں۔

اور نیز معجزات عیسویہ کو ازالہ اوہام میں قبیل مسمریزم سے قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ سب کچھ بطور لہو ولعب کے تھا، نہ فی الحقیقت۔ اور اس پر قناعت نہیں کی بلکہ مسیح علیہ السلام کی وہ توہین کی کہ الامان اور ان کے معجزات کو مداری کے شعبدہ بازی سے تشبیہ دی اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگر شک ہو تو نورالحق کا یہ شعر پڑھو: یا معشر الاعداء توبوا   واللّٰہ انّی مرسل ومقرب

اور بہتیری جگہ اپنے آپ کو مامور اور منذر لکھا۔ چنانچہ قصیدہ میمیہ میں آپ نے لکھا ہے ؎

مامورم ومراچہ دریں کار اختیار   رو ایں سخن بگو بہ خداوند آمرم

حکم سب ز آسماں برز میں میرسانمش گرمن نگوئیش آنرا بگو کجا برم
من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم است وز خداوند منذرم

اس شعر اخیر سے عوام کو دھوکہ لگتا ہے کہ مرزا صاحب تو رسول بننے کے مدعی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول نہیں اور کتاب نہیں لایا۔ اتنی بات ہے کہ الہام کیا جاتا ہوں اور خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو ایسا رسول نہیں جانتے جس کی طرف کتاب اتاری گئی ہو بلکہ ایسے پیغمبر ہیں جو صاحب کتاب نہیں چنانچہ لفظ منذر مشعر اس امر کا ہے کیوں کہ پیغمبر کے سوا کسی پر منذر کا اطلاق صحیح نہیں جب خدا کی طرف منسوب ہو۔ جیسے آپ فرماتے ہیں ''ز خداوند منذرم'' سو خدا کی طرف سے منذر پیغمبر ہوتا ہے ولی نہیں ہوتا۔

الغرض میں کہاں تک آپ کے عقائد باطلہ لکھتا جاؤں۔ کیوں کہ مرزائی تو سن کر یہی کہیں گے کہ فلاں شخص نے دریدہ دہنی کی۔ فلاں شخص خدا کے بندوں سے شرارت کرتا ہے خدا اوس کو جلدی سزا دے کر ہاویہ میں گرائے گا۔ یہی عادت مبارک آپ کے پیر مرزا صاحب کی تھی کہ جو آپ کو اعتراضات سے تنگ کرتا، اس کے جواب میں یہی لکھتے کہ اس نے اللہ کے نبی (آپ بدولت) کو ستایا، اس کو عنقریب خدا پکڑے گا۔ گویا آپ خدا کے بڑے دوست تھے اور اس کے کنجی بردار یا مختار کار تھے، اپنے منہ سے تو بڑے مقرب خدا بنتے تھے۔ چنانچہ آپ لکھا کرتے کہ ''خدا نے مجھے کہا ہے کہ اے مرزا جدہر تیرا مونہہ اُدھر ہی میرا ہے۔'' اور انت منّی بمنزلۃ اولادی[1] بھی کئی بار آپ کو الہام ہوا (مجھے اس الہام کے اس لفظ اولاد پر شبہ ہوا۔ کہ ایسے الفاظ وہ بولتا ہے جو صاحب اولاد ہو۔ اور جو صاحب اولاد نہو، وہ ایسی کلام نہیں کرتا۔ کیا خدا کے ہاں اولاد بھی ہے جس کے مرتبہ میں مرزا کو کہتا ہے شاید اس کا جواب یہ ہو کہ الہام میں غلط ہونے یا صحیح ہونے کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔'' منہ) لیکن جو پیشین گوئی تحدید کے طور پر کی اس کے پورا کرنے میں آپ کے الہام کرنیوالے نے ذرا بھی مدد نہ کی۔ شائد آپ کا الہام کرنیوالا آپ سے تمسخر کرتا ہوگا کہ اول الہام کر دیا کہ یہ پیشگوئی کرو اور پھر اس کے پورا کرنے میں امداد نہ کی۔

مرزا صاحب پیشگوئی کرنے میں زور تو بہت دیا کرتے ہیں چنانچہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل جائے مگر خدا کی باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ یہ بات تو ہم نے مانی کی خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی، لیکن یہ نہیں مانتے کہ آپ کی باتیں نہ ٹلیں، بلکہ ہمارا یہ عقیدہ پکا ہے کہ جو بات آپ نے پیشگوئی کے طور پر کی اس کو خداوند کریم نے ہرگز پورا نہ کیا۔ بلکہ آپ کو ذلت ہی نصیب ہوئی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۱۲ رذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

قادیانی کذب

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ مَثل بالکل صحیح ہے کہ ''گندم از گندم بروید جو ز جو''۔قادیانی مشن کی بنیاد چونکہ محض کذب اور افتراء علی اللہ پر ہے، اس کے متبعین بندوں پر افتراء کریں تو کیا تعجب ہے؟ بلکہ میرے خیال میں نہ کریں تو تعجب ہے۔ مذاہب میں اختلاف راء ہوتا ہے اور ہے۔مگر جھوٹ کے جواز یا عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں قادیانی مشن نے جہاں اور جدتیں کی ہیں یہ جدت بھی خاص ان ہی سے مخصوص ہے کہ اس کے پیرو مذہبی رنگ میں بھی فریق مخالف پر افتراء کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایسے ایسے واقعات میں جھوٹ بولتے ہیں جو پبلک میں شائع شدہ ہیں۔ یہاں تک ان کی جرأت بڑھ گئی ہے کہ مخالف کی کسی تحریر کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ نقل کلام بھی کرتے ہیں تو اُس عبارت کو نہ اصلی الفاظ میں نقل کرتے ہیں نہ اس کی معنوی روایت بتلاتے ہیں، بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر شخص مخالف کی طرف نسبت کر دیتے ہیں، جس سے مراد اُن کی وہی ہوتی ہے جو اُن کے اعلیٰ حضرت آنجہانی کی ہوتی تھی۔

لیکن ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ ہم اُن کو ایسا کرنے میں معذور جانتے ہیں کیوں کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج | تا ثریا میرود دیوار کج

پیر آنجہانی کی بھی یہی عادت تھی کہ فریق مخالف کے کلام کو اس کے اصلی الفاظ میں نقل نہ کرتے تھے بلکہ ذات شریف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر پبلک کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔گو آپ کی اس قلعی کو کھولا جاتا تھا مگر تاہم بہت سے مقامات ایسے بھی ہوتے تھے جہاں اونکی تردید نہ پہونچ سکتی تھی اور بہت سے دل کے اندھے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔اس اصول کو پیر اکبر اور اس کے ذریت دجاجلہ خوب جانتے ہیں۔

دجال اکبر نے اپنی کئی ایک تصنیفات (اربعین نمبر ۳۔اشتہار انعامی پانسو۔اعجاز احمدی۔لیکچر لاہور وغیرہ) میں بڑے فخر سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے اپنی تصنیفات میں میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جو ہم دونوں (مرزا صاحب اور مولوی صاحبان) میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔چونکہ یہ دونوں صاحب پہلے مرگئے پس نتیجہ صاف ہے

کہ میں سچا۔ ان دونوں مولوی صاحبان کی دو کتابیں مطبوع ہو کر شائع ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم کو ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون نہیں ملتا۔ اس لئے میں نے مرزا صاحب کی زندگی میں اشتہار دیا تھا کہ آپ یہ مضمون مولوی صاحبان کی کسی تحریر سے دکھادیں تو میں مبلغ پانسو آپ کی نذر کرونگا۔ چونکہ بناہی غلط اور محض ابلہ فریب تھی اس لئے نہ اکبر کو نہ کسی اصغر کو حوصلہ ہوا کہ وہ اپنا پیش کردہ مضمون ہم کو دکھا کر مشتہرہ انعام لیتے۔

اسی کی نظیر آج ہم قادیانی مشن میں دوسری دکھاتے ہیں۔ جو ان لوگوں کی اخلاقی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔ میں نے اہلحدیث مورخہ ۲۴-ستمبر ۱۹۰۹ء میں ایک جوابی مضمون کے ذیل میں لکھا تھا کہ میں نے مرزا صاحب کی تصنیفات متعلقہ تردید مخالفین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ چنانچہ میرے اصلی الفاظ یہ ہیں:

''رہا مرزا کی تصنیفات سے استفادہ کرنا سو یہ کون نہیں جانتا کہ میں اُن سے استفادہ کرہی نہیں سکتا کیوں کہ آپکی تصنیفات کا ملخص تو یہ ہے کہ اسلام ایسا دین ہے کہ میرے جیسے باکمال آدمی پیدا کرسکتا ہے آپ کیسے باکمال تھے اسکی بابت عیاں راہ چہ بیاں جس کا خلاصہ یہ ہے: رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

آپ کی قابل قدر تصنیف براہین احمدیہ ہے مگر حاشا آج تک بھی میں نے اس کا مطالعہ کیا ہو۔ میں حیران ہوں یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہاں ثنائی مشن اگر کسی امر میں قادیانی مشن کا مرہون منت ہے تو دجال قادیانی کی تردید کے حوالجات کا کیوں کہ میں نے اون کی انہی کتابوں کو دیکھا ہے جو متعلق دعویٰ مسیحیت کے ہیں۔ انہی سے میرا کام تھا اور بس۔''

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کسی تشریح یا حاشیہ کی ضرورت نہیں۔ ناظرین اس مضمون کو ذہن نشین رکھئے اور قادیانی اخبار بدر کے کذاب نامہ نگار کی عبارت بھی دیکھئے جس کو وہ میری عبارت بتلاتا ہے۔ نامہ مذکور لکھتا ہے:

''ثناء اللہ کی اسی پرچہ میں یہ تحریر بھی پڑھ کر مجھے اس کی بے ایمانی کا یقین کامل ہوا۔ جہاں اس نے لکھا ہے کہ میں مرزا صاحب اور آپ کے سلسلہ کی کتابوں کو بے شک پڑھتا ہوں پر نہ استفادہ کی غرض سے اور نہ ہی اول سے آخر تک۔

بلکہ غرض پڑھنے سے یہ ہوتی ہے کہ قادیانی دعاوی پر نکتہ چینی کروں اور پڑھتا صرف وہی

حصے ہیں جن میں خاص سلسلہ کا ذکر ہو۔''

ناظرین! بغور دیکھیں کہ میرے پیش کردہ اقتباس میں کہیں یہ لفظ بھی ہے کہ میں اول سے آخر تک کوئی مرزا کی کوئی کتاب نہیں پڑھتا۔ ایکدفعہ اور میری عبارت پر نظر ڈال کر نامہ نگار کا اعتراض سنئے جو اس اقتباس پر کرتا ہے جسے وہ میری تحریر کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''کوئی عقلمند اس بھلے مانس سے پوچھے کہ اگر تم سب کتابیں پوری نہیں پڑھتے تو بتاؤ تمہیں یہ کون بتاجاتا ہے کہ فلاں حصہ پڑھو اس میں دعادی کا ذکر ہے۔ اور فلاں حصہ ترک کردو کہ اس میں اور باتیں ہیں۔''

اسی کو کہتے ہیں بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ تو مجھ سے پوچھنے کے لئے عقلمندوں سے اپیل کرتے ہیں مگر میں آپ سے پوچھنے کے لئے ایمانداروں سے درخواست کرتا ہوں کہ کوئی ایماندار، خدا ترس ان دجاجلہ سے پوچھے کہ مذہب کی حمایت میں مذہب کی ہدایت کے برخلاف دروغ گوئی کرنا بھی آپ کے مذہب میں ہے۔

دوسرا جھوٹ اسی نامہ نگار کا اور سنئے آپ خیریت سے قادیانی مشن کی کارگذاری اور میری نابکاری کا اظہار کرتے ہیں:

چوتھی خدمت اسلام ان کی یہ ہے کہ جو لوگ ہزاروں روپیہ اشاعت اسلام کی راہ میں یورپ اور دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کے خرچ کریں اُن کو عبدالدرہم والدینار کہیں۔ اور خود انکا یہ حال کہ راولپنڈی اور وزیرآباد پنجاب وہندوستان کے کسی موضع میں ان کو کسی خدمت کیلئے بلایا جاوے تو یہ کہیں کہ ہماری فیس بھیجو تو آتے ہیں ورنہ تم جانو اور تمہارا کام

میرے احباب سے اس کا کذب ہونا مخفی نہوگا۔ کیوں کہ جہاں جہاں مجھے جانے کا اتفاق ہوتا ہے میں نے کبھی کسی کو نہیں لکھا کہ میری فیس بھیجدو۔ لکھنا تو کیا خیال کرنا بھی کمینہ پن کی حرکت سمجھتا ہوں۔ سچے باپ کے بیٹے اور سچے مسیح کے امتی ہو، تو میرا ایک ہی خط اس مضمون کا اصلی الفاظ میں شائع کر کے دکھاؤ۔ ورنہ افسوس ہے تمہاری حالت پر کہ مسیح کے حواری ہوکر بھی جھوٹ بولتے ہو۔ لیکن تم بھی اس میں معذور ہو کیوں کہ تم تو آخر اپنے پیر ہی کے پیرو ہو۔ کیا سچ ہے۔

ما مریدان روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں   روبسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

غرض اسی طرح کے کئی ایک کذب اور افتراء اس نامہ نگار نے مجھ پر کئے ہیں جو حقیقتاً ان کے سیاہ باطن کی خبر دیتے ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں کو میری تردید کرتے وقت یہ بھی خیال

نہیں آتا کہ میں کون ہوں۔ مرزائیو! سنو! میں وہی ہوں جس کے ساتھ تمہارے پیر بلکہ پیر مغاں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ آخر کیا ہوا، بس یہی کہ ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر　　　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۶۔ مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰۔ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱-۳)

مباحثہ منصوری

ایک قادیانی بعنوان ، مولوی ثناء اللہ صاحب سے استفسار، لکھتا ہے:

کوہ منصوری پر مباحثہ ۱۴۔ ۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء کو درمیان فرقہ احمدیہ وغیر احمدیہ تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو دو تار غیر احمدیہ نے دیئے مگر مولوی صاحب تشریف نہ لائے اس پر ایک تار منجانب ایک شخص غیر احمدیہ اور مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا کہ آپ ضرور بضرور تشریف لاویں مگر وہاں کیا مولوی صاحب موصوف نہ آئے اور نہ آئے۔ خیر مولوی صاحب کی آمد کا انتظار ہر ایک شخص فرقہ غیر احمدیہ کو تھا مگر مولوی صاحب نہ آئے۔ یہ بات تو میں تحریر نہیں کر سکتا کہ وہ کیوں نہ آئے مگر ہاں جلسہ مباحثہ میں جس قدر مسلمان تھے ان پر اثر جو کچھ ہوا ناظرین خود سمجھ گئے ہوں گے اول مباحثہ کی تاریخ ۱۳۔ ۱۴ نومبر قرار پائی تھی مگر بہ انتظار مولوی ثناء اللہ برضامندی فریق بجائے ۱۳۔ ۱۴ کے ۱۴۔ ۱۵ مقرر کی گئی مگر مولوی صاحب پھر بھی تشریف نہ لائے۔ جبراً وقہراً مباحثہ ۱۴، ۱۵ نومبر کو ہوا اور جو کچھ اس کا نتیجہ ہوا وہ پبلک پر خوب ظاہر ہو گیا ہے۔ ۱۴۔ ۱۵ نومبر کو مباحثہ ہو گیا اور احمدی جماعت کے آدمی ۱۶ کو قیام کر کے ۱۷ نومبر کو اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ۱۸ نومبر کو مولوی صاحب موصوف بھی کوہ منصوری تشریف لائے۔ مجھ ایک ناچیز آدمی نے مولوی صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا مولانا اب اسکی بابت کیا فرماتے ہیں فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسکا سوال عیسی کو یوم قیامت کو ہوگا تب وہ جواب دینگے۔

میں نے عرض کیا کہ وہ تو جھوٹ آپ کے خیال کے مطابق بولیں گے کیونکہ آپ تو ان کا زندہ رہنا اور دوبارہ آنا مانتے ہیں۔ فرمایا کہ عیسی دوبارہ آکر جب وفات پاویں گے اس وقت کے بعد پھر دنیا بگڑے گی اور کوئی شخص بھی خدا کہنے والا نہیں ہوگا۔ پھر قیامت ہوگی اس وقت کا وہ جواب دیں گے

اب مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں یہ ناچیز بذریعہ اخبار بدر کے پھر مکرر نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ مولانا جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے فرمایا یا نہیں۔ اس کا جواب مولانا صاحب کی

طرف آنے پر تصدیق تحریر کرونگا۔ اگر مولانا اندر ۱۵ یوم کسی اخبار یا اشتہار کے زریعہ پبلک کو اطلاع نہ دیں گے تب ان کا وہی قول جو اوپر درج کیا گیا ہے درست تصور کیا جائیگا تا وقتیکہ ۱۵ یوم کے اندر تردید وغیرہ نہ کریں مجھ کو از حد انتظار رہے گی۔ ابرار حسین احمدی۔ منصوری (بدر ۱۶ دسمبر ۱۹۰۹ء ص ۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کوہ منصوری ڈیرہ دون کے قریب ایک پہاڑی مقام ہے۔ وہاں پر چند آدمی قادیانی مشن کے ہوا خواہ ہیں۔ دیگر اہل اسلام سے باتوں باتوں میں مباحثہ کی ٹھیری چنانچہ میرے پاس خط آیا کہ ۷-نومبر کو مباحثہ ہے مگر اس کے بعد التواء کا خط بلکہ تار بھی پہنچا۔ اس لئے ۱۲/نومبر کو دہلی اور ۱۳-۱۴ کو اٹاوہ گیا۔ امرت سر میں واپس آنے پر معلوم ہوا کہ منصوری سے جوابی تار آیا ہوا ہے کہ جلدی آؤ چنانچہ میں نے بذریعہ تار پوچھا کہ مباحثہ کی تاریخ کونسی ہے۔ جواب آیا کہ جلدی آجاؤ۔ خیر میں ۱۷-نومبر کو روانہ ہوکر ۱۸-کو پہونچا راستہ ہی میں سنا کہ مباحثہ تو ۱۴ کو ہولیا۔ چنانچہ میں ڈیرہ دون سے منصوری کو جا ہی رہا تھا کہ راستہ میں قادیانی جماعت کو واپس ہوتے دیکھا۔ راجپور میں (قریب منصوری) پہونچا تو وہاں کے مسلمانوں نے کہا صاحب ہم نے قادیانیوں سے کہا تھا ٹھہریئے ابھی مولوی ثناء اللہ صاحب آتے ہیں۔ ہنوز ہمارا یہ جملہ بھی ختم نہوا تھا کہ فوراً ہی اونہوں نے سواری طلب کرلی، کیوں؟ اس کا جواب میں نہیں دیتا دنیا کو معلوم ہے۔ بہر حال میں ۱۸ کو کوہ منصوری پر پہنچا جاکر معلوم ہوا کہ مباحثہ تو جناب مولوی یحییٰ صاحب مدرسہ سہارنپور نے کیا کچھ علماء ان کے معین ومشیر بھی تھے۔ بانیان جلسہ سے میں نے کہا کہ جب مباحثہ ہو چکا تھا تو مجھے بلانے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب اونہوں نے دیا کہ آپ کے شریک مناظرہ نہو سکنے سے جو یہاں کے مسلمانوں کے دل پژمردہ ہو رہے تھے ان کو شاد کرنا منظور تھا اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی خیر میں نے منصوری پر تین تقریریں کیں جن میں ایک جو شب کے وقت تھی محض مرزا صاحب آنجہانی کے لئے وقف تھی جس کے سننے سے کوہ منصوری پر ایسی ٹھنڈک پڑی کہ بائد وشائد۔

یہ ہے مختصر واقع کوہ منصوری کا۔ جلسہ مناظرہ میں میں نہ تھا اور اپنے نہونے کی وجہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں جس کا مجھے خود افسوس ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ شکار ہاتھوں سے گیا نہ میں نے فریقین کی تحریریں دیکھیں اس لئے میں اس امر متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ ہاں قادیانی اخبارات الحکم اور بدر سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ منصوری پر ہماری (مرزائیوں کی) فتح ہوئی۔ جس کی وجہ بیان کرنے میں الحکم نے دبی زبان سے کہا ہے کہ رامپور میں ہماری شکست اس لئے ہوئی تھی کہ ہم اپنے امام کے

ماتحت نہ رہے تھے منصوری کے مباحثہ میں ہم اپنے امام کے حکم اور دعا کے ساتھ گئے تھے اس لئے مظفر و منصور آئے ہیں۔ مگر دانا جانتے ہیں کہ اصل وجہ کچھ اور ہے۔ کہ رامپور میں (شیر پنجاب) سے تھا جو تمہارے حق میں دعویٰ رکھتا ہے کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت　　　واذا نطقت فاننی الجوزاء

اس لئے دنیا نے دیکھ لیا کہ تمہارا تار و پود کیسا کمزور ہے اور منصوری میں تمہاری خوش قسمتی سے شیر کسی دوسرے شکار میں مصروف تھا اس لئے تمہیں اتنا کہنے جرأت ہوئی کہ ہماری فتح ہوئی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید نے تمہاری ایسی خبروں کی بابت جو تم لوگ اپنی فتح کی بابت اڑایا کرتے ہو ہم کو اور تمام مسلمانوں کو پہلے ہی سے آگاہ کر رکھا ہے۔ پس غور سنو!

اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (جب کوئی بے دین (غیر معتبر) آدمی تم کو خبر سنائے تو سنتے ہی اوس کو باور نہ کر لیا کرو بلکہ اوس کی تحقیق کیا کرو۔'')

خصوصاً قادیانی مشن کے مخبروں سے الحذر الحذر تعجب ہے کہ میرے بعض عنایت فرماؤں نے گھبراہٹ میں مجھ سے دریافت کیا کہ قادیانی اخبار لکھ رہے ہیں کہ آپ منصوری والوں کا زادراہ بھی ہضم کر گئے مگر وہاں مباحثہ کے لئے نہ پہنچے یہ کیا بات ہے اس سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہے ان احباب کا دریافت کرنا اگر بغرض تحقیق ہے جو اس آیت کا مفاد ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بطور گھبراہٹ ہے تو اُنہیں مطلع رہنا چاہئے کہ قادیانی گروہ ہی کے حق میں کہا گیا ہے کہ ؎

جو دن کو کہیں دن تو تم رات سمجھو

چیلنج: قادیانی گروہ سے میرا خطاب کرنا اگرچہ زیبا نہیں کیوں کہ ان کے اصل بانی آنجہانی سے میرا بین فیصلہ ہو چکا ہے جو سب کو معلوم ہے اس لئے میں عموماً اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں کہ جہاں کہیں مرزائی تم کو تنگ کریں تم چپکے سے اتنا کہدیا کرو کہ مرزا صاحب کے اشتہار مجریہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔ پس دیکھئے اتنا کہنا اُن کے حق میں لاحول کا کام دیتا ہے یا نہیں۔

تاہم میں آج چیلنج دیتا ہوں کہ قادیانی مشن اگر چاہے تو علاوہ آسمانی فیصلے کے میں علمی فیصلے کو اب بھی تیار ہوں۔ آیئے امرتسر یا لاہور میں اس فیصلے کے لئے حاضر ہوں۔ صورت فیصلہ یہ ہوگی کہ ہماری طرف سے صرف ایک ہی مسئلہ پیش ہوگا یعنی تحقیق حال مرزا۔ تم لوگ اس کے علاوہ جو مسئلہ چاہو بڑھا لو۔ بحث تحریری ہوگی، جو فریقین کے مناظر بپابندی اوقات اپنے ہاتھ سے لکھ کر سنا کر

دستخط کر کے فریق ثانی کو دینگے۔

پس تیار ہو جاؤ اب تو تمہاری مراد پوری ہے آئے اور جلدی آئے۔لیکن میں وہی وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں جو رامپور میں کی تھی کہ آریہ نیوگ پر اور عیسائی تثلیث پر بحث کرنے کو آمادہ ہوسکیں گے مگر تم لوگ اس موضوع پر خصوصاً (شیر پنجاب) کے سامنے ہرگز نہ آؤ گے۔ یہ تو ہے پیشگوئی مگر دعا یہ ہے کہ خدا کرے میری یہ پیشگوئی غلط ہو ؎

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے ۔۔۔ جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(اہل حدیث امرتسر جلد۷۔نمبر۶۔مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰۔دسمبر ۱۹۰۹ء ص:۵-۶)

قادیانی دعوت قبول

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر قادیانی نے اپنے مشن کے مبلغین کی بہت بڑی تعریف کی ہے کہ ہمارے لیکچرر اسلام کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ان کے لیکچروں میں سحر کا سا اثر ہوتا ہے گو اس امر میں ہم کو مناقشہ نکرنا چاہئے کیوں کہ بحکم لکلّ ان یّصطلح ہر ایک آدمی کا حق ہے کہ اپنے لئے کوئی اصطلاح قائم کرلے، قادیانی مشن کی اصطلاحات ہی جب کہ جدی ہیں تو ہم کو ان سے کیا مناقشہ۔مگر ایڈیٹر بدؔر نے غضب تو یہ کیا کہ اپنے لیکچراروں کی تعریف کرتے کرتے مخالفوں کو چیلنج دیا کہ ہمارے ساتھ اس کام میں مقابلہ کرلیں چنانچہ لکھتا ہے: ہمارے غیر احمدی مسلمان احباب اس بار پر غور کریں اور خوب غور کریں کہ کیوں تمہاری تقریروں اور وعظوں میں خدا نے یہ برکت ڈالی۔ (بدر ۹ دسمبر ۱۹۰۹ء)

اتنی سطور پڑھتے ہی میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان کو ایک نوٹس دوں کہ آؤ مقابلہ کرلو۔لیکن جونہی چند سطور آگے کی پڑھیں تو دیکھا کہ ایڈیٹر صاحب اپنے مخالفوں (غیر مرزائیوں) کو خود ہی نوٹس دیتے ہیں کہ:

آؤ اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو بہت مختصر راہ ہماری تمہاری فیصلہ کی اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔ (بدر۔۹ دسمبر ۱۹۰۹ء)

یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از حد فزوں خوشی ہوئی کہ اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہو، مگر انہوں نے چیلنج دیا جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا، مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں تاکہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مرگئے ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دو دو گھنٹے لیکچر ہوں۔ جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلا شرط حاضر ہیں۔

مرزا جی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں ؎

نہ خنجر اوٹھیگا نہ تلوار اُن سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ مورخہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۸)

❁ حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

اخبار بدر میں مضمون دیکھا اس میں عام طور پر چیلنج دیا گیا ہے کہ کوئی مولوی حقائق اسلام مرزائی مبلغین کے مقابلہ میں بیان کرے سو خاکسار جماعت مرزائیہ کو اطلاع دیتا ہے کہ وہ لاہور میں جلسہ قائم کریں، اس میں حکیم نورالدین یا ان کی طرف سے کوئی صاحب قرآن شریف کے کسی رکوع کی تفسیر بیان کریں، اس کے بعد خاکسار اس رکوع کو بیان کرے گا۔ اگر کسی ایک رکوع کی مسلسل تفسیر بیان کرنا منظور نہو تو کوئی مضمون مقرر کریں۔ غرض جس طرح وہ منظور کریں مجھے منظور ہے۔

ہاں برادر مکرم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی تجویز سے بھی مجھے اتفاق ہے کہ فیصلہ کے لئے منصف ہونے چاہئے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۱۰ رذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱۰)



متفرقات

بھو پال کا حال

ریاست بھو پال میں ۱۸۸۰ء کے عشرے میں انگریز حکومت کی جس کاروائی کی زد بیگم بھو پال نواب شاہجہان بیگم کے شوہر نواب صدیق حسن خان پر پڑی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

ریاست بھو پال کی نسبت جو اس وقت سرکاری کاروائی ہوئی ہے اس سے ہم کو بحث نہیں ہے۔ ہم صرف ان واقعات وحالات کی اصلیت وحقیقت بیان کرتے ہیں جن کو عام خیالات اس کاروائی کا اصل اصول ومبنی سمجھ رہے ہیں اور درحقیقت وہ حالات اس کاروائی کا اصل اصول ومبنی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں صداقت واصلیت کی بو نہیں ہے۔ ہمارے ملکی ریفارمر (اخباروں کے اڈیٹر) اوران کے کارسپانڈنٹ انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ جو ان ناراست وغیر واقعی حالات کو اپنے اخباروں میں مشتہر کرتے ہیں۔.... مثلاً جب کوئی منصف مزاج ہندو یا مسلمان ان اخباروں میں یہ مضمون دیکھے گا کہ نواب (صدیق حسن آف) بھو پال نے ہندوؤں کے مندر گرا دیئے تھے، اور تعزیہ بند کر دیئے، اور مہدی سوڈان کو مدد دی، اور افغانیوں کی شکست پر ناخوشی ظاہر کی تھی، اس لئے گورنمنٹ نے اس کو یہ سزا دی ہے اور پھر ان باتوں کا واقع اور نفس الامر میں کہیں نام ونشان نہ پائے گا کہ نواب بھو پال نے ہندوؤں کا کوئی مندر نہیں گرایا اور نہ کوئی تعزیہ بند کیا ہے۔ اور سرکاری کاغذات میں یہ دیکھ لے گا کہ ریاست بھو پال نے (جس کے مدارالمہام نواب صدیق حسن صاحب خیال کئے جاتے تھے) جنگ افغانستان کے وقت گورنمنٹ کو مدد دی۔ اور مہدی سوڈان کے مقابلہ کیلئے مستعدی ظاہر کی جس پر گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ کی مراسلت بھی ریاست کے نام پہنچی، تو پھر وہ گورنمنٹ پر ظلم وبلاتحقیق سزادہی کا الزام کیوں نہ قائم کرے گا۔..

یہ ہم نے محض فرضی مثال نہیں دی۔ اس وقت کے بعض آزاد اخباروں میں جو گورنمنٹ کی اس پالیسی کو ناانصافی قرار دیتے ہیں بچشم خود دیکھی ہے وہ صاف اور برملا لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے بلاتحقیق وتفتیش کیوں ان حالات پر اپنی کاروائی کی بنا قائم کی اور کیوں ایسی سخت سزا دی۔

یہ حضرات نام کے ریفارمر اوران کے نامہ نگار ان حالات کو اس کاروائی گورنمنٹ کا اصل اصول نہ ٹھہراتے تو وہ آزاد اخبار گورنمنٹ پر یہ اعتراض کیوں کرتے؟..

یہ نام کے ریفارمر یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کی اس زہریلی کارروائی کا اثر نہ صرف ایک ریاست بھوپال میں (جس کو وہ بوجہ ناموافقیت مذہب (اسلام یا وہابیت) برا اور لائق عداوت سمجھتے ہیں) محدود ومنحصر رہے گا بلکہ اس کا اثر ہر ایک خودمختار ریاست (غیر اسلامی ریاست ہی کیوں نہ ہو) تک بھی ایک نہ ایک دن پہنچے گا۔ اور جو کچھ اس ریاست بھوپال کی نسبت کہنا اور کرنا جائز سمجھا گیا اور عمل میں آیا ہے وہی ہر ایک ریاست کی نسبت جائز سمجھا جائے گا اور عمل میں آئے گا۔ آخر ایک نہ ایک خودمختاری کا نام صفحہ ہندوستان سے مٹ جائے گا۔..

ان حالات کے متعلق اصلی واقعات ہم کو دو سبیل (یا ذریعہ) سے معلوم ہوئے ہیں ۔

۱۔ کارسپانڈنٹ جس کی مراسلت اخبار کوہ نور لاہور میں اور اسکے ذریعہ اردو گائیڈ کلکتہ میں چھپی ہے

۲۔ بعض معزز ومتدین اشخاص جو اسی غرض سے بھوپال پہنچے اور وہاں سے چشم دید حالات کی تحقیق کر کے آئے ہیں ۔ اس مقام میں اپنے ناظرین کے ملاحظہ کیلئے مراسلت کو نقل کرتے ہیں ۔ اخبار کوہ نور میں حسب تفصیل ذیل ان الزامات کو نمبروار نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے:

(۱) مدت سے انتظام ریاست خراب تھا

جواب ۔ اس کا دھواں پہلے کیوں نہ نکلا؟ نہ کسی اخبار نے ذکر کیا، نہ سرکاری کاغذات میں اس کا اثر پایا گیا، نہ عام لوگوں میں اس کا چرچا سنا گیا، اخباروں میں ذکر نہ ہونے کی وجہ جو اودھ اخبار میں بیان کی گئی ہے کہ وہاں کوئی کارسپانڈنٹ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ کوئی خبر دیتا تو فوراً سزا پاتا یا نکالا جاتا۔ ان حضرات نامہ نگاروں کی بناوٹ ہے، خفیہ کارسپانڈنٹ تو کہیں سے بھی نہیں چوکتے ۔ ہندوستان میں بیٹھ کر روس سے کارسپانڈنس کرتے رہے ہیں، جو ایک دن پکڑے بھی گئے ۔ یہاں بھی کم سے کم ایک تو ایسا نکلتا۔

عام لوگوں میں اس کا چرچا نہ ہونے کی وجہ جو اسی اودھ اخبار میں بیان کی گئی ہے کہ مارے خوف کے کوئی بولتا نہ تھا۔ یہ بھی ان کی بناوٹ ہے ۔ عام افواہ کو کوئی سلطنت یا ریاست (خواہ کیسی ہی ظالم وجابر ہو) روک نہیں سکتی ۔ بعض راجواڑوں میں بدانتظامی ظاہر نہ ہونے کا پورا اہتمام کیا جاتا تھا پھر بھی وہ ظاہر ہوتی ہی رہی ۔

ان سب جوابات کو جانے دیں ۔ اور ان باتوں کو تسلیم بھی کر لیں کہ ہندوستان کے اخبار نویسوں اور ان کے کارسپانڈنٹوں اور عام لوگوں کو جو اس ریاست میں رہتے تھے، اور جو وہاں سے ہو کر وہاں کے حالات دیکھ کر سلطنت انگلشیہ میں آتے تھے سب کو ریاست بھوپال کی طرف سے

پھانسی پانے یا جلاوطن یا دائم الحبس ہو جانے کا خوف تھا۔ تو یہ صرف اخباروں میں یا افواہ عام میں بدنظمی کے ذکر نہ ہونے کی وجوہات ہوسکتی ہیں، سرکاری کاغذات میں اس بدنظمی کے ذکر نہ ہونے کی یہ وجوہات ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ سرکار دولت مدار کو تو ریاست بھوپال سے کسی قسم کا خوف نہ تھا، لہذا سرکاری ایجنٹوں کے قلم سے تو کبھی یہ حرف شکایت بدانتظامی ضرور نکلتا، اور کسی رپورٹ سالانہ میں اس کا ذکر یا اشارہ ضرور پایا جاتا۔ حالانکہ کسی رپورٹ سرکاری میں اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے حسن انتظامی کا ذکر موجود ہے اور اس پر گورنمنٹ کی طرف سے خوشنودی کے مراسلے وخریطے موجود ہیں۔ طرفہ یہ کہ خود سر لیبل گریفن (جن کی طرف موجودہ بدانتظامی کی تحقیق کو منسوب کیا جاتا ہے) اپنی رپورٹ میں اس ریاست کے حسن انتظامی کی تعریف فرماتے ہیں۔

اس امر کو اخبار مفید عام آگرہ مورخہ دہم نومبر ۱۸۸۵ء بھی تصدیق کرتا ہے۔ اس مقام میں ہم اسی کی نقل و بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس میں بصفحہ ۲ لکھا ہے:۔

اگرچہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بذات خود بڑے لائق و کارگذار و دانا و ہوشیار ہیں مگر جس زمانہ سے نواب (صدیق حسن) صاحب نے ان کے کاروبار میں شراکت یا مددگاری کی ہے، برابر خوشنودی گورنمنٹ کی رپورٹیں اور خوش انتظامی کے خریطے موجود ہیں۔ کرنل ٹامس پولیٹکل ایجنٹ بھوپال نے حسب قاعدہ صدر میں اطلاع کی اور صدر سے خوشنودی وآفرین بنام بیگم صاحبہ آئی اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اطلاع خاص و عام کے واسطے گورنمنٹ گزٹ میں اس تحریر کو طبع کرا دیا اور نقل اس کی سکرٹری آف سٹیٹ کو روانہ فرمائی وہاں سے جواب آیا کہ انتظام ریاست بھوپال جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے اپنی صدر نشینی سے آج تک کیا ہے اس کی اطلاع سے ہم کو نہایت خوشی ہے کہ صدر نشینی ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایسی دانش مندی اور ہوشیاری ظاہر کی کہ ان کی والدہ نے سال ہا سال میں ثابت کی تھی۔ حضور ملکہ معظّمہ سے ارشاد ہوا ہے کہ ہماری طرف سے بسبب خوش انتظامی کے خوشنودی ظاہر کی جائے۔

اور انہیں سر لیبل گریفن نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ہائی نیس نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال میرے نزدیک ہندوستانی تعلیم یافتہ عورتوں میں کوئی عورت تمام ہندوستان میں اس رتبہ ولیاقت کی نہ ہوگی میں اپنے صحیح تجربہ سے کہتا ہوں کہ تمام سنٹرل انڈیا میں اس لیاقت حکمرانی کے ساتھ کوئی رئیس ایسا منتظم نہیں ہے۔

پس اس خوش انتظامی میں ذات نواب صاحب بھی شامل ہے۔

(۲) لوگوں پر طرح طرح کے ظلم کیئے :

الف ۔ اخوان ریاست (یسین محمد خان وغیرہ) کو ریاست سے جلا وطن کیا ۔

ب ۔ بیگم صاحبہ کو ان کی ولی عہد دختر (سلطان بیگم) پر ناراض کر دیا اور اس کو عاق کر ایا۔ اس غرض سے کہ بجائے اس کے، ان کا بیٹا، ولی عہد ہو ۔

ج ۔ تمام زمین داروں پر ٹیکس بڑھا دیا ۔ یعنی مالگذاری کو دو چند کر دیا ۔

د ۔ پرانے وزیروں کو ریاست سے نکال دیا ۔ اور بجائے ان کے اپنے لواحق کو بھرتی کیا ۔

ھ ۔ رعایا سے مذہبی آزادی کو چھین لیا ۔ ہندؤں کے مندروں کو گرا دیا ۔ سنی مسلمانوں کی تعزیہ داری بند کر دی ۔ وغیرہ

جواب ۔ یہ سب افتراءات ہیں ۔ ایک بات بھی نواب صاحب کی نسبت صحیح نہیں ۔

الف ۔ اخوان ریاست سے نواب (صدیق حسن) صاحب نے سلوک واحسان کیا، نہ کہ ظلم ۔ پسران امرا دولہ سے بیگم صاحبہ ناراض تھیں اور ان کی جاگیر ضبط ہو کر نقدی مقرر ہوئی تھی ۔ نواب (صدیق حسن) صاحب نے بیگم صاحبہ سے ان کا قصور معاف کرایا اور جاگیر کو بحال کرا دیا ۔

یسین محمد خان وغیرہ سے جو معاملہ ہوا وہ ان کی بغاوت ریاست کا نتیجہ تھا ۔ نواب (صدیق حسن) صاحب کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوا ۔

ب ۔ بیگم صاحبہ، سلطان دولہ (شوہر سلطان جہان بیگم) سے ناراض تھیں ۔ بلکہ ان سے اپنی دختر کی شادی کرنے کو پسند نہ کرتی تھیں ۔ نواب (صدیق حسن) صاحب نے ان پر ان کو راضی کیا ۔ اور انہی کی سفارش سے یہ شادی ہوئی ۔ سلطان دولہ نے شادی کے بعد ریاست میں اپنا دخل چاہا اور اپنے مدارالمہام بننے کے لئے بہت زور ڈالا (جس کے ثبوت میں بعض سرکاری عہدہ داروں کی تحریرات موجود ہیں) لہذا بیگم صاحبہ کو ان سے اور اپنی بیٹی سے رنج زیادہ ہو گیا ۔ اس رنج کے محرک یا زیادہ کنندہ نواب (صدیق حسن) صاحب نہیں ہوئے بلکہ وہ اس رنج کے فرو کرنے میں ساعی رہے ۔ گو اس میں کامیاب نہ ہوئے ۔ نواب صاحب کے فرزند کا ولی عہد ہونا بلحاظ قانون وآئین ریاست ممکن نہ تھا کیونکہ غیر کفو کا (شوہر ہو خواہ اولاد شوہر خواہ داماد) مستقل مختار یا ولی عہد ہونا اس ریاست میں جائز نہیں سمجھا گیا ۔ تو پھر اس رنج پیدا کرنے یا بڑھانے میں نواب صاحب کا کیا فائدہ متصور تھا ۔

ج ۔ زمین داروں پر بلا لحاظ حیثیت رقبہ ٹیکس بڑھانے کا الزام محض اتہام ہے ۔ البتہ

حسب حیثیت ٹیکس بڑھایا گیا ہے جس سے ریاست کا یہ فائدہ ہوا کہ نواب سکندر بیگم کے وقت سے جو قرضہ ریاست کے ذمہ تھا وہ ادا ہوا۔ اور یہ امر (حسب حیثیت ٹیکس بڑھانا) ظلم نہیں ہوسکتا۔ ظلم ہوتو گورنمنٹ انگلشیہ بھی اس سے بری نہیں ہوسکتی۔ بنگال وغیرہ پریسڈنسیوں میں دوچند ٹیکس بڑھایا گیا ہے جس کا ثبوت سرکاری بندوبست میں موجود ہے۔

د۔ نواب (صدیق حسن) صاحب نے نہ کوئی پرانا وزیر ریاست سے نکالا اور نہ اس کی جگہ یا کسی اور عہدہ پر اپنے رشتہ دار قریب یا بعید یا ہم وطن کو بھرتی کیا۔ کم سے کم ایک مثال بھی ایسی پائی نہیں جاتی جس سے یہ الزام صحیح ہوسکے۔

حافظ احمد رضا وکیل ضلع گیا جو ریاست سے علیحدہ ہوا۔ تو وہ پرانا اور مستقل عہدہ دار نہ تھا وہ نواب (صدیق حسن) صاحب ہی کی سفارش سے چندروز کے لئے قائم مقام مدارالمہام مقرر ہوا تھا۔ جو اپنی بے ضابطگیوں کے سبب (جن کی فہرست سررشتہ ریاست میں موجود ہے) اس قائم مقامی سے علیحدہ ہوا۔ لہذا اس کی موقوفی اس الزام کی نظیر نہیں ہوسکتی۔

ھ۔ ہندوؤں کا کوئی مندر جو سڑک یا راستہ یا سرکاری مکانات میں نہ آگیا ہو، گرایا نہیں گیا۔ اور اس قسم کی ضرورتوں کے سبب کوئی مندر یا مسجد گرانا خود گورنمنٹ انگلشیہ سے صادر ہوا ہے۔ صدہا مسجدیں اور بیسیوں ہندوؤں کے مندر سڑک اور سرکاری مکانوں کے نیچے آکر گر گئے ہیں۔ تعزیہ داری سے روکنے کا الزام محض افتراء ہے، ہاں بعض رسوم تعزیہ داری سے (جیسے مہندی نکالنا) اس نظر سے کہ وہ کسی مذہب شیعہ یا سنی کی ہدات نہیں ہے، اور اس کی بھیڑ بھاڑ میں طرح طرح کے فساد کا اندیشہ تھا، منع کر دیا۔ اس کی نظیر اسی سال بعض اضلاع ہندوستان کے ڈپٹی کمشنروں کا مسلمانوں کو دسہرہ کے مقابلہ میں تعزیہ نکالنے سے روک دینا ہے۔ جس کا ذکر کئی اخباروں میں ہوا ہے۔ اور اس کی کئی نظیریں برٹش گورنمنٹ کی کل سلطنت میں اور بہت موجود ہیں۔ جن کا ذکر رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ ج ۶ میں ہو چکا ہے۔

بالجملہ یہ سب باتیں محض اتہام ہیں جن سے نواب (صدیق حسن) صاحب بری الذمہ ہیں۔ ایک بڑی قوی اور روشن دلیل ان سب باتوں کے اتہام ہونے پر یہ ہے کہ پہلے کی نسبت خاص کر شہر بھوپال کی مردم شماری میں آٹھ ہزار نفر کی زیادتی ہوئی ہے اور بیرون جات علاقہ بھوپال میں قریب دو لاکھ کی آبادی زیادہ ہوگئی ہے۔ اگر لوگوں پر کسی وجہ سے منجملہ وجوہ مذکورہ نواب صاحب کی طرف سے ظلم ہوتا تو مردم شماری میں کمی ہوتی اور کئی گاؤں یا گھر اجڑ کر عمل داری انگلشیہ

میں آ رہتے چنانچہ بعض راجواڑوں میں ایسا واقعہ ہوا ہے۔

دوسری دلیل ان باتوں کے افتراء ہونے پر یہ ہے کہ سابق کی نسبت اخوان ریاست اور رعایا کے حق میں بہت سی رعایتیں کی گئی ہیں۔..محصول غلہ وغیرہ معاف ہوا۔تیس ہزار روپیہ بابت مصارف روشنی وغیرہ معاف ہوا۔

۳۔ بھوپال وغیرہ بلاد ہندوستان کو دارالحرب بنا کر ہندوؤں کا مال جائز سمجھا۔

جواب۔ یہ دلیرانہ دروغ بےفروغ متفرع: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق ہےنواب صاحب اپنی تصانیف میں کئی جگہ بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے نہ دارالحرب

کتاب موایدالعواید میں آپ فرماتے ہیں:

چنیں جہاد کہ امروز عامہ مسلمین آنرا سبب فوز خود بہ نجات و بلوغ بدرجہ شہادت کبری میکنند فتنہ بیش نیست واحدی از اہل علم ومعرفت بشریعت اسلام بسوئے آن نرفتہ چنانچہ درزمانہ برگشگی افواج وعساکر دولت انگلشیہ درمملکت ہند جمعے اورایان ونوابان ودیگر مردم برخاستند وباحکام فرنگ معرکہ حرب وضرب آراستند وبےہودہ خیال کردند کہ ایں جہاداست ونوبت تاآنجا رسید کہ زناں وطفلاں بےچارہ را پارہ پارہ ساختند وبآتش غم وغصہ سوختند حالانکہ ایں حرکت بےبرکت ایشاں محض خلاف شرع اسلام بود وہر کہ امروز آنچنان کند کہ آنہا درزمان غدر کردند حکم او ہماں حکم آن کسان است چہ اہل علم اختلاف دارند درآنکہ ہندوستان بعد از آمدن در قبضہ اقتدار حکام انگریزی دار اسلام است یا دارحرب فتوی حنفیہ آن ست کہ داراسلام است وچوں براسلام باقی ماندہ جہاد دوآں یعنی چہ بلکہ گناہے از گناہ کبیرہ از کبائر باشد۔ ونزد بعضے دارحرب است مثلعلماء دہلی وہر کہ موافق ایشاں دریں مدارک ومفاہم است پس نزددے جہاد دریں ملک بااحدے خواہ حکام انگلشیہ باشند یا غیرایشاں ہرگز روا نیست۔ بجزآنکہ از دار حرب ہجرت گزیدہ رحل اقامت درمملکت دیگر از دیار اسلام نیندازند درسرزمین دار الحرب نشستہ جہاد کردن مذہب احدے ازمسلماناں قدیم وحدیث نیست .

۴۔گورنمنٹ کے مقابلہ میں افغانیوں کی شکست پرنا خوش ہوئے۔اورمصریوں کی فتح پرسجدہ شکر بجا لائے۔مہدی سوڈان کو مدد دی۔

جواب ۔ یہ خوب بے پر کی اڑائی اور دروغ سوئم سے بھی بڑھ کر کہی ۔ نواب صاحب نے جنگ افغانستان میں ریاست بھوپال سے فوج بھجوائی اور چھاؤنی سیہور میں حفاظت کے لئے کنٹنجنٹ روانہ کی جو ایک سال سیہور میں رہے ۔ یہ بات عام اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے اور سرکاری کاغذات میں بھی موجود ہے ۔ جنگ سوڈان کے وقت مہدی سے مقابلہ کے ئے فوج و مدد دینے کو کمال خلوص سے مستعدی ظاہر کی جس پر نائب السلطنت (وائسرائے) و گورنر جنرل کی طرف سے مراسلت شکریہ کی تھیلی ریاست کے نام پہنچی ۔ اور ادھر قلم و تحریر سے عام مسلمانوں میں یہ بات شائع کی کہ مہدی سوڈان کاذب ہے ۔ وہ مہدی نہیں ہے جسکے مسلمان منتظر ہیں ۔ با ایں ہمہ نواب (صدیق حسن) صاحب کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنا جن پر کوئی اہل عقل جرأت نہیں کر سکتا ۔ ناظرین منصفین غور فرما سکتے ہیں کہاں تک صحیح ہے ۔...

۵ ۔ اپنے مذہب وہابیت کو خوب پھیلایا ۔ لاکھوں روپئہ خرچ کر کے وہابی مذہب کی کتابیں ہندوستان و مصر و قسطنطنیہ میں چھپوا کر ان کو ملکوں میں شائع کیا ۔ اپنے مخالفوں کو بر ملا وعظوں میں کافر کہا ۔

جواب ۔ یہ بھی محض دروغ بے فروغ ہے ۔ نہ نواب صاحب وہابی المذہب ہیں نہ وہابی مذہب کی کوئی کتاب ہندوستان یا مصر یا قسطنطنیہ میں چھپوا کر انہوں نے شائع کی ہے ۔

وہابی مذہب کو تو وہ بہت برا سمجھتے ہیں ۔ اور اپنی متعدد کتابوں (مذکورہ بالا) میں وہ اس مذہب کے بانی عبدالوہاب نجدی کو برا کہہ چکے ہیں ۔ نہ صرف آج کل کسی مصلحت یا حکمت عملی کی نظر سے بلکہ اس وقت سے بیس برس پہلے اور اپنے دلی اعتقادو ارادت سے جب کہ وہ نواب ہونے کی خیالی توقع بھی نہ رکھتے تھے ۔ اس امر کی تفصیل بھی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ و ۹ جلد ۴ ۔ اور نمبر ۴ و ۶ و ۷ جلد ۶ میں موجود ہے ۔ جو صاحب اس میں شک رکھتے ہیں وہ ان نمبروں کا ملاحظہ کریں اور جو لوگ انگریزی جانتے ہیں وہ انگریزی ترجمہ ترجمان وہابیہ کو ملاحظہ میں لائیں ۔...

جو کتابیں انہوں نے خود تالیف کی ہیں ان کی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۶ میں درج ہے اور جو کتابیں اور علماء کی تالیف انہوں نے مصر میں چھپوائی ہیں ان کی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۶ میں مندرج ہے ۔ ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی نسبت کوئی دعوی نہیں کر سکتا کہ وہ وہابی مذہب کی کتاب ہے اور وہ عبدالوہاب یا اس کے کسی شاگرد کی تالیف ہے ۔

ایک اور بڑی قوی اور عام فہم دلیل ان کتب کے وہابی مذہب کی کتابیں نہ ہونے پر یہ ہے کہ وہ کتابیں عرب و مصر و قسطنطنیہ میں بلا انکار رواج پائی ہیں ۔ وہاں کے سنی علماء نے ان پر

تقریظیں لکھی ہیں ۔اور اگر وہ وہابی مذہب کی ہوتیں تو وہ مصر قسطنطنیہ مکہ و مدینہ میں جلائی جاتیں یا دریا برد ہوتیں کیونکہ وہابی مذہب کے اشخاص اور کتب سے اس دیار میں یہی معاملات ہوتے ہیں

ہاں اگر اصل مذہب محمدیت خالصہ (قرآن وحدیث) کو وہابی مذہب قرار دیا گیا ہے تو بیشک نواب صاحب اور جملہ اہل حدیث ہندوستان کا یہ مذہب ہے ۔اور محمدیت خالصہ کی مئوید کتابیں انہوں نے خود بھی تصنیف کی ہیں اور اس قسم کی تصانیف سلف وخلف علماء ہندوستان ومصر میں طبع بھی کرائی ہیں ۔اور یہ امر کسی وجہ سے اعتراض کا محل نہیں ہے، جو شخص کسی مذہب کا پیرو ہوتا ہے اس کی تائید وتصدیق اس کا فرض ہے ۔اور یہ امر اس کی تعریف ودیانت کا مثبت ہے نہ مذمت و بددیانتی کا موجب ۔دیکھو ملکہ انگلینڈ ہند عیسائی مذہب رکھتی ہیں تو وہ اس مذہب کی تصدیق وتائید کو اپنے اشتہار میں اس الفاظ سے ظاہر کرتی ہیں: مابدولت کو عیسائی مذہب کی حقیت پر یقین ہے ۔

۶۔ بردہ فروشی جائز کردی ۔

جواب ۔یہ بھی محض اتہام ہے ۔بردہ فروشی جائز نہیں کی بلکہ بردہ آزادی کی رسم ڈالی ۔ عرب کی قید سے مظلوم لونڈیاں آزاد کرا کر ہندوستان میں بیگم صاحبہ کی ملازمت کے لئے منگائیں ۔ مخبر بدنہاد کی مخبری پر عدالت بمبئ نے تحقیق کی تو اس پر بھی یہی بات ثابت ہوئی ۔اس کی تصدیق بمبئ کے کاغذات عدالت سے بخوبی ہوسکتی ہے ۔

۷۔ قدسیہ بیگم ناراض تھیں

جواب ۔کب سے؟ اور کس پر؟ ریاست کی تاریخ دانی بھی تم لوگوں پر ختم ہے ۔قدسیہ بیگم تو نواب سکندر بیگم سے بھی خوش نہ تھیں ۔اور کبھی کوئی خاندانی اور جزء ریاست جس کا کوئی ہم سر یا اس سے خورد تر مستقل رئیس بن جائے ،اس رئیس سے خوش ہوتا ہے؟

۸۔ بلقیس جہان سے نور حسن کی شادی کرنی چاہی۔

جواب ۔یہ امر اگر علی التسلیم و بالفرض ہوا ہے ۔تو کوئی ظلم وجرم نہیں ہے ۔تراضی طرفین سے شادی ہو جاتی تو کوئی محل اعتراض کا نہ تھا۔بیگم صاحبہ کی نواب (صدیق حسن) صاحب سے شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ پھر بلقیس جہان کا رتبہ بیگم صاحبہ سے بڑھ کر ہے کہ ان کی شادی نواب صاحب کے بیٹے سے ہونا ظلم وجرم متصور ہوتا۔

۹۔صدہا ملازم ضعیفی اور بدروی کے سبب معزول کیئے ۔

جواب ۔یہ امر وقوع میں آیا ہے تو کوئی اعتراض کا محل نہیں ہے ۔ ہر ایک ذی اختیار گور

نمنٹ بڈھے اور نالائق ملازموں کو نوکری سے جدا کرتی ہے۔پنشن کا حق نہ ہو تو پنشن بھی نہیں دیتے۔گورنمنٹ انگریزی میں تم کو ایسی مثال نہیں ملتی تو ہمارے پاس آؤ۔اس کی بیسیوں مثالیں ہم تمکو حفظ کرادیں گے۔

اسی قسم کے اور اعتراضات والزامات نامہ نگار اس نیک نام ریاست پر لگاتے اور اس بے جانکتہ چینی سے مسلمانوں کا دل دکھاتے ہیں۔ان کی نسبت ہم پھر کچھ کہیں گے۔

(مولانا محمد حسینؒ بتاتے ہیں کہ) یہ مراسلت کوہ نور کی نقل ہے۔دوسرے ذریعہ سے جو ہم کو اصلی واقعات معلوم ہوئے ہیں ان کی تفصیل ہم اس مقام میں نہیں کر سکتے وہ آئندہ سہی۔

اس مقام میں اس مضمون کو ہم ان کلمات نصیحت پر ختم کرتے ہیں کہ ہمارے ملکی ریفارمر اس قسم کی باتیں بلاتحقیق اپنے اخباروں میں درج نہ کیا کریں۔اس کے اس ضرر کو جو ملک و گورنمنٹ کے حق میں بیان کیا گیا ہے پیش نظر رکھیں اور خاص کر مسلمان اڈیٹر یہ بھی خیال فرماویں کہ اسلام اور اسلامی ریاستیں آگے کون سی ترقی پر ہیں کہ وہ بخوف بدہضمی ان کا تنزل چاہتے ہیں۔اور اگر باہمی اختلاف جزئی کے لحاظ سے وہ ان ریاستوں کو اسلامی ریاستیں نہیں سمجھتے۔کوئی کسی ریاست کو وہابیوں کی ریاست قرار دے کر کافروں کی ریاست سمجھتا ہے کوئی کسی ریاست کو شیعوں کی ریاست سمجھ کر ریاست الکفار خیال کرتا ہے۔تو اس مرض کا بجز اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ اپنے ہی علماء مذہب کی طرف رجوع کریں۔اور ان سے لا نکفر احدا من اھل القبلۃ کے معنی پوچھیں

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۸۔۱۸۸۵ء ص ۲۱۶ تا ۲۳۰ مختصراً)

نواب بھوپال
اور انکے ملکی یا اسلامی بھائی

مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ نواب (صدیق حسن) صاحب مقیم بھوپال کے ساتھ جو سلوک گورنمنٹ کی طرف سے ہوا ہے اس پر ہم کو افسوس و شکائت نہیں کیونکہ ہم اس کے سبب و اصل اصول کا علم نہیں۔ہماری شکایت ہمارا افسوس اپنے ہی ان اعضاء و اجزاء (ملکی یا اسلامی بھائیوں) پر ہے جو باوجود لاعلمی سبب و اصل اصول اس سلوک کے نہ صرف موجودہ سلوک پر اپنی مسرت و اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔بلکہ اس پر ھل من مزید کی صدا بھی بلند کر رہے ہیں اور موجودہ اور مجوزہ آئندہ سلوک کے وجوہات و اسباب وہ اپنے دل و دماغ سے نکال کر بزبان حال وقال گورنمنٹ کو

یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اس وقت تک جو کچھ ان سے سلوک ہوا ہے یہ باوجود عدل و انصاف ہونے کے کافی نہیں ہے ۔ گورنمنٹ کو کچھ اس سے بڑھ کر بھی کرنا چاہیے ۔ نواب کو پھانسی دینا چاہیے، یا دریائے شور سے پارکسی جزیرہ رنگون وغیرہ میں بھجوا دینا۔

موجودہ سلوک کے وجوہات جو ان حضرات نے از خود پیش کئے ہیں وہ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۸، اور اکثر اخباروں میں معہ جوابات درج ہو چکے ہیں

(وہ الزامات یہ ہیں ۔خرابی انتظام ریاست ، عام رعایا پر ظلم ، ملازمت میں مذہبی رعایت ، مذاہب رعایا، ہنود، شیعہ، حنفیہ سے بیجا تعرض ۔ بندوبست میں بے جا تشدد جس کے سبب سے سات ہزار آدمی جلا وطن ہو گئے ہیں ۔ وہابی مذہب کی تائید واشاعت وغیرہ ۔اوران کے جوابات اکثر دیسی اور بعض انگریزی اخبارات کوہ نور، رفیق ہند، شفیق ہند، مفید عام، نجم الاخبار، ریاض الاخبار، اردو گائیڈ، شحنہ ہند، موج نربدا، ٹریبیون وغیرہ ۔ جن کی تعداد اخبار مخالفین نواب صاحب سے زیادہ ہے، درج ہیں ۔ بھوپال کے اخبار دبیر الملک نے اپنے پرچہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ میں اخبارات موافق ومخالف نواب صاحب کا موازنہ کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ بہت سے موافقین کو مخالفین میں شمار کر دیا ہے ۔اس امر کی تصدیق ناظرین کو اصل اخبارات یا ان اخبارات کے ملاحظہ سے ہوسکتی ہے جن میں ان اخباروں پر ریویو کیا گیا ہے جیسے شحنہ ہند، وکوہ نور وغیرہ ۔ ان الزامات کے مقابلہ میں جو نواب صاحب کے حسن انتظام اعیان اور ریاست کی اصلاح میں بیان کی گئی ہیں ان کی تفصیل شحنہ ہند یکم فروری ۱۸۸۶ء اور موج نربدا ۔۱۴ جون ۱۸۸۶ء میں ہے، جو ملاحظہ کے لائق ہے ۔ محمد حسین)

مزید برآں (جس کو وہ آئندہ کے لئے تجویز کر رہے ہیں) کی وجوہات وہ یہ الزامات پیش کرتے ہیں (دیکھو اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۶ء وشوکت ہند وغیرہ)

۱۔ نواب صاحب بھوپال نے آٹھ یا نو خون بھی کئے یا کرائے ہیں۔

۲۔ مسمی دین محمد کی معرفت مہدی سوڈان کو روپئہ بھجوائے ہیں۔

۳۔مجموعہ خطب، ہدایت السائل، ترجمان وہابیہ۔اقتراب الساعۃ وغیرہ کتابیں گورنمنٹ کے مخالف تصنیف کیں اور ان میں گورنمنٹ سے جہاد وبغاوت کی ترغیب دی ہے۔

بعض اسلامی بھائیوں نے اس اخیر الزام (ترغیب جہاد وبغاوت) میں نواب بھوپال کے ساتھ ان کے گروہ (اہل حدیث) کے اور اعیان واشخاص کو بھی شامل کر لیا اور گورنمنٹ کو یہ نیک مشورہ دیا ہے کہ گورنمنٹ ان کو بھی پکڑے اور سخت سزا دے (دیکھو علیم الاخبار کلکتہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء)

ایک اور صاحب جو اپنے آپ کو ابوالدرجات فرماتے ہیں (جس سے غالباً وہ اپنا صاحب

درجات عالیہ بہشت یا اسلام ہونا مراد رکھتے ہوں) اس جرم بغاوت وفساد میں اس گروہ کے شامل ہونے ایک روشن دلیل قائم کرتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید نے جہاد کیا ہے جن کی طرف اس گروہ کا سلسلہ پہنچتا ہے (دیکھو سراج الاخبار جہلم یکم مارچ ۱۸۸۶ء)

ان حضرات نے یہ بھی کہہ مارا ہے کہ آج کل گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد کی ممانعت میں جو اس گروہ کے لوگ رسائل وتحریرات شائع کرتے ہیں، یہ صرف زبانی خوش آمد اور خودغرضی اور دفع الوقتی ہے۔ دل سے یہ لوگ گورنمنٹ سے جہاد کرنے کو اپنا فرض جانتے ہیں (دیکھو علیم الاخبار کلکتہ وسراج الاخبار جہلم یکم مارچ ۱۸۸۶ء)، اور جو لوگ ہمارے گروہ (حنفی یا مقلدین) کے ہیں ان کے خیالوں تک یہ مسئلہ جہاد کبھی نہیں آیا اور نہ کبھی بغاوت کا خیال ان کے دماغ میں گذرا ہے۔ جہادی اور باغی صرف یہی لوگ ہیں جو وہابی کہلاتے ہیں۔

ہمارے ان اعضاء واخوان کے ان پر جوش بیانات ومزید سزا کی تجویزات کو دیکھ سن کر ہماری مہربان گورنمنٹ کا جوش میں نہ آنا اور موجودہ سلوک سے زیادتی کا قصد نہ فرمانا، بلکہ کسی قدر اس میں تخفیف کو کام میں لانا (ہم نے سنا ہے کہ پہلے نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کو ایک محل میں رہنے کا حکم نہ تھا ۔اب بحکم گورنمنٹ دونوں حضرت ایک محل میں یک جا رہتے ہیں۔محمد حسین)، گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے افسوس وشکایت کو یک لخت اٹھاتا ہے۔ بلکہ بجائے افسوس گورنمنٹ اور عہدہ داران کے دلی شکریہ پر مجبور کرتا ہے۔ کہ انہوں نے نواب صاحب کی اندرونی اور اعضا کی شہادت کو ان کے خلاف میں نہ سنا اور اس کو اس مواد فاسد سے جو ایک عضو فاسد (موروم وماؤف) سے نکلتا ہے، زیادہ نہ سمجھا۔

لہذا شکایت وافسوس کو ہم اپنے ہی اعضا فواسد کا حق سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس افسوس کا محل نہیں ٹھہرا سکتے ۔..اور اپنے ان بھائیوں کی شکائت بطور اپیل لارڈ ڈفرن اور سر لیپل گریفن کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان سے امید رکھتے ہیں کہ..اگر کسی قدر اور کسی قسم کا مخالفانہ اثر ان بیانات کا انکے لوح خاطر پر جاگزین ہوا ہو تو وہ ملاحظہ اس مضمون کے بعد اس کو محو فرمائیں گے..وہ شکائت یا اپیل یہ ہے جس میں انکے الزامات نمبروار ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ ہمارے بھائیوں کا یہ لکھنا کہ نواب صاحب بھوپال نے آٹھ یا نو خون کئے یا کرائے ہیں۔ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اس کے بیان واثبات کی ضرورت نہیں ہے۔

نواب صاحب کے ایما یا سازش سے بھوپال میں ایک بھی خون ہو جاتا تو سر لیبل گریفن پر اور نواب عبداللطیف خان سی ایس آئی، جو سابق نواب بھوپال (صدیق حسن) کے کلی اور جزئی امور میں

درپئے تفتیش وخلاف رہے، وہ خون مخفی نہ رہتا۔

۲۔ایسا ہی دین محمد کی معرفت مہدی سوڈان کو روپیہ بھجوانا سفید جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ اس جھوٹ پر سچ کا شبہ ڈالنے کے لئے قیصر ہند کے مشیر با تدبیر اپنی اخبار میں فرماتے ہیں:

اگر دین محمد چالا کی سے کابل کی جانب نہ بھگا دیا جاتا تو سزا کے ملنے میں کوئی شک نہ تھا۔ (دیکھو اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۴ فروری ۱۸۸۶ء جس میں بعینہ یہ الفاظ درج ہیں۔)

ہم اپنے قیصر ہند کے مشیر کو یہ مژدہ دیتے ہیں کہ وہ دین محمد تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ لاہور میں گرفتار ہو گیا ہے اور اس کا مقدمہ زیر تحقیقات ہے۔اس مقدمہ میں جس قدر نواب (صدیق حسن) صاحب بھوپال کی سازش آپ ثابت کر سکتے ہیں، کریں۔اور اس پر سزا دلوائیں.. دین محمد نے جو لاہور کی جوڈیشل عدالت میں اپنا جواب لکھا ہے وہ صاف مظہر ہے کہ وہ نواب بھوپال کا جانی دشمن ہے، نہ راز دار اور وکیل (ہم نے ایک واقف کار کی زبان سے سنا ہے کہ اسسٹنٹ جوڈیشل لاہور کی عدالت میں دین محمد نے یہ بیان کیا تھا کہ میں گریفن کا فرستادہ ہوں اور نواب بھوپال کے مخالف بعض امور کا ثبوت بہم پہنچانے کو لاہور آیا ہوں، گو اس بیان دین محمد کی گریفن نے، جن سے بذریعہ تار برقی اس کا حال دریافت کیا گیا تھا، تائید وتصدیق نہیں کی، مگر اس سے یہ بات تو بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ دین محمد، نواب کا دشمن ہے اور درپئے مخالفت، نہ ان کا ہمراز اور وکیل)۔آئندہ عدالت کو اور آپ جیسے مشیران سلطنت کو اختیار ہے کہ ترغیب وترہیب کے ذریعہ سے جو چاہیں نواب صاحب کے مخالف دین محمد سے کہلا لیں۔مگر یہ ملحوظ رہے کہ دین محمد کے سابق حالات اور عدالت بھوپال میں اس کے مقدمات ایسے ثابت ہو چکے ہیں جن کی شہادت سے بحکم انصاف وقانون نواب صاحب کے خلاف میں اس کا کچھ کہنا لائق اعتبار وسماعت نہیں ہے۔کسی پولیٹکل مصلحت یا آپ جیسے مشیران سلطنت کی مشورت سے اس کو سچ مان لیا جاوے تو یہ امر دیگر ہے (دین محمد بھوپال کا باشندہ ہے۔پہلے ہندو قوم کلال سے تھا پھر مسلمان ہوا۔اور قدسیہ بیگم مرحومہ کا، جن کی نواب صاحب اور رئیسہ سے مخالفت ہمارے ہم عصر بھی مان چکے ہیں، ملازم رہا۔لوگوں کو دھمکا کر اور مخبری کا ڈر سنا کر روپیہ وصول کرنا اس کا پیشہ رہا۔کہیں سے اور طرح پر بھی روپیہ وصول کرتا رہا ہے۔چنانچہ نصرت السنہ بنارس میں اس کی نسبت ایک اشتہار اس مضمون کا درج ہو چکا ہے کہ وہ بنارس والوں کا کچھ روپیہ مار کر چلا آیا ہے۔اس کے داؤ اور فریب سے لوگ بچیں۔ایک دفعہ اس نے نواب صاحب بھوپال کو بھولا بھالا ملا سمجھ کر دھمکایا اور ایک عرضی کے ضمن میں یہ مضمون لکھ کر پیش کیا کہ مجھے ایک ہزار روپیہ دیدو، ورنہ میں گریفن کے پاس تمہاری مخبری کرونگا کہ انہوں نے مجھے ایک ہزار روپیہ دے کر مہدی کے پاس سوڈان بھیجا تھا اور ایک ہزار روپیہ اور دینے کا وعدہ کیا تھا، اب وہ ایک

ہزار روپیہ نہیں دیتے ۔نواب صاحب نے اس عرضی کو عدالت فوجداری کے سپرد کیا جس پر بعد تحقیقات حسب ضابطہ وہ سزایاب ہوا۔ ایک دفعہ اس سے پہلے بھی اس نے ایسی حرکت کی تھی جس پر اس کو سزا ملی تھی ۔ چنانچہ سرشتہ عدالت فوجداری بھوپال میں ان مقدمات کی مثلیں موجود ہیں ۔ان حالات ومقدمات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ نواب صاحب کا کھلم کھلا دشمن ہے ۔اس کی کوئی بات نواب صاحب کے خلاف لائق اعتبار وسماعت نہیں جو اپنے بچاؤ کے لئے وہ خود بناوے یا کسی کی ترغیب وترہیب سے کہے ۔محمد حسین)

۳۔تیسرا الزام جو ہمارے بھائیوں نے نواب بھوپال کے ذمہ لگایا وہ اکثر جھوٹ ہے سچ تو یہ ہے کہ ان کی بعض تصانیف میں بعض عبارات بے شک ایسی درج ہیں جو محل اعتراض ہیں ۔اور اس میں جھوٹ یہ ملایا گیا ہے کہ ان عبارات کو نواب صاحب کا کلام قرار دیا گیا ہے.. حالانکہ وہ عبارات نواب صاحب کی اپنی نہیں ہیں ۔ وہ کلام غیر ہے اور نواب صاحب کا اپنا کلام اسکے مخالف نواب صاحب کی تصانیف میں موجود ہے۔

دوم یہ کہ اکثر عبارات کا مطلب ایسا غلط قرار دیا گیا ہے جس سے گورنمنٹ کی مخالفت ثابت ہو۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب اور ہے..

سوم یہ کہ بعض مطالب کو محض خلاف واقعہ تصانیف نواب صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ان مطالب کا تصانیف نواب صاحب میں نام ونشان بھی نہیں ہے ۔ہم ان تینوں قسم کی غلط بیانی اپنے اسلامی بھائیوں کی بہ نقل وتفصیل ان مطالب کے جو انکے ذمہ لگائے گئے ہیں بدلائل ثابت کرتے ہیں اور گورنمنٹ سے (اگر انہوں نے کسی مطلب یا عبارت سے کچھ دھوکہ کھایا ہو) امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے بیان ودلائل کو توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے ۔...

ان کی کتاب دیوان خطب (یا موعظہ حسنہ) ہے ۔اس کتاب کی نسبت ہمارے اسلامی بھائیوں نے گورنمنٹ کو یہ سمجھایا ہے کہ اس کتاب میں نواب صاحب نے گورنمنٹ سے جہاد کرنے کی رغبت دلائی ہے ۔اور اس غرض سے اس کتاب کو عربی زبان میں تالیف کیا اور مصر میں چھپوایا ہے کہ عرب ومصر میں گورنمنٹ کے مخالف جوش واشتعال پیدا ہو۔

اس کتاب کی نسبت یہ کہنا تو سچ ہے کہ اس میں ایک خطبہ متضمن ذکر جہاد بھی تھا۔ باقی جو کچھ لکھا گیا ہے کہ وہ نواب صاحب کا کلام ہے اور اس میں گورنمنٹ سے جہاد کرنے کی ترغیب ہے اور عربی زبان میں وہ کتاب اس غرض سے بنائی گئی ہے اور مصر وعرب میں وہ اس واسطے چھپوائی گئی ہے کہ گورنمنٹ کے مخالف مصر میں اشتعال پیدا ہو۔سب غلط و دروغ ہے۔

اس کتاب میں جو خطبے درج ہیں وہ ایک شخص کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ مختلف اشخاص کے خطبے ہیں۔اور وہ خطبہ جس میں جہاد کا بیان تھا مولانا اسماعیل شہید کا خطبہ تھا۔...نواب بھوپال نے دستور قدیم علماء کے موافق علماء سابق کے خطبوں کو جمع کیا تو ان میں مولوی اسماعیل کے خطبوں کو جن میں سے ایک خطبہ میں جہاد کا ذکر بھی تھا، درج کر دیا اور اس کتاب کو ہندوستان میں چھپوایا۔اور اس کتاب یا خطبہ کو گورنمنٹ کے مخالف نہ سمجھا۔یارلوگوں نے اس میں لفظ جہاد کا پایا جانا غنیمت سمجھ کر بعض افسران گورنمنٹ کو نواب صاحب کی طرف سے بدظن کیا۔جس پر ۲۱ مارچ ۱۸۸۱ء کو کرنل بنرمن پولیٹکل ایجنٹ سہور علاقہ بھوپال اس خطبہ کے سبب نواب صاحب پر معترض ہوئے۔ نواب صاحب نے اس کتاب کی سبھی کاپیوں کو جو ان کو اس وقت میسر آئیں جمع کر کے کرنل کے سامنے چاک کروا دیا۔اور جب وہ نسخہ دوبارہ مصر میں چھپوایا تو اس میں سے وہ خطبہ جس میں جہاد کا ذکر تھا بالکل نکال دیا۔ چنانچہ وہ کتاب مطبوعہ مصر اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے اور جو چاہے اس کو ہم وہ کتاب دکھا سکتے ہیں۔اس میں اس خطبہ جہاد کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔..

ہندوستان میں گورنمنٹ کے مقابلہ میں جہاد کی ترغیب دلانا، اس کتاب یا خطبہ کے طبع کرانے سے ان کا مقصود ہوتا تو وہ اس کو عربی زبان میں (جس کو ہندوستانی مسلمانوں میں فیصدی ایک بھی نہیں سمجھتا)، نہ چھپواتے، بلکہ ٹھیٹھ ہندی میں اس کا ترجمہ طبع کراتے۔مصر وعرب میں جوش پھیلانا اس سے مقصود ہوتا تو مصر میں اس کو چھپواتے وقت وہ خطبہ متضمن جہاد اس میں سے نکال نہ دیتے۔ بلکہ ہندوستان میں بزبان عربی اور مصر میں بحذف خطبہ جہاد اس کتاب کو چھپوانا قطعی شہادت دیتا ہے کہ اس کتاب کے طبع واشاعت سے جہاد کی طرف رغبت دلانا ہرگز ہرگز ان کا مقصود نہ تھا۔...

دوسری کتاب جس کی اشاعت کے سبب نواب صدیق حسن صاحب پر ترغیب جہاد و بغاوت کا الزام قائم کیا گیا ہے انکی کتاب ہدائت السائل ہے۔اس کتاب کی نسبت ہمارے بھائیوں نے گورنمنٹ کو یہ سمجھایا ہے کہ اس کے صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک یہ ترغیب دی ہے کہ انگریزوں کو عرب سے نکال دیا جائے یا انکو قتل کیا جاوے یا مسلمان بنایا جائے۔اور اسکے صفحہ ۹۴ سے ۱۰۴ تک بجواب چند سوالات یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔مسلمانوں کے جو شہر کافروں کے ہاتھ میں ہیں ان کو بزور شمشیر ان سے چھوڑانا مسلمانوں پر واجب ہے۔مسلمانوں کا کافروں کے شہروں میں رہنا اور ان کی ملازمت کرنا، اور ان سے دوستی رکھنا، اور انکے قوانین کو عدل کہنا، کفر ہے، اور اسی قسم کی اور باتیں انگریزوں کے حق میں لکھی ہیں کہ مزید بران متصور نہیں جیسے لفظ شیطان۔خبیث وغیرہ

اس کتاب کی نسبت بھی یہ کہنا تو سچ ہے کہ یہ مضامین اس میں درج ہیں۔مگر یہ سچ نہیں ہے کہ مضامین نواب صاحب نے خود لکھے ہیں۔اور نواب صدیق حسن صاحب کی غرض ان مضامین کو مشتہر کرنے سے یہ ہے کہ انگریزوں کے برخلاف مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو۔ وہ مضامین غیر ہیں اور نواب صاحب محض ان کے ناقل ہیں۔

پہلا مضمون جو صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک منقول ہے سید حسن بن جلال یمنی کا ہے اور اس کے رسالہ بانیان کا ترجمہ۔ چنانچہ ہدایت السائل کے صفحہ ۹۱ سطر ۱۰ میں اس کا نام وحوالہ بھی موجود ہے۔ دوسرے مضامین جو صفحہ ۹۴ سے صفحہ ۱۰۴ تک منقول ہیں وہ سید عبدالباری یمنی کے رسالہ سیف بتار کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔ان کا ذکر وحوالہ گو ہدائت السائل میں نواب صاحب نے نہیں دیا۔مگر اپنی دوسری کتاب عبرۃ میں جس کو ہدایت السائل سے تیسرے سال ۱۲۹۴ھ میں انہوں نے چھپوایا اور اس میں بصفحہ ۱۰۴ اصل عبارت سیف بتار کو نقل کیا ہے اس کا نام لیا اور حوالہ دیا۔ یہ دونوں رسالے بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور جو چاہے اس کو ہم دکھا سکتے ہیں۔

نواب صدیق حسن کا ان رسائل کو ترجمہ کر کے اپنی کتاب میں نقل کرنا اور اسکے ساتھ اپنی کسی قسم کی رائے موافق یا مخالف ظاہر نہ کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا ہمارے ان ہی نکتہ چین بھائی اخبار نویسوں کا مہدی سوڈان کے اشتہارات وخطوط کو یا روس کے مخالف کاروائیوں کو اپنے اخباروں میں درج کرنا، اوران پر اپنی کسی قسم کی رائے ظاہر نہ کرنا۔جس کو کوئی ترغیب جہاد و بغاوت نہیں کہتا۔

نواب صدیق حسن کی غرض ان مضامین کو اپنی کتابوں میں درج کرنے سے ہمارے قیاس وتجربہ وکانشش کی شہادت سے صرف اپنی جامعیت اور ہمہ دانی اور ہر مسئلہ میں حاضر جوابی کا اظہار ہے۔اسکے سوائے اس سے انکی کوئی غرض گورنمنٹ کے مخالف یا موافق نہیں ہے۔اس قسم کی بلاتحقیق (وبلاتائیدوتردید) مضامین کے ان کی کتابوں میں درج ہونے کا ایک سبب اور بھی ہے جس کو ہم آزادی اور راست بازی سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔اور نواب صاحب اور انکے مقلد دوستوں سے اسکے بیان سے پہلے معافی مانگ کر یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس سبب کے اظہار و بیان میں حق گو ومعذور سمجھیں، طاعن ومخالف صاحب خیال نہ کریں۔نواب صاحب ہمارے مہربان دوست ہیں مگر حق ان سے بھی زیادہ دوست ہے لہذا ہم انکے پاس خاطر سے حق کو نہیں چھوڑ سکتے

وہ سبب یہ ہے کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف میں تحقیق وتدقیق کا التزام نہیں،صرف جمع وتالیف ان کو پیش نظر رہتی ہے۔لہذا وہ ہر قسم کے مسائل کو محقق ہوں،خواہ غیر محقق۔ وضروری

ہوں خواہ غیر مناسب و غیر ضروری، اپنی تصانیف میں درج کر دیتے ہیں ۔ یہ امر صرف ان ہی مسائل میں نہیں پایا جاتا جن کو گورنمنٹ سے تعلق ہے ۔ بلکہ بعض مذہبی اور علمی مسائل میں بھی ان کا یہی حال ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہم عصروں اور ہم چشموں (مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی وغیرہ علماء نے) ان کی تصانیف پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور ان کے بعض مسائل میں غلطی و تحقیق سے مخالفت ایسی ثابت کر دکھائی ہے کہ اس کو نواب صاحب نے بھی مان لیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ ہم صرف ناقل ہیں ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فلاں امر میں حق و صحیح کونسا قول ہے ۔ جب بعض علمی اور مذہبی مسائل میں ان کا بلاتحقیق اقوال غیر کو نقل کرنے کا یہ حال ہے تو ان مسائل میں جن کو گورنمنٹ اور پولیٹیکل حالات سے تعلق ہے ان کا اقوال غیر کو بلا ردو قدح نقل کرنا کون سے تعجب واعتراض کا محل ہے ۔

پولیٹیکل معاملات سے تو ہمارے نواب صاحب محض سادگی اور ناواقفی میں مبتلاء ہیں اور ایسے مضامین کے نتائج سے بالکل ناآشنا ۔ لہذا ان مسائل کے نقل بلاتحقیق میں وہ اور بھی معذور کہے جانے کے مستحق ہیں اور ان کی اشاعت سے ان پر یہ گمان کہ وہ اس میں ترغیب بغاوت وفساد کی نیت رکھتے ہیں، بالکل صحیح نہیں ہے ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۶ء ج ۹ ص ۵ تا ۷ مختصراً)

✿ تحریک ختم نبوت ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ نواب صدیق حسن نے مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کر دی تھی جیسا کہ مرزا صاحب ۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۰۰ھ کو اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں :

ابتداء میں جب یہ کتاب (براہین) چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کیلئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں ۔ سو اس میں سے صرف ابراہیم علی خان نواب مالیر کوٹلہ، اور محمود علی خان رئیس چھتاری اور مدار المہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی، دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا ۔ (مکتوبات احمدیہ ۔ جلد اول، ص ۔ ۲۸ ۔ ۲۹)



وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

کتابیات

صحیح البخاری ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم ۔ امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری
سنن ابی داؤد ۔ سلیمان بن الاشعث سجستانی
مشکوۃ المصابیح ۔ ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری
دیوان الرافعی ۔ مصطفیٰ صادق الرافعی، جزء الثانی ۱۳۲۱ھ ۔ مطبع الجامعہ بالاسکندریہ ۱۳۲۲ھ
شفاء للناس ۔ محمد عبداللہ شاہجہان پوری
چودھویں صدی کا مسیح ۔ حکیم مظہر حسن قریشی صدیقی، مطبع اہل حدیث امرتسر ۱۳۲۲ھ
کلمہ فضل رحمانی ۔ قاضی فضل احمد
سیف چشتیائی ۔ پیر مہر علی شاہ
عصائے موسیٰ ۔ منشی الٰہی بخش لاہوری
تائید آسمانی ۔ منشی محمد جعفر تھانیسری
الہامات مرزا ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری
ہفوات مرزا ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری

قادیانی کتب:

براہین احمدیہ،
فتح اسلام، غایۃ المرام،
ازالہ اوہام،
حجۃ اللہ، سراج منیر،
انوار الحق، برکات الدعاء،
آئینہ کمالات اسلام،
ایام الصلح،
دافع الوساوس، دافع البلاء،
شہادۃ القرآن، انجام آتھم،

انوار الاسلام، دافع البلاء،

الہدی وتبصرۃ لمن یری، استفتاء،

کرامات الصادقین،

کتاب البریہ،

نزول المسیح،

خطبہ الہامیہ،

اعجاز احمدی،

مجموعہ اشتہارات قادیانی،

مکتوبات احمدیہ،

سیرۃ المہدی از مرزا بشیر احمد قادیانی،

حیات ناصر

اخبارات ورسائل:

مجلّہ المنار جلد۴۔ جلد ۵، جلد۱۶ اڈیٹر محمد رشید رضا مصری؛

ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۸، ج ۹، ج ۱۵، ج ۱۶، ج ۱۸۔ اڈیٹر محمد حسین بٹالوی؛

شحنہ ہند میرٹھ۔ اڈیٹر احمد حسن شوکت میرٹھی؛

اخبار اہل حدیث امرتسر۔ اڈیٹر ثناء اللہ امرتسری؛

الحکم قادیان۔ اڈیٹر شیخ یعقوب علی قادیانی؛

البدر قادیان۔ اڈیٹر محمد افضل، مفتی محمد صادق قادیانی؛

ریویو آف ریلی جنز قادیان


٥٥٥



